قومی زبان کے مطالبے

(۱) نجی اور کاروباری خط کتابت اردو میں کیجیے۔

(۲) انگریزی کی ضرورت تسلیم مگر بے ضرورت انگریزی استعمال نہ کیجیے۔

(۳) دعوت ناموں، عید ناموں، ملاقات ناموں کا اردو میں ہونا قومی فضا کے لئے ضروری ہے۔

(۴) مکانوں اور دکانوں پر اردو کی تختیاں لگوائیے تاکہ پاکستان، پاکستان معلوم ہو۔

(۵) یکم جنوری ۱۹۷۲ء سے پہلے ہی عام زندگی میں اردو کو اختیار کرکے اپنا قطعی فیصلہ اردو کے حق میں صادر کر دیجیے۔

★

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۷
شمارہ - ۱

جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست مضامین

قومی زبان کراچی — جولائی ۷۵ء

شمیم احمد

ڈاکٹر سید عبداللہ

آج تک میں نے اردو کے جن سپاہیوں کے بارے میں قومی زبان میں کچھ لکھا ہے ان کے لیے ہمیشہ میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ خود بھی میری تحریر کو پڑھیں لیکن اس بار میں دعا کر رہا ہوں کہ خدا کرے یہ تحریر ڈاکٹر سید عبداللہ کی نظروں سے نہ گزرے کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اس سلسلے میں ان پر کچھ بھی نہیں لکھوں گا ویسے ڈاکٹر صاحب نے خود بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی چند جملوں کے علاوہ کچھ بھی مجھے حاصل نہ ہوا میں ان سے شاکی بھی ہوں لیکن جتنا وقت گزرتا جا رہا ہے ان کے کردار کی عظمت نکھرتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا شمار ان سپاہیوں میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا مقصد اپنے نصب العین کے لیے سب کچھ قربان کر دینا ہوتا ہے اور ان کی راحت اور سعادت کسی مقصد کے لیے جان قربان کر دینے میں مضمر ہوتی ہے۔ آج کے سپاہیوں کی طرح نہیں جو جرأت اور ہمت بھی اس لیے دکھاتے ہیں کہ اخبار میں ان کی تصویر آجائے۔ اسی لیے جب میں ڈاکٹر صاحب سے ملنے اورینٹل کالج پہنچا تو انہوں نے میری آمد کی غرض و غایت کو معلوم کر کے کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کسی حد تک بے نیازی اور رکھائی ان کے لہجے میں پیدا ہو گئی میرے اصرار پر انہوں نے کہا دراصل میں آپ کے انٹرویو کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں اور نہ ہو سکوں گا کیونکہ آپ جس عنوان کے تحت یہ انٹرویو لیتے ہیں میں نہ اس کا اہل ہوں اور نہ اپنی دانست میں اردو کے لیے وہ سب کچھ کر سکا ہوں جس کی بنا پر اس خطاب کا سزاوار خود کو سمجھ لوں۔ ڈاکٹر صاحب کے لہجے میں اس وقت بہت وقار تھا اور ان کی جھکی ہوئی گردن ایک دکھ کا اظہار بھی کر رہی تھی جسے صرف میں ہی محسوس کر سکتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہر کام کرنے والے کی تسکین صرف اس عمل میں ہوتی ہے جو وہ کر رہا ہے میں پبلسٹی کا دشمن نہیں ہوں مگر یہ بھی اس وقت زیب دیتی ہے جب کسی شخص نے واقعی خدمات انجام دی ہوں میں آپ کے اس سلسلے میں کیسے شامل ہو سکتا ہوں جبکہ اپنے بارے میں مجھے یہ احساس ہے کہ میں اردو کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا ہوں ڈاکٹر صاحب اس کے بعد خاموش ہو گئے مجھے کسی حد تک اس بات سے تکلیف سی محسوس ہوئی کہ ان کی بے نیازی شاید مجھے نظر انداز کر رہی ہے لیکن جب انہوں نے بالکل ذاتی سوالات مجھ سے کرنے شروع کئے تو دل کے کسی گوشے سے یہ خواہش ابھری کہ ہمارے قومی سطح پر اتنی بے غرضی اور نام و نمود کی خواہش سے احتراز پیدا ہو جاتا ہے تو ہمارا معاشرہ واقعی ایک مثالی معاشرہ بن جاتا۔

مگر افسوس سوائے ذاتی منفعت، خودغرضی نام ونمود اور ہوس اقتدار کے اس وقت کوئی قدر معاشرے میں باقی نہیں رہی ہے ہمارا معاشرہ اسی لیے خلوص اور اقدار سے تہی ہوتا جارہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو میں نے بہت کاوے دیئے مگر وہ کسی طرح اپنے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالنے پر آمادہ نہیں تھے اردو کے بارے میں میرے مخصوص سوالات کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلے میں اپنے خیالات کا میں اس قدر اعادہ کرچکا ہوں کہ آپ کو دہرائے ہوئے خیالات میں کوئی مزا نہیں آئیگا بعض سوالات پر البتہ وہ کچھ پسیجے اس میں ایک سوال مولوی عبدالحق مرحوم کے بارے میں تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ مولوی صاحب کی خدمات کا اندازہ ابھی نہیں کیا جارہا ہے جتنا وقت گزرے گا اتنی ہی ان کے کارناموں کی اہمیت واضح ہوگی اردو کی خدمت کے علاوہ ان کی ایک اور حیثیت بہت بلند ہے اور وہ ہے ایک محقق کی جہاں تک تنقید کا سوال ہے آج کا نیا ذہن اُن کی تنقید کی اہمیت کو زیادہ محسوس نہیں کررہا ہے لیکن اردو کی تنقید کا ارتقا جن حالات میں ہوا ہے اس اعتبار سے مولوی عبدالحق کی تنقید نے حقیقت پسندی اور ادب کو پرکھنے کے معیار مقرر کئے ہیں اور ابتدائی تنقید کو ایک سنجیدہ اور مستقل کام کی نوعیت قرار دیئے میں مولوی صاحب کی تنقیدات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مولوی صاحب پر ایک ایسی مستقل کتاب تصنیف کی جائے جو ان کی ادبی حیثیت کو متعین کرسکے اردو کے نفاذ کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کو ہمارے یہاں کے ایک طبقے کی ذہنیت پر بہت افسوس ہوتا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ طبقہ جو اتفاق سے صاحب اقتدار بھی ہے ایک بیمار ذہنیت کا شکار ہوگیا ہے وہ اردو کے سلسلے میں ہمیشہ مخالفانہ منطق سے کام لیتا رہا ہے جبکہ مثبت کاموں میں یہ ذہنیت نہ صرف مضر ہوتی ہے بلکہ اجتماعی شعور کو شدید بحران میں مبتلا کردیتی ہے ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ مثبت کاموں اجتماعی فائدے اور خواہشات کے سلسلے میں جذبے کی منطق سے کام لینا چاہیئے اسی جذبے کی منطق سے جو تخلیق پاکستان کا سبب بنا جو ہماری اجتماعی خواہشات کی علامت بن گیا تھا۔ اردو بھی تحریک پاکستان کی ایک بنیادی محرک رہی ہے اور پاکستان کی تخلیق کے بعد جب قومی خواہشات کے اعتبار سے صرف اردو ہی ایک اجتماعی علامت اور خواہش رہ گئی ہے اس کے لئے تو اور بھی جذبے کی منطق کی ضرورت تھی ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ جب ہمیں قومی زبان اور اردو کی افادیت کا اعتراف ہے تو اس کے نفاذ میں ہمیں کسی قسم کی الجھن محسوس نہیں ہونی چاہیئے اسے اسی وقت نافذ کیا جاسکتا ہے اور یہ پاکستان کی اجتماعی نفسیات پر بڑا گہرا اثر مرتب کرے گی۔

ڈاکٹر صاحب اس وقت صرف جذبے کی منطق ہی کو ثابت نہیں کررہے تھے بلکہ اس منطق سے کام لے رہے تھے جس سے بڑے بڑے قومی مسائل حل کئے جاسکتے ہیں خالص سوچی سمجھی ہوئی سنجیدہ فکر۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہر چیز بغیر کسی اسپرٹ کے نہ پیدا کی جاسکتی اور نہ فائدہ مند ہوسکتی ہے انہوں نے فرمایا کہ خود اردو کی تحریک کس طرح شروع ہوئی اور کیسے وہ آگے چل کر تحریک پاکستان میں تبدیل ہوگئی یہ صرف ایک اسپرٹ کا کارنامہ تھا ہندوؤں کی ضد یہ تھی کہ اردو کو ترک کرکے ہندی کو رائج کیا جائے کیونکہ ان کے تعصب کی منطق یہ تھی کہ اردو مسلمانوں کی تہذیبی علامت کی حیثیت رکھتی ہے اس کو مٹا کر وہ مسلمانوں کی تہذیب کی آخری یادگار بھی مٹانے

کے درپے ہو گئے تھے ان کی مخالفانہ منطق پر جب اردو کی مثبت اور جذبے کی منطق کی تحریک شروع کی گئی تو ہندوستان گیر انقلاب کا آغاز ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا تھا ایک اسپرٹ ایک جذبہ۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت متاسفانہ لہجے میں کہا آج ہماری قوم اسپرٹ اور جذبے سے محروم کی جا رہی ہے یہ ہمیں ایک خطرناک راہ پر گامزن کر رہی ہے انہوں نے دعا کی کہ خدا کرے ہمارے معاشرے کے نوجوانوں میں یہ جذبہ اور اسپرٹ پیدا ہو جائے تو ہمیں پھر کسی بات کی پروا نہ رہے۔

اگر آپ نے ڈاکٹر سید عبداللہ کو نہیں دیکھا ہے تو آپ اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ جو شخصیات خود ایک تحریک بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں وہ ہمارے لئے اتنی "جاذب توجہ" نہیں ہوتیں جتنی عموماً فنون لطیفہ سے متعلق شخصیات ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک کامیاب لیڈر کی یہ پہچان ہے کہ عام طور پر عام سطح پر ذرا اجنبی محسوس ہوتے ہیں ڈاکٹر صاحب سے مل کر مجھے یہی احساس ہوا کہ وہ میرے لئے کشش کا سبب نہیں بنے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی گفتگو بڑی حد تک سنجیدہ اور اصولی ہوتے ہوئے بھی ایک تیکھا پن بھی رکھتی ہے جو انہیں آپ کے قریب آنے سے روکتی ہے حالانکہ ان کے الفاظ میں خلوص کی نرمی محسوس ہوتی ہے مگر منطق کا ٹھہراؤ انہیں ایک بظاہر خشک علمی شخصیت بنا دیتا ہے بظاہر میں نے اس لئے کہا کہ ان کی تحریروں میں یہ بات نہیں نظر آتی اس میں ایک گھلاوٹ محبت اور شگفتگی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے اپنی اصل شخصیت پر بہت سے پردے ڈال رکھے ہیں اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی پوری زندگی مسلسل کشمکش اور جد و جہد میں گزری ہے انہوں نے ۳۵ سال تک مسلسل ریاضت اور جگر کاوی کے بعد اپنا ایک مقام بنایا ہے خدا جانے یہ بات میں نے کہاں تک صحیح کہی ہے۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کی تحریروں اور ان کی شخصیت میں اتنا فرق نہ محسوس ہوتا وہ ایک تحریک بن چکے ہیں اور اردو کی تحریک اب صرف ان ہی کی ذات سے ایک زندہ اور فعال تحریک بنی ہوئی ہے اور ایک تحریک کے لئے جس سنجیدگی، وقار اور اصول پرستی کی ضرورت ہے وہ ان میں بدرجہ اتم موجود ہے اور ہمیں یہ اعتماد ان کی ذات پر اسی لئے ہے کہ وہ اگر ایک جذباتی آدمی ہوتے تو شاید اردو کی تحریک بھی جذباتی ہو کر رہ جاتی لیکن اب ہمیں یہ یقین ہے کہ ان کی سرکردگی میں یہ تحریک ہمارے معاشرے کی قوی ترین تحریک بن رہی ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ اس دور کی وہ واحد شخصیت ہیں جو صرف ایک رہنما اور تحریک کے روح رواں ہی نہیں ہیں بلکہ وہ علمی طور پر یقیناً اس منصب کے لئے مناسب ترین آدمی ہیں۔ بلکہ ان کی اہمیت عظمت میں اسی وقت تبدیل ہو جاتی ہے جب وہ ہمیں ایک رہنما سے بڑے ادیب نظر آتے ہیں یہی ان کی ذات کا سب سے گہرا اور عظیم عنصر ہے اور ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان کا نام جب تک ادب کی لوح پر دمکتا رہے گا اردو کی تحریک بھی اس سے منسوب رہے گی۔ اس طرح ڈاکٹر سید عبداللہ کا کام صرف وقتی اور ایک مقصد کے لئے ہی وقف نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں زندہ رہنے اور ادبی عظمت کے پہلو بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے گو کہ ہمیں خود اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا مگر اردو کے اس عظیم سپاہی کے بارے میں اگر ہم ابتدائی باتیں بھی نہ معلوم کر سکیں تو ہماری بدقسمتی ہو گی۔

ڈاکٹر سید عبداللہ منگلور تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم میٹرک تک ایبٹ آباد میں حاصل کی اس کے بعد تحریک خلافت کا جوش لاہور کھینچ لایا لاہور میں مولانا احمد علی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے پھر علی گڑھ پہنچے اور کچھ عرصہ جامعہ ملیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے وہاں مولانا محمد علی جوہر اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے لیکچر سنے مولانا اسورتی سے عربی پڑھی پھر واپس لاہور آگئے اور اورینٹل کالج میں داخل ہوئے ۱۹۲۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ۱۹۲۵ء میں ایم اے فارسی کا امتحان پاس کیا ۱۹۲۶ء ۱۹۲۸ء تک پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں کیٹلاگر کی حیثیت سے کام کیا ۱۹۲۸ء ۱۹۳۲ء میں فارسی ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے "ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ" کے موضوع پر کام کرتے رہے ۱۹۳۲ء میں ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا ۱۹۳۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری ملی اس کے بعد سے یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض کا آغاز ہوا پہلے ریسرچ اسسٹنٹ ہوئے پھر صیغہ فارسی کے صدر مدرس مقرر ہوئے پھر اردو شعبے میں لیکچرار ریڈر اور پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۵۴ء میں اورینٹل کالج کے پرنسپل ہو گئے اور شعبہ اردو کے اعزازی صدر بھی رہے غرض کہ ڈاکٹر سید عبداللہ کی ساری زندگی علم سے متعلق رہی یہی ان کی وہ دوہری شخصیت ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب رہی ہے ایک ادیب کی حیثیت میں ان کا ذکر ہر تذکرہ اور تاریخ میں ہمیشہ آتا رہے گا ان کی تصانیف کی فہرست بہت طویل ہے جو ان کے مرتبہ علم و ادب پر دال ہے ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات تالیفات مرتبات اور تراجم میں "التنبیہات علی الکامل" "لطائف نامہ فخری" "نل دمن" "اردو ادب جنگ عظیم کے بعد" "شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن" "نوادر الالفاظ" "خان آرزو" "تذکرہ مردم دیدہ" "تعلیم کے مقاصد" "بحث و نظر" "ولی سے اقبال تک" "نقد میر" "مقامات اقبال" "سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کا فکری و فنی جائزہ" "فہرست مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری" اور "ارمغان علمی" جیسی کتابیں شامل ہیں ان کے علاوہ بے شمار مقالات رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بارے میں میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک علمی ادیب ہیں جن کا کام صرف ایک شعبے محدود نہیں ہے ان کی خدمات کی یہ فہرست نامکمل رہے گی اگر ان کی ایسی علمی خدمات کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں نے ہمارے تمام شعبہ ہائے علم و ادب اور زبان پر گہرے اثرات چھوڑے انہوں نے متعدد اہم کانفرنسوں کے انعقاد اور تنظیم میں گراں قدر حصہ لیا ایسی کانفرنسوں میں پاکستان اردو کانفرنس پاکستان اورینٹل کانفرنس مغربی پاکستان اردو کانفرنس اور اردو تدریس کانفرنس بڑی اہمیت رکھتی ہیں علاوہ بریں وہ یونیورسٹی اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ کمیٹی رسم الخط کمیٹی اور اردو کمیٹی کے کنوینر کے فرائض بھی انجام دیئے ڈاکٹر صاحب اس وقت پاکستان کے تمام اہم ادبی اداروں، انجمنوں اور تنظیموں کے ایک سرگرم رکن ہیں اس حیثیت میں ان کا فیض ہر جگہ جاری ہے حکومت پاکستان نے ڈاکٹر صاحب کی ان طویل خدمات کے سلسلے میں صدارتی تمغہ اور پانچ ہزار روپے کا انعام عطا کیا ہے اس کے علاوہ حکومت ایران نے نشان سپاس بھی دیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ ہمارے اقدار سے تہی اور نصب العین سے خالی معاشرے میں خود ایک قدر اور ایک نصب العین

درجہ رکھتے ہیں خلوص، محنت، لگن اور بے غرض مگر نام و نمود کی خواہش سے عاری ایسی شخصیت ہمارے لئے باعث فخر بھی ہے۔ اور طمانیت کا سبب بھی خدا ہمیں ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے مجھ پر یہ خوف پھر طاری ہو رہا ہے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب میرے حقیر تاثرات کی جسارت سے ناراض نہ ہو جائیں وہ مجھے پکا وعدہ خلاف گردانیں گے مگر میں ان کی ناراضگی کے باوجود آنا آپ سے کہوں گا کہ وہ صرف اردو کے سپاہی ہی نہیں بلکہ اردو ادب کے سپہ سالار ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

بیکراں

صرف چند برس میں جگن ناتھ آزاد کو وہ شہرت وہ مقبولیت حاصل ہو گئی ہے جو دوسروں کو بیس سال سے کم کی ریاضت پر نصیب نہیں ہوتی۔ شعر و سخن کی شاید ہی کوئی محفل ہو جس میں جگن ناتھ آزاد کے چرچے نہ ہوتے ہوں۔ علم و ادب کا شاید ہی کوئی رسالہ ہو جس میں جگن ناتھ آزاد کی نظمیں امتیازی شان سے نہ شائع ہوتی ہوں ....

"بیکراں" کے آخر میں ایک عظیم الشان نظم "اردو" کے عنوان سے ہے۔ جس میں جگن ناتھ آزاد نے "اردو" کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔

"نیا دور" لکھنو

قیمت چار روپے پچاس نئے پیسے

وطن میں اجنبی

کس قدر مختلف ہے یہ انداز فکر یہ جذبہ ہند اور پاکستان کے ان یک چشم ادیبوں، شاعروں۔ اخبار نویسوں اور سیاست دانوں سے جو نہ تہذیب کی ابدیت کے قائل ہیں نہ انسانیت کے مشترک رشتوں کا پاس کرتے ہیں جو سستی ہر دل عزیزی حاصل کرنے کے لئے یا ذاتی مفاد کی خاطر لوگوں میں تعصب کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ بعض دوسرے شاعروں اور ادیبوں نے بھی ان قدروں کا اعتراف کیا ہے۔ دشمنی اور مغائرت کے طوفان پر بند لگانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نے مصلحت کے خیال سے ذرا ادبی زبان اور محتاط قلم سے کام لیا ہے۔ شاید کسی نے بھی اس فرض کی عملبرداری نہیں کی اس صاف گوئی اور قوت کے ساتھ جو آزاد نے دکھائی ہے۔

خواجہ غلام السیدین

قیمت تین روپے پچاس نئے پیسے

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی

انجمن ترقی اردو کی نئی مطبوعات

مقالات گارساں دتاسی گارساں دتاسی نے اردو زبان کے مراکز سے بہت دور رہ کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اردو کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ گارساں دتاسی کے مقالات میں اردو زبان وادب کے ایک خاص دور کی مکمل تاریخ ملتی ہے۔ نیا ایڈیشن مشہور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ حصہ اول ۱۰/۰

خطبات عبدالحق یہ بابائے اردو کی مدارتی تقریروں اور لکچروں کا مکمل مجموعہ ہے۔ جس میں اردو زبان وادب کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا پیش لفظ ہے۔

قیمت گیارہ روپے

کاروانِ صحافت اس میں مصنف نے اردو صحافت کی تاریخ کے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ جن پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔ لیکن موضوع کی یکسانیت اسے مستقل تصنیف کا درجہ عطا کرتی ہے۔ قیمت چار روپے

سب رس یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت محنت اور تحقیق کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے شروع میں بابائے اردو کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہیں۔ قیمت چھ روپے

سودا اردو تنقید و تحقیق میں شیخ چاند کی ذات شعلۂ مستعجل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرحوم نے بہت کم عرصے میں بعض ایسی تحریریں ہمارے ادب کو دیں۔ جو علمی و ادبی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ جس میں مرزا رفیع السودا کے حالات زندگی اور کلام پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی، اب دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے۔

قیمت سات روپے

انتخاب جدید اس مجموعہ میں عہد حاضر کے پچاس سے زائد شعراء کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ اردو شاعری کے جدید ترین رجحانات کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قیمت پانچ روپے

محمد حسین آزاد یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند عطا کی ہے فاضل مصنف نے اس میں مولانا آزاد کے حالات زندگی اور ان کی ادبی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔

قیمت، جلد اول آٹھ روپے۔ جلد دوئم بارہ روپے

وضع اصطلاحات یہ کتاب اردو کے نامور انشا پرداز و عالم مولوی وحیدالدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی دوسری کتاب موجود نہیں ہے۔ قیمت سات روپے

اس انجمن گل میں

صدر انجمن کا انتباہ

جناب اختر حسین (ہلال پاکستان) صدر انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۸ مئی کو کراچی میں ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا "ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کتابوں کے جملہ حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں کسی قسم کا معاہدہ نہ ہونے کے سبب ہندوستان کے بعض مفاد پرست اور بے اصول ناشرین ہمارے علمی اداروں اور مصنفوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اور ناجائز طور پر کتابیں چھاپ کر فروخت کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال کا سب سے زیادہ ناگوار اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ پاکستانی مصنفوں اور اداروں کی جو کتابیں ناجائز طور پر شائع ہوتی ہیں وہ پاکستان ہی میں کھلے بندوں فروخت ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر انجمن ترقی اردو کی مشہور انگریزی اردو لغت ہندوستان کے ایک ناشر نے غیر قانونی طور پر چھاپ لی ہے اب وہ پاکستان ہی میں عام طور پر بک رہی ہے۔ اسی طرح اقبال اور دوسرے پاکستانی مشاہیر کی جو کتابیں ناجائز طور پر ہندوستان میں چھپی ہیں ان کی بھی زیادہ تر کھپت پاکستان ہی میں ہے یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس طرح ہم خود ہی ہندوستان کے ناجائز کاروبار کرنے والے ناشروں کی ہمت افزائی کر رہے ہیں۔ میں پاکستان کے جملہ کتب فروشوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہندوستان سے پاکستانی مصنفین کی ناجائز طور پر چھپی ہوئی کتابیں منگوانا اور فروخت کرنا بند کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی عام شائقین ادب و خریداران کتب سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایسی کتابوں کی خریداری نہ کریں یہ ہماری خودداری کا سوال ہے نیز اس طرح ہم کتابوں کی غیر قانونی اشاعت کو روکنے میں مدد دیں گے۔"

انجمن ترقی اردو (لاہور)

انجمن ترقی اردو (شاخ لاہور) نے اردو کی حمایت میں دوسرا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اس بار بھی خاموش جلوس

نکالا ہے۔ یہ مظاہرہ بہت کامیاب رہا جس میں مصنف، ادیب، صحافی وکیل اور اہل علم نے بڑی تعداد میں شرکت کی ابتدا میں تقریریں کی گئیں اور اس کے بعد یہ جلوس دو حصوں میں تقسیم ہو کر پلے کارڈ اٹھائے شہر کے سب سے زیادہ بارونق اور فیشن ایبل علاقے میں گھوم کر اردو کا نام بلند کرتا رہا۔

اردو اور جلسۂ تقسیم اسناد

کراچی یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد میں اس وقت کافی جوش خروش اور زندگی نظر آئی جب اردو کالج کے پرنسپل کرنل عطاء الرحمٰن نے اپنے کالج کے ایل۔ ایل۔ بی میں کامیاب طلبہ کو شیخ الجامعہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے اردو میں ان کا تعارف کرایا۔ اور شیخ الجامعہ نے انہیں اردو ہی میں سند دیتے ہوئے کہا کہ "میں ہدایت کرتا ہوں کہ آپ گفتار و کردار میں خود کو اس سند کا اہل ثابت کریں"۔ اس موقع پر حاضرین میں جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی۔ اور پنڈال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔

اردو سائن بورڈ

۸ا رجون کو لاہور میں اردو کو نجی اور کاروباری زندگی میں اس کا جائز مقام دلانے کے لئے انجمن ترقی اردو ادبر لاہور نے عملی اقدامات کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اور کپتان عبدالواحد کی قیادت میں مال روڈ کے دس دوکانداروں کو اردو میں سائن بورڈ پیش کئے گئے تاکہ وہ اپنی دکانوں پر انہیں آویزاں کریں۔ اس موقع پر کوہ نور ٹیکسٹائل ملز کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب نصیر اے شیخ نے کارکنان انجمن کا پرجوش استقبال کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور اعلان کیا کہ وہ نہ صرف اپنے تمام اداروں کے سائن بورڈ بہت جلد اردو میں لگوائیں گے۔ بلکہ اپنے زیر اثر اصحاب کو بھی اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے۔ آپ نے انجمن کو گراں قدر مالی عطیہ سے بھی نوازا۔ اس تقریب میں مقامی ادبی انجمنوں کے ارکان، ممتاز صحافیوں اور ادیبوں، شاعروں کے علاوہ لائل پور ملتان۔ لائل پور اور نارووال کی ادبی انجمنوں کے نمائندے اور اردو کے بہت سے بہی خواہوں نے بھی شرکت کی۔

O

محمد احمد سبزواری

بابائے پشتو ــــ نصر اللہ خاں نصر

لیڈی ریڈنگ پشاور کا سب سے بڑا ہسپتال ہے، ۱۹۶۳ء میں میرا بڑا لڑکا ناک کے ایک آپریشن کے سلسلے میں اسی ہسپتال
ں داخل ہوا اور مجھے کوئی ایک ہفتے تک تیمار دار کی حیثیت سے اپنا زیادہ وقت ہسپتال میں گزارنا پڑا۔ جیسا کہ عام قاعدہ ہے۔
ار و ار تیمارداری کم کرتا ہے اور گھبراتا زیادہ ہے اور گھبراہٹ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ جن کی عام حالات میں توقع
ہیں ہوتی۔ چنانچہ میں بھی اسی دور سے گزر رہا تھا۔ ایک دن ٹہلتے ٹہلتے بولٹن بلاک (یہ بلاک چندے سے بنایا گیا ہے) کے معطیان
ے بورڈ کو پڑھنے لگا۔ اس میں کچھ نام ایسے تھے جن سے کان آشنا تھے اور بعض سے واقفیت نہیں تھی۔ ان ہی آخر الذکر
موں میں نصر اللہ خاں نصر کا نام بھی شامل تھا۔ اس وقت یہ خیال بھی نہیں آیا کہ ان سے بہت جلد ملاقات ہوگی اور پشتو کے سلسلے
ں ان کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوگا۔

قبل اس کے کہ میں نصر صاحب کے متعلق کچھ بتاؤں یہ چندے کا قصہ ہی سن لیجئے۔ ۱۹۳۹ء میں جب یہ اسپتال زیر تعمیر تھا تو
ن وقت پشاور کا ڈپٹی کمشنر ایک انگریز تھا اس نے بلاک کی تعمیر کے لئے پشاور کے سربرآوردہ لوگوں سے چندہ جمع کرنے کی مہم
روع کی، ایک دن ایک انیس سالہ نوجوان ڈپٹی کمشنر کے پاس آیا اور جیب سے پانسو روپے کی رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دیئے
ور کہا کہ یہ اس کا چندہ ہسپتال کے لئے ہے۔ ڈپٹی کمشنر اس نوجوان سے ناواقف تھا اس نے پوچھا کہ یہ روپیہ تم کہیں گھر سے
ا کر تو نہیں لائے۔ تب نوجوان نے اپنے خاندان کا نام و نشان بتلایا اور یہ چندہ قبول کر لیا گیا۔

پشاور شہر کے باہر ایک قدیم گاؤں تہکال بالا ہے۔ پشاور یونیورسٹی کا بڑا حصہ نہ صرف اسی گاؤں کی سرزمین پر واقع ہے
لہ یہ گاؤں بالکل یونیورسٹی کے متوازی واقع ہے۔ اس کی آبادی دس ہزار کے قریب ہے۔ پشاور کی تاریخ میں اس گاؤں اور
س کے باسیوں کا نام اکثر ملتا ہے۔ اس گاؤں کے کچھ لوگوں نے مولینا سید احمد شہید بریلوی کے ساتھ بھی کام کیا ہے۔ غرضیکہ نصر صاحب
ی پیدائش اسی مردم خیز خطے میں ہوئی۔ ان کا تعلق ایک معزز افغانی خاندان الکوزئی (درانی) سے ہے۔ ان کے والد کا نام عبدالغنی
ان اور دادا کا نام خان صاحب غلام حیدر خان ہے۔ ان کے دادا سرحد کی ان چند ممتاز ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے انیسویں
مدی کے آخر میں مغربی تعلیم حاصل کی ۱۸۸۰ء میں انہوں نے صاحبزادہ سر عبدالقیوم خان کے ساتھ بورڈ اسکول پشاور سے میٹرک کا

امتحان پاس کیا۔ بورڈ اسکول بعد میں مشن اسکول اور آج کل ایڈورڈز کالج کے نام سے موسوم ہے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم کو سرحد کا سرسید کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان ہی کی کوششوں سے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد رکھی گئی جس نے ۱۹۶۳ء میں اپنی طلائی جوبلی منائی اور اس علاقے میں تعلیم پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

نصر صاحب کی پیدائش ۱۳ مارچ ۱۹۱۹ء ہے۔ ان کی کفالت اور پرورش ان کے ماموں حافظ فضل الرحمن نے کی جو نہ صرف جہاں دیدہ اور مردم شناس بزرگ تھے بلکہ مالی لحاظ سے بھی کافی آسودہ تھے۔ چونکہ یہ خود لاولد تھے۔ اس لئے اپنی ساری توجہ بھانجے کی تعلیم و تربیت پر صرف کی۔

نصر صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم اسلامیہ کالجیٹ اسکول میں حاصل کی، میٹرک کے بعد یہ ایڈورڈز کالج میں داخل ہوئے جہاں سے ایف اے کے بعد اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے اور وہیں سے بی اے کیا۔

نصر صاحب کو بچپن ہی سے ادب اور شعر و شاعری سے لگاؤ ہوگیا۔ ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں سبز علی جان اور سمندر خان سمندر نے کافی حصّہ لیا۔ کالج کے زمانے میں نصر صاحب کے مراسم پروفیسر عبدالمجید افغانی سے ہوگئے۔ جو پشتو کے بڑے عالم گزرے ہیں۔ چنانچہ جب پروفیسر صاحب نے کالج میں پشتو لٹریری ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی تو اس کی معتمدی کے لئے نصر صاحب ہی کو منتخب کیا گیا۔ اس زمانے میں انجمن کے جلسے بڑے پیمانے پر ہوا کرتے تھے اور اس میں ممتاز شخصیتیں حصّہ لیا کرتی تھیں۔ اس کے ایک جلسے میں نصر صاحب نے پشتو سے متعلق ایک مقالہ پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔

نصر صاحب کا گھریلو ماحول بھی بڑا ادبی تھا۔ اور یہ اپنی نوجوانی میں اپنے دادا سے یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ پشتو کو ترقی دینے کی کیا صورتیں ہوسکتی ہیں چنانچہ اسی تڑپ نے نصر صاحب سے بہت سے کام کرائے۔ کالج کے زمانے میں یہ اسلامیہ کالج کے موقر جریدے "خیبر" کے حصہ پشتو کے مدیر کی حیثیت سے دو سال تک کام کرتے رہے۔ اسی زمانے میں ایک دیہات سدھار کمیٹی قائم کی جو گاؤں میں "تعلیم بالغاں" کا انتظام کیا کرتی تھی۔ ۱۹۴۰ء میں پشاور کے چند شاعروں نے "بزم ادب" کے نام سے ایک انجمن بنائی اور نصر صاحب بھی اس میں شامل ہوگئے۔ اور دوسرے سال وہ اس کے معتمد منتخب ہوگئے۔ مگر ۱۹۴۲ء میں آپس کے اختلافات کی وجہ سے آپ نے بزم سے علیحدگی اختیار کرلی اور نکال میں ادبی لوڑے (جماعت) کی بنیاد رکھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز کا طوطی بول رہا تھا۔ اگرچہ یہ جماعت خالص ادبی جماعت تھی مگر انگریز کسی جماعت کو ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ دھمکیوں کے تحت بعض لوگوں نے استعفے دے دیئے۔ مگر نصر صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس تحریک سے وابستہ رہے اور برابر اس کو ترقی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ انجمن کے تحت چھوٹے بچوں کی تعلیم کیلئے مختلف دیہات میں ساٹھ کے قریب مدرسے کھول دیئے۔ جلسے، مشاعرے عام ہوگئے۔ اسی زمانے میں انہوں نے ریاست امب کی طرف توجہ کی وہاں پشتو زبان نے بگڑ کر ایک اور زبان کی صورت اختیار کرلی تھی جس کو تناولی کہتے ہیں۔ اس کو کوئی باہر کا آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ ادبی لوڑے کا ایک وفد جس میں نصر صاحب بھی شامل تھے امب گیا اور وہاں کے نواب سے

لو کی اور وہ ریاست میں پشتو کی ترویج پر راضی ہو گئے اور ریاست کے تمام مدرسوں میں پشتو لازمی قرار دی گئی۔

ادبی ٹولے کے خاص خاص مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ پشتو زبان و ادب کو ترقی دینا

۲۔ نوجوانوں کو تقریر کے طریقے سکھانا

۳۔ ناخواندہ لوگوں کو اردو، انگریزی۔ فارسی۔ انگریزی اور پشتو زبان میں لکھنا پڑھنا حساب اور علم و ہنر سکھانا۔

۴۔ دیہات میں کتب خانوں کا قیام اور اخبارات پہنچانے کا انتظام۔

۵۔ پشتو کی عمدہ نظموں اور نثری مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنا۔

اب تک نصر صاحب کی ۴۰ کے قریب نظمیں اور رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں کچھ اخلاقی قصے ہیں، کچھ اولیائے سرحد نو کے شعرا اور باکمال لوگوں کی سوانح حیات ہیں۔ نصر صاحب شاعر بھی ہیں اور ان کی شاعری سمندر خان سمندر سے ں متاثر ہے۔ قدیم پشتو میں اشعار پر علم عروض کے اصولوں کا باقاعدہ انطباق نہیں ہوتا تھا۔ پشتو میں سب سے پہلے عروض کو رواج نے والا سمندر خان تھا۔ اس عروضی انقلاب کے بعد سمندر خاں نے پشتو نظم کے معیار کو بلند کرنے میں کافی حصہ لیا۔ اور عوام نے اس کو لشعرا کا خطاب دیا۔

نصر صاحب کا حالیہ مجموعہ کلام " دسوئ زرہ آدان "(دل کی آواز) کے نام سے شائع ہوا ہے۔

وہ خود اپنی شاعری کے متعلق کہتے ہیں کہ "میرے اشعار اس لئے مقبول ہیں کہ ان میں چار چیزیں یعنی پند، ادب ت مجازی اور عشق حقیقی موجود ہیں۔ لیکن ان کا عشق مجازی کیا ہے۔ ان کی محبوبہ کون ہے؟ وہی پشتو جو آج ایک دوشیزہ چکی ہے۔" پٹھانوں کی قدیم روایات ان کے سامنے ہیں۔ وہ ان کی موجودہ حالت کو دیکھ کر سرد ھنتے ہیں۔ ان کی ں کی ناچاقیوں اور نااتفاقیوں کو دیکھ کر ان کا دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے وہ اس کا سبب کم علمی اور جہالت کو سمجھتے ، وہ اس نکتے سے بھی واقف ہیں کہ جب تک مادری زبان کو تعلیم کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ علم نہیں پھیل سکتا۔ ! وہ علم کی مشعل لے کر اندھیرا دور کرنے کے لئے ہمت باندھ لیتے ہیں۔ اور پھر کسی بندش اور رکاوٹ سے چھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ نصر صاحب صرف پشتو اور پٹھانوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کو وطن یا قوم کا خیال نہیں صحیح نہیں۔ چونکہ وہ پٹھان ہیں اور پشتو ان کی مادری زبان ہے اس لئے یہ دونوں چیزیں ان کو دہ عزیز ہیں۔ ورنہ ویسے وہ وطن کی محبت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں، چنانچہ ان کی ایک نظم ملت سے خطاب چند بندوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

چلو آپس میں سارے مل کے بیٹھیں
خفا ہیں جو انہیں جا کر منالیں
کہ اتفاق اک قوت بڑی ہے
جواب اپنے عدو کا اپنے گھر ہو
فلاح قوم پہ اپنی نظر ہو

عبث کاموں کو آؤ چھوڑ دیں ہم
خلفشاروں کو چھوڑیں ہوں منظم
فساد اور انتشار آؤ کریں کم
جنوں اپنے وطن کا اپنے سر ہو
فلاح قوم پہ اپنی نظر ہو

کریں اپنا وطن آباد آؤ
نہ غیروں سے کریں فریاد آؤ
بنائیں خود ہی خود کو شاد آؤ
کہ ایک اچھے تمدن کی سحر ہو
فلاح قوم پہ اپنی نظر ہو

ہے جاں قربان اک احساں کی خاطر
ہاں مستقبل کی اچھی شاں کی خاطر
زہے پاک پاکستان کی خاطر
اک احسن زندگی اپنی نصر ہو
فلاح قوم پہ اپنی نظر ہو

اسی قسم کے خیالات و جذبات سے ان کی ایک دوسری نظم "اچھی قیادت" معمور ہے اس کا ایک شعر سنئیے،

وادی خیبر سے نے کرتا یہ صلہ شتہ اے نصر ایک ہی ملت ہماری ایک ہی آواز ہے

نصر صاحب نے نہ کبھی شادی کی اور نہ سرکاری ملازمت غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا وقت علم و ادب کی خدمت میں گزرتا ہے، آج وہ ایک غیر سرکاری مقامی کالج میں پشتو کے استاد ہیں۔ اور دار المصنفین کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں سے پشتو کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ ان کی ان ہی بے لوث

خدمات کے صلے میں لوگ انہیں "بابائے پشتو" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں محمد عبد العلیم صدیقی نے پشاور کے انگریزی روزنامہ "خیبر میل" میں بابائے پشتو کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ اور حال ہی میں فقیر حسن ساحر نے بابائے پشتو کے نام سے ایک مختصر سی کتاب (۸۰ صفحات) شائع کی، یہ کتاب نومبر ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی اور بابائے اردو مولوی عبد الحق کے نام سے اس کا انتساب ہے۔

بابائے اردو کی چند لافانی کتابیں

انتخاب داغ "داغ" ایک آدمی ہے گرما گرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیئے کہ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی گرما گرم قسم کا تھا۔ داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے۔ اس سے خود صنف غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اس نے زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ بھی اس انداز سے کہ مٹی اور سونے کو برابر سمجھا بابائے اردو نے داغ کے کلام کا انتخاب عمر کے اس حصہ میں کیا تھا۔ جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ جزو تماشا نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔

اردو صرف و نحو اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ جو سائنٹیفک بنیادوں پر لکھی گئی ہے۔ بابائے اردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنفین نے قلم اٹھایا۔ انہوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعل راہ بنایا۔ اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیش نظر رکھا ہے۔ جہاں تک اس کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اردو قواعد عربی فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے۔ بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ قیمت ۲/۵۰

چند ہم عصر انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے۔ یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اردو نے اپنے ہم عصروں کی شخصیت کے نقوش واضح کئے ہیں۔

افکار عبدالحق مرتبہ آمنہ صدیقی۔ ایم۔ اے۔ بی ایڈ

اس میں بابائے اردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے۔ جس میں بابائے اردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔

قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی

گردوپیش

تصویر کا ایک رُخ

قومی بے حسی کی تازہ مثال

سینٹو ایک مشہور زمانہ تنظیم ہے۔ جس میں امریکہ اور چند مغربی ملکوں کے علاوہ تین مسلمان ممالک بھی شریک ہیں۔ پاکستان، ایران اور ترکی کے سینٹو کی جاری کردہ تصاویر میں انگریزی کے علاوہ فارسی اور ترکی زبان میں بھی عنوانات دیئے جاتے ہیں۔ مگر اردو اور بنگالی اس میں شامل نہیں۔ اس بات کی ذمہ داری اس قدر سینٹو پر عائد نہیں ہوتی جس قدر پاکستان کی۔ سینٹو کے عملے میں بہت سے پاکستانی بھی شامل ہیں۔ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ پاکستان کی سرکاری زبانیں اردو اور بنگالی ہیں۔

ظاہر اور باطن کا فرق

کراچی یونیورسٹی کو قومی غیرت کی ایک علامت اس وقت سے کہا جانے لگا ہے۔ جب سے اس نے اردو ذریعہ تعلیم کو قبول کیا ہے۔ اور اس کی حیثیت ایک قابل تقلید ادارے کی ہوگئی ہے۔ مگر مصلحت کوشی جو شاید ہمارے قومی کردار کا ایک عنصر بن گئی ہے۔ کسی صورت سے ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی چنانچہ ۱۵ رمئی کو جلسۂ تقسیم اسناد کے سلسلہ میں ساری کارروائی انگریزی میں ہوئی۔ اور خود وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو اردو کے بہت بڑے داعی شمار کئے جاتے ہیں۔ خطبۂ صدارت انگریزی میں پڑھا۔ یہ درون اور برون ۔۔۔ کیوں ہے؟ شاید یہ اردو کی ہمدردی بعض لوگوں کے لئے صرف شہرت کمانے کا ذریعہ بن گئی ہے۔

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

پبلک سروس کمیشن نے ۱۲ رجون کو لاہور میں ایک انکشاف کیا ہے کہ کمیشن کے امتحان میں شرکت کرنے والے بیشتر امیدوار اپنی مادری زبان کے علاوہ تمام مضامین میں کمزور ہوتے ہیں۔ اس اعلان میں کہا ہے کہ طلبہ کا علم ناقص اور معیار بہت بلند ہے۔ اور ان سب کی انگریزی بہت کمزور ہوتی ہے۔ کمیشن نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ بیشتر

امیدواروں کو اپنے مذہب کے اور پاکستان کے متعلق بنیادی اصولوں اور کوائف کا علم بھی نہیں ۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے ۔ ہمارے ماہرین تعلیم نے ناقص علم اور معیار کی پستی کا سبب انگریزی کو قرار دیا تھا۔ یہ تو خیر قومی ذہانت اور طاقت کا زیاں تھا ہی مگر یہ طرفہ تماشا ہے کہ ہمارے طالب علموں کو انگریزی بھی صحیح نہیں آتی ۔ اب کیا کہتے ہیں ہمارے حکام بالانشیں بیچ اس مسئلے کے ؟

مغربی پاکستان اسمبلی میں مغربی پاکستان اسمبلی کے اجلاس (۱۶ رجون) میں حیدرآباد کے ایک رکن نے سندھی میں تقریر کی۔ ابتدا میں تو دیگر اراکین خاموشی سے تقریر سنتے رہے پھر انہوں نے تقریر کا مطالبہ کیا ۔ ہمیں اس بات پر نہایت مسرت ہوئی کہ اراکین اسمبلی اب غیر ملکی زبان پر اپنی مادری زبان کو ترجیح دینے لگے ہیں ۔ لیکن یہ واقعہ اردو کی اہمیت اور اس کا سب سے افادی پہلو بھی ظاہر کرتا ہے ۔ سوال اس کا نہیں کہ اراکین نے اردو میں تقریر کا مطالبہ کیا بلکہ خود حیدرآباد کے ممبر کو اس بات کا احساس ہوگیا ہوگا کہ اراکین کی کثیر تعداد سندھی سے ناواقف ہے ۔ کیونکہ ان اراکین کی مادری زبان بھی سندھی کی طرح علاقائی زبانیں ہیں ۔ اور اگر وہ بھی اپنی اپنی زبانوں میں تقریر کرنے لگیں تو سندھی جاننے والے افراد کے لئے ان کا سمجھنا دشوار ہوگا ۔ اور یہی اردو کی افادیت اور اہمیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔ جو افراد اردو سے اس بنا پر کد رکھتے ہیں کہ وہ اپنی مادری زبان کو کیسے چھوڑ دیں تو حقیقت یہ ہے کہ اردو کسی علاقائی زبان کو نہ نقصان پہنچاتی ہے ۔ اور نہ ان کی جگہ لینا چاہتی ہے ۔ البتہ وہ مختلف علاقائی زبان بولنے والوں کے درمیان ایک قومی رابطے کا کام دیتی ہے ۔

تصویر کا دُوسرا رُخ

پنجاب یونیورسٹی منزل مقصود پر پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال سے بی۔ اے ۔ بی ۔ ایس ۔ سی ۔ ایم ۔ اے اور ایم ۔ ایس ۔ سی کی تدریس کے لئے اردو کو بھی ذریعۂ اظہار بنایا جا سکتا ہے ۔ ۱۳ رجون کو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب حمید احمد خاں نے پریس کانفرنس میں اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ غیر ملکی زبان کو سمجھنے اور اس میں اظہار کی صلاحیت طالب علموں میں کم ہوتی ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ طالب علم صحیح انگریزی لکھنے یا بولنے پر قادر نہیں ہوتے انھوں نے کہا کہ یونیورسٹی کے اس فیصلے سے ۲۷ء میں اردو زبان کے لئے مدارتی کمیشن کی رپورٹ کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی اور اس امر کا امکان ہو جائے گا کہ بنگالی اور اردو کو دفتری اور قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے ۔ پروفیسر حمید احمد خاں نے کہا کہ یونیورسٹی کے اس فیصلے سے

ہمارے قابل اساتذہ کے لئے یہ بات آسان ہو جائے گی کہ وہ اپنی زبان میں طالب علموں کو زیادہ آسانی سے تعلیم دے سکیں گے۔

اردو کی حمایت میں مس رابرٹ سن جو کیلیفورنیا (امریکہ) کی رہنے والی ہیں۔ اور لاہور کے ایک گرلز اسکول میں طالبات کو سائنس پڑھاتی ہیں۔ اپنی طالبات کو سائنس، انگریزی کے بجائے اردو میں پڑھاتی ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کے بچوں کو اردو میں سائنس پڑھانے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ انھوں نے ۱۸ رجون کو ایک مقامی اخبار کے نمائندے کو انٹرویو دیتے وقت ایک بہت اہم بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ میں جب کسی سے پہلی بار اردو میں بات کرتی ہوں تو وہ خدا جانے کیوں حیران ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے جو غیر ملکی یہاں آئے گا۔ اسے پاکستانیوں سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے اردو سیکھنی پڑے گی۔ انھوں نے کہا انسان جس خطے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے وہاں کی زبان سیکھنے سے کبھی احتراز نہیں کرنا چاہیئے۔

آئینہ کیوں نہ دوں کراچی ۱۲ ارمئی۔ ایک بیرونی ممالک کے سفارتی نمائندے نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان آنے کے بعد میری اردو کی استعداد برابر کم ہو رہی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے ملک کی یونیورسٹی میں اردو سیکھی تھی اور میرا خیال تھا کہ پاکستان کی اس قومی زبان کی استعداد پاکستان جاکر بڑھاؤں گا۔ مگر یہاں پہنچ کر یہ خیال خام ثابت ہوا کیونکہ یہاں میں نے جس سے اردو میں بات کرنے کی کوشش کی اس نے مجھ سے انگریزی میں بات کرنے کو ترجیح دی۔ اس لئے میری اردو کی استعداد بہت کم ہو گئی ہے۔

صوبائی اسمبلی میں قومی زبان مغربی پاکستان اسمبلی میں صوبائی اسمبلی کے تمام اراکین نے جن زبانوں میں حلف اٹھایا ہے۔ ان کا تناسب مندرجہ ذیل ہے۔

اردو	۸۳
انگریزی	۴۸
سندھی	۹
پشتو	۳
پنجابی	۱

گو کہ اردو میں حلف اٹھانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر حقیقی مسرت ہر محب وطن پاکستانی کو اسی وقت ہوگی جب انگریزی کی دوسری سب سے بڑی تعداد بالکل معدوم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس

بات سے پتہ چلتا ہے کہ اب بھی ہمارے نمائندوں کی ذہنیت پر غلامانہ اثرات کی چھاپ بہت گہری ہے۔

جدید علوم کی تدریس اردو میں

مرکزی اردو بورڈ نے تمام تعلیمی اداروں، سرکاری دفتروں اور کاروباری شعبوں میں انگریزی کی جگہ اردو رائج کرنے کی رفتار تیز کرنے کے لئے کئی منصوبے شروع کئے ہیں۔ جن میں سائنس، طب اور انجینئرنگ کی کتابیں اردو میں شائع کرنے۔ ایم۔ ایس۔ سی تک کی نصابی کتابیں اردو میں تصنیف کرنے، معیاری لغات تیار کرنے اور اصطلاحات وضع کرنے کے پروگرام شامل ہیں۔

حیدرآباد میونسپلٹی کا فیصلہ

حیدرآباد میونسپلٹی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سے سارے جلسوں کی کاروائی اردو میں ہوا کرے گی۔ یہ فیصلہ ۱۲ جون کو میونسپلٹی کمیٹی کے ایک ہنگامی اجلاس میں ہوا۔ جس کی صدارت جناب قطب علی شاہ نے کی۔

ملتان میں خاموش مظاہرے

۷ جون کی شب کو ملتان میں اردو کو سرکاری زبان بنانے کے مطالبے کے حق میں ایک زبردست مظاہرہ کیا گیا اور ایک خاموش جلوس نکالا گیا۔ جس کی قیادت خواجہ عبدالغفور کر رہے تھے۔ یہ جلوس شہر کی بڑی بڑی سڑکوں اور بازاروں میں گشت کرتا رہا۔ مظاہرین نے تاجروں اور دوکانداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے دفاتر اور دوکانوں کے سائن بورڈ اردو میں لکھوائیں اور انگریزی میں لکھے ہوئے تمام سائن بورڈ اتار دیں۔ جناب غفور نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اردو کو قومی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود انگریزی کو سرکاری طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ قومی مفادات کا تقاضا ہے کہ غیر ملکی زبان کی جگہ قومی زبان استعمال کی جائے۔

غلامانہ ذہنیت کے خلاف اپیل

مشہور سماجی کارکن جناب عبدالرحمٰن چودھری نے کراچی میں ۱۲ جون کو اہل وطن سے اپیل کی ہے کہ وہ ایسی دعوتوں میں شرکت نہ کریں۔ جن کے دعوت نامے انگریزی میں ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ دعوت نامے سرکاری فائل نہیں ہیں کہ انہیں انگریزی میں لکھے بغیر لوگوں کی غذا ہضم نہیں ہوتی۔ وقت آ گیا ہے کہ اس غلامانہ ذہنیت کے خلاف منظم احتجاج کیا جائے اور انہوں نے محب وطن عناصر سے انگریزی کے بجائے اپنی قومی زبان اردو میں دعوت نامے بھیجنے کی اپیل کی ہے۔

بلدیہ کا پہلا اردو بجٹ

بلدیہ کراچی کی ۱۱۴ سالہ طویل تاریخ میں امسال پہلی مرتبہ اس کا بجٹ اردو میں تیار کیا گیا ہے۔ ۹ جون کی خبر کے مطابق افسر اطلاعات بلدیہ

کراچی جناب فضل احمد صدیقی کی نگرانی میں شعبۂ اطلاعات نے ترجمہ اور وضع اصطلاحات وغیرہ کا کام بڑی کوششوں اور تن دہی سے مکمل کیا ہے۔ بلدیہ کراچی کے ترجمان نے کہا ہے کہ آئندہ دو سال میں بلدیہ کراچی میں تمام سرکاری معاملات کے لئے انگریزی کی جگہ اردو زبان استعمال کی جانے لگے گی ترجمان نے بتایا کہ ۱۹۵۸ء سے آہستہ آہستہ خط و کتابت کے لئے بلدیہ میں انگریزی کے بجائے اردو اختیار کی جا رہی ہے۔

ذریعۂ تعلیم اردو زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی نے ۲ جون کو ارشاد فرمایا کہ زرعی یونیورسٹی ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس بات کا انکشاف انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں کیا۔

تعلیمی، تہذیبی اور علمی خبریں

مولانا عبدالعزیز میمن کی تقریر شعبۂ عربی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی کے سربراہ علامہ عبدالعزیز میمن نے انجمن فارسی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے طلباء پر زور دیا ہے کہ وہ عربی پڑھنے بولنے اور لکھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ وہ عربی زبان میں لکھے ہوئے علوم سے خاطر خواہ استفادہ کریں۔ علامہ میمن نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند طلباء کی تعداد میں قابلِ ذکر اضافہ ہو رہا ہے۔

پرنسپلوں کی کانفرنس کے فیصلے صوبہ کے ہوم اکنامکس کالجوں کے سربراہوں کی ایک حالیہ کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ سے تمام متعلقہ نصابی کتابیں پاکستان میں ہی چھاپی جائیں گی۔ اس کانفرنس میں قیمتوں کے تعین کے علاوہ ہوم اکنامکس کے نصاب پر نظرِ ثانی کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بیشتر کتابیں پاکستانی مصنفین سے لکھوائی جائیں۔ یہ کانفرنس لاہور میں ۳۰ جون ۱۹۶۵ء کو منعقد ہوئی تھی۔

محکمۂ اوقاف کا اشاعتی پروگرام محکمہ اوقاف مغربی پاکستان نے ۷ مئی کو ملتان میں اعلان کیا ہے کہ وہ مغربی پاکستان کے تمام بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی اور تصوف پر کتابیں شائع کرے گا۔ ان میں وہ کتابیں بھی شامل ہوں گی جو بعض بزرگانِ دین نے خود تخلیق کی تھیں۔ اپنے اس پروگرام کو محکمۂ اوقاف نے مختلف صوبوں میں اہم شخصیتوں کی زیرِ نگرانی شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

حلقہ ارباب ذوق کا چھبیسواں سالانہ

حلقۂ اربابِ ذوق کا چھبیسواں سالانہ اجلاس اجلاس لاہور میں ۸ مئی کو منعقد ہوا۔ جس میں لاہور کی تمام ادبی شخصیتوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر اپنے خطبۂ صدارت میں وزارت اطلاعات و نشریات کے معتمد جناب الطاف گوہر نے فرمایا کہ ہم ماضی کے اثاثہ اور روایات کے احترام سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور اپنے قومی تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی بجائے غیر ملکی فکر و عمل کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حصولِ آزادی سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ نئی بنیادوں پر اپنی قومی شخصیت کی تعمیر کریں۔ حلقے کے سکریٹری جناب انجم رومانی نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ آج کا ادیب ایک منتشر، بے اعتقاد اور خود فریب معاشرے کا ایک فرد ہے۔ اور آج کا ادب اسی معاشرے کی عکاسی کرنے پر مجبور ہے۔

نیشنل بک سینٹر کے انعامات نیشنل بک سینٹر آف پاکستان نے ۱۹۶۴ء کی بہترین چھپی ہوئی اردو کتابوں پر انعامات کا اعلان کیا ہے۔ بڑوں کی کتابوں میں پہلا انعام (ایک ہزار روپیہ) گوشۂ ادب لاہور کو مطربہ کے لئے دیا گیا اور دوسرا (پانچ سو روپیہ) سر راہے پر نیا ادارہ لاہور کو دیدہ زیبی پر دیا گیا۔ بچوں کی کتابوں میں پہلا انعام "سائنس کے دلچسپ تجربات" پر گلڈ پبلشنگ ہاؤس کراچی کو ملا ہے۔ اور دوسرا احمد احمد اکیڈمی کو "ایمان کی باتیں" پر پانچ پانچ سو روپے کے علاوہ دو انعامات آرٹسٹوں کو دیئے گئے۔ ایک جناب عبدالرحمٰن چغتائی کو سفر نامی کتاب کا گرد پوش بنانے پر اور دوسرا صبیح کو دیس دیس کے بچے کا ٹائیٹل بنانے پر۔

ماہنامہ افکار کا فیض نمبر ماہنامہ افکار کراچی نے فیض احمد فیض کی ۵۴ ویں سالگرہ پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے۔ ایک نمبر شائع کیا ہے جو ۲۷۶ صفحات اور ۹ حصوں پر مشتمل ہے۔ لکھنے والوں میں پاکستان اور ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور لکھنے والے شامل ہیں۔ اس نمبر میں فیض کی ۴۲ یادگار تصاویر، غیر مطبوعہ خطوط اور تازہ منظومات کا عکس تحریر بھی ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

آئینہ خانے میں

قاضی نذر الاسلام کی سالگرہ قابلِ فخر بنگالی شاعر قاضی نذر الاسلام کی ۶۶ ویں سالگرہ پاکستان اور ہندوستان میں بہت خلوص اور محبت سے منائی گئی۔ قاضی نذر الاسلام

اپنی شاعری کے رجزیہ آہنگ اور جوش و جذبہ کے تخلیقی اظہار کی بنا پر باغی شاعر کہلائے جاتے ہیں۔ انہوں نے ساری عمر اپنے خونِ جگر سے بنگالی ادب کی آبیاری کی۔ ۱۹۴۳ء کے بعد وہ بیمار رہنے لگے۔ اور ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ جس سے ان کی زبان گنگ ہو گئی اور اس کے بعد سے آج تک ان کی صحت برابر خراب چل رہی ہے۔ قاضی نذرالاسلام کو ان کی ۶۶ ویں سالگرہ پر زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور ان کی صحت یابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ اِس وقت قاضی صاحب اپنی علالت کے شدید ترین مراحل سے گزر رہے ہیں۔ خدا ان کو صحت کلی عطا فرمائے۔

چیف جسٹس کارنیلیس کے ارشادات

چیف جسٹس آف پاکستان جناب کارنیلیس نے ۱۰ مئی کو لاہور میں گورنمنٹ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ملک میں کسی غیر ملکی زبان کے ذریعہ تعلیم کا سلسلہ مکمل طور پر بند کر دیا جائے۔ اور قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے کیونکہ اس طرح سے ذہنی نشوونما اور خیالات کی بلندی و پختگی میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار چیف جسٹس نے پہلی بار نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ سے ملک کے دانشوروں ادیبوں، صحافیوں اور سائنسدانوں کے اس خیال سے اتفاق کرتے رہے ہیں کہ ذہنی نشوونما اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے قومی زبان کا فروغ ضروری ہے۔ چیف جسٹس نے زبان کے پرانے مسئلے پر اپنا فیصلہ دے دیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس سے کون کون سبق لیتا ہے۔

وزیر تعلیم کے ارشادات

پاکستان کے وزیر تعلیم جناب قاضی انوار الحق نے ارشاد فرمایا ہے کہ حکومت قومی زبان کو رفتہ رفتہ رائج کرنے کے جس منصوبے پر عمل کر رہی ہے اس کے تحت دونوں قومی زبانوں کو لازمی اور اختیاری مضمون قرار دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ قومی زبانوں میں مطالعہ اور حصول علم کے ذریعے جس قدر ترقی ممکن ہے وہ غیر ملکی زبان میں مطالعہ کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے باوجود ہم انگریزی کو یکسر ختم نہیں کر سکتے ہیں۔ وزیر تعلیم نے "لیکن" کی قید کے ساتھ جو کچھ کہا ہے وہ ہمارے ملک کے تمام وزرائے تعلیم ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں۔ لہٰذا اردو کے سلسلے میں سوالیہ نشان اب بھی باقی ہے۔

زیڈ اے سلیری کا کالم

مشہور صحافی زیڈ اے سلیری نے ۱۰ جون کو اپنے ایک اخباری کالم میں اردو کے مسئلے پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کالم کے اختتام میں انھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ آئندہ نسلوں کو لسانی اور ثقافتی غلامی سے بچانا قومی فریضہ ہے۔ ان کو اردو کی لاگ لگ گئی تو وہ اس کی وسعت کے ایسے باب کھولیں گے کہ زبان آسمان کو چھوتی نظر آئے گی۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ ہماری موجودہ لسانی بے راہ روی کہیں اس قوم کو جسمانی غلامی سے نکال کر ذہنی غلامی میں نہ جکڑ دے۔ جسمانی

غلامی کا تو علاج ہو بھی سکتا ہے لیکن ذہنی غلامی کا کوئی مداوا نہیں کہ وہ خود کاشتہ ہے۔

رابرٹ لوویل کی فنکارانہ عظمت امریکہ کے مشہور شاعر رابرٹ لوویل نے صدر جانسن کے ایک دعوت نامے کو اس بنا پر مسترد کر دیا ہے کہ وہ امریکی حکومت کی خارجہ پالیسی سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ ۴۸ سالہ رابرٹ لوویل پلٹرز انعام یافتہ ہیں۔ لوویل سے قبل بھی بعض فنکار امریکہ کی خارجہ پالیسی کی مذمّت کر چکے ہیں۔

یادوں کے چراغ

اکبر الٰہ آبادی کی یاد میں لاہور ۲ جون "شام ہمدرد" کی ایک خصوصی تقریب میں سابق اٹارنی جنرل چودھری نذیر احمد خاں نے تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اکبر الٰہ آبادی تمام عمر اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے کوشاں رہے۔ انہوں نے اپنے کلام کے ذریعہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو "انسان بنو اور سچے مسلمان بنو" کا پیغام دیا۔ آپ نے کہا کہ اکبر الٰہ آبادی نے مسلمانوں کے دلوں سے فرنگی اقتدار اور مغربی تہذیب کا رعب مٹانے کے لئے شاعری میں طنز و مزاح کا عنصر ڈالا۔ اور بڑی حد تک اس میں کامیاب ہوئے۔

یوم حسرت موہانی حسرت میموریل سوسائٹی کے زیر اہتمام ۱۵ مئی کو کراچی میں مولانا حسرت موہانی کی چودھویں برسی نہایت عزت و احترام سے منائی گئی۔ اس موقعہ پر برصغیر کے اس بے باک لیڈر کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ جس نے سب سے پہلے سیاسی جیل بھگتی۔ اور سب سے پہلے مکمل آزادی کا نعرہ لگایا۔ جس کو کبھی کوئی مصلحت کوئی خوف اور کوئی رکاوٹ اپنے خیالات کے اظہار سے نہ روک سکی۔ اس جلسے میں حسرت کی شاعرانہ شخصیت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ جس سے غزل کو از سر نو زندگی بخشی شاعری کا ذوق عام کیا۔ انتخابات کے ذریعہ قدیم شاعری کے بہترین نمونوں کو تلف ہونے سے بچالیا۔ اس موقع پر جن لوگوں نے خراج تحسین پیش کیا۔ ان میں مولانا احتشام الحق تھانوی ابراہیم جلیس، ماہر القادری حسن مثنیٰ ندوی اور حکیم محمد سعید شامل تھے۔

مولانا حامد حسن قادری کی پہلی برسی اردو کے نامور محقق اور نقاد جناب پروفیسر حامد حسن قادری صاحب کی پہلی برسی ۵ اور ۶ جون کو بہت عقیدت سے منائی گئی ۵ جون کو نیشنل کالج میں ایک جلسہ ہوا جس میں اردو کے اس گرامی محقق اور نقّاد کو کراچی کے قابل ذکر ادیبوں اور شاعروں نے خراج عقیدت پیش کیا۔ ۶ جون کو مولانا کے مزار پر فاتحہ خوانی بھی ہوئی۔

علاء الدین کلیم کی یاد میں

۲۰ مئی کو لاہور کے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک خصوصی جلسہ میں پروفیسر علاء الدین کلیم کی یاد بہت خلوص، دل سوزی اور عقیدت سے منائی گئی، علاء الدین کلیم کو جن لوگوں نے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ان میں طلبہ پروفیسر اور ادیب و شاعر سب شامل تھے اسد اکرام ہاشمی اور جیلانی کامران نے مقالات پڑھے۔ عبدالشکور بیدل نے مرحوم کی غزل گاکر سنائی اور راحت نسیم ملک نے ایک نظم میں اس خوبصورت شاعر اور ہر دل عزیز استاد کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ کالج اسٹوڈینٹس یونین کی طرف سے سکریٹری ارشد بخاری نے قرار دادِ تعزیت پڑھ کر سنائی۔

ماتم میں ہم شریک

ایک سانحۂ عظیم

۲۰ مئی وہ المناک دن ہے جب پی۔ آئی۔ اے کا طیارہ قاہرہ کے قریب تباہ ہوگیا۔ جسمیں ۱۲۲ افراد ہلاک ہوگئے۔ ہلاک ہونے والوں میں ملک کے ممتاز صحافی اور شخصیتیں بھی شامل تھیں۔ یہ دن پاکستان کی صحافتی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔ جس میں آن واحد میں ۲۲ ممتاز صحافی بھی لقمۂ اجل بن گئے۔ سارے پاکستان میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اظہار افسوس کرنے والوں میں ہر طبقے اور ہر پیشے کے لوگ شامل تھے۔ دیگر ممالک کے سربراہان مملکت نے بھی پاکستان کے اس غم میں شرکت کی۔ صدر پاکستان، گورنروں، وزراء اور ملک کی تمام اہم اور نمایاں شخصیتوں نے اظہار تعزیت کیا۔ ہلاک ہونے والوں میں حمید ہاشمی۔ جعفر منصور۔ ممتاز طارق ابو صالح اصلاحی ناصر محمود اور عرفان چغتائی جیسے اہلِ قلم بھی شریک تھے۔ ادارہ قومی زبان اس حادثے میں ہلاک ہونے والے تمام افراد کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

آئینۂ ھند

بھارت میں انگریزی سرکاری زبان

بھارت کی حکمراں جماعت کانگریس کی مجلس عاملہ نے ۲ جون کو نئی دہلی میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ سرکاری زبانوں کے قانون میں ایک ایسی ترمیم کردی جائے جس کے تحت ہندی کے ساتھ ساتھ انگریزی کا استعمال بھی ایک سرکاری زبان کی حیثیت سے اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک ہندی نہ جاننے والے مناسب سمجھیں۔ یہ فیصلہ ہندی کے خلاف ملک گیر مظاہروں کے بعد کیا گیا ہے۔ ہندی نہ بولنے والے صوبوں کو ایک اور رعایت یہ دی گئی ہے کہ بھارت کی ۱۴ تسلیم شدہ زبانوں میں سے کسی کو بھی علاقائی زبان کی حیثیت سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس میں اردو بھی شامل ہے۔

شاعر اعظم نظیر اکبر آبادی

:۔ بمبئی کی ایک اطلاع کے مطابق فلمساز ہدایت کار اور اداکار مراد آج کل

مشہور شاعر نظیر اکبر آبادی کی زندگی پر ایک فلم بنا رہے ہیں ۔ جس کا نام ہوگا " شاعر اعظم نظیر " اس فلم کی کاغذی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں ۔ حال ہی میں انہوں نے ایک گانا بھی ریکارڈ کر لیا ہے ۔ امید ہے کہ یہ فلم بہت جلد تکمیلی مراحل طے کرے گی ۔

جمعیتہ العلمائے ہند کا الٹی میٹم

جمعیتہ العلمائے ہند کی مجلس عاملہ نے ۵ رجون کو نئی دہلی میں مطالبہ کیا ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آرڈیننس واپس لے لیا جائے۔ اور وہاں حسب سابق قانون اور فضا کو برقرار رکھا جائے ۔ مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر آرڈیننس واپس نہ لیا گیا تو سارے ملک میں ایجی ٹیشن شروع کر دیا جائے گا ۔ قرار داد میں مسلم یونیورسٹی کی تاریخی نوعیت برقرار رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ یونیورسٹی کو جدید اور اسلامی تعلیم کے مرکز کی صورت میں برقرار رکھا جائے ۔

سجاد ظہیر کی رائے میں

مشہور ادیب اور کمیونسٹ رہنما سید سجاد ظہیر نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اردو کی ترویج و حفاظت سے ہندی کی ترقی بھی وابستہ ہے ۔ انھوں نے کہا ہے کہ اردو سے ناانصافی کے خلاف تمام جمہوریت پسند ادارے اور افراد متحد ہو جائیں ۔ انہوں نے کہا کہ ہماری سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ اردو ہندوستان کے کروڑوں بسنے والوں کی مادری زبان ہے ۔ لہٰذا اس کو وہ تمام حقوق بہر صورت ملنے چاہیں جو ایک مادری زبان کو از روئے قانون اور استحقاق حاصل ہیں اور اردو کی ترقی کے لئے بھی وہی طریقے اختیار کرنے چاہیں جو دیگر زبانوں کے لئے جاری ہیں ۔

چھاگلہ کی دریدہ دہنی

وزیر تعلیم چھاگلہ نے جب سے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے خلاف الزامات عائد کئے ہیں ۔ اور اس کو ختم کر دینے کی ناپاک سازش کی ہے ۔ اس پر ہندوستان کے تمام مسلمانوں اور سمجھدار ہندوؤں نے بھی اظہار ناراضگی کیا ہے ۔ چھاگلہ نے الزام لگایا تھا کہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی پاکستان نواز سرگرمیوں کا اڈہ بن گئی تھی ۔ اور وہاں کے فارغ التحصیل طالب علم کے لئے پاکستان سہولتیں بہم پہنچا رہا ہے ۔ چھاگلہ کے ان خود ساختہ اور بے بنیاد الزامات کو سارے ہندوستان میں پرلے درجے کی خوشامد اور حکومت کو ہر ممکن طریقے سے خوش کرنے کی ذہنیت کا ایک اچھا طریقہ قرار دیا جا رہا ہے ۔

تحسین سروری

اُردو ادب کے غیر ادبی مآخذ

(۲)
تاریخ گلزار آصفیہ

فارسی زبان میں حیدرآباد دکن کی ایک تاریخ ہے جو سید رستم علی صاحب کی فرمائش پر مطبع محمدی (حیدرآباد) میں بڑی تقطیع کے (۶۴۰) صفحات پر سنہ ۱۳۰۸ھ میں طبع ہوئی۔

اس تاریخ کے مؤلف خواجہ غلام حسین خان المخاطب بہ خان زمان خان ہیں۔ جن کے باپ مسیح الدولہ حکیم الملک خواجہ محمد باقر خان نواب میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ ثانی کے معالج خاص تھے۔

گلزارِ آصفیہ غفران منزل نواب ناصر الدولہ آصف جاہ رابع کے عہد فرماں روائی اور مہاراجہ بہادر چندولال شادآں کے زمانۂ پیشکاری میں مرتب ہوئی (سنہ ۱۲۷۰ھ) شروع میں مقدمہ ہے جس میں مؤلف نے اپنے خاندانی حالات اجمالی طور پر قلمبند کئے ہیں۔ اس کے بعد کتاب چار ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔

باب اول :۔ در ذکر سلاطین قطب شاہیہ

باب دوم :۔ در ذکر احوال سریر آرایان دولت آصفیہ

باب سوم :۔ در ذکر احوال وزیران و امیران و سرداران دربار جہاں مدار آصفیہ۔

باب چہارم :۔ در ذکر جمع کامل شش صوبۂ مملکت دکن مع تحائف ہر ہر مقام وغیرہ وغیرہ۔

باب چہارم کے بعد دو فصل پر مشتمل خاتمہ ہے۔

فصل اول :۔ در ذکر ابتدائے ورود وکلائے انگریز بہادر بحضور پرنور و ملازم شدن جمعیت انگریزی وغیرہ۔

فصل دوم :۔ در بیان ابتدائے آبادی، بیگم بازار و بیان ساہوان آں جا وغیرہ وغیرہ۔

اگرچہ گلزار آصفیہ دکن کی ایک تاریخ ہے، لیکن التزاماً اس میں سلاطین آصفیہ کے احوال و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ خاص طور پر باب چہارم میں نواب ناصر الدولہ آصف جاہ رابع کے حالات اور ان کے عہد فرماں روائی کے واقعات زیادہ تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ تاریخ انہیں کے عہد میں

مرتب کی گئی۔ اس باب میں جہاں اہم واقعات کے ساتھ امراء، وزراء، واعیان سلطنت کے حالات بترتیب حروف تہجی بیان کیے گئے ہیں۔ وہاں منصب داران سرکاری، فقرائے کاملین، فضلاء و علماء، حکمائے سرکار دولت مدار، صاحب کمالان علم ہیئت و ہندسہ و نجوم و رمل، خوش نویسان، حافظان کامل القرأت، سرداران قوم افغانان، جمعداران قوم قائم خانی، متفرق جمعداران افاغنہ قوم سنت و جماعت و جمعداران افغان قوم مہدوی تیر اندازان و قدراندازان جمعداران قوم عرب۔ غرض مولف نے آگے چل کر مختلف پیشوں اور حرفتوں کے نامی اشخاص کا تذکرہ لکھا ہے۔ اسی باب میں حکماء کے بعد "ذکر شعرائے نامور سرکار مع اشعار ایشاں" کے عنوان سے ایک فصل ہے۔ جس میں ۲۲ شعرائے اردو کا تذکرہ بنمونہ کلام قلم بند کیا گیا ہے۔ ان (۲۲) شاعروں میں بعض حیدرآبادی ہیں۔ اور بعض شمالی ہند کے مختلف مقامات کے رہنے والے۔ زیادہ تر معروف شعراء ہیں۔ اور ان کے متعلق تاریخ گلزار آصفیہ میں کچھ نئی اطلاعات ملتی ہیں۔

ان میں زیادہ تر مہاراجہ بہادر چندو لال شاداں کے متوسل و مصاحب ہیں۔ جنہیں مناسب وظائف ملتے تھے

(۱) شیر محمد خاں ایمان (حیدرآبادی) ص۴۷

(۲) میر حسین علی خاں ایماؔ (اورنگ آبادی) ص۴۸

(۳) شیخ حفیظ حفیظؔ (از ساکنان ہند) ص۴۹

(۴) مرزا علی خاں لطفؔ (دہلوی) ص۵۰

(۵) حافظ مشتاق، مشتاقؔ (از ہند وارد حیدرآباد شدہ در زمانہ ماہ لقا بائی فرود آمد، کور چشم بود) ص۵۰

(۶) شاہ نصیر (شاہجہاں آبادی) ص۵۱

(۷) مولوی محمد شمس الدین فیضؔ (حیدرآبادی) ص۵۲ (ان کا تذکرہ فضلائے عصر کے ضمن میں اس سے پہلے بھی ص۲۲۳ پر کیا گیا ہے)

(۸) رائے بالا پرشاد ربطؔ (بزرگان ایشاں اہل ہند بودند) ص۵۲

(۹) کمتر شاہ فقیر کمترؔ (از ساکنان ہند) ص۵۳

(۱۰) محمد صدیق قیسؔ (حیدرآبادی) ص۵۳

(۱۱) میر عباس علی خاں احسانؔ (حیدرآبادی) ص۵۵

(۱۲) مرزا عابد بیگ ظہورؔ (حیدرآبادی) ص۵۶

(۱۳) میر عباس علی خاں بہادر کافی (از عالیخاندان و جاگیرداران بیگم پلی) ص۵۶

(۱۴) میر سجاد علی خاں بہادر سجادؔ (برادر حقیقی میر عباس علی خاں کافی) ص۵۷

(۱۵) قمرالدین منت (") ص ۴۵۷

(۱۶) خامس تخلص (از فرزندان شاہ خاموش) ص ۴۵۷

(۱۷) لمہ تخلص (برادر خرد خامس) ص ۴۵۸

(۱۸) آفاق } ہر دو برادر از ہند وارد حیدرآباد شدہ نزد شمس الامرا بہادر امیر کبیر

(۱۹) شہرت } بدر ماہہ دو صد دو صد روپیہ ملازم بودہ ص ۴۵۹

(۲۰) راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر شاداں ۔ ص ۴۶۰ (ان کے [illegible] تفصیلی حالات خطاب کے ضمن میں ص ۱۰۹ تا ص ۱۲۸ اور راجہ ہائے سرکار دولت مدار کے ضمن میں ص ۲۳۳ تا ص ۲۳۶ میں گزر چکے ہیں)

(۲۱) عاصی مولف (یعنی خواجہ غلام حسین) ص ۴۶۰

(۲۲) میر ذوالفقار علی صفا (لکھنوی) ص ۴۶۱

جوشؔ ملسیانی

احسن مارہروی کی شاعری

میرے محترم خواجہ تاش جناب احسنؔ مارہروی حضرت فصیح الملک داغؔ دہلوی کے چار پانچ سربرآوردہ اور برگزیدہ تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اردو زبان اور اردو ادب کی خدمت گزاری۔ اگر زیر بحث لائی جائے تو ان برگزیدہ تلامذہ کی جماعت کا صدر نشین انہیں کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے ایک مدت تک بمقام حیدرآباد دکن حضرت داغؔ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ حضرت داغؔ نے جو منظوم ہدایت نامہ اپنے شاگردوں کے نام لکھا اور جب ان کے چوتھے دیوان یادگار داغؔ میں زینتِ اشاعت ہے وہ بھی انہیں کی تحریک کا نتیجہ تھا جیسا کہ اس ہدایت نامے کے آخری حصے میں صراحت کی گئی ہے۔ بہت ایسے محاورات تھے جن کے صحیح استعمال کی سند نہیں ملتی۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی سیکڑوں اشعار استاد سے لکھوائے۔ فصیح اللغات کی ترتیب وتدوین بھی انھیں کے سپرد تھی حضرت داغؔ کی وفات کے بعد تو اُن کی ادبی سرگرمیاں انہماک کے درجے پر پہنچ گئی تھیں۔ ان سب کی تفصیل یادِ احسنؔ نامی کتاب میں جو اُن کے فرزندوں نے شائع کی۔ ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ لاہور سے رسالہ فصیح الملک جاری کیا۔ استاد کے ادبی حالات زندگی جلوۂ داغؔ کے نام سے سپردِ اشاعت کئے۔ سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ استاد کا چوتھا دیوان (یادگار داغؔ) منظر عام پر لایا گیا۔ یہ کلام جمع کرنے کیلئے مختلف ادبی جرائد تلاش کئے گئے۔ ملک کے ہر گوشے میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری کیا۔ اس طرح بہت سی صبر آزما تگ و دو سے اس دیوان کو مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے اور بعد میں جو کلام دستیاب ہوا اسے ضمیمے کی صورت میں نذر اشاعت کیا گیا۔ اس دیوان کے لئے جو مقدمہ لکھا اور شامل اشاعت کیا وہ ان کا شاہکار ہے۔ اس کو پڑھ کر مولانا حالیؔ کا مقدمہ شعر و شاعری یاد آجاتا ہے۔ ان دونوں مقدموں کی ادبی عظمت کا موازنہ کرنے والا حیران ہوتا ہے کہ فوقیت اور تفضیل کا فیصلہ کس کے حق میں کرے۔ ان ادبی مہمات کو جو استاد کے غیر مطبوعہ کلام کی اشاعت سے تعلق رکھتی تھیں جب کامیابی سے سر کر لیا تو ایک مدت تک عملی طور

؎۱ حضرت احسنؔ مرحوم کا مجموعۂ کلام "احسن الکلام" کے نام سے عنقریب شائع ہو رہا ہے۔ اس کا مقدمہ جوش ملسیانی نے لکھا ہے۔ یہ مقدمہ احسن مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر انعام احسن کے توسط سے ملا ہے جسے موصوف کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

یونیورسٹی میں اردو زبان اور اردو ادب کی ریسرچ کا کام بھی بڑی خوش اسلوبی سے کیا مگر اپنے کلام سے اُن کے استغنا کا یہ عالم ہے کہ اسے جمع کرنے اور ترتیب دینے پر کوئی توجہ مبذول نہ کی۔ وفات سے صرف دو سال پہلے اپنے مذہبی کلام کو "کلامِ معظم" کے نام سے شایع کر دیا۔ مگر دوسرے کلام کی اشاعت پھر بھی درخورِ اعتنا نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۰ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہنے پر مجبور ہو گئے۔ تعجب ہے کہ مرحوم کے قدر شناس دوستوں۔ ان کے سعادت مند فرزندوں نے جو علم دوست اور ادب نواز بھی ہیں۔ نیز ان کے ادب پرست شاگردوں نے بھی ۲۵ سال تک اس کلام روح پرور کی اشاعت کو معرضِ التوا میں ڈالے رکھا۔ اس طویل التوا کو تساہل بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس مقررہ وقت سے پہلے تمام ارادے ناکام رہتے ہیں۔ اس لیے نہ کسی کوشش اور سرگرمی کو الزام دیا جا سکتا ہے نہ کسی تساہل پسند کو۔

آمدم برسرِ مطلب۔ میں نے جناب احسنؔ کو دلی کے متعدد مشاعروں میں سنا ہے اور ملاقات کا شرف حاصل کرکے بھی کئی دفعہ خوش وقت ہوا ہوں۔ وہ بہت متین۔ بہت سنجیدہ مزاج۔ بہت خلیق اور مرنجاں مرنج طبیعت کے بزرگ تھے۔ میں نے دلی کا وہ مشاعرہ بھی سنا ہے جس میں انہوں نے گلے باز شعرا کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ اس واقعے کی کچھ تفصیل بیان کرنے سے پہلے میں اپنی ایک رباعی یہاں لکھ دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو ؎

شاعر ہے وہی جس نے گلا پایا ہے — یا شعر گلے باز سے پڑھوایا ہے
اے جوشؔ زمانہ شعر کہنے کا نہیں — اب شعر الاپنے کا دور آیا ہے

بات یہ ہوئی کہ مشاعرہ مذکورہ کی پہلی نشست میں گانے والے شعرا نے مشاعرہ کی فضا کو اتنا بگاڑ دیا تھا کہ حاضرین کی بدذوقی اور غنا پرستی تحت اللفظ پڑھنے والوں کو سنتی ہی نہ تھی۔ یہاں تک کہ جناب احسنؔ کو بھی جو اپنے تمام استاد بھائیوں کی طرح (نواب سائلؔ اور سیمابؔ کے سوا) ہمیشہ تحت اللفظ پڑھتے تھے شور و غل کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ تو ان کی آواز دھیمی تھی اس میں وہ گرج اور وہ بلند آہنگی نہ ہوتی تھی جو بیخودؔ دہلوی کی آواز میں پائی جاتی تھی۔ اور کچھ یہ شور و غل جو مغنی شعرا کی نغمہ گری نے تحت اللفظ پڑھنے کے خلاف بغاوت کی شکل میں پیدا کر دیا تھا۔ یہ بدذوقی اور سوءِ ادب دیکھ کر سر رضا علی صدرِ مشاعرہ نے کہا کہ احسنؔ کے رتبے کا شاعر اپنا کلام سنائے اور آپ اُن کو نہ سنیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے مگر مشاعرہ تو نقارخانہ بنا ہوا تھا۔ طوطی کی آواز کون سنتا۔ دوسرے دن کی نشست میں انھوں نے ہنرمندانہ تعریض پر مشتمل ایک رباعی پڑھی۔ اس میں مغنی شعرا اور نوجوانانِ سخن کو مخاطب کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا شعر مجھے یاد رہ گیا ہے وہ یہاں لکھتا ہوں ؎

سازندوں کے انداز کہاں سے لاؤں — بجتی ہوئی آواز کہاں سے لاؤں

غور طلب بات یہ ہے کہ جب احسنؔ سا متین و سنجیدہ مزاج شاعر اس قسم کی تعریض پر مجبور ہو جائے تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ طنبور طلب شعرا نے اس مشاعرے کی فضا کس حد تک بگاڑ دی تھی۔

کارنامۂ غم پر تبصرہ لکھنے کی خدمت بھی میرے ہی سپرد کی گئی تھی - اور اب مرحوم کا باقی کلام جو مطبع میں جا چکا ہے اس پر تبصرہ نگاری کے لئے بھی مجھی کو منتخب کیا گیا ہے - اس کا مقصد تو یہ بتایا گیا ہے کہ خاندان داغؔ کی خدمت خاندان داغؔ ہی کے ہاتھ میں رہے مگر میں سوچتا ہوں کہ اس خدمت گزاری کی اہلیت اور قابلیت بھی مجھ میں ہے یا نہیں - ایک طرف حسن ظن کا تقاضا ہے اور ایک طرف ادبی رشتے کا زبردست احساس - ان دونوں محرکات نے پوری قوت سے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھاؤں

سابقہ تبصرے میں سید صاحب کی شاعرانہ فضیلت اور استادانہ قابلیت نیز شعر گوئی پر حاکمانہ قدرت رکھنے کی جو مثالیں میں نے پیش کی تھیں ان میں دو مثالیں ایسی بھی ہیں کہ ان کا اعادہ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے - ایک تو رباعی تھی جس کا تیسرا مصرع یہ ہے ؎

احمدؐ، حیدرؓ، بتولؓ، شبّرؓ، شبّیرؓ

حیرت کا مقام ہے کہ ایک ہی مصرع میں (مصرع بھی وہ جو رباعی کی پیچیدہ بحر میں ہے) پانچ نام بغیر حرف عطف کے کس طرح سما گئے - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی ترتیب بھی ان کے مراتب کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اسے اعجاز کلام ہی سے منسوب کیا جا سکتا ہے - دوسری مثال وہ تخمیس ہے جو حضرت داغؔ کی غزل پر کی گئی ہے اور جس میں غزل کا ہر شعر واقعات کربلا سے مربوط کر دیا ہے - ایک تو شعر غزل کا پھر غزل بھی حضرت داغؔ کی جس کے ہر شعر میں تغزل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے - ایسے اشعار کا کربلا کے واقعات سے ربط پیدا کر دینا - وہ بھی اس خوبی اور خوش اسلوبی سے کہ غزل کے اشعار کو سلام کے اشعار بنا دیا جائے اور پڑھنے والے کو یہ تسلیم کرنا پڑے کہ حضرت داغؔ نے یہ شعر اسی مقصد سے کہے تھے - اور ان کی مزید وضاحت واقعات کربلا ہی سے ہو سکتی تھی - یہاں صرف ایک شعر کی تخمیس بطور مثال پیش کی جاتی ہے - اصل شعر یہ تھا -

ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی　　دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

تخمیس یہ ہے ؎

حُر نے جب شمر کے لشکر کی رفاقت چھوڑی　　بھائی بیٹوں کو بھی ہمراہ لئے تھا وہ جری
سب کی عرض یہ رخ کر کے سوئے سبط نبیؐ　　ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی
دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

حضرت داغؔ کا یہ شعر بہت مشہور ہے - غزل کے ایسے بلند پایہ شعر کو سلام کے سانچے میں ڈھال دینا کتنا مشکل کام ہے "سب نے" ان لفظوں کا جواز بھی "ہماری مٹی" کے الفاظ سے کتنا قابل داد اور کس قدر مربوط ہے - دوسرے شعروں میں بھی حسن تخمیس کا یہی رنگ ہے - تخمیس و تضمین پر حاکمانہ قدرت رکھنے کے ثبوت میں یہاں ایک واقعہ مجھے یاد آگیا - آپ بھی سن لیں - سید صاحب کسی زمانے میں رسالہ زمانہ کانپور کے قلمی معاون رہے ہوں گے - کچھ مدت کے بعد یہ سلسلۂ معاونت منقطع ہو گیا ہو گا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسالہ بھی ان کی خدمت میں پہنچنا بند ہو گیا - مسلسل خاموشی پر توجہ مبذول کرنے کیلئے

نجم صاحب مالک رسالہ نے انھیں متوجہ کیا۔ حسنِ اخلاق کے تقاضے سے تعمیلاً ایک قطعہ لکھکر دفتر میں بھیج دیا۔ یہ قطعہ رسالہ مذکور میں شائع ہوا۔ قطعہ تھا تو ویسا ہی شکایت نامہ۔ جیسا نجم صاحب کا تحریر کردہ مکتوب۔ مگر شکایت کو عجیب قسم کی ہنرمندی اور ایسے اسلوب سے بیان کیا کہ شکایت سے شکایت نہ رہی۔ ساز۔ پرواز۔ آواز کے قوافی میں دس گیارہ شعر تھے۔ آخری مصرع جہاں ختم کیا گیا۔ یہ تھا جو خود کو مخاطب کرکے بطور تضمین شامل کر دیا ؎

"زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز"

مصرع پہلے ہی بہت معروف ہے۔ اس تضمین سے اسے اور بھی چار چاند لگ گئے۔ اس واقعے کے لحاظ سے لفظ زمانہ نے دونوں جگہ جو لطف پیدا کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس مصرع کی تضمین بالکل الہامی حیثیت کی ہے۔ اور اس مصرع کا استعمال اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نادر قسم کی فن کاری ہے جو ایک شاعر کی شاعرانہ قابلیت کا سکہ بٹھا رہی ہے۔

تجنیس و تضمین ہی نہیں جناب احسن نے نظم کی بیشتر اصناف پر طبع آزمائی کرکے استادانہ عظمت کے نقش بٹھائے ہیں مگر اس کے باوجود تمام استاد بھائیوں کی طرح اُن کی شاعری کا بڑا میدان غزل ہی ہے جس میں استادی کا رنگِ سخن اور استادی کا اندازِ بیان جا بجا داد طلب نظر آتا ہے اور قدم قدم پر ایسے مقامات سامنے آتے ہیں کہ ؎

"کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست"

اگرچہ ان کی غزل میں وہ چونچلے نظر نہیں آتے جو حضرت داغ کی خداداد شوخ طبعی کا حصہ تھے مگر غزل کے تمام بڑے بڑے فضائل اور محاسن اُن کی غزل میں بدرجۂ اتم نظر آتے ہیں مثلاً ؎

جبیں کعبے میں رکھ دی یا سر کوئے بتاں رکھ دی + غرض اب اٹھ نہیں سکتی جہاں رکھدی وہاں رکھدی

اس مطلع کو مطلع آفتاب کہنا چاہیئے۔ اس میں مکمل قسم کا سہل ممتنع کتنا داد طلب ہے۔ کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو نثر کی ترتیبِ الفاظ سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ زبان کی بے تکلفی کا کیا کہنا۔ کلامِ داغ کی مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ مطلع ایک دفعہ سن کر ہمیشہ کے لئے یاد نہ رہ جائے۔ دھن کے پکے آدمی کا عزم بالجزم ایسا ہی ہوا کرتا ہے جس کی ترجمانی اس مطلع میں پوری شاعرانہ قوت سے کی گئی ہے۔ گویا معنویت کے لحاظ سے بھی یہ مطلع حقیقت افروز ہے ؎

نہ جب تک ٹھوکریں کھائے سنبھلتا ہی نہیں انساں + اسے ہموار ہوتے راہِ ناہموار میں دیکھا

یہ شعر بھی سید صاحب کا شاہکار ہے۔ اظہارِ حقیقت پر تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں انکار کی گنجائش ہی کہاں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس حقیقت کو کس صفائی اور کس وضاحت سے پیش کیا ہے۔ قول کی جامعیت "سنبھلتا" کے بعد "ہی" لگانے سے آئینہ ہو گئی ہے۔ قافیہ بھی ناہموار تھا اس کو اس طرح ہموار کر دیا ہے۔ روانیٔ طبع پر خرامِ ناز کا گمان

ہوتا ہے ۔ اس قافیے کے ساتھ ہم وار کا لفظ لاکر جو کنایہ استعمال کیا ہے ۔ اِن دونوں خوبیوں نے جو وجدانی کیفیت رکھتی ہیں اس شعر کو دو آتشہ بنا دیا ہے ۔ اس شعر کو اس زمین کا حاصل سمجھنا چاہیئے ۔ ایسے ہی شعر ہوتے ہیں جو مشاعرے میں شاعر کو لے اُڑتے ہیں ۔ جو شخص یہ شعر کہہ سکتا ہے اس کے کمال سخن وری پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں ؎

قطرۂ خون تمنّا ہے کہ نیرنگ طلسم بہ گیا تو اشک ٹھہرا جم گیا تو دل ہوا

اشک اور دل کی یہ تخلیق بالکل نئی بات ہے ۔ شعر فلسفیانہ رنگ کا ہے ۔ خون تمنا کو ہیولےٰ قرار دے کر جو نیرنگ طلسم دکھایا ہے ۔ اس نے شعر کی معنویت کو بھی نیرنگ طلسم بنا دیا ہے ۔ بیان کی صفائی اور دوسرے مصرع کی روانی مزید برآں ؎

ہوئی جاتی ہے آخر بزم ارباب کمال احسنؔ اٹھے جاتے ہیں وہ بھی جو یہاں دو چار بیٹھے ہیں

سید انشاؔ نے بھی اپنی مشہور غزل میں یہی قافیہ استعمال کیا تھا ۔ دونوں شعروں کی بنیاد گردش دوراں ہے ۔ سید انشا کا مقطع یہ تھا ؎

کہاں گردش فلک کی چین دیتی ہے بھلا انشاؔ غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

سید انشاؔ کے شعر میں گردش دوراں کا اثر تو عالم گیر ہے مگر دوسرے مصرع میں ہم صورت کی تخصیص کوئی ربط پیدا نہیں کرتی ۔ سید صاحب کے مقطع میں اسلوبِ بیان کا عالم ہی کچھ اور ہے ۔ انھوں نے یہ اثر اربابِ کمال تک محدود رکھکر شعر کو عین حقیقت بنا دیا ہے ۔ اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ انھیں لفظ ہم صورت ضرور کھٹکتا ہوگا ۔ پھر اٹھے جاتے ہیں اور بیٹھے ہیں میں جو لطف ہے ۔ وہ توصیف سے بالاتر ہے ۔ 'وہ' کے ساتھ 'بھی' لانے سے تو موضوع سخن اور بھی جامع بنا دیا ؎

خوش اعتقادِ عشق کا اللہ رے حسن ظن وہ جھوٹ بولتے تھے مجھے اعتبار تھا

اس شعر کو پڑھکر حضرت داغؔ کا یہ غیر فانی شعر یاد آجاتا ہے ؎

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھایئے قسمیں مجھے یقین ہوا مجھ کو اعتبار آیا

اس مشہور شعر کی بنیاد معاملہ بندی کے علاوہ طنز پر بھی ہے ۔ اس طنز میں جو لطافت اور زندگی ہے ۔ وہ انھیں کا حصّہ اور انھیں کا خاص رنگ ہے ۔ سید صاحب نے طنز کا پہلو چھوڑ کر اعتبار کو خوش اعتقادی اور حسنِ ظن سے وابستہ کر دیا اور خوش فہمی کو ہنر مندی کو تصادم سے بچا لیا ہے ۔ جھوٹ بولنے کا یقین تو دونوں شعروں میں ہے مگر اعتبار کے لئے تاویل سید صاحب ہی کو سوجھی ہے ۔ یہی تاویل دونوں جگہ مَلکے کی بنیاد ہوگئی ہے ؎

پھر گئیں بیار غم کو دیکھکر اپنی آنکھوں کی مروّت دیکھنا
میرا خط یہ کہہ کے غیروں کو دیا اک ذرا اس کی عبارت دیکھنا

دونوں شعروں پر استادی کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ پہلے شعر میں "پھر گئیں" کا لطف وجدانی ہے۔ اس کی استادانہ شان دیکھنے کی چیز ہے۔ مجازی استعمال میں کتنی دل کشی پائی جاتی ہے۔ یہ استعمال بیمارِ غم کے ساتھ اور بھی پر لطف ہے۔ مروت میں جو طنز ہے اس نے اس شعر کو اور بھی دل آویز بنا دیا ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ عبارت کی بلاغت بھی دیکھئے اس کا دوسرا مفہوم بھی یہاں چھپا ہے ؎

حریف بے جگر ہے صبر میرا ورنہ اے ظالم　　دکھا با دوں تو تارے آہ سوزاں کے شراروں میں

یہ شعر استاد ہی کی زمین میں ہے۔ شاید یہ زمین کسی مشاعرے ہی میں مطروحہ ہوگی۔ اس میں حریف بے جگر کی ترکیب سارے شعر کی جان ہے۔ اس قسم کی بلیغ ترکیبیں وہی شخص تراش سکتا ہے جس کی طبیعت ذوقِ سلیم کی دولت سے بھی مالا مال ہو اور قادر الکلام بھی۔ آہِ سوزاں کا مذکور لفظ ظالم سے پورا ربط رکھتا ہے۔ یہ شرارے کس قسم کے ہوں گے۔ مصرعِ ثانی کے پہلے نصف میں اس کی پوری صراحت پیش کر دی ہے ؎

لائے ہو جنازہ تو مجھے دفن بھی کر دو　　اٹھے ہیں جہاں چار قدم ایک قدم اور

اس زمین میں یہ قافیہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ چار قدم اور ایک قدم جو کنایہ ہے اس پہ روزمرہ قربان ہوا جاتا ہے۔ پہلا مصرع ایسے مربوط الفاظ میں ہے کہ اس سے بہتر صورت خیال میں نہیں آ سکتی۔ اتنا ٹھوس، اتنا مضبوط اور اتنا مربوط شعر کہنا آسان نہیں ؎

ٹھہر ٹھہر کے چل او جلد باز عمرِ رواں　　روا روی میں قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

لفظ ٹھہر کی تکرار اور عمرِ رواں کے ساتھ جلد باز بطور خدمت کتنے برمحل اور نہایت ضروری لفظ ہیں شعر کا محاکاتی رنگ قابلِ دید ہے۔ عمرِ رواں کی تیز رفتاری کے بہت سے مضامین پڑھے ہوں گے۔ غالب کا یہ مصرع بھی سنا ہوگا ؎

"نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں"

سید صاحب کا مذکورہ شعر بھی ویسے اشعار کی فہرست میں نمایاں حیثیت کا ہے، اس میں اعتدال بیانی بھی ہے، یعنی مبالغہ آرائی سے الگ ہو کر کہا ہے۔ اس لئے زیادہ نیچرل ہے ؎

چمکتی ہے بہت دور آسماں پر برقِ سوزندہ　　مگر مجھ کو قریبِ آشیاں معلوم ہوتی ہے

اس نہایت پامال زمین میں یہ قافیہ اس سے بہتر کسی نے نہ کہا ہوگا۔ بلائے ناگہانی کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ ہوش مند وہی ہے جو بلاؤں کی دوری کو اپنے احساس سے قریب خیال کرے اور محتاط رہے۔ لفظ سوزندہ نے بیان میں اور بھی زور پیدا کر دیا ہے۔ احساس کی شدت ایسے حالات میں ایسی ہی ہونی چاہیئے ؎

شمع گھل گھل کر دیا کرتی ہے شعلے کو فروغ　　سوز ہے مظلوم کا ظالم کا سازِ زندگی

غریب اپنی محنت شاقہ میں جان کھپاتے ہیں اور امیر اس محنت سے فائدہ اٹھا کر عیش اڑاتے ہیں۔ دونوں کی زندگی کے ماحول پر وہ شعر اس طرح ڈھلتا ہے کہ ان کے سیاسی جھگڑوں کی صحیح صحیح بنیاد بتادی گئی ہے۔ سوشلسٹوں کے سیاسی اصول بھی یہی رونا روتے ہیں۔ اس عدم مساوات کے لئے جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ اتنی روشن ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت خیال میں نہیں آسکتی۔ یہ مثال مثل لہ کے ساتھ پوری مطابقت رکھتی ہے۔ شمع اور اس کا فروغ۔ سوز میں ساز کا عالم۔ پھر لفظ ظالم سے سوز کی وضاحت۔ اس مناسبت کی کہاں تک داد دی جائے۔ یہاں ظالم کو ظالم نہ سمجھنے اور مظلوم کو مظلوم خیال نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی گئی۔ مظلومیت کا دردناک منظر اس شعر میں جس اسلوب سے دکھایا گیا ہے۔ اسے قوتِ بیانیہ کا کرشمہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ روم جلتا ہے اور نیرو بنسری بجا رہا ہے۔ اس مشہور واقعے کا پورا عکس دوسرے مصرع میں موجود ہے ؎

کمال بے ہنری سے غنی ہوں میں احسنؔ　　مجھے ضرورتِ عرضِ ہنر نہیں ہوتی

غنی ہونے کے لئے کمال تو دیکھئے کہاں سے ڈھونڈھا ہے۔ حُسنِ تلاش اسی کا نام ہے۔ عرض ہنر سے بے نیاز ہونے کا کتنا مکمل ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ مقطع حسن بیان کی دولت سے اتنا مالا مال ہے کہ ہمارے ملک کے بڑے بڑے سیٹھ بھی اتنے غنی نہ ہوں گے۔ جتنا یہ مقطع غنی ہے۔ بچے تلے مناسب الفاظ اور ان کی مصوری نیز یہ معنی آفرینی۔ غرض کس کس چیز کی داد دی جائے۔

اس قسم کا بہت سا انتخاب پیش کیا جاسکتا ہے مگر جن اشعار کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ انھیں سے کلام کی پاکیزگی، پختگی۔ بلند پائیگی اور گراں مائگی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ وہ شاگردانِ داغؔ میں کتنی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اور متانت و سنجیدگی کو مقدم سمجھ کر استاد کا رنگِ سخن جذب کرنے میں کتنے کامیاب ہوئے

اس حقیقت کو پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جنابِ احسنؔ کی شاعری۔ اُن کی خوش بیانی اور تر زبانی کا بڑا میدان غزل ہے لیکن وہ غزل کے علاوہ دوسری اصناف نظم میں بھی ویسے ہی شیوا بیان ہیں جیسے غزل میں۔ مذہبی کلام کے دو بیش بہا نمونے تو مذکور ہوچکے ہیں۔ رباعیات اور قطعات نیز تخمیس وغیرہ میں بھی ان کی طبیعت ایسی ہی رواں نظر آتی ہے۔ اور ان اصناف میں بھی وہ کسی جگہ شاعرانہ اندازِ بیان کو نہیں چھوڑتے اور محض قافیہ پیمائی کبھی گوارا نہیں کرتے۔ ایک رباعی ملاحظہ کیجئے ؎

جب چرخ پہ گھن گھور گھٹا چھاتی ہے　　یادِ مے و معشوق بہت آتی ہے
برسات میں تم پاؤں پھسلنے کا ہو کیا!　　ایسے میں تو نیت بھی پھسل جاتی ہے

تمام سخن شناسوں کی طبیعت اس رباعی کے چوتھے مصرع پر پھسل جائے گی۔ پھسلنے کا استعمال ایک جگہ حقیقی ہے

اور دوسری جگہ مجازی ہے۔ دونوں رنگوں نے مل کر دوسرے شعر میں جو دلکشی پیدا کی ہے وہ اتنی جاذب نظر ہے کہ حسنِ سخن بھی اس پر فدا ہو رہا ہے۔

ایک رباعی میں ایک لفظ کے چار مفہوم بڑی شگفتہ بیانی سے جمع کر دیئے ہیں۔ سنیئے ؎

جاں سوز ہے کیا آتش تر کا ہر پھول ۔ کانٹوں میں الجھتا ہے جو پیتا ہے پھول
غافل آزاد بن کے شیخی سے نہ پھول دیکھے ہیں کسی نے سرو میں بھی پھل پھول

پھول کے چاروں مفہوم پیش نظر رکھ کر دونوں شعروں میں ربط پیدا کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ اسی رباعی کو مجسم گلزار بنانے کی کوشش اتنی کامیاب ہے کہ اسے گلشنِ بے خار کہا جا سکتا ہے۔ آتشِ تر کا استعمال کرنے والے خود کو آزاد سمجھتے اور خیال کرتے ہیں کہ جتنی چاہے پیئے جاؤ، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ انہیں سرو کی طرف توجہ دلا کر جو تنبیہ کی گئی ہے وہ تازیانے سے کم نہیں۔ دوسرے مصرع کا حسن بھی بجائے خود ایک پھول ہے۔ جاں سوز میں جو بلاغت۔ وہ اس رباعی میں جاں افروز ہے۔ پند و نصائح ایک خشک مضمون ہے اس میں یہ نزہت اور تازگی پیدا کرنا ہر شخص کا کام نہیں

اب کاکل کی ردیف میں ایک رباعی ملاحظہ ہو ؎

رکھتی ہے کہاں کہاں توسل کاکل پھیلی ہے مثل پیچ سنبل کاکل
جتنے عاشق ہیں بال باندھے ہیں غلام سودا رکھتے ہیں تیری کاکل کاکل

تقطیع کی تجزی کی جائے تو گو وہ قافیۂ معمولہ ہوتا۔ مگر اساتذہ نے کہیں کہیں ایسے قوافی بھی لکھے ہیں۔ یہاں تو ردیف کی تجزی کی گئی ہے۔ جیسا کہ اکبر الہ آبادی کے اس مصرع میں ؎

دعا ہے کہ لڑکی یہ نَٹ کی۔ جئے (دیکھیئے ردیف)

جو خوب صورتی اکبر مرحوم کے مصرع میں ہے۔ سید صاحب کے مصرع میں بھی ویسی ہی دل آویزی پائی جاتی ہے ردیف کی یہ صورت ہمیشہ داد طلب ہوتی ہے پھر کاکل کاکل کے جوڑ میں جو لطف ہے وہ توصیف سے بالاتر ہے اس کے ساتھ بال باندھے غلام کا مذکور تو گیسوئے شعر کا شانہ اور حسن سخن کا آئینہ ہے۔

کل بہ ضمِّ اول کا لطف اٹھانے کے بعد کل بہ فتحِ اول کی ردیف اور اس کی چار مختلف صورتیں سن کر بھی تمام اہلِ ذوق خوش وقت ہوں گے۔ سنیئے ؎

کیا موت سے بچنے کی نکالیں کوئی کل باقی نہیں رہنے کی یہ خاکی ہیکل
بے غم رہیں احسنؔ کہ رہیں ہم بے کل مرنا ہے بہر حال نہیں آج تو کل

معنوی اختلاف ہو تو ایسے قوافی حسن ہوتے ہیں۔ اس خوبی کے علاوہ ربطِ کلام اور مصرعوں کے حسنِ نظام کو دیکھیئے۔ ان قافیوں میں ایسی رباعی کہہ جانا نہایت دشوار کام ہے۔ پھر جسم خاکی کو خاکی ہیکل کہنا تو بالکل نئی تشبیہ ہے

اس جدت کی کہاں تک داد دی جائے۔ معنوی اعتبار سے بھی یہ تشبیہ جانِ بلاغت ہے۔ جسم خاکی ہم اس طرح عزیز رکھتے ہیں جیسے یہ کوئی خوش نما زیور ہے۔

رباعی کے ساتھ ساتھ قطعات کی مثالیں بھی پختہ گوئی اور خوش بیانی کا مرقع ہیں۔ رسالہ زمانہ کان پور کا ذکر کرتے ہوئے ایک قطعے کا مختصر سا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ یہاں ایک سالم قطعہ درج کیا جاتا ہے۔ اگرچہ طولِ کلام کی شکایت پیدا ہونے کا خوف دامن گیر ہے مگر یہ قطعہ ہی ایسا ہے جس کو چھوڑ دینا فروگزاشت سے کم نہیں۔ یہ واقعات کی صحیح تصویر ہے اور سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اندازِ بیاں سے قطعہ اور غزل میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ ذوقِ سخن کا یہ فتویٰ کہ اچھی نظم وہی کہہ سکتا ہے جو اچھی غزل کہہ سکتا ہو۔ یہ حقیقت اس قطعے کو پڑھ کر ناقابلِ انکار ہو جاتی ہے ؎

شاعری کا جذبہ ہر دل کے نہاں خانے میں ہے　　لیکن اظہار اس کا اکثر مہمل افسانے میں ہے
کوئی کہتا ہے ازل کے دن سے ہوں مست الست　　کوئی کہتا ہے دو عالم میرے پیمانے میں ہے
کوئی کہتا ہے کہ دل ہے سرد مہری سے تپاں　　کوئی کہتا ہے کہ ٹھنڈک آگ بھڑکانے میں ہے
کوئی کہتا ہے کہ اک قطرہ مجھے ملتا نہیں　　کوئی کہتا ہے وہ سب پی لوں جو میخانے میں ہے
اک طرف اپنی پریشانی میں دل الجھا ہوا!　　اک طرف مصروف کوئی زلف سلجھانے میں ہے
کوئی سچا ترجمانِ حالِ دل ملتا نہیں!　　ہر یگانے میں وہ خصلت ہے جو بیگانے میں ہے
کوئی یہ کہتا نہیں سکتے ہو کچھ کرتے رہو کچھ　　راستی کا لطف ان دونوں کے مل جانے میں ہے
بے ضرورت، بے نتیجہ، بے محل، بے فائدہ　　جو ہر اک شعر کہنے اور کہلوانے میں ہے
شاعری اور اس کی خوبی میں نہیں کوئی کلام　　گفتگو بے وقت کے مصروف ہو جانے میں ہے
قدر ہوتی ہے اسی شاعر کی بزمِ شعر میں　　جس انتخاب کو مہارت کچھ نہ کچھ گانے میں ہے
جب یہ ہے تو عقل کہتی ہے کہ لطف و دل کشی　　شاعروں سے بڑھ کے قوالوں کے بلوانے میں ہے
ہیں دلِ صد چاک کے سو سو گلے شکوے کہیں　　جس کا ٹکڑا ایک ایک الجھا ہوا شانے میں ہے

شاعری کی جس جگہ یہ گت ہے حق تو وہاں
منہمک اک بے سری آواز پہچانے میں ہے

طوالت سے بچنے کے لئے صرف یہ لکھ دینا کافی ہے۔ کہ جہاں قطعے کی قدر و قیمت اور معیار پر بحث چل رہی ہو وہاں یہ قطعہ جرأت کے ساتھ بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں سید صاحب کی تاریخ گوئی کے متعلق کچھ لکھنا باقی رہ گیا ہے۔ تاریخ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تدخلہ یا تعمیہ ہرگز نہ ہو [illegible] سالم اعداد کا حامل ہو [illegible] ماہر [illegible] فرق [illegible] تقسیم میں بھی ایسی [illegible]

کی ہے کہ وہاں یہ عیب بھی ان میں داخل ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود تاریخ کی بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بے ساختہ ہو۔ واقعے سے مطابقت رکھتی ہو اور تعمیہ کی محتاج نہ ہو۔ صرف ایک ہی مثال جو سید صاحب کی مشق تاریخ گوئی کا اندازہ کرنے کیلئے کافی ہے یہاں پیش کی جاتی ہے۔

مولانا تاجور نجیب آبادی کو شمس العلما کا خطاب ملنے پر جو تاریخ فارسی میں انھوں نے کہی یہ ہے ؎

ادبحرِ فیوضِ حق جہاں فیض براست   ابر کرمش محیط بر خشک و تر است
این مژدہ بہ تاریخِ مسیحی بشنو   شمس العلما تاجور نام ور است

۱۹   ۶   ۳۰

خلاصہ کلام یہ کہ جملہ اصناف نظم سے سید صاحب کی استادانہ شان اور عظمت آسمان شاعری پر ماہِ تاباں کی طرح روشن نظر آتی ہے۔ اُن کے شاگرد اس بات پر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ شعر و سخن کا فیض حاصل کرنے کے لئے انھیں ایسے بلند پایہ اور گراں مایہ استاد کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ نیز سید صاحب کے قابل اور سعادت مند فرزند بھی بڑے خوش نصیب ہیں جن کے والد محترم نے دنیائے ادب میں اپنی شاعرانہ عظمت کا سکہ بٹھا دیا اور ایسا ادبی اثاثہ چھوڑ گئے جو ان کے لئے بھی فخر و مباہات کا سرمایہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ عزّ وجلّ

۱۳۶۲ھ

جامع التواریخ

۱۳۶۲ھ

نقش سوم فن تاریخ گوئی

۱۹۴۳ء

از

بندۂ بینوا حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی بچھرایونی

۱۹۴۳ء

لکچرار ادب فارسی و اردو سینٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ دستور التواریخ ؎۱

۱۹۴۳ء

یعنی

فصل تاریخ گوئی حامد حسن قادری

۱۹۴۳ء

تاریخ گوئی علم و ادب کا ایک عجیب لطیفہ ہے مسلمانوں کی ایجاد اور عربی فارسی اور اردو کے ساتھ مخصوص، اگرچہ حروف تہجی کے اعداد مسلمانوں کیا عیسائیوں سے بھی پہلے کے ہیں۔ لیکن ان اعداد سے یہ کام لینا جس کو تاریخ گوئی کہتے ہیں اور اس کو ایک مستقل با اصول فن بنا دینا مسلمانوں کے شوق بلاغت طرازی اور شغفِ انشا پردازی کی اختراع بدیع کے علاوہ ان کی فرصت بے نہایت کی بھی یادگار ہے۔ آدمی مجھ جیسا بیکار ہو تو تاریخیں کہا کرے۔ تاریخ گوئی سے زیادہ محنت اور کم نفع کا مشکل سے کوئی دوسرا مشغلۂ علمی نکل سکے گا۔ مجھے لڑکپن سے تاریخ گوئی کا شوق ہے، اور اب اس شغل کو چالیس برس سے زیادہ ہو گئے۔ کئی ہزار تاریخی مادّے نکالے ہوں گے جن میں سے ڈیڑھ ہزار کے قریب دو مجلد قلمی بیاضوں میں ترتیب سنین کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ یعنی،

بیاض اوّل دفتر التواریخ (از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۶ء میں ۹۰۰ تاریخیں
۱۹۰۱
بیاض ثانی میزان التواریخ (از ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۳ء میں ۵۳۵ تاریخیں } ۱۴۳۵
۱۳۵۶

ان میں صدہا تاریخیں قطعات میں منظوم و مرتبہ ہیں اس تفصیل سے

بیاض اوّل میں ۴۵۳ قطعے
بیاض ثانی میں ۱۷۵ قطعے } ۶۲۸

قطعات میں کم سے کم دو شعر کا قطعہ ہے۔ بہت سے قطعے ۱۰ سے ۲۵ شعر تک ہیں۔ چند نظمیں ۳۰ یا زیادہ اشعار کی ہیں۔ اقبالؔ کی چند تاریخیں ایک طویل مثنوی میں نظم کی ہیں جس کے ۷۰ کے قریب شعر ہیں۔

میری تاریخوں میں بعض تاریخ گوئی کے لطائف و صنائع ہیں۔ بعض عجیب واقعات کی عجیب تاریخیں ہیں بعض فی البدیہہ تاریخیں ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ بیاض اوّل کے دیباچہ میں کر دیا ہے۔ اس وقت تاریخ گوئی کی ایک

؎۱ یہ قادری صاحب مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ مقالہ ہے جو مرحوم کے صاحبزادے راشد قادری صاحب نے اشاعت کیلئے دیا ہے۔

خاص وضع وصنعت کا مفصل تذکرہ مقصود ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان بیاضوں کے لکھنے کی یہی شان ہے کہ ایک بیاض پانچ چھ سال میں ختم ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس تیسری بیاض کے ختم ہونے سے پہلے لکھنے والا ختم ہو جائے۔

میں نے قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ سے اتنی تاریخیں نکالی ہیں کہ میرے علم میں کسی دوسرے تاریخ گو سے اس قدر تعداد منقول نہیں ہے۔ ان سب تاریخوں کو یہاں یکجا کیا ہے۔

اگلے لوگوں نے بھی قرآن کریم سے یہ کام لیا ہے اور بعض ایسی تاریخیں نکالی ہیں کہ رسائی ذہن پر حیرت ہوتی ہے۔ قدیم زمانے کا تذکرہ سنا ہے کہ کوئی شخص جن کا نام آدم تھا حج کو گئے ان کی بیوی بھی ساتھ تھیں۔ خوش نصیبی سے دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ کسی نے تاریخ کہی:-

يَآ آدَمُ اُسْكُنْ اَنتَ وَ زَوجُكَ الجَنَّۃَ ۱۱۶۴ھ

سبحان اللہ کیا تاریخ ہوئی ہے۔ ایسے مقام پر تو مرنے کی آرزو کیا ہی کرتے ہیں۔ ایسی تاریخ کیلئے بھی مرجانا چاہئے۔ قرآن مجید سے تاریخ نکالنے میں بعض خاص صورتیں پیش آتی ہیں، جو بظاہر اصول کے خلاف ہیں۔ لیکن اگلے بزرگوں نے ان کو جائز کیا ہے۔ اس لئے میں نے بھی حسب ضرورت ان کا اتباع کیا ہے۔ مثلاً

(۱) کسی آیت سے پہلے واوٴ عطف سلسلۂ کلام کے سبب سے آتا ہے۔ اگر وہ آیت مع واوٴ کے تاریخ کے لئے نکالی جائے تو عطف بے محل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ واوٴ کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔ اس لئے واوٴ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے مثلاً کسی نے زیب النسا بیگم (بنت اورنگ زیب عالمگیر) کی تاریخ وفات کہی تھی: وَادْخُلِي جَنَّتِي (۱۱۱۳ھ)

(۲) عربی میں تائے تانیث (ۃ) لکھی جاتی ہے اور اس پر وقف ہو تو (ہ) بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اساتذہ تاریخگوئی نے اس کو ہائے ہوز مان کر پانچ عدد لئے ہیں مثلاً امیر مینائی نے اپنے دیوان اول کے نام مرآۃ الغیب میں پانچ عدد لے کر ۱۲۸۹ھ نکالے ہیں۔ لیکن بعض تاریخگو حضرات نے اس (ۃ) کو بمعنی ت سو عدد لئے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے سرسید مرحوم کی تاریخ وفات قرآن مجید سے نکالی ہے اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِيْن (۱۳۱۵ھ) خود قرآن کریم میں بھی کہیں کہیں تائے تانیث کو پوری (ت) کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ روم رکوع ۴ پارہ ۲۱ میں فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا صحیح املا فطرۃ تھا لیکن مضاف ہونے کے سبب سے (ت) لکھی گئی اسی طرح رحمت اللہ میں پوری ت لکھی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی املائے قرآنی کا قاعدۂ کلیہ نہیں ہے کَلِمَۃَ اللّٰہ، حُجَّۃَ اللہ میں چھوٹی (ۃ) بھی لکھی ہوئی موجود ہے۔

(۲) جن اسماء کی جمع ات کے ساتھ آتی ہے ان میں پوری (ت) لکھی جاتی ہے جیسے جنّٰتٌ یا املائے قرآنی میں جنّٰت۔ لیکن میں نے بضرورت تاریخ اس کے پانچ عدد لینے کیلئے جنّٰۃ لکھ دیا ہے۔

(۴) قرآن شریف میں ھمزہ کیلئے کہیں شوشہ لکھا ہے۔ کہیں نہیں لکھا۔ اُولٰئِكَ میں ہر جگہ شوشہ ہے

لیکن سورۂ یوسف میں الـٰـٔنَ حَصْحَصَ الحَقُّ میں ہمزہ کیلئے شوشہ نہیں ہے شوشہ کی علامت میں اس کو ی کی علامت سمجھ کر (۱۰) عدد لئے جاتے ہیں اور بغیر شوشہ کے کچھ نہیں اُولٰئِکَ کے ۶۷ ہیں اور الـٰـٔنَ کے ۸۱ ۔ اگر اَلْـٰٔنَ لکھدیں تو ۹۱ عدد ہوجائیں گے اور اَلْاٰنَ لکھا جائے تو ۸۲ ہوں گے۔

(۵) اسی طرح درمیانی الف کے لکھنے کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً مَولٰنا ۔ مولٰنا اور مولآنا تینوں صورتوں سے لکھ سکتے ہیں قرآن مجید میں مولٰنا کی صورت اختیار کی گئی ہے ۔ لیکن میں نے تینوں طرح لکھکر مختلف عدد لئے ہیں ۔ یا مثلاً صٰلِحٰت اور صَالِحَات ۔ خالدین اور خٰلدین دونوں املا درست ہیں یا مثلاً سورۂ حجر رکوع ۳ پارہ ۱۴ میں اِنَّ عِبَادِیْ لکھا ہے اور سورۂ فجر پارہ ۳۰ میں فِیْ عِبٰدِی ہے اس لئے میں نے بھی فادخلی فِی عِبٰدِیْ اور فادخلی فی عبادی دونوں سے تاریخیں نکالی ہیں ۔ اور اس طرح کی (ف) اور (و) کو کہیں رہنے دیا ہے کہیں حذف کر دیا ہے ۔

(۶) بعض آیات میں جن سے تاریخ نکالی گئی ہے ۔ کسی عامل کے سبب سے لفظ کی ایک خاص صورت ہے ۔ لیکن وہ حرف عامل مادۂ تاریخ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ پھر بھی اس لفظ کو بجنسہٖ رہنے دیا ہے ورنہ وہ آیت کا حصہ نہ رہتا مثلاً اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ وَّفَوَاکِہَ سے بغیر اِنَّ کے تاریخ نکالی ہے قاعدہ نحو کے مطابق اِنَّ کے نہونے کی حالت میں اَلْمُتَّقُوْنَ ہونا چاہیئے ۔ لیکن الفاظ قرآنی کے سبب سے یہ تصرف جائز نہیں رکھا گیا اور اگر کسی جگہ یہ تغیر کر کے سنہ پورے کئے ہیں تو پھر میں اس کو قرآن کی آیت نہیں کہتا ۔ عربی کا فقرہ کہتا ہوں ۔ یہی صورت کبھی اعراب میں بھی پیش آئی ہے مثلاً میں نے ایک تاریخ نکالی ہے فَضْلَہٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا = ۱۳۴۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵) یہاں بظاہر فضل کا نام منصوب (زبر کے ساتھ) ہونے کا کوئی سبب نہیں لیکن آیت میں اِنَّ فَضْلَہٗ ہے میں نے اِنَّ نہیں لیا لیکن حرکت وہی قائم رکھی ہے۔

اب میں اپنی تاریخیں سنین ہجری و عیسوی کی الگ الگ ترتیب کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

تواریخ از کلام پاک ایزد

۱۳۶۱ھ

بابت

سنہ ہجری

① تاریخ انتقال مولوی نظام الدین صاحب قبلہ بچھراونی {حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا} = ۱۳۱۹ھ (فرقان آخری رکوع پارہ ۱۹)
مرحوم میرے خاندان کے ایک بزرگ تھے اتفاق سے کنوئیں میں گر کر وفات پائی میں نے غریق چاہ = ۱۳۱۹ھ بھی تاریخ کہی تھی

② تاریخ وفات مولوی محمد قاسم صاحب بچھراونی (عرف کلّن) {تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ} = ۱۳۲۰ھ
(قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰) اس میں عاقبة کی (ة) کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں میں نے جہاں ایسی ة کے ۴۰۰ عدد
لئے ہیں وہاں یہ بات لکھدوں گا۔ باقی سب تاریخوں میں اس کو ہائے ہوز مان کر پانچ عدد شمار کئے ہیں۔

③ تاریخ وفات قاضی نصیر الدین صاحب چاندپوری {فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ} ۱۳۲۰ھ (آل عمران)

④ تاریخ وفات مولوی محمد لطیف صاحب قبلہ بچھراونی (بمقام بریلی) {فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ}
اوپر کی تاریخ پر الف کا اضافہ ہے۔

⑤ تاریخ وصال حضرت تاج الاولیاء نظام الدین حسین شاہ صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز صاحب سجادہ نیازیہ
بریلی {اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ} ۱۳۲۲ھ (بقرہ رکوع ۱۶)

- حضرت داغ دہلوی کی بھی یہی تاریخ وفات ہے اور میں اس کو شائع بھی کروا چکا ہوں ان کا نام" نواب میرزا داغ"
۱۳۲۲ھ یہی ان کی تاریخ وفات ہے اس کو میں نے ایک قطعے میں نظم کرکے اسی زمانہ میں اخبار دبدبہ سکندری
رامپور میں چھپوا دیا تھا۔

⑥ تاریخ وفات مولوی محمد علی صاحب قبلہ رئیس بچھراؤں ضلع مرادآباد {انه فى الآخرة لمن الصالحين}
۱۳۲۳ھ باضافہ الف صالحین)

⑦ تاریخ وفات نواب محسن الملک {اُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا} ۱۳۲۵ھ (مومن رکوع ۵ پارہ ۲۴)

⑧ تاریخ وفات شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی {وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ} = ۱۳۲۸ھ
(۵ کی تاریخ میں و کا اضافہ ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے۔)

(۹) تاریخ ولادت برادر خالہ زاد محمد عظیم الحق جنیدی { وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا } ۱۳۲۸ھ ان کا نام محمد عظیم الحق جنیدی بھی تاریخی ہے یہی سنہ نکلتے ہیں میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نام رکھا تھا اگرچہ جنیدی کا لفظ تاریخ پوری کرنے کیلئے بڑھایا گیا ہے لیکن سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں اور عظیم الحق اسی سلسلے سے وابستہ ہیں یہ اب بفضلہ تعالیٰ ڈبل ایم اے اور بی ٹی ہیں اور حلیم انٹر کالج کانپور میں لیکچرار اور "ماثر عجم" کے مصنف ہیں۔

(۱۰) تاریخ وفات منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (استاد مولنا حسرت موہانی) { لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خٰلِدِيْنَ فِيهَا اَبَدًا } ۱۳۲۹ھ (توبہ رکوع ۳) تسلیم کے متعدد قطعات وفات میرے دفتر تواریخ میں درج ہیں۔

(۱۱) تاریخ وفات حضرت ظہیر دہلوی (یادگار ذوق) { جَنّٰتُ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ } ۱۳۲۹ھ۔
قرآن کا املا جنت اور الرحمٰن ہے میں نے دونوں کو الف سے لکھا ہے۔

(۱۲) جب ۱۹۱۱ء (مطابق ۱۳۲۹ھ) میں ترکی واٹلی میں جنگ ہو رہی تھی اور طرفین کے مقتولوں کی خبریں آ رہی تھیں یہ تاریخ کہی تھی { اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ } : ۱۳۲۹ھ

(۱۳) تاریخ وفات شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد دہلوی { لهم فیہا نعیم مقیم خالدین فیہا ابدا } : ۱۳۳۰ھ

(۱۴) تاریخ وفات مولوی احمد علی صاحب قبلہ پھپھوندی ، { يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا } ۱۳۳۰ھ (بنی اسرائیل رکوع اول)

(۱۵) تاریخ وفات والد ماجد خود مولوی احمد حسن صاحب قبلہ پھپھوندوی وکیل ریاست رام پور { هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا } : ۱۳۳۱ھ (کہف رکوع ۵ پارہ ۱۵)

(۱۶) ایضاً تاریخ دیگر { فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ } ۱۳۳۱ھ (نسا رکوع ۱۸ پارہ ۵) لا کے ۳۰ لئے ہیں

(۱۷) تاریخ وفات مولوی سلطان احمد صاحب قبلہ پھپھوندوی { حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا } ۱۳۳۹ھ (کہف) سورہ کہف رکوع ۴ پارہ ۱۵ کی اس آیت میں اہل جنت کی نعمتیں گنا کر فرمایا ہے: نعم الثواب وحسنت مرتفقا یعنی کیا اچھا بدلہ ہے اور کیا اچھا آرام۔

(۱۸) تاریخ وفات مولوی قیام الدین صاحب پھپھوندوی { اُدْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ } ۱۳۴۲ھ

(۱۹) تاریخ وفات حضرت مولنا عین القضاۃ صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ { اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة } ۱۳۴۴ھ (ایک عدد زائد ہے)

(۲۰) تاریخ وفات حکیم ضمیر احمد صاحب پھپھوندوی { ان المتقين فى مقام امين فى جنت وعيون } ۱۳۴۴ھ (دخان پارہ ۲۵)

(۲۱) تاریخ وفات مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی { وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا = ۱۳۴۵ھ }

(۲۲) تاریخ وفات اہلیہ محترمہ منشی اخلاق علی صاحب تبلہ میرٹھی { وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ = ۱۳۴۷ھ
(غاشیہ پارہ ۳۰) اس میں ۃ کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں۔

(۲۳) تاریخ وفات پروفیسر صدیق حسن بدایونی ایم اے (رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ = ۱۳۴۷ھ (ھود رکوع ۷ پارہ ۱۲)
ایک اور تاریخ بھی خوب نکلی تھی قرب صدیقؓ ملیگا تجھے صدیق حسن۔

(۲۴) میں نے اپنا نعتیہ کلام مرتب کیا اور اس کا نام بیاضِ نعتیہ (۱۳۴۸ھ) رکھا بیاض کے سرورق پر اس آیت سے
تاریخ نکال کر درج کی۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۱۳۴۸ھ

(۲۵) تاریخ تعمیر مسجد۔ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا ۱۳۴۹ھ (نور رکوع ۵ پ ۱۸) اس آیت میں مساجد
کا ذکر ہے کہ وہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔

(۲۶) تاریخ وفات مولوی نصیر عالم صاحب بچھرایونی فَضْلُهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۱۳۴۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۹ پارہ ۱۵)

(۲۷) تاریخ مناظرہ اہلِ اسلام و مخالفین اسلام اَنَا وَاِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
۱۳۴۹ھ (ترجمہ: دیکھیں ہم میں سے کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں)

(۲۸) تاریخ نکاح برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے پروفیسر آگرہ کالج ورجسٹرار جامعہ اُردو"
اردو یونیورسٹی آگرہ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ۱۳۵۱ھ (آل عمران رکوع ۸) یعنی وہ اللہ کی جانب
سے نعمت کی بشارت پاتے ہیں۔

(۲۹) تاریخ وفات مولوی محمود الحسن صاحب بچھرایونی کورٹ انسپکٹر پنشنر: لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ = ۱۳۵۲ھ

(۳۰) تاریخ وفات مولوی حسن احمد صاحب و مولوی محمد احمد صاحب بچھرایونی (دونوں چچا زاد بھائی تھے اور چند روز کے
پس و پیش سے انتقال فرمایا) لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ ۱۳۵۲ھ (آل عمران رکوع ۱۱)

(۳۱) تاریخ بلوہ آگرہ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا = ۱۳۵۲ھ یعنی وہ نرے
حیوان ہی ہیں بلکہ حیوانوں سے بڑھ کر گمراہ۔

(۳۲) تاریخ وفات سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبرآبادی عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ = ۱۳۵۳ھ

(۳۳) تاریخ وفات مولانا شوکت علی: وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا = ۱۳۵۷ھ

(۳۴) تاریخ وفات ڈاکٹر اقبال بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ = ۱۳۵۷ (ص رکوع ۴ پ ۲۳)

(۳۵) دوسری تاریخ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ = ۱۳۵۷ھ

(۳۶) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد آگرہ: اِنَّكَ غَفُوْرٌ = ۱۳۵۷ھ ابراہیم رکوع ۶

(۳۷) میں نے اپنے بڑے لڑکے ساجد حسن قادری کی دلہن کی فرمائش سے ایک بیاض میں مختلف اچار چٹنی کے نسخے جمع کئے اس کا ٹائٹل پیج لکھتے وقت خیال آگیا اور قرآن مجید سے نہایت موزوں تاریخ نکل آئی:۔
کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا: ۱۳۵۷ھ پھر میں نے پورا سرورق تاریخوں سے مرتب کردیا (جو میری دوسری بیاض تواریخ میں منقول ہے) کتاب کا نام، فرمائش والی کا نام، اپنا نام، حتیٰ کہ تاریخ تحریر، سب میں تاریخیں نکالیں اپنا حوالہ لکھا:۔ مرتب کردہ حامد حسن قادری ۱۳۵۷ھ - تاریخ تحریر کی تاریخ عجیب وجدید تھی یعنی بتاریخ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ اس میں مہینے کی تاریخ حسب معمول ہندسے میں لکھ کر اسکے ۸ عدد لئے تھے

(۳۸) تاریخ وفات منشی خلیل الرحمٰن صاحب مترجم اخبار الاندلس:۔ وَلَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ = ۱۳۵۸ھ
۲۹ پر و کا اضافہ ہے جو آیت میں ہے۔

(۳۹) تاریخ وفات عزیزہ صالحہ حاجیہ اہلیۂ محمد طیّب کرتپوری:۔ نَاعِمَۃٌ لِسَعْیِھَا رَاضِیَۃٌ : ۱۳۵۸ھ
اس مرحومہ کے لئے کئی قطعات تاریخ فارسی و اردو میں لکھے تھے ایک قطعہ میں دو تاریخیں بہت بے ساختہ آگئیں آخری شعر یہ تھا:۔

ایک مصرع میں دو ہیں تاریخیں "نور تربت میں" "حور خدمت میں"
۱۳۵۸ھ　　۱۳۵۸ھ

(۴۰) تاریخ وفات مولانا احسن مارہروی اِتَّقٰی فَاِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ = ۱۳۵۹ھ (آل عمران رکوع ۸)

(۴۱) تاریخ وفات جسٹس سر شاہ سلیمان۔ اِرْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا : ۱۳۶۰ھ

(۴۲) تاریخ وفات ہمشیرہ مولوی محمد مظفر علی صاحب طالب ایم اے ٹیچر سینٹ جانس ہائی اسکول آگرہ:
اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ ۱۳۶۰ھ اس آیت میں شروع کا یا چھوڑنے کے علاوہ املا میں بھی اتنا فرق کردیا ہے کہ قرآن مجید میں المطمئنۃ (ہمزہ کے شوشے کے ساتھ) لکھا ہوا ہے کہ شوشہ لکھے سے ی مان کر ۱۰ عدد لینے پڑتے اس لئے میں نے شوشہ نہیں لکھا۔ شوشہ نہ لکھنے کا جواز قرآن مجید کے املا سے اکثر ثابت ہوتا ہے جسے تمہید میں ذکر کیا گیا۔

(۴۳) تاریخ وصال حضرت الحاج پیر حیات محمد صاحب نقشبندی جماعتی سیالکوٹی قدس سرہ خلیفہ اعلیٰحضرت قبلۂ عالم امیر الملۃ والدین شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم وارواحنا فداہم:۔ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتٍ: ۱۳۶۱ھ

(۴۴) تاریخ وفات جناب قاضی حفیظ الدین رشکی: رَبُّکُمْ ذُوْ رَحْمَۃٍ وَّاسِعَۃٍ (انعام رکوع ۱۸) ۱۳۶۳ھ

(۴۵) تاریخ وفات برادر عزیز مولانا حاجی عابد حسین صاحب فریدی: فِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا (ہود) ۱۳۶۴ھ

(۴۶) تاریخ وفات سعید احمد صاحب مارہروی: رَحْمَتَ اللہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ : ۱۳۶۵ھ اعراف

(۴۷) تاریخ وفات رفیق حسن زبیری صاحب: اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۱۳۶۵ھ

(۴۸) تاریخ وفات برادرم مکرم مولوی مختار احمد صاحب پھرالونی: یُغْفِرْ لَهُمْ ۱۳۶۵ھ

(۴۹) تاریخ وفات مولوی مقبول احمد فرزند نور الرحمٰن صاحب فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۱۳۶۵ھ

(۵۰) تاریخ وفات مولوی عبدالحفیظ صاحب پھرالونی آمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۱۳۶۶ھ (یونس)

(۵۱) تاریخ پاکستان } كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ (آل عمران) ۱۳۶۶ھ

(۵۲) فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ ۱۳۶۶ھ

(۵۳) آغاز ڈائری اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۱۳۶۸ (حج)

(۵۴) تاریخ وفات عم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۱۳۶۷ (حج)

(۵۵) تاریخ وفات والدہ حسرت حسین زبیری صاحب: اَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ ۱۳۶۸ (زمر)

(۵۶) تاریخ ڈائری لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۱۳۶۹ (انعام)

(۵۷) تاریخ وفات مفتی مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی: قَدْ رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۱۳۷۰ (انعام)

(۵۸) تاریخ وصال حضرت مرشدی و مولائی سیدی و سندی امیر ملت قبلۂ عالم محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ ۱۳۷۰ھ

(۵۹) تاریخ ولادت فرزند زبیر عالم چشتی: اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۱۳۷۳ھ

(۶۰) تاریخ وفات صاحبزادہ شہزاد احمد خان: لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۱۳۷۴ھ (ھود)

(۶۱) تاریخ وصال مولوی افضال الحق: لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۱۳۷۵ھ (احزاب)

(۶۲) تاریخ برائے رسالہ عصمت کراچی: بِسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۱۳۷۶ھ (الحاقہ)

(۶۳) " " " بِنِعْمَتِ رَبِّكَ مُحَدِّثٌ ۱۳۷۶ھ

(۶۴) تاریخ وفات مولوی فرید احمد صاحب: كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ ۱۳۸۱ھ

اَیْضًا مِنْ اِلْهَامِ الْقُرْاٰنِ

۱۳۷۱ھ

بابت

سنہ عیسوی

(۶۵) تاریخ وفات حضرت امیر مینائی لکھنوی: وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۱۹۰۰ء

(۶۶) تاریخ وفات حکیم عبدالمجید خان دہلوی: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ۱۹۰۱ء طٰہٰ رکوع ۴

(٦٧) تاریخ وفات فیروز شاہ خان رامپوری تلمیذ حضرت داغ دہلوی : مَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ١٩٠١ء (رکوع ۴ پارہ ۸ اعراف) ان تینوں بزرگوں کی اور تاریخیں بھی فارسی اردو میں لکھی تھیں جو بیاض اول " دفتر تواریخ " میں درج ہیں۔ امیر صاحب اور حکیم صاحب کے مقابلے میں فیروز شاہ خان بظاہر ایسے ممتاز نظر آئیں گے کہ میں ان کی تاریخ کہتا لیکن اتفاق سے مجھے ان دونوں سے زیادہ ان سے تعلق تھا میں رامپور میں تھا اور چھوٹے چچا میاں مرحوم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ کے فیروز شاہ خان بڑے گہرے دوست تھے، مکان پر آنا جانا کھانا پینا تھا، چچا میاں کے ساتھ مشاعروں میں شریک ہوتا تھا اور فیروز شاہ خان کا کلام سنتا تھا ان لوگوں کی ایک " بزم احباب " قائم تھی اس کے فیروز شاہ خان سکریٹری تھے ان کے انتقال کے بعد چچا میاں سکریٹری ہوئے، " بزم احباب " کے تقریباً ہر جلسہ میں میں بھی جاتا تھا اس لئے فیروز شاہ خان کی مرگ ناگاہ کا مجھ پر بھی بہت اثر ہوا تھا

(٦٨) تاریخ وفات منشی غلام صفدر صاحب قبلہ بچھرالونی نائب میر منشی لیفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی الٰہ آباد: اَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ١٩٠٥ء مرحوم سخاوت و خدمت خلق میں مشہور تھے

(٦٩) تاریخ وفات منشی غلام غوث صاحب بیخبر میر منشی لیفٹنٹ گورنر الٰہ آباد : وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ١٩٠٥ء (منفقون آخری آیت پارہ ٢٨)

(٧٠) تاریخ وفات حضرت مولوی مظہر اللہ صاحب قبلہ بچھرالونی ڈپٹی کلکٹر و ممبر کونسل ریاست رامپور : اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ١٩٠٦ء

(٧١) تاریخ کامیابی برادران عزیز مولوی عابد حسن فریدی (ایم اے ایل ٹی) و مولوی ظہیر احمد چشتی (بی اے ایل ایل بی مرحوم) فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ١٩٠٨ء (آل عمران رکوع ٨)

(٧٢) تاریخ وفات چند اعزہ و احباب جن کا بجار فصل میں ساتھ ساتھ انتقال ہوا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ١٩٠٩ء (ہود)

(٧٣) تاریخ وفات شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی : اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ١٩١١ء (یٰسین)

(٧٤) ١٩١٣ء میں میرے وطن قصبہ بچھراؤں ضلع مراد آباد میں طاعون پھیلا بہت سے اعزہ و احباب کا چند ہفتوں میں انتقال ہوگیا میں نے تاریخ کہی : وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ١٩١٢ء (مومنون رکوع ٦)

(٧٥) تاریخ وفات علامہ شبلی نعمانی : وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا ١٩١٤ء نحل رکوع ٤
قرآن مجید کا املا جنّٰت ہے میں نے ہ عدد لینے کیلئے جنّٰتٌ لکھدیا ہے۔

(٧٦) تاریخ وفات مولانا حالی : فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ١٩١٤ء (یٰسین)

(٧٧) ایضاً تاریخ دیگر : وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ١٩١٤ء

(٧٨) تاریخ وفات خواجہ غلام الثقلین نبیرہ مولانا حالی : سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ توبہ رکوع ٩

(۷۹) تاریخ وفات نواب وقار الملک : جَنَّةٍ عَالِيَةٍ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۱۹۱۷ء (غاشیہ)

(۸۰) تاریخ صحت یکے از اعزہ خود: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۱۹۱۷ء (انبیاء رکوع ۶) یعنی ہم نے اس کی سن لی اور اس کو غم سے نجات دی۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

(۸۱) تاریخ وفات استاذی منشی امتیاز احمد خاں صاحب ساز رامپوری (عرف پیارے خان) تلمیذ امیر مینائی: خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۱۹۱۷ء (فرقان رکوع ۳) یعنی ٹھکانا بھی بہتر سے بہتر اور خواب گاہ بھی عمدہ سے عمدہ۔

(۸۲) تاریخ وفات مولوی بشیر احمد صاحب قبلہ پھلواری بمقام کرنپور: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ ۱۹۱۸ء (قصص رکوع ۹ پ ۲۰)

(۸۳) تاریخ ولادت دختر خود هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۱۹۱۸ء

(۸۴) تاریخ وفات مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ: إِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ ۱۹۱۹ء (نمل رکوع ۶ پ ۲۰)

(۸۵) تاریخ وفات اہلیہ مولوی سلطان حسن صاحب پھلواری بنت مولوی حشمت علی صاحب قبلہ پھلواری: مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۱۹۱۹ء (آل عمران رکوع ۱۹ پ ۴)

(۸۶) تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی عماد الدین صاحب پھلواری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ: وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا: ۱۹۲۰ء تاریخ ۵۰، پر و کا اضافہ ہے جو نحل کی اس آیت میں ہے۔

(۸۷) تاریخ وفات حضرت اکبر الہ آبادی: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۱۹۲۱ء (رعد رکوع ۴ پ ۱۳)

(۸۸) تاریخ وفات حضرت شاہ فاروق صاحب صابری مالک و مدیر اخبار دبدبہ سکندری رامپور: ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لھم وحسن مآب: ۱۹۲۲ء۔ اوپر کی تاریخ میں یہاں صالحات لکھ کر ایک الف بڑھا دیا ہے کہ ان کی ایک اور تاریخ بھی اچھی نکل تھی، "یا فاروق امید حشر فاروق ۱۳۴۰ھ"

(۸۹) تاریخ وفات مولوی جمیل الرحمٰن صاحب فرزند ثانی رئیس اعظم مولوی ابراہیم علی صاحب: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ ۱۹۲۲ء (لیل پارہ ۳۰)

(۹۰) تاریخ وفات عم محترم مولوی حاجی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ پھلواری: فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۱۹۲۳ء (نساء)

(۹۱) تاریخ وصال حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد صاحب نیازی نظامی بریلوی قدس سرہ العزیز: وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۱۹۲۴ء (انبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷) ایک قطعہ بھی کہا تھا مصرع تاریخ یہ تھا۔ اولیا را درۃ التاج آمدی ۱۳۴۳ھ

(۹۲) تاریخ وفات عم معظم مولوی حاجی خلیل الرحمٰن صاحب قبلہ پھلواری: وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُو فَضْلٍ = ۱۹۲۵ء
تاریخ ۴۸ پر الف کا اضافہ ہے جو سورۂ نحل کی اس آیت میں موجود ہے۔

(۹۳) تاریخ وفات عم مکرم مولوی حاجی محمد حسن صاحب قبلہ نقشبندی مجدّدی پھلواری: اَدْخَلْنَاھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّھُمْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ = ۱۹۲۶ء تاریخ ۹۱ میں ادخلنا اور صالحین کو الف سے لکھکر ۲ عدد اور بڑھالئے۔

(۹۴) تاریخ وفات مولوی سراج احمد صاحب قبلہ پھلواری: رَبَّنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا = ۱۹۲۷ء حکیم اجمل خان صاحب دہلوی کی بھی یہی تاریخ ہے اور میں اس کو شائع کر چکا ہوں۔

(۹۵) تاریخ شکست اہل بلطان در ہنگامہ کانپور: وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ = ۱۹۲۷ء اسی ہنگامہ میں "فتح اہل ایمان" کی تاریخ بھی اسی آیت کے پہلے حصہ سے نکالی تھی لیکن اس میں کچھ اضافہ کیا تھا۔ اس لئے بجنسہ کلام الٰہی نہ رہا وہ مادہ تاریخ یہ تھا: یا اللہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ = ۱۳۴۵ھ

(۹۶) تاریخ شہادت پیرزادہ سید محمد صادق صاحب دہلوی (خواجہ حسن نظامی کے خسر) کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ = ۱۹۲۸ء (ۃ کے ۴۰۰ لئے ہیں) اس تاریخ کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانے میں خواجہ صاحب کا اخبار منادی میرے پاس آتا تھا اس میں پیرزادہ صاحب کا واقعہ دیکھا کہ راستے میں دشمنوں نے یکایک حملہ کرکے شہید کر دیا ایک تاریخ عربی کے مصرع میں نکلی ہے: اِنَّ لَہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ عِنْدَ الْمَلِیْکِ الْمُقْتَدِرِ ۱۹۲۸ء (اس میں جزا کا لفظ بغیر ہمزۂ آخری کے نظم ہو سکا صرف مصرع تاریخ کے خیال سے اس بے قاعدگی کو روا رکھا گیا) سنہ ہجری کا بھی ایک قطعہ اردو میں کہا تھا اور منادی میں چھپوایا تھا۔ آخری شعر یہ تھا:

مردانہ جو دی ہے جاں انہوں نے   تاریخ ہوئی ہے "فخر سادات"
۱۳۴۷ھ

(۹۷) تاریخ وفات ہمشیرزادۂ خود عزیزی شاہد علی: اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ۱۹۲۹ء (شوریٰ)

(۹۸) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی نقشبندی مجددی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پٹنہ اور (بمقام آگرہ): وَاَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّھُمْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ = ۱۹۳۰ء تاریخ ۔۔ کے شروع میں وٗ بڑھا دیا ہے جو سورۂ انبیاء کی اس آیت میں موجود ہے۔

(۹۹) تاریخ وفات مولانا محمد علی جوہر رئیس الاحرار: عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۱۹۳۱ء

(۱۰۰) تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب کانپوری نقشبندی جامع مفتی مسجد آگرہ (در اثنائے سفر حرمین شریفین بمقام جدہ۔ تِلْکَ عُقْبَی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا = ۱۹۳۱ء (رعد رکوع ۵)

(۱۰۱) تاریخ وفات مولوی عزیز الرحمٰن صاحب و مولوی محبوب الرحمٰن صاحب بچھرایونی (دونوں بھائی تھے چند ہفتوں کے پس وپیش سے وفات پائی) هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۱۹۳۱ء (بینہ پارہ ۳۰) اس میں بریۃ کی ۃ کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں جزاؤهم میں ؤ قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے اس لئے اس کو شمار کیا گیا۔

(۱۰۲) تاریخ وفات سید ناصر نذیر فراق دہلوی (از خاندان حضرت میر درد رحمۃ اللہ علیہ) اَلْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ = ۱۹۳۳ء (قمر آخری آیت پارہ ۲۷)

(۱۰۳) تاریخ وفات برادرم مکرم مولوی حافظ معید الرحمٰن صاحب بچھرایونی: المتقین فی جنات ونهر فی مقعد صدق ۱۹۳۴ء (اوپر کی تاریخ میں یہاں جنات الف سے لکھا گیا ہے) حضرت ریاض خیر آبادی کی بھی یہی تاریخ ہے۔

(۱۰۴) تاریخ وفات مولوی منصور الحق صاحب علی گڑھی: يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۱۹۳۵ء نساء رکوع ۲۱ پ ۵

(۱۰۵) تاریخ وفات علامہ راشد الخیری دہلوی لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ = ۱۹۳۶ء (اعراف)

(۱۰۶) تاریخ وفات مولوی نور الحسن صاحب نیرؔ کاکوروی مؤلف "نور اللغات" (خلف حضرت مولوی محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ) اُدْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۱۹۳۶ء

(۱۰۷) تاریخ حج و زیارت مولانا سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی مع اہلیہ و فرزند: كَانَ ذٰلِكَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۱۹۳۷ء

(۱۰۸) دوسری تاریخ: ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۹۳۷ء (مومن رکوع ۱ پارہ ۲۴) ان دونوں تاریخوں میں ذالک الف کے اضافہ کے ساتھ لکھا ہے قرآن مجید میں ذٰلِكَ لکھا جاتا ہے۔

(۱۰۹) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد مہدی صاحب قبلہ نیازی نظامی: لَا يَتَصَوَّرُ حُرْمَتَ لَدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا ۱۹۳۷ء (نساء رکوع ۹)

(۱۱۰) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب جامع مسجد آگرہ: الذین یرثون الفردوس ۱۹۳۸ء مومنون پ ۱۸

(۱۱۱) تاریخ وفات حضرت صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب علی پوری برادر زادہ اعلیحضرت قبلہ شہنشاہ علی پوری روحی فداہم: يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۱۹۳۹ء (کہف رکوع اول پ ۱۵)

(۱۱۲) تاریخ وفات مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ کرتپوری و مولوی عبد الحفیظ صاحب قبلہ علی گڑھی: لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِئِيْنَ = ۱۹۳۹ء (ص رکوع ۴ پ ۲۳) یہ دونوں بزرگ ہمدرد ہمزلف تھے اور صرف ایک دن کے پس وپیش سے وفات پائی۔

(۱۱۳) تاریخ وفات محمد نذیر صاحب جلیسری و دختر ایشان: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ: ۱۹۳۹ء نحل رکوع

(۱۱۴) سال وفات حاجی ماسٹر نواب دین نقشبندی (۱۹۴۰ء) اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۱۹۴۰ء (اوپر کی تاریخ میں ملائکہ کو الف سے لکھ دیا ہے قرآن میں اسی طرح ہے جیسا اوپر لکھا گیا ہے لیکن مشہور املا یہی ہے) ماسٹر نواب دین صاحب ۱۹۳۱ء میں سفر حج میں ہمارے ساتھ حضرت قبلہ عالم روحی فداہم کے ہمرکاب تھے حضرت کے

کے بڑے عاشق اور محبوب تھے اپنے وطن سیالکوٹ میں ۲۳ مئی کو حرکت قلب بند ہوجانے سے یکایک انتقال کیا ہم اس زمانے میں علی پور شریف میں حاضر تھے ۲۴ کو صبح بعد نماز فجر مرحوم کی کار لیکر ان کے ایک عزیز آئے حضرت کو اطلاع کی حضرت کار میں نماز جنازہ پڑھانے کیلئے سیالکوٹ تشریف لے گئے میں ریل میں پہنچا۔

(۱۱۵) لاھور میں علم الدین شہید کا شاندار مقبرہ بنایا گیا ہے انہوں نے لاہور کے ایک مشرک بدزبان مصنف "رنگیلے رسول" کو قتل کردیا تھا اور پھانسی پائی تھی۔ تعمیر مقبرہ کے مہتمم ہمارے پیر بھائی مستری الٰہی بخش تھے انہوں نے علی پور شریف میں مقبرہ کا تذکرہ کیا میں نے تعمیر مقبرہ کی یہ تاریخ پیش کردی: لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ = ۱۹۴۰ء

(۱۱۶) تاریخ تعمیر مسجد بفرمائش محمد شفیع صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور: رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۱۹۴۰ء (آخر پارہ ۲۵) اس تاریخ کو انعقاد محفل میلاد شریف کے اعلان پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔

(۱۱۷) میرے متعدد اعزہ کا چند ہفتوں میں انتقال ہوگیا - یعنی پہلے چھوٹی خالہ - پھر ماموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم اور ان سے ۴۸ گھنٹے پہلے ان کی والدہ پھر چند روز بعد پھوپھی زاد بھائی مولوی ظہور احمد (اچھن) میں نے ایک تاریخ کہی "حادثات موت" (۱۳۶۰ھ) اور قرآن مجید سے نکالی: قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : ۱۹۴۱ء (یونس رکوع ۴ پ ۱۱)

(۱۱۸) دوسری تاریخ اس آیت سے نکالی: اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً: ۱۹۴۱ء (حجرات رکوع ۱)

(۱۱۹) تیسری تاریخ ـــ و ـــ سے اس طرح نکالی: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ : ۱۹۴۱ء ایک ہی آیت سے باختلاف املا تیسری تاریخ ہے۔

(۱۲۰) چوتھی تاریخ کے لیے تاریخ ـــ کو اس طرح لکھا: يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّا كِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ، ۱۹۴۱ء

(۱۲۱) میں اگست ۱۹۴۱ء میں بڑی حکیموں کی گلی میں آکر مقیم ہوا اور مکان کے سامنے والی مسجد میں جانا شروع کیا تو محلہ کے سب سے بڑے بوڑھے حاجی ناصر علی خان صاحب (فرزند ثانی صوفی احمد خان مالک مطبع مفید عام آگرہ) سے اکثر ملاقات ہوئی یہ بزرگ باوجود نہایت ضعیف اور پیر فرتوت اور معذور مرفوع القلم ہونے کے، نماز کے لئے پانچوں وقت ہر موسم میں مسجد کی حاضری کے لئے نہایت سختی سے پابند تھے - ان کی ایک ممتاز خصوصیت یہ دیکھی گئی کہ دعا بڑی لمبی چوڑی مانگتے ہیں - وہ بھی صرف نماز کے بعد نہیں بلکہ جب کسی سے جہاں کہیں ملتے ہیں اہل محلہ و اہل شہر بلکہ تمام اہل اسلام کیلئے دعا کرتے ہیں ان کا یہ وصف دیکھکر میرا ذہن ان الفاظ قرآن مجید کی طرف منتقل ہوا اور اتفاق سے پورے سن نکل آئے: فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ : ۱۹۴۱ء (حٰم سجدہ رکوع اول پارہ ۲۵)

(۱۲۲) تاریخ وفات فانی بدایونی و مرزا عظیم بیگ چغتائی اکبرآبادی: يُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِيْنَ: ۱۳۸۱ھ ۱۹۴۱ء
تحیّۃ کی ۃ کے ۴۰۰ عدد لیے ہیں) ان دونوں کا ساتھ انتقال ہوا تھا۔

(۱۲۳) ایک خاص ہنگامہ پر اعدائے اسلام کی ایذا رسانی و سزائے موت کی تاریخ کہی تھی: وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: ۱۹۴۱ء (آل عمران رکوع ۱۰)

(۱۲۴) تاریخ وفات خان بہادر بھیا بشیر الدین صاحب رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ: مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى: ۱۹۴۲ء (طٰہٰ رکوع ۳ پ ۱۶) ان کے نواسے منظور محی الدین سینٹ جانس کالج میں بی اے میں پڑھتے تھے ان کی فرمائش سے کہی تھی

(۱۲۵) تاریخ وفات خواجہ صدیق حسین صاحب مالک مطبع آگرہ اخبار: اَلْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ: ۱۹۴۲ء (مرسلٰت آخری رکوع پارہ ۲۹)

(۱۲۶) تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز صاحب قبلہ علیگڑھی: يُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِيْنَ ۱۹۴۲ء (۱۳۲۲ھ میں سلامًا کو الف سے لکھدیا ہے)

(۱۲۷) تاریخ وفات مناجات سر محمد یعقوب و سر سکندر حیات خان: اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً: ۱۹۴۲ء (تاریخ ۱۱۸۰ میں راشدون کو الف سے لکھدیا ہے)

(۱۲۸) تاریخ وفات حاجی حافظ غلام مصطفٰی صاحب (بمقام علی پور شریف) وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: ۱۹۴۲ء (مومن رکوع اول پارہ ۲۴) یہ تاریخ ۱۰۰۸ پر بھی درج ہے وہاں ذٰلک کو الف سے لکھا گیا ہے یہاں حسب قاعدہ بغیر الف کے لکھکر ابتدا میں وَ کا اضافہ کیا ہے جو اس آیت میں موجود ہے۔

حافظ غلام مصطفٰی صاحب اعلیحضرت قبلہ عالم شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم کے ایسے عاشق تھے کہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ حضور کے قدموں میں موت آوے۔ جب کبھی علی پور شریف حاضر ہوتے تھے حضرت کے صاحبزادگان والا تبار وغیرہ سے اس تمنا کا اظہار کرتے تھے اس مرتبہ ذی الحجہ میں قبل شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شب کو (۲۶ ذالحجہ) دو تین گھنٹے علیل رہ کر انتقال کیا۔ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن میں شریک ہوئے میں نے ایک اردو قطعہ میں یہ حالات نظم کئے اور اس آیت کریمہ کی تاریخ کو بھی دوسرے عربی قطعہ میں نظم کیا۔ دوسرے مجموعہ تواریخ میں سب تاریخیں درج ہیں۔ عربی کے دو شعر یہ تھے:

جاء فی ارض علی پور لقاء شیخہ — مات عند السعید الکریم ابن کریم

قال اللھم لبیك اذا جاء الاجل — قلت تاریخاً وذالك هو الفوز العظيم

(۱۲۹) تاریخ وفات سعید احمد صاحب مارہروی مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى : ۱۹۴۶ء (سورہ نازعات)

(۱۳۰) تاریخ جشن عروسی جناب فضا کوثری

سال و فال نیک بہر حفظ نوشاہ و عروس
ہم ز قرآں یافتم : فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۱۹۴ء

(۱۳۱) تاریخ قیام پاکستان : اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ : ۱۹۴۷ء (فاطر)

(۱۳۲) تاریخ قیام پاکستان : فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ : ۱۹۴۷ء (محمد)

(۱۳۳) تاریخ وفات اہلیہ حکیم انتظار الدین صاحب : فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ : ۱۹۴۷ء

(۱۳۴) تاریخ وفات مولانا نعیم الدین صاحب : فِي الْغُرُفٰتِ آمِنُوْنَ : ۱۹۴۸ء (سبا)

(۱۳۵) تاریخ اصلاحی جماعت جس کی تشکیل آگرہ میں ہوئی
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : ۱۹۵۱ء (آل عمران)

(۱۳۶) تاریخ ڈائری : رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ : ۱۹۵۳ء (المومنون)

(۱۳۷) تاریخ وفات محمد مصاحب خان صاحب : ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ = ۱۹۵۳ء (آل عمران)

(۱۳۸) تاریخ اشاعت تذکرۂ شاہ جماعتؒ : ذٰلِكَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۱۹۵۴ء

(۱۳۹) تاریخ سالگرہ رسالے عصمت کراچی : اَوْ خَيْرًا كَثِيْرًا = ۱۹۵۹ء

سخاوت مرزا

حیدر آباد کا ایک مشاعرہ

محمد قلی قطب شاہ اردو کا سب سے پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کے قبل کے شعرا کی غزلیں اور قصیدے تو ملتے ہیں، مگر دواوین النادر کالمعدوم ہیں۔ بقول مولوی عبدالحق مرحوم اس کے کلام میں شیرینی اور گھلاوٹ ہے۔ اس کی مشہور غزل کا مطلع یہ ہے ؎

پیا باج پیالا پیا جائے نا　　پیا باج یک تل جیا جائے نا

مقطع ؎　　قطب شہ: دے مج دوانے کو پند　　دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

مگر یہ غزل ملا غواصی گولکنڈوی کے دیوان میں بھی موجود ہے۔ میں نے اپنے ایک مضمون دیوان غواصی۔ مندرجہ رسالہ اردو کراچی میں اس پر روشنی ڈالی تھی اور یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ غزل غواصی کی ہونی چاہیے جو اس کا معاصر تھا۔ مگر محمد قلی قطب شاہ کا دیوان خود اس کے برادرزادے محمد قطب شاہ نے مرتب کرایا تھا اور دیوان مذکور پہ خود محمد قطب شاہ کی تحریر اور دستخط بھی ہے اس لحاظ سے یہ غزل قلی قطب شاہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح میں عشرتی گولکنڈوی معاصر عبداللہ قطب شاہ نے اپنی مثنوی دیپک پتنگ تصنیف ۱۱۰۷ھ میں ایک شعر لکھا ہے جو یہ ہے ؎

یقیں ہے کہ جیو بن جیا جائے!　　پیا باج امرت پیا جائے نا

(ورق ۹۹ الف مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ)

کلیات ولی، بابائے ریختہ اور دیگر اساتذہ کے دواوین کا بھی یہی حال ہے۔ خیر یہ ایک دوسرا مبحث ہے ـــ محشر نقوی کی ایک غزل اسی طرح میں بمعذرت روح قلی قطب شاہ اخبار ہفتہ وار "ہماری زبان" انجمن ترقی اردو علی گڑھ یکم مئی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی تھی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے ؎

ٹسک کھیل، کھل کے کیا جائے نا　　گریبان و دامن سیا جائے نا

لگے جو نہ لب سے ترے ساقیا　　وہ پیالہ تو ہم سے پیا جائے نا

تیری دلربائی ہے افسوں گری	تجھے دیکھ پھر دل لیا جائے نا
ترے کشتۂ ناز کی خیر ہو	موا جائے نا اور جیا جائے نا
مقطع ؎ تمنا ہے تجھ سے یہی ساقیا	کہ محشر کو رسوا کیا جائے نا

غرض محمد قلی قطب شاہ کا طرح مصرع پیر پولیس ایکشن سے سالہا سال قبل حیدر آباد دکن میں بقول مولانا صبغت اللہ صاحب گولکنڈہ، مقبرہ محمد قلی قطب شاہ میں گویا آج سے تیس سال قبل ایک مشاعرہ ہوا تھا اور بقول بعض شہر حیدر آباد میں بمقام ہوسٹل جامعہ عثمانیہ اس مشاعرے میں حیدر آباد دکن کے بعض مشہور پختہ فکر شعرا بھی شریک تھے، جن میں ایک علامہ سید علی حیدر طباطبائی لکھنوی المتخلص بہ نظم متوفی ۱۳۳۳ء بھی تھے۔ اور جامعہ عثمانیہ کے سپوتوں میں، جوان شعرا عبد الباقی خاں، باقی، ایم اے، فرزند احمد یار جنگ فانی، طالب رزاقی، ساکن فتح دروازہ حیدر آباد برادر عزیز بدر رزاقی، بی اے اور ہمارے مکرم دوست مولوی سید شاہ صبغتہ اللہ چشتی القادری، خلیفہ مولانا سید مخدوم حسینی عرف خواجہ پیر مفتی جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن وغیرہ شریک تھے ان حضرات کی غزلیں تو دستیاب نہ ہو سکیں۔ البتہ مولانا صبغتہ اللہ صاحب زاد کرمۂ نے اپنی دو غزلیں اسی مشاعرے کی عنایت فرمائیں، جن کا رنگ عارفانہ ہے اور اس مشاعرے کا مختصر حال بھی جو او پر ذکر کیا گیا مجھ سے فرمایا تھا۔ موصوف ابھی بقید حیات ہیں، جامعہ عثمانیہ کے انڈر گریجویٹ ہیں اور مدرسہ نظامیہ کے مولوی فاضل، بھی، تمام عمر درس و تدریس اور علم تصوف میں گزری، علمی و ادبی ذوق بہت اچھا ہے اپنا دیوان بھی مرتب کرلیا ہے۔ اب ان کی عمر ستر بہتر کے لگ بھگ ہے۔ کئی سال سے ضعف جگر اور رعشہ کی وجہ سے معذور ہو گئے ہیں سماع کا بے حد شوق ہے حلقۂ مریدین بھی کافی ہے۔ کتب خانہ بھی اچھا ہے۔ آپ کے مضامین رسالہ راز ہفتہ وار حیدر آباد دکن وغیرہ میں شائع ہوتے رہے، ان کی نثر و نظم میں تصوف غالب ہے متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ مثلاً القول السدید، لوامع الاسرار، رسالہ قال صحیح، وغیرہ۔ امجد حیدر آبادی کے مکان کے عقب میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کے امجد مرحوم سے قدیم روابط تھے۔ ایک مرتبہ امجد مرحوم سے میری ملاقات انہیں کے پاس ہوئی تھی۔ شاہ صاحب اپنی غزلیں اور تصانیف، سیکلو اسٹائل پر چھپا یا کرتے تھے، اب تو معذور ہیں۔ امجد صاحب کی بعض غزلیں اور رباعیات کا ایک ورق سیکلو اسٹائل بھی کیا تھا۔

غرض مولانا صبغتہ اللہ صاحب نے اپنی دو غزلیں اس مشاعرے کے متعلق کئی سال ہوئے مجھے عنایت فرمائی تھیں۔ جو بغرض ضیافت طبع درج ذیل ہیں ؎

مری جان تجھ بن جیا جائے نا	جو تجھ سے جیئے پھر موا جائے نا
ترے منہ دکھانے میں حسرت بھرا	چھپا تجھ سے ہرگز رہا جائے نا
لگادی ہے شرط اجازت کہ غیر	بلا اذن، خلوت میں آجائے نا
زباں تیری، اس پر اتری ہلا ہے	کسی اور سے تو کہا جائے نا
سوا تجھ سے، ہم سے، کسی سے کبھی	خیاباں خیاباں پھرا جائے نا

(باقی برصفحہ ۹۶)

نئے خزانے

جنوری - فروری ۱۹۶۵ء کے اخبارات و رسائل کا اشاریہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مرتبہ

ابوسلمان شاہجہان پوری

ش

شکاریات

ابن حمید	جارج کیبلر اور اس کے مشیر	ہمدرد صحت، جنوری، ص ۳۹ تا ۵۲
ابن حمید	جارج کیبلر اور اس کے مشیر	ہمدرد صحت، فروری، ص ۴۳ تا ۴۹
ظفر اللہ خاں	ٹاپہ ــــ شکار کی ایک نئی داستاں	اردو ڈائجسٹ، ،، ،، ۲۲ تا ۳۶
ــــ	اکبر اعظم اور سلطان ٹیپو شہید کے شکاری چیتے	امروز، ۲۱ر فروری، ص ۱ ۰ ۲
ــــ	آدم خور شیر	حریت، ۲۲ر ،، ۰ ۷
ــــ	،، ،، (۲)	،، ۲۴ر ،، ، ۵
ــــ	ایک خطرناک چیتے کی کہانی	،، ۸ر ،، ، ۵
ــــ	،، ،، ،، ،،	،، ۱۵ر ،، ، ۶

اقبال، علامہ

حسین اختر	اقبالیات کا خاکہ	خیاباں، خاص نمبر، ص ۵۴۳ تا ۵۶۱
ضیاء، پروفیسر	تعلیم اقبال کی نظر میں	الرحیم، فروری، ،، ۲۵ تا ۳۱
عابد، عابد علی (سید)	اقبال	صحیفہ، جنوری، ،، ۴۸ تا ۶۹
غوری شبیر احمد خاں، ایم اے	اقبال کا تصور زیاں	معارف، ،، ،، ۵ تا ۲۲
محمد اقبال	مرد کامل اقبال کی نظر میں	الجامعہ، ،، ،، ۱۴ تا ۲۳
محمد عبداللہ، پروفیسر	نذر الاسلام، اقبال اور ربندر ناتھ ٹیگور (ایک نظر میں)	فاران، فروری، ،، ۷ تا ۸

آزاد، ابوالکلام

آزاد، ابوالکلام	اسلامی نظام تعلیم میں روزہ کا مقام	المنبر، ۵ جنوری ،، ۵ تا ۶
،، ،،	ترقی یا تنزل	ہمدرد صحت، فروری ،، ۱۴۴
،، ،،	نادر شاہ خاں شوخی	نقش، نمبر۲ ،، ۱۱۵ تا ۱۱۸
،، ،،	محبت کا ایک لمحہ	اردو ڈائجسٹ، فروری ،، ۳۸ تا ۴۰
ــــ	مولانا ابوالکلام کے دو خط (عبدالباری ندوی کے نام)	چٹان، ۱۱ر جنوری، ،، ۱۰
آزاد، ابوالکلام	غبار خاطر کے مسودہ کا ایک ورق	،، ۱۵ر فروری، ،، ۱۰

مصنف	عنوان	ماخذ
آزاد، جگن ناتھ	مولانا ابوالکلام آزاد (نظم)	" ابوالکلام نمبر، ۱۵ رفروری، ص ۱۹
ابوسلمان شاہجہانپوری	مولانا آزاد اور ان کا فلسفہ تعلیم	نقوش، نمبر ۲، ص ۱۱۹ تا ۱۲۴
ابو علی اعظم گڑھ	مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین کے مجموعے[۱]	ہماری زبان، ۸ رفروری، ص ۶ تا ۷
ریاض الرحمٰن شروانی	تقسیم ہند کا ذمہ دار کون؟	مدینہ، یکم جنوری، ص
—	مولانا ابوالکلام آزاد کے دو خط[۲]	چٹان، ۲۲ رفروری، ص ۸
ابوسلمان شاہجہانپوری	ابوالکلام آزاد کا ایک قدیم مضمون کے جواب میں[۳]	سب رس، فروری، " ۲ تا ۱۳
" "	تاریخ و تحقیق کے نام پر مغالطے اور افسانے —	
	مولانا ابوالکلام آزاد اور دیوان سنگھ مفتون[۴]	چٹان، ۱۵ رفروری، " ۲۵ تا ۲۹ + ۳۰
رشید احمد صدیقی	علی گڑھ اور مولانا ابوالکلام آزاد[۵]	چٹان، ۱۵ ر " " ۱۱
رشید احمد جالندھری، ایم اے	مولانا ابوالکلام آزاد	" ۱۵ ر " " ۲۰ تا ۲۲ + ۳۵
سرور آل احمد	مولانا آزاد کی ساتویں برسی	ہماری زبان، ۲۲ رفروری، ص ۱ تا ۲
شیر بہادر خاں	چند یادیں (ابوالکلام آزاد کے متعلق)	چٹان، ابوالکلام نمبر، ۱۵ فروری، ص ۱۰ تا ۱۸
شریف چکوالی	مولانا ابوالکلام آزاد	" " " ص ۱۳ تا ۱۶ + ۲۶
ایڈیٹر (شورش کاشمیری)	مولانا آزاد — میری وفائیں یاد کرو گے	" " " " ۳ + ۲۸
" "	مولانا عبدالماجد دریابادی (اور مولانا آزاد)	" " " " ۵ تا ۶ + ۳۴
" "	مولانا ابوالکلام آزاد (نظم)	" " " " ۲
طاہر عبدالحکیم	ابوالکلام آزاد — ہمہ جہت شخصیت[۶]	" " " " ۷ تا ۸
عبدالماجد دریابادی، مولانا	جامع صفات، جامع جہات، جامع حیثیات — ایک دو لفظی تعارف	" " " " ۱۲
محمد فخر حیات	مولانا ابوالکلام آزاد — مالدار یا مفلس[۷]	" " " " ۹ + ۳۸
مفتون، دیوان سنگھ	" " — مفلس یا مالدار	" ۴ رجنوری، ص ۱۱ تا ۱۲
محمود واحد	مولانا آزاد مہمان خانے میں	۱۷ رفروری " ۳

---

[۱] مضمون کے آخر میں ادارہ کی جانب سے ایک نوٹ ہے

[۲] مولوی محمد بن ابراہیم کے نام پیش کردہ محمد عالم مختار حق — تمہیدی نوٹ کے ساتھ

[۳] رزاق فاروقی صاحب کے مضمون مطبوعہ سب رس بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء کے سلسلے میں مزید معلومات و وضاحت

[۴] مفتون کے جوابی مضمون مطبوعہ چٹان بابت ۴ رجنوری ۱۹۶۵ء کے جواب میں

[۵] ایڈیٹر چٹان شورش کاشمیری کے نام ایک خط ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ

[۶] عربی مضمون المساء قاہرہ بابت ۱۶ مارچ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔

[۷] دیوان سنگھ مفتون کے مضمون مطبوعہ چٹان بابت ۴ جنوری ۱۹۶۵ء کے جواب میں

[۸] ابوسلمان شاہجہانپوری کے مضمون مطبوعہ چٹان مورخہ ۱۴ ردسمبر ۱۹۶۴ء کے جواب میں

مصنف	عنوان	ماخذ
	مولانا عبدالماجد دریابادی کے دو خط — مولانا آزاد سے عناد کا تحریری ثبوت[1]	چٹان، ابوالکلام نمبر، ۱۵ فروری، ص ۸ تا ۲۰
مفتون، دیوان سنگھ	مولانا ابوالکلام آزاد — مفلس یا مالدار	مدینہ، ۱۳ جنوری، ص ۳
وقار انبالوی	بیاد آزاد (نظم)	چٹان، ابوالکلام نمبر، ۱۵ فروری، ص ۷
	مولانا ابوالکلام آزاد - عہد سے لحد تک	〃 〃 〃 〃 ۱۲

شاہ ولی اللہؒ

مصنف	عنوان	ماخذ
ضیاء، پروفیسر	عروج بندہ خاکی	〃 〃 〃 ۴۴ تا ۵۲
ضیاء، پروفیسر	عروج بندۂ خاکی	چٹان، ۱۸ جنوری، ص ۷ تا ۸ + ۲۰
عبیداللہ سندھی، مولانا	شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک	〃 ۱۸ 〃 〃 ۱۱ تا ۱۳ + ۲۲
〃 〃	شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک	الرحیم، جنوری، 〃 ۵ تا ۲۴
عبدالحمید سواتی	شہروں کی بربادی و آبادی کے اسباب (از افادات شاہ ولی اللہؒ)	〃 فروری، 〃 ۵ تا ۱۴
قاسمی، مولانا غلام مصطفیٰ	شریعت کا جادۂ قویمہ شاہ ولی اللہ کی نظر میں	〃 جنوری، 〃 ۳۳ تا ۴۱
کمالی، ڈاکٹر صبیح احمد	حکمت ولی اللہی میں تاریخ کا مرتبہ	〃 فروری 〃 ۳۲ تا ۴۴

غالب

مصنف	عنوان	ماخذ
آفاق دہلوی، آفاق حسین	خطوط غالب	ماہ نو، فروری، ص ۴۸ تا ۵۲
اختر احمد میاں جوناگڑھی (قاضی)	نثر اردو کا مجدد غالب	العلم، اکتوبر تا دسمبر، 〃 ۱۵ تا ۲۰
خان رشید، ڈاکٹر	آہ غالب بمرد	نئی قدریں، ص ۲۵ تا ۳۳
سحر، ابوالفیض	رقعات غالب	مہر، فروری، ص ۱ تا ۲
شجاعت علی سندیلوی، ڈاکٹر	غالب اور ذوق کا ادبی معرکہ	فروغ اردو، فروری، 〃 ۷ تا ۱۴
صغیر اصغر جارچوی	غالب اور قاری جعفر علی	ماہ نو، 〃 〃 ۵۴ تا ۶۰
غالب، ان۔ ایل۔ کول، پروفیسر	سرمایۂ کلام غالب	نوائے ادب، اکتوبر، 〃 ۳۰ تا ۴۱
عرشی، مولانا امتیاز علی	دیوان غالب اردو (نسخۂ عرشی)	〃 〃 〃 〃 ۵ تا ۱۹
عبادت بریلوی، ڈاکٹر	نامۂ غالب	ماہ نو، فروری، 〃 ۱۵ تا ۲۰
لطیف اللہ	غالب اور نرگسیت	〃 〃 〃 ۵۵ تا ۵۷

---

[1] شورش کاشمیری کی سنگ تراشی کے ساتھ

مصنف	عنوان	ماخذ
قدرت نقوی، سید	"تماشہ کہیں جسے" (غالب کا خوردبینی مطالعہ پر ایک نظر)	
رفیق خاور		ماہ نو، فروری، ص ۳۲ تا ۳۴
مالک رام	غالب کا ایک نیا خط	آجکل، ″ ″ ۳ تا ۷
مہر، غلام رسول، مولانا	غالب کے آٹھ شعر	ماہ نو، ″ ″ ۱۰ تا ۱۴
نیر مسعود رضوی	غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور	آجکل ″ ″ ۹ تا ۱۲
ــــــ	ہوتا ہے شب و روز	ماہ نو ″ ″ ۵۸ تا ۵۹
ــــــ	عید اور مرزا غالب	″ ″ ″ ۲۱
ــــــ	مرزا غالب	امروز، ۱۷ر ″ ۳
ــــــ	غالب ایک ہمہ جہت شخصیت	انجام، ۲۷ر ″ ۱۲
ــــــ	غالب کا ایک باکمال گمنام شاگرد (سیاح)	ثقافت، جنوری ″ ۱۴ تا ۲۰

شخصیات (علمی و ادبی — شعرا و ادبا)

مصنف	عنوان	ماخذ
اوصاف علی، سید	یاد حیرت	کتابی دنیا، جنوری، ص ۱۲ تا ۱۳
آہ، منصور (ڈاکٹر)	راجندر سنگھ بیدی	انجام، ۱۴ر ″ ۵ ۶
انور سیوانی ایم اے، پروفیسر	یوسف سیوانی — شمالی بہار کا ایک گمنام شاعر	فروغ اردو، ″ ″ ۷ تا ۱۸
ایوبی، محمد اسحٰق	نصیر الدین ہاشمی اور دکنی ادبیات	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۸۸ تا ۹۷
آفتاب حسن، میجر	مولوی عبد الحق	تخییل، جنوری، ص ۱۲ تا ۲۴
ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر پروفیسر	بہ یاد حالی	″ ″ ″ ۱۸ تا ۲۰
انیس شاہ جیلانی، سید	مولوی عبد الحق — دید و شنید	چٹان، ۲۵ر ″ ″ ۷ تا ۸ و ۲۱-۲۴
احمد جمال پاشا	شوق بہرائچی	ہم قلم، جنوری ″ ۹ تا ۱۲
اختر احمد	سعادت حسن منٹو	انجام، یکم فروری ″ ۹
الاثری، عبد اللہ	طوطیٔ ہند خواجہ امیر خسروؒ دہلوی	کوہستان، ۲۳ر فروری، ص ۳
اسمٰعیل الندوی المصری	کچھ ذاتیات (عبد الماجد دریابادی کے بارے میں) (۱)	صدق جدید، ۸ر جنوری، ص ۸
″ ″	کچھ ذاتیات (۲)	″ ″ ۵ر فروری، ″ ۷
ــــــ	″ ″ (۴)	″ ″ ۱۹ر ″ ″ ۸
اسمٰعیل الندوی	″ ″ (۵)	″ ″ ۲۶ر ″ ″ ۸ و ۹
احتشام حسین، پروفیسر سید	دکن کا عاشق (نصیر الدین ہاشمی)	سب رس، فروری، ص ۳ تا ۵
انور صدیقی	ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ	جامعہ، ″ ″ ۷۵ تا ۸۷

انور سیوانی، پروفیسر	یوسف سیوانی — شمالی بہار کا ایک گمنام شاعر	تاج، فروری، ص ۵۲ تا ۵۶
انور بیگ، اعوان	شاہ مراد (ایک صوفی شاعر)	امروز، ۷ر " " ۲
باقر، محمد (ڈاکٹر)	ڈاکٹر گراہم بیلی	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۳۵ تا ۴۴
بھگوان داس، رانا	سچل سرمست	انجام، ۲۳ر " " ۴
پرویز کاکوی	نظیر — بچوں کی بزم میں	ہم قلم، " " ۱۹ تا ۲۰
تاج، امتیاز علی، سید	سید احمد دہلوی	صحیفہ، " " ۶۷ تا ۶۸
" "	شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد	" " " ۶۸
تحسین سروری	مولوی نصیر الدین ہاشمی	سب رس، ہاشمی نمبر جنوری، ص ۶۲ تا ۶۴
ثریا	ڈاکٹر صفدر — شخصیت اور فن	ساقی، فروری، ص ۵۷ تا ۶۰
جہاں بانو نقوی	محترم ہاشمی صاحب	سب رس، ہاشمی نمبر، ص ص ۴۵ تا ۴۷
جالبی، جمیل صدیقی	جہاں آباد کا آخری شاعر	فروغ اردو، فروری، ص ۵۱ تا ۷۵
حمیرا جبیں اسحاق	عظیم فن کار — ژاں پال سارتر	جنگ، ۸ر فروری، " ۹
خالد بلگرامی	حافظ معین الدین ذاکر — ایک نابینا شاعر	انجام، ۸ر " " ۸
خدیجہ ہاشمی	مقالات ہاشمی	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۱۰۵ تا ۱۱۴
ذاکرہ غوث	شمع ادب کا ایک پروانہ (ہاشمی مرحوم)	" " " " ۷۷ تا ۸۳
رشیدہ رضوانہ	اردو زبان کے مورخ	" " " " ۸۶ تا ۹۲
رضوانہ اقبال	ہاشمی صاحب کی ادبی خدمات	" " " " ۸۲ تا ۸۵
خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر	حالی	مشرق، ۲۵ر جنوری " ۴
" " "	خلیفہ عبدالحکیم کی ایک جھلک	" ۱۱ر فروری " ۳
ذاکر علی، سید	وادی مہران کے اردو شاعر	انجام ۱۸ر جنوری " ۱۰
شعیب اعظمی	نصیر الدین ہاشمی کی ادبیات	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۳۳ تا ۳۷
سروری، عبدالقادر	ہاشمی صاحب مرحوم	" " " ۱۲۳ تا ۱۲۸
سعید جہاں	ہاشمی صاحب کو جیسا سنا ویسا پایا	" " " ۴۶ تا ۴۹
شاکرہ بیگم	ہاشمی — ایک نثر نگار	" " " ۷۵ تا ۷۷
ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین	ڈاکٹر سید عبداللہ — شفیق استاد، عظیم محقق	نوائے وقت، ۹ر فروری، " ۴
سریش رام بھائی	نوبل پرائز پانے والا امریکی نیگرو	دور حیات، ۱۰ر فروری، " ۱۵ تا ۱۶
شاہد احمد دہلوی	مولانا صلاح الدین احمد	ساقی، فروری، ص ۴۳ تا ۵۶
شاکر علی	سچل سرمست — سندھ کا صوفی شاعر	تاج، جنوری، " ۱۳ تا ۱۵
شاکر مصطفےٰ	شاعر سچل سرمست	حریت، ۱۸ر " " ۹

شاکر مصطفیٰ	مغربی پاکستان کا صوفی شاعر — سچل سرمست	نوائے وقت، ۱۸ر جنوری، ص ۶
شمیم حنفی	احتشام حسین	افکار، ص ۸۵ تا ۹۳
شہریار، اے	سعادت حسن منٹو	انجام، ۲۵ر جنوری، ص ۱۰
شریف النساء انصاری، ڈاکٹر	ہمارا ایک کرم فرما	سب رس، ہاشمی نمبر، ص ۷۰ تا ۷۲
شریف ازلی	عبدالعزیز خالد[۱]	انجام، ۸ر فروری، ص ۷
صفیہ ادیب	سرور ڈنڈا	صبا، دسمبر، ص ۷ تا ۸
بیگم صفی صاحبہ	ایک ممتاز شخصیت (لیڈی عبدالقادر)	عصمت، جنوری، ص ۲۵ تا ۲۸
طاہر جمیل نقوی	مرزا یاس یگانہ چنگیزی	جنگ، ۱۹ر فروری، ,, ۵
طبیب انصاری، ملک زادہ	تحریک نسوانیت دکنی خواتین اور ہاشمی	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۴۳ تا ۴۷
طلعت پروین درانی	مولانا محمد حسین آزاد	انجام، ۳۰ر جنوری، ص ۱۲
ظفر ادیب (دہلی)	برجموہن دتاتریہ کیفی	لاہور، ۱۳ر ,, ,, ۶ تا ۷
عاصی کرنالی، پروفیسر	سیماب اکبرآبادی	انجام، یکم فروری، ,, ۳ تا ۱۰
عبدالمجید صدیقی، پروفیسر	ہاشمی میری نظر میں	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ,, ۳۳ تا ۳۵
—	پروفیسر عبدالسلام	جنگ، ۱۸ر جنوری، ,, ۳
علی اکبر درازی، قاضی	سچل سرمست	,, ۱۱ر ,, ,, ۳
,, ,, ,,	شاعر ہفت زبان — سچل سرمست کا سوانحی مطالعہ	انجام، ۱۹ر ,, ,, ۳
عبدالحمید سواتی	مرقش اکبر — دور جاہلیت کا ایک بڑا شاعر	چٹان، ۲ر ,, ,, ۱۹ تا ۲۲
غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر	سیماب اکبرآبادی	جنگ، یکم فروری، ,, ۹
غلام مصطفیٰ خاں ,,	فارقلیط	قومی زبان، جنوری فروری، ,, ۴۴ تا ۴۷
فاطمہ عالم علی	(سرور) ڈنڈا صاحب — یادوں میں	صبا، دسمبر، ص ۱۱ تا ۱۵
کوثر، اصغر علی (چودھری)	پروفیسر شجاع الدین مرحوم	کوہستان، ۳۰ر جنوری، ص ۳
گروچرن داس سکسینہ	شری جگت موہن لال رواں	ملاپ، ۱۸ر فروری، ص ۱ تا ۳
محمد اسمٰعیل پانی پتی، شیخ	محمد حسین آزاد دہلوی مرحوم	امروز، ۱۹ر ,, ,, ۳
محمد احمد پانی پتی، شیخ	طبیب جنہوں نے مردے زندہ کر دیے	ہمدرد صحت، فروری، ,, ۷۵ تا ۸۰
محمد طفیل	تصویریں ۵	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ,, ۱۰۰ تا ۱۰۲
محمد عبداللہ، پروفیسر	نفسِ اسلام پر ایک طائرانہ نظر	ساقی، جنوری، ص ۴۳ تا ۴۸
محمود الٰہی، ڈاکٹر	بیگم مہدی افادی	ہماری زبان، یکم جنوری، ص ۴ تا ۹

۱۔ عبدالعزیز خالد کے نعتیہ مجموعہ کلام پر تنقید — منقول از نقوش

مصنف	عنوان	ماخذ
محمد ایوب قادری ایم اے	شاہ نیاز احمد بریلوی (استدراک)[1]	معارف، جنوری، ص ۵۳ تا ۵۸
مسعود حسین خاں، ڈاکٹر	پیر مغاں اردو	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۳۵ تا ۵۷
مصطفیٰ کمال، سید	ہاشمی صاحب کی شخصیت	" " " ۳۸ تا ۴۴
منیرہ بانو کارس جی	ادیب شہیر	" " " ۴۳ تا ۴۷
مہر، غلام رسول (مولانا)	پروفیسر سید عبدالقادر	مشرق، ۲۲ر جنوری، ص ۴
ایم اسلم، نجیب اشرف، ہارون خاں شروانی	خطوط	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۱۷ تا ۱۹
ایم اے صدیقی	مولانا محمد حسین آزاد	مشرق، ۳۱ر جنوری، ص ۳
نادم سیتاپوری	محترم ہاشمی صاحب مرحوم	سب رس، ہاشمی نمبر، جنوری، ص ۴۸ تا ۵۲
یسین علی خاں، میر	نصیر الدین ہاشمی مرحوم	" " " " ۲۶ تا ۳۱
نادم سیتاپوری	تین ملک الشعراء[2]	امروز، ۱۲ر فروری، ص ۷
ندیم، عبدالغفار	فارسی کی پہلی شاعرہ	تخیل، جنوری، ص ۳۸ تا ۴۱
نیاز فتح پوری	علی اختر حیدرآبادی	جنگ، ۱۹ر " ۲
"	منطق لکھنوی	" ۱۳ر " ۳
نظر، محمد انصار اللہ	گویا بلیغ آبادی	ہماری زبان ۱۵ر " ۳ تا ۴ + ۸ - ۱۰
ولیر، امان اللہ	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	اورینٹل کالج میگزین، فروری، ص ۱۹ تا ۳۷
مسز ویملا مدن، ڈاکٹر	شری نصیر الدین ہاشمی اور دکھنی	نوائے ادب، اکتوبر، ص ۷۰ تا ۷۳
یامین خاں، نواب سر	عجیب قابلیت کا آدمی (حبیب احمد)	عصمت، جنوری، ص ۳۱ تا ۳۲
یاسین رضوی	محمد صادق سرمد (ایران کا ملک الشعراء)	مشرق، ۱۸ر فروری، ص ۵
—	حیرت شملوی	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۳۳ تا ۳۹
—	ٹی ایس ایلیٹ	امروز، ۷ر " ص ۳ + ۶
—	خواجہ الطاف حسین حالی	" یکم " " ۳
—	ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ[3]	نوائے وقت، ۱۹ر " ۷ + ۶

---

[1] سلسلہ = حضرت شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی از ڈاکٹر لطیف حسین ادیب بریلوی۔ مطبوعہ معارف بابت نومبر ۱۹۶۴ء

[2] (۱) صاحبزادہ آفتاب احمد خاں آفتاب (علی گڑھ)
(۲) عبدالرحیم، رحیم (بنگال)
(۳) میر علی امام۔ امام (بہار)

[3] انگریزی ادب کا ممتاز ترین شاعر

—	میکائل گلسٹن (تصوف میں ڈاکٹریٹ کرنے والا پہلا انگریز نوجوان)	کوہستان، ۱۷ر جنوری، ص ۱
—	ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ	″ ۱۰ر ″ ″ ۶
—	″ ″ ― شہرہ آفاق ادیب	جنگ، ۱۱ر ″ ″ ۴
—	حالی ایک مصلح شاعر	انجام، ۲ر ″ ″ ۷
—	سعادت حسن منٹو	جنگ، ۱۵ر ″ ″ ۲
—	طوطیٔ ہند امیر خسروؒ	انجام، ۱۲ر ″ ″ ۳+۶
—	پشتو کا عظیم شاعر خوشحال خاں خٹک	″ ۲۴ر فروری ″ ۳
—	مارک چیگل۔ ایک روسی مصور	″ ۱۲ر ″ ″ ۵
نادر شاہ عادل مترجم		
—	آنند نرائن ملا	نوائے وقت، ۲۲ر فروری، ص ۳+۶
—	صالح طاہر ― (ایک مصری مصور)	کوہستان، ۱۲ر ″ ″ ۱۲
—	صدیقہ بلگرامی (آرٹسٹ) ایک تعارف	جنگ، ۲۴ر ″ ″ ۵
—	حمایت علی شاعر	″ ۱۱ر ″ ″ ۵
—	خوشحال خاں خٹک	امروز، ۲۶ر ″ ″ ۳

شخصیات (تاریخی وسیاسی)

اکرم غازی	قائداعظم ― معاصر سیاستدانوں کی نظر میں	مشرق، ۹ر جنوری، ص ۴
اسلم محمود شیخ	شہنشاہ جہانگیر	کوہستان، ۳ر ″ ″ ۶
ابو طاہر فارانی	قیادت مجسم ― چرچل	لاہور، یکم فروری، ص ۸ تا ۹
ابو سجاد	برما کے جنرل نے دن	جنگ، ۱۲ر ″ ″ ۳
بلال زبیری	چودھری افضل حق مرحوم	نوائے وقت، ۱۰ر جنوری، ص ۷
″ ″	″ ″ ″	کوہستان، ۱۳ر ″ ″ ۳+۸
بشارت ناگی	قائداعظم ― عوام کا دوست [1]	نوائے وقت، ۵ر ″ ″ ۳
برنی ضیاءالدین احمد	مولانا محمد علی جوہر	جنگ، ۴ر ″ ″ ۹
ثروت صولت	خیرالدین پاشا ― تیونس کا ایک عظیم مجاہد اور مدبر	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۲

[1] احمد علی ضمیر بھائی لاکھا کے تاثرات

ثروت صولت	ابن حزم ظاہری	انجام ، ۲۰ رجنوری ، ص ۶
حبیب کیفوی	سلطان زین العابدین بڈشاہ[1]	" ۸ رفروری / " ۱۰
حمید اللہ ، محمد ۔ ڈاکٹر (پیرس)	ترکی میں امام سرخسیؒ کی نوسو سالہ برسی	چٹان ، ۱۱ رجنوری ، " ۵ تا ۱۲
حمید الدین احمد	تین شہید[2]	کوہستان ، ۱۰ ر " " ۱
ریاست علی چودھری	محمد علی بوگرہ مرحوم	" ۲۸ ر " " ۳
آر.سی. مجمدار ۔ ڈاکٹر مترجم : سید مصطفیٰ علی بریلوی	مولوی احمد شاہ ۔ جنگ آزادی کا ایک جانباز	العلم ، اکتوبر تا دسمبر ، " ۸۰ تا ۸۳
رئیس احمد جعفری	محمد علی جوہر	کوہستان ، ۴ رجنوری ، ص ۳ + ۴
سلیمان ندوی ، سید	اسلام کی بہادر خواتین	" ۱۵ ر " " ۵
سردار علی جان	ایک محبوب شخصیت ۔ (عبد الرب نشتر)	جنگ ، ۱۵ ر فروری ، " ۹
سراج محمود شریف	عظیم ترین عالمی مدبر ۔ پنڈت نہرو	ملاپ ، ۱۷ ر " " ۸
سوتنتر ویر	دھوندو پنت نانا	آجکل ، جنوری ، " ۳۷ تا ۴۲
شرما ، رتیارام	جواہر لال نہرو اور عوام	رہنمائے تعلیم ، " " ۸
شمس الحسن ، راجہ	سردار عبد الرب نشتر	مشرق ، ۱۴ رفروری " ۵
شورش کاشمیری	سردار نشتر ۔ ایک چہرہ[3]	جنگ ، ۱۵ ر " " ۲
صدیق علی خاں ، نواب	سردار صاحب (عبد الرب نشتر)	" ۱۵ ر " " ۲
طارق بن یوسف	مولانا محمد علی جوہر	انجام ، ۵ رجنوری " ۳
بیگم عالیہ محمد علی	میرے شوہر	حریت ، ۲۴ رجنوری " ۳
عبد الحق قریشی	حکیم محمد اجمل خاں مرحوم	جنگ ، یکم " " ۳
عباس احمد	لارڈ بیڈن پاول (اسکاوٹ رہنما)	انجام ، ۱۷ رفروری " " ۵
عمران کاظمی	شوپن ہار ۔ ایک عہد آفریں فلسفی	" ۸ ر " " ۸
"	حضرت علی ۔ ایک کامل ترین شخصیت	" ۱۴ ر " " ۳
عبد الحلیم چشتی ، مولانا	علامہ جلال الدین سیوطی	معارف اعظم گڑھ ، فروری ، ص ۸۰ تا ۱۰۸

---

[1] کشمیر کا ایک عادل بادشاہ

[2] (۱) کیپٹن سرور
(۲) کیپٹن ظفر
(۳) میجر طفیل

[3] "چہرے" نامی کتاب سے ماخوذ

عابد نظامی	مولانا محمد علی جوہر	نوائے وقت، ۴ جنوری، ص ۳
عبدالماجد بی اے، شیخ	محمد ظفر اللہ خاں	لاہور، ۲۲ فروری، ص ۷ تا ۹، ۱۴
گلزار احمد، بریگیڈیئر	امیر تیمور	کوہستان، ۷ ر 〃 〃 ۱
لطیف احمد خاں	محمد علی کلے — عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ کا جواں سال عظیم چیمپئن	حریت، ۲۷ فروری، ص ۱۲
محمد اسحاق بھٹی	مولانا عبدالرحیم محمد بشیر شہید	امروز، ۱۲ جنوری، ص ۴
مسعود، وحید احمد	سید احمد شہید	مشرق، ۱۵ ر 〃 〃 ۴
محمد منور	راجہ حسن اختر	نوائے وقت، ۱۷ ر 〃 〃 ۵ تا ۶
محمد حسن قریشی، حکیم	مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں	کوہستان، ۳ ر 〃 〃 ۳، ۸
محمد حسان علوی، حافظ	روشن آرا بیگم	فروغ اردو، 〃 〃 ۳۱ تا ۴۴
محمد جعفر شاہ، پھلواری (مولانا سید)[1]	مستری محمد صدیق — اپنے وقت کا ابوذر	المنبر، ۱۹ فروری 〃 ۹۳ تا ۱۰۰
معزالدین، ڈاکٹر	اسمٰعیل حسین شیرازی	ساقی، فروری، ص ۲۴ تا ۳۴
محمد ایوب قادری ایم۔اے	مشاہیر آنولہ	العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۱۲ تا ۳۰
مصطفیٰ حسنی السّباعی، ڈاکٹر	عہد حاضر کے مستشرقین سے ملاقات	البلاغ، فروری، ص ۲۸ تا ۴۰
محمد اسلام، حافظ	سردار عبدالرب نشتر	جنگ، ۱۵ ر 〃 〃 ۹
ممتاز ملک	طنز و مزاح کا بادشاہ — ونسٹن چرچل	چٹان، ۲۵ جنوری 〃 ۲۰، ۲۶
محمد سعید، حکیم	علامہ حکیم جرجانی	ہمدرد صحت 〃 〃 ۱۷ تا ۲۲
نیاز فتح پوری	عہد سکندر اعظم کا ایک سر پھرا فلسفی — ڈیوجانس کلبی	جنگ، ۴ فروری 〃 ۳
نور احمد قادری، علامہ	ڈاکٹر سوبا ندیو (انڈونیشیا)	کوہستان، ۸ ر 〃 〃 ۳، ۶
وحیداللہ قاسمی	ابن خلدون	امروز، ۴ ر 〃 〃 ۲
ہمایوں ادیب	سردار عبدالرب نشتر مرحوم	نوائے وقت، ۱۴ ر 〃 〃 ۳، ۹
ہاجرہ مسرور	رضیہ سلطانہ	تخیل، جنوری، 〃 ۲۰ تا ۳۴
—	سر ونسٹن چرچل کی حیات مستعار واقعات کے آئینے میں	نوائے وقت، ۲۵ جنوری، ص ۴
—	چرچل — عظیم جمہوری رہنما	〃 ۲۵ ر 〃 〃 ۷
—	بین الاقوامی امور میں چرچل کا کردار	〃 ۲۷ ر 〃 〃 ۳
—	بیسویں صدی کی عظیم شخصیت — چرچل	جنگ، ۱۹ ر 〃 〃 ۵

---

[1] انیسویں صدی عیسوی میں بنگال کے ایک مذہبی و قومی رہنما

—	——— چرچل (۲)	جنگ،	۲۲ر جنوری	ص ۵
—	——— " (۳)	"	۲۳ر "	" ۲
—	——— " (۴)	"	۲۵ر "	" ۲
—	——— " (۵)	"	۲۹ر "	" ۵
—	——— " (۶)	"	۳۰ر "	" ۱۱
—	——— " (۷)	"	یکم فروری	" ۱۱
—	چرچل ——— (۲)	"	" "	" ۳
—	ایک دلیر اور بے باک انسان — چرچل	انجام،	۱۹ر جنوری	" ۳
—	سر ونسٹن چرچل — دنیا کا عظیم سیاستداں	چٹان،	۲۵ر "	" ۲ تا ۱۲+۲۰ تا ۲۲
—	سر ونسٹن چرچل — مہد سے لحد تک	"	" "	" ۱۴ تا ۲۱
—	بڑے آدمی کی بیوی (مسٹر چرچل کی بیوی)	حریت،	یکم فروری	" ۸+۷
—	بڑے آدمی کی بیوی (مسٹر چرچل) کی بیوی (۲)	"	۴ر "	" ۴+۹
—	" " " " " (۸)	"	۸ر "	" ۷
—	" " " " "	"	۱۳ر "	" ۵
—	بڑے آدمی کی بیوی	"	۱۵ر "	" ۵
—	حسن منصور (ایران کے وزیر اعظم)	مشرق،	۲۷ر جنوری	" ۱
—	حسن علی منصور	امروز،	۲۸ر "	" ۳
—	مولانا محمد علی جوہر	کوہستان،	۴ر "	" ۴
—	" " "	انجام،	۱۷ر "	" ۵
—	شیخ دین محمد مرحوم	امروز،	۲ر فروری	" ۳
—	" " " — مختصر سوانح حیات	نوائے وقت،	۲ر "	" ۴
—	ایک مخلص قوم — شیخ دین محمد	جنگ،	۸ر "	" ۴
—	شیخ دین محمد	انجام،	۴ر "	" ۳
—	سردار عبدالرب نشتر	حریت،	۱۵ر "	" ۳
—	مسٹر چرچل سٹیورٹ — برطانیہ کے نئے وزیر خارجہ	امروز،	۲۵ر جنوری	" ۳
—	ڈاکٹر خلعت باری (سنٹو کے سکرٹری جنرل)	"	" "	" ۳
—	مینس کوای سن سیکی — اقوام متحدہ کے نئے صدر	"	۱۲ر "	" ۳
—	سر ابوبکر تفاوا بلیوا (وزیر اعظم نائیجیریا)	"	۸ر "	" ۳+۹
—	پٹیالہ کا شاہی خاندان	نوائے وقت،	۷ر "	" ۲

- عبدالناصر — کوہستان ، ۳۰ر جنوری ، ص ۱
- خالدہ ادیب — جنگ ، ۲ر ״ ، ״ ۵
- سقراط — ״ ، ۴ر ״ ، ״ ۴
- شاہ فاروق — حریت ، ۲۵ر ״ ، ״ ۱۲
- ہٹلر کی زندگی کے چند نئے پہلو — ״ ، ۱۶ر ״ ، ״ ۱۰
- فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں (صدر پاکستان) — ״ ، ۵ر ״ ، ״ ۹+۳+۲
- جابر بن حیان — پہلا مسلمان کیمیا دان — کوہستان ، یکم ״ ، ״ ۶
- ابو علی ابن سینا — حریت ، ۱۹ر ״ ، ״ ۵
- ڈاکٹر کوامی نکروما (گھانا کے صدر) — امروز ، ۲۷ر فروری ، ״ ۳
- میلکم ایکس — امریکی کالے مسلمانوں کے رہبر — ״ ، ۲۳ر ״ ، ״ ۳
- ایر وائس مارشل نور خاں — ״ ، ۱۹ر ״ ، ״ ۳
- ایر مارشل محمد اصغر خاں — ״ ، ۱۹ر ״ ، ״ ۳
- راجگوپال آچاریہ — ״ ، ۱۷ر ״ ، ״ ۳
- عصمت انونو — ״ ، ۱۵ر ״ ، ״ ۳
- گوگا پہلوان — ״ ، ۱۴ر ״ ، ״ ۴
- شہنشاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی — ״ ، ۸ر ״ ، ״ ۳
- امیر عباس ہویدا (وزیر اعظم ایران) — ״ ، ۷ر ״ ، ״ ۳
- مسٹر ماریس کودی مورول (وزیر خارجہ فرانس) — ״ ، ۶ر ״ ، ״ ۳
- مسٹر جارج پمپیدو (وزیر اعظم فرانس) — ״ ، ۲ر ״ ، ״ ۳
- برٹرینڈ رسل (برطانیہ کا مشہور فلسفی اور سیاسی داں) — ״ ، ۱۱ر ״ ، ״ ۳
- مہاراجہ رنجیت سنگھ — ״ ، ۹ر ״ ، ״ ۳
- جنگ آزادی کا عظیم مجاہد (کامریڈ احسان) — کوہستان ، ۱۲ر ״ ، ״ ۱+۱۲
- ڈاکٹر سید محمد عبداللہ — ״ ، ۲۴ر ״ ، ״ ۳
- جنرل نی ون (برما) — ایک خاموش انقلابی — ״ ، ۱۲ر ״ ، ״ ۳
- سرت تھنارت (تھائی لینڈ کا بدنام حکمراں) — جنگ ، ۱۳ر ״ ، ״ ۱۲
- خروشیف — ״ ، ۳ر ״ ، ״ ۷
- ابوبکر محمد ابن زکریا رازی — عظیم مسلمان کیمیا داں اور طبیب — مشرق ، ۱۸ر فروری ، ص ۵
- برٹرنڈ رسل (مشہور برطانوی فلسفی) — انجام ، ۲۰ر فروری ״ ۵

—	حکیم اخوندزادہ[1]	انجام/ ۲۷ فروری/ ص ۵
—	ہمفرے (نائب صدر امریکہ)	" ۱۷ " " ۳
—	سردار پرتاب سنگھ کیرون	" ۱۰ " " ۳+۶
—	ایک اردو دوست[2]	قومی زبان، جنوری فروری " ۱۹ تا ۲۰
—	شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی	انجام/ ۸ فروری/ ص ۱
—	صدر سوئیکارنو	" ۳۰ " " ۷
—	سوئیکارنو	حریت/ ۱۳ " " ۸

شخصیات (مذہبی)

ابو سلمان شاہجہانپوری	امام غزالی بحیثیت صوفی (۱)	چٹان/ ۱۱ جنوری/ ص ۱۲ تا ۱۳+۱۹
"	" " " (۲)	" ۱۸ " " ۱۶+۱۷ تا ۱۹
ابوبکر شبلی، مولانا	حضرت مولانا تاج محمد امروٹی	الرحیم/ فروری/ " ۵ تا ۲۰
حبیب کیفوی	سید فضل شاہ (ایک کشمیری بزرگ)	انجام/ ۲۸ " " ۲
شورش کاشمیری	مولانا احمد علی لاہوری	مشرق/ ۲۹ جنوری " ۵
علی صابری، سردار	میاں شیر محمد نقشبندی شرقپوری	انجام/ ۷ فروری/ " ۲
عبدالحمید، قاری	امام اعظم	مشرق. ۲۵ " " ۶
عبدالماجد دریابادی	حضرت امیر خسروؒ — بزرگ اور درویش کی حیثیت سے	امروز/ ۱۲ " " ۱+۴
محمد عاقل اشرفی ذہینی، مولوی	شاہ مجا قلندر سیتاپوری	تاج/ فروری " ۳۰ تا ۳۵

صحافی

شورش کاشمیری	حمید نظامی — ایک آخری رات	چٹان/ ۲۲ فروری/ ص ۷
" "	حمید نظامی	مشرق/ ۲۵ " " ۳
" "	" "	جنگ/ ۲۶ " " ۳
" "	" "	کوہستان/ ۲۵ " " ۳
" "	" "	نوائے وقت/ ۲۵ " " ۱+۱۲
" "	" "	حریت/ ۲۶ " " ۳+۹

---

[1] مشرقی پاکستان کے نامور حکیم، مورخ، اہل علم اور سماجی کارکن حکیم حبیب الرحمٰن خاں اخوندزادہ

[2] مولوی ایم اے رحیم مرحوم سابق وزیر مواصلات حیدرآباد دکن

مصنف	عنوان	حوالہ
یتقی، حکیم عبدالمجید	سید حبیب جالپوری — ایک بے باک صحیفہ نگار	کوہستان، ۲۶ر فروری، ص ۳
سز حمید نظامی	حمید نظامی اور ان کی یادیں	نوائے وقت، ۲۵ر ″ ″ ۳+۴
سعود، محمد الیاس	ایک شفیق دوست — حمید نظامی	جنگ، ۲۶ر ″ ″ ۵
قبول انور داؤدی	سید حبیب	مشرق، ۱۸ر ″ ″ ۵+۱۲
ظر کامرانی	حمید نظامی — مرد صحافت	جنگ، ۲۶ر ″ ″ ۵
ارث میر	ذہن وفکر کی آبیاری	نوائے وقت، ۲۵ر ″ ″ ۳+۴

ص

صحافت

مصنف	عنوان	حوالہ
حمدانس — ممتاز احمد	۱۹۷۴ء کے ادبی رسائل	چراغ راہ، فروری، ص ۵۷ تا ۵۸+۵۱
جاوید ندیم	صحافتی اقدار کا مسئلہ	نوائے وقت، ۲۴ر ″ ″ ۴
حسین اعظمی	ترکی میں صحافت کا ارتقا	انجام، یکم ″ ″ ۱۰
سابر علی خاں	اردو صحافت	خیاباں، خاص نمبر، ص ۴۵۵ تا ۴۰۰
عبداللہ اثری	تزئین جہانگیر اور اقدار صحافت	کوہستان، ۶ر جنوری، ص ۳
فضل المتین، سید	اختر شیرانی کا رومان (رسالہ) (۱)	ہماری زبان، ۲۲ر جنوری ″ ۶ تا ۷
″	″ ″ ″ ″ (۲)	″ ″ یکم فروری ″ ۶ تا ۷+۱۰
کوثر، اصغر علی (چودھری)	صحافت کی شرط اولیں	کوہستان، ۱۳ر ″ ″ ۵
کلیم اختر	صحافت تجارت نہیں ایک مشن ہے	نوائے وقت، ۲۵ر فروری ″ ۱۲
محمد عارف قریشی	ادبی وعلمی رسائل	خیاباں، خاص نمبر، ص ۲۷۱ تا ۲۹۴
—	آزاد صحافت کی مشکلات	نوائے وقت، ۱۱ر جنوری، ص ۲
—	دنیائے صحافت	حریت، ۲۸ر ″ ″ ۵

ط

طب اور صحت وتندرستی

مصنف	عنوان	حوالہ
اشعر، حبیب احمد (حکیم)	چہرے پر ذہن کا اثر	مشرق، یکم جنوری، ص ۵
″ ″ ″	گنجاپن	″ ۲ر ″ ″ ۵

مصنف	عنوان	ماخذ
اشعر، حبیب احمد	خوبصورتی	مشرق، ۳ر جنوری، ص ۵
" "	دردسر	" ۴ر " " ۵
" "	غذا اور جسم	" ۵ر " " ۵
" "	بالوں کی قبل از وقت سفیدی	" ۶ر " " ۵
" "	چہرے کی بدنمائی	" ۷ر " " ۵
" "	دیوانگی	" ۸ر " " ۵
شریف الحسن زبیری	سرطان کیوں "ہوتا ہے؟"	" ۷ر " " ۴
" "	بلڈ پریشر کا آسان علاج	" ۱۴ر " " ۴
شفیق الرحمن، ڈاکٹر	ننھے بچوں کے خطرناک امراض - اسباب اور علاج	امروز، ۹ر " " ۳
" "	قومی صحت کے لئے سب سے بڑا خطرہ — تپ دق	" ۲۳ر " " ۳+۶
" "	تپ دق کے انسداد کے لئے اجتماعی جدوجہد کاوش کی اہمیت	امروز، ۳۰ر جنوری، ص ۳+۶
" "	تپ دق کا علاج ممکن ہے	" ۱۳ر فروری، " ۳
ظفر عسکری، حکیم سید	داستان طب — عرب سے پاک و ہند تک	مشرق، ۲۵ر " " ۷
محمد شعیب، وزیر خزانہ	ادارہ صحت و طبی ریسرچ کا قیام (تقریر)	" ۱۹ر " " ۳
عبدالحمید نظامی	گٹھیا کا مرض	ہمدرد صحت، جنوری " ۱۱۵ تا ۱۲۱
قمر، حکیم عطا الرحمن	طب نبوی	" " " ۹ تا ۲۵
نعیم الدین زبیری، حکیم	ہمارا حیرت انگیز نظام تنفس	" " فروری " ۵۷ تا ۶۰
ہنری مارٹن راہنسن	ایک کرشمہ قدرت — آپ کا دل	امروز، ۲۰ر " " ۳
—	دیسی طب	" ۲۲ر جنوری " ۳
—	معدے کے زخم	" ۳ر " " ۳
—	گنجے پن کا علاج بذریعہ آپریشن	حریت، ۱۰ر فروری " ۳+۸
—	طب مغرب — مغربی سائنسدانوں کی نظر میں	ہمدرد صحت، " " ۹۰ تا ۹۴
—	اعضا کی پیوند کاری	امروز، ۲۸ر " " ۲

ف

فلسفہ

مصنف	عنوان	ماخذ
سلیم صادق	ارتقا کے محرکات پر ایک نظر	امروز، ۲۸ر فروری، ص ۳

بالڈین، جے۔ بی۔ ایس مترجم: ٹی۔ ایس۔ راشتھ	میرا فلسفۂ زندگی	جوار بھاٹا، جنوری، ص ۱۸ تا ۱۹
—	محمد تغلق کی فلسفہ پرستی	معارف، فروری، ص ۱۳۱ تا ۱۳۷

فنون لطیفہ

مائل نقوی	شعلہ سا لپک جائے ہے ... موسیقی کی چند یادگار محفلیں	امروز، ۲۸ فروری، ص ۳
نیاز بلوچ، جی۔ ایچ (میجر)	فوجی موسیقی کی دلنواز دھنیں	مشرق، ۱۰ جنوری، 〃 ۲
〃 〃 〃 〃 〃	موسیقی کا فوجی اسکول	انجام، ۱۰ 〃 〃 ۲
〃 〃 〃 〃 〃	آرمی اسکول آف میوزک	حریت، ۱۱ 〃 〃 ۲ + ۷
—	عربی ممالک میں غنا کی مقبولیت	صدائے ملت، ۱۲ فروری 〃 ۴
—	روایتیں، کردار اور مصور	انجام، ۲۰ 〃 〃 ۵
—	انڈونیشیا میں رقص اور ڈرامہ	〃 ۱۹ 〃 〃 ۵

ق

قانون

امجد حسین، ملک	قانون کے محافظ اور ان کے فرائض	نوائے وقت، ۱۷ فروری، ص ۳
باجوہ، عتیق احمد	معاشرہ، قرآن اور تعزیرات	〃 〃 ۲۷ 〃 〃 ۶
رانا مقبول احمد ایڈووکیٹ	کسی شخص کے نزعی بیان کی قانونی حیثیت	مشرق، یکم جنوری، 〃 ۵
رانا مقبول احمد	نزعی بیان قلم بند کرنے کے قواعد و ضوابط	〃 ۳ 〃 〃 ۵
〃 〃	مرگ ناگہانی کی رپورٹ کن حالات میں مرتب کیجاتی ہے	〃 ۴ 〃 〃 ۵
〃 〃	عمداً غیر حاضری کی صورت میں عدالت کی یکطرفہ کارروائی	〃 ۵ 〃 〃 ۵
〃 〃	یک طرفہ ڈگری کس طرح منسوخ کرائی جاسکتی ہے	〃 ۶ 〃 〃 ۵
〃 〃	ایک ہی جھگڑے سے متعلق دو شہروں میں دعویٰ	〃 ۷ 〃 〃 ۵
〃 〃	دیوانی عدالتوں میں طلبی اور جواب دعویٰ	〃 ۸ 〃 〃 ۵
〃 〃	اگر شوہر کہیں اور رہتا ہو تو تنسیخ نکاح کا دعویٰ	〃 ۹ 〃 〃 ۵
〃 〃	ضابطہ دیوانی کے تحت فریق ثانی پر سمن کی تعمیل	〃 ۱۰ 〃 〃 ۵

دمی زبان کراچی		
انا مقبول احمد	ممن کو چسپاں کرنے کے قواعد و ضوابط	مشرق، ۱۱ر جنوری، ص ۵
؍ ؍	مدعالیہ کی غیر حاضری اور اخبار میں نوٹس کی اشاعت	؍ ۱۲ر ؍ ؍ ۵
؍ ؍	اسلام میں عدل و انصاف کے بعض بنیادی اصول	؍ ۱۴ر ؍ ؍ ۵
؍ ؍	گواہی کے متعلق شریعت کے احکام	؍ ۱۵ر ؍ ؍ ۵
—	گواہی کے متعلق شریعت کے احکام اور مصلحت	؍ ۱۶ر ؍ ؍ ۵
انا مقبول احمد	باہمی تنازعات اور اسلامی احکام	؍ ۱۸ر ؍ ؍ ۵
؍ ؍	عائلی قوانین کے تحت طلاق دینے کا طریق کار	؍ ۶ر فروری ؍ ۳
—	جھگڑے میں مسلمانوں کے لئے قسم کی اہمیت	؍ ۲۰ر جنوری ؍ ۵
وارث میر	اسلامی اقدار اور تعزیرات میں ہم آہنگی کی ضرورت	نوائے وقت، ۲۲ر فروری ؍ ۳
؍ ؍	قطع ید کا حکم — چند پہلو	؍ ؍ ۲۳ر ؍ ؍ ۳
—	عائلی قوانین کے تحت شوہر سے نان نفقہ کا حصول	مشرق، ۷ر ؍ ؍ ۳
—	اردو میں قانونی کتب کا ذخیرہ	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۲۸ تا ۳۱
—	اسلام میں قانون سازی کے اصول — اجتہاد کی اہمیت	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۱۲

ک

کتابیات

قیصر، ابن حسن و زاہدہ خاتون	نئے خزانے (جولائی اگست ۸۴ء کے رسائل کا موضوع وار اشاریہ)	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۶۹ تا ۹۶
افسر امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ (مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست)	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۵۷ تا ۶۸
ارشد گیانی	رفتار ادب (مضامین کا تعارف)	صحیفہ، جنوری، ص ۷۰ تا ۸۸
ضیاء الدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر	کتابی دنیا، ؍ ؍ ۱۴ تا ۱۶
برنی، ضیاء الدین احمد	اردو رسالوں پر طائرانہ نظر	؍ ؍ فروری ؍ ۱۵ تا ۱۶
خدیجہ ہاشمی	مقالات ہاشمی	سب رس، ہاشمی نمبر جنوری، ص ۱۰۵ تا ۱۲۳
زیدی جعفر رضا	ذخیرہ نوری بلگرامی کے چند مخطوطات	معارف، فروری، ص ۱۰۹ تا ۱۳۰
ساحل، عبدالحلیم، دیگر معاونین	مقالہ نما ؎	نوائے ادب، اکتوبر ؍ ۱ تا ۲۰

؎ اردو رسائل کے مضامین کی تعارفی فہرست

ہاشمی، نصیر الدین	دیوان ولی کا قدیم ترین نسخہ	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۱۴ تا ۱۷
ـــــ	فہرست مندرجات زندگی از جولائی تا دسمبر ۱۹۶۴ء	زندگی، جنوری، ص ۴۲ تا ۴۳

کتب خانے

انیس خورشید	کتب خانہ اور ان کی اہمیت	تخیل، جنوری، ص ۱۴ تا ۲۷
قمر مرزا	دیگر اہم کتب خانے	خیاباں، خاص نمبر، ص ۱۱۴ تا ۱۴۴
" "	کتب خانہ پشاور یونیورسٹی	" " " ۱۱۶ تا ۱۲۲
محمد زبیر	عہد مغلیہ میں پہلا کتب خانہ	نوائے وقت، ۱۱ فروری، ص ۳
محبت، عظیم الدین	کتب خانہ انجمن ترقی اردو	خیاباں، خاص نمبر، ص ۱۱۴ تا ۱۲۰
نسیم، کے ۔ بی، ڈاکٹر	کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور	" " " ۱۲۵ تا ۱۳۰

کھیل کود اور فن پہلوانی

سلطان عارف	کھیلوں کے ترویج و ترقی	نوائے وقت، ۲۳ جنوری، ص ۳
سلیم کاش	پہلوانی مختلف ادوار میں	امروز، ۱۴ فروری، ص ۴
ـــــ	فن پہلوانی	" ۱۴ " " ۳
ـــــ	پہلوانوں کی نئی پود	" ۱۴ " " ۳،۴
ـــــ	گاماں کو جب رستم زماں کا خطاب ملا	" ۱۴ " " ۴
ـــــ	کھیل اور ورزش کی اہمیت	" ۷ " " ۲
ـــــ	ہاشم خاں ۔ اسکواش چیمپئن	ہمدرد صحت، فروری ۱۵۵

ل

لسانیات

زار، نصیر احمد	لسانی مسائل	خیاباں، خاص نمبر، ص ۴۵ تا ۵۰
صابر، محمد ایوب	لسانیات کا جائزہ	" " ۱۴۱ تا ۱۴۴
عارف ہرتی، خان	اردو لغت نویسی (۱)	انجام، ۷ فروری، ص ۷
محمد طاہر فاروقی	ہمارا رسم الخط	خیاباں، خاص نمبر، ص ۵۹ تا ۷۱
محمد بشیر حسین، ڈاکٹر	پاک و ہند کے فارسی ادب میں الف واؤ اور یائے معروف کا لسانیاتی اور دستوری مطالعہ	مجلۂ علمی، جولائی، ص ۵۵ تا ۶۶

نارنگ، گوپی چند	ن یا اں	ہماری زبان، ۸ر فروری، ص ۳ تا ۴، ۱۰
"	"	" " ۱۵ر " " ۳ تا ۴
"	"	" " ۲۲ر " ۶ ۳ تا ۴، ۱۰

م

معاشیات

محمد اسمعیل، چودھری	اسلام کا معاشی نظام	ثقافت، فروری، ص ۱۳ تا ۵۲
صلاح الدین احمد	ملکی معیشت اور جنگلات	امروز، ۱۴ر فروری، ۶ ۲
علی ناصر زیدی	پاکستان کی معیشت کی ترقی اور جوہری توانائی	انجام، فروری " " ۵
عبید اللہ ندوی، مولانا	معاشی مسائل اور اسلام	فاران " " " ۲۷ تا ۳۳ - ۱۶
مرغوب صدیقی	پاکستان کی اقتصادی پالیسی	کوہستان، ۹ر جنوری ۶ ۳
—	معاشی ابتری کا حل اسلامی مالیاتی نظام ہے	نوائے وقت، ۱۴ر فروری ۶ ۶

مکاتیب

—	ایک روسی طالبہ کا اردو خط — پیر حسام الدین راشدی کے نام	قومی زبان، جنوری فروری، ص ۴۰
—	مکتوب مولانا احمد علی لاہوری بنام مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم	معارف، جنوری، ص ۶۷ تا ۷۴
حمید نظامی	موت کے خواب گراں — ایک خط ایک عزیز کی موت پر	جنگ، ۲۶ر جنوری، ص ۵
—	گاندھی عبد الحق مراسلت	صدق جدید، ۱۳ر فروری، ص ۷ تا ۸
حسین بلگرامی، عماد الملک سید	مکاتیب بنام مولانا شبلیؒ	معارف، فروری، ص ۱۳۸ تا ۱۵۶
جوہر، محمد علی (مولانا)	وزیر اعظم برطانیہ کے نام خط	ثقافت " " ۵۳ تا ۶۸

مذہبیات

اسلام — قرآن و تفسیر

ابو الاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن — الشوریٰ (۲)	ترجمان القرآن، جنوری، ص ۱۷ تا ۳۶

ابوالاعلیٰ مودودی	قرآن کی معاشی تعلیمات (۱)	ترجمان القرآن، جنوری، ص ۳۷ تا ۵۲
"	" " " (۲)	" " فروری، ۲۶ تا ۴۷
"	الشوریٰ (۲)	" " " " ۱ تا ۵۳
ارشاد الحق قدوسی	موجودہ مشکلات اور قرآنی تعلیمات	انجام، " " ۲
امجد مجید	نزول قرآن	کوہستان، ۵ ر جنوری " ۴
اشرفی محمد عارف (صاحبزادہ)	قرآنی تعلیمات — اور معاشرہ	مشرق، ۲۰ ر " " ۵
جلیل احسن ندوی، مولانا	تذکیر القرآن	زندگی، " " ۹ تا ۱۴
جلال الدین عمری، مولانا	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	" " " ۲۰ تا ۳۱
" "	" " "	" فروری " ۱۵ تا ۳۱
سلطان احمد فاروقی	قرآن مجید — اغیار کی نظر میں	مشرق، ۲ ر " " ب
ضیاء الدین اصلاحی، مولوی	حافظ ابن کثیر (۳)	معارف، جنوری " ۲۴ تا ۳۴
عبدالوحید، خواجہ	تبویب القرآن	صدائے ملت، یکم فروری " ۲
علی نقی	تفسیر قرآن	پیام عمل، جنوری " ۷ تا ۹
" "	تفسیر قرآن سورہ بقرآیت (۳۱)	" " (؟) " ۲ تا ۲۷
عبدالماجد دریابادی	سورۃ الضحیٰ	صدق جدید، یکم جنوری " ۵ تا ۶
—	ایک آیت کی تفسیر[1]	" " " " ۶ تا ۷
عبدالماجد دریابادی	سورۃ الضحیٰ (۲)	" " ۱۵ ر " ۵ تا ۹
" "	سورۃ الانشراح	" " ۱۳ ر فروری " ۵
" "	" " (۲)	" " ۱۹ ر " " ۴
" "	سورہ التین	" " ۲۶ ر " " ۵ تا ۶
احمد کمال عمر، ڈاکٹر	سورۂ کوثر پر ایک نظر	" " ۵ ار جنوری " ۷
مناظر عاشق	قرآن کی تعلیم	مولوی، فروری " ۲۶ تا ۲۸
محمد صابری	کتاب و حکمت	انجام، ۲۷ ر " ۱۰
واحدی کامل	حضرت سلیمان اور ملکہ سبا	فاران، فروری " ۳۳ تا ۴۲
—	قرآن کا اصولی تفہیم	حریت، یکم " " ۵

---

[1] قل یا عبادی الذین اسرفوا ۔۔۔۔ (سورہ الزمر)

سیرت اور حدیث

احمد اقبال ایم اے	برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث	چٹان، ۱۱ر جنوری، ص ۷ تا ۸ + ۲۰ تا ۲۱
تقی الدین ندوی مظاہری، مولانا	امام مسلم علیہ الرحمہ اور ان کی جامع صحیح کی خصوصیات	برہان، جنوری، ص ۵ تا ۲۰
حسن علی بی اے (جامعی) ملک	سیرت رحمۃ للعالمین (۱۵)	چٹان، ۴ر ″ ″ ۱۸ تا ۱۹
″ ″ ″ ″ ″	″ ″ (۱۶)	″ ۱۱ر ″ ″ ۹ تا ۱۰ + ۱۹
″ ″ ″ ″ ″	″ ″ (۱۷)	″ ۱۸ر ″ ″ ۹ تا ۱۰
″ ″ ″ ″ ″	″ ″ (۱۸)	″ ۲۵ر ″ ″ ۹ تا ۱۰
فضل الرحمٰن، ڈاکٹر	سنت اجماع اور مستشرقین [1]	فکر و نظر، فروری ″ ۵۰۸ تا ۵۲۱
محمد یوسف اصلاحی، مولانا	رسالت	زندگی، ″ ″ ۳۳ تا ۴۱
—	رسول اعظم	کوہستان، ۱۵ر جنوری ″ ۴
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	سرور کائنات کا لرزہ خیز خطبہ	چٹان، ۱۸ ″ ″ ۱۱
محمد جعفر پھلواروی، مولانا	شیعہ سنی فرقوں کی متفق علیہ احادیث	ثقافت، ″ ″ ۵ تا ۴۰
″ ″ ″	شیعہ سنی فرقوں کی متفق علیہ روایات	″ فروری ″ ۱۵ تا ۳۰
محمد حسام اللہ میرٹھی	نبی کریم اور اصلاح معاشرہ	فاران، ″ ″ ۱۷ تا ۳۲

عبادات

ابوالاعلیٰ مودودی	عبادت اور اس کا مقصد	جنگ، عید ایڈیشن، ۴ر فروری، ص ۳
شفر، حبیب احمد حکیم	روزے کی طبی اہمیت	مشرق، ۹ر جنوری، ص ۵
سعید، امتیاز احمد	رمضان کی ایک رات	″ ۸ر ″ ″ ۴
عارف، فضل احمد (پروفیسر)	رمضان کی تاریخی اہمیت	″ ۴ر فروری ″ ۸
عبدالحمید، قاری	رمضان المبارک	″ ۴ر جنوری ″ ۵
عبدالرشید تلمیذ رحمانی (حکیم)	صوم رمضان سے معاشرت کا نظام بدل جاتا ہے۔	″ ۴ر ″ ″ ۴
عبدالرشید حکیم	روزہ جسمانی بیماریوں کا بہترین علاج	چٹان، ۱۸ر ″ ″ ۱۷

---

[1] مولانا محمد ادریس صاحب کا سوالنامہ مطبوعہ فکر و نظر بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۶۴ء کے جواب میں

عبدالرشید، حکیم	مناظرہ اسلام کی سالگرہ — رمضان المبارک کا طبی و شرعی فلسفہ	چٹان، ۲ر جنوری، ص ۱۰
کوثر نیازی	رمضان المبارک کے فضائل و برکات	مشرق، ۲ر " " ۵
محمد فاروق خاں	روزہ — ایک ضرورت	" " ۳۲ تا ۳۴
نعمانی، منظور حسین خاں	فلسفۂ روزہ	الجامعہ، " " ۵۰ تا ۵۱
شریف، این۔ ایم	عید الفطر کے احکام اور ان کا فلسفہ	مشرق، عید نمبر، ۴ر فروری " ۲
منشی عبدالرحمن خاں	توحید اور پیغام عید	صدق جدید، ۲۲ر " " ۷
فائق قائم آبادی، ڈاکٹر	عید الفطر کا حقیقی مقصد	امروز، ۴ر " " ۳
ماہر، نصیر احمد	حسن ثقافت کا ایک مثالی نمونہ — عید	" ۳ر فروری " ۳
محمد اسحاق بھٹی	عید اور اس کے چند بنیادی پہلو	" ۳ر " " ۳
ممتاز لیاقت	عید عالم اسلام میں	" ۳ر " " ۴

عقائد و کلام

ابو محمد امام الدین، مولانا	اوتار واد اور عقیدہ رسالت (قسط سوم)	انوار اسلام، فروری، ص ۱۰۱ تا ۱۲۸
سلطان مبین	آخرت اور اس کے حریف عقائد	زندگی، جنوری، ص ۳۳ تا ۳۶
" "	آخرت کے حریف عقائد	" فروری " ۵۷ تا ۵۸
کوکب، عبدالنبی (قاضی)	قادیانیوں کے بعض دلائل کا علمی جائزہ	ترجمان القرآن، " " ۴۸ تا ۶۱
محمد حنیف ندوی	علم الکلام کے چند مشہور و متداول مدارس فکر	ثقافت، " " ۷ تا ۱۲
نصیر حسین نقوی، مولانا سید	خدا شناسی — اثبات توحید علوم تجربہ و فطرت کی راہ سے	پیام عمل، فروری، ص ۲۳ تا ۲۶

اخلاق و تصوف

اسلم، عارف علی (دہلوی)	زندہ تعلیم — قلبی عبادت	مولوی، فروری، ص ۳۲ تا ۴۴
محمد مسلم، پروفیسر	متصوف صحابہ اور تابعین	فکر و نظر، " " ۴۴ تا ۵۸
ایم اے موحد گجراتی	اخلاقی اقدار کا انحطاط	الجامعہ، جنوری، ص ۲۹ تا ۳۴
محمد عمر، حافظ	حقیقت تصوف	تاج، فروری، " ۳۷ تا ۴۱
شاہ علی اللہ	شریعت کا اصل مقصد	صدق جدید، ۳ر فروری، ص ۱۵

—	ایمان کا دعوی اور حقیقت ایمانی	البنیٰ، ۵ جنوری، ص ۱۱ تا ۱۳
—	اسلام اور حسن اخلاق	انجام، ۴ر فروری، ، ۸

مسائل و مباحث

سعید احمد اکبرآبادی، مولانا	ارباب عقل و نقل اور ارباب اجتہاد میں کشمکش	صدائے ملت، یکم فروری، ص ۱۳
نذیر حسین بخاری، سید	معرفت امام زمانہ	پیام عمل، جنوری، ص ۸ تا ۱۲
قیصر امروہوی، سید محمود حسن	اسلامی علوم کے ہندی مصادر	برہان، ، ، ۲۱ تا ۳۷
—	روح اور اسلام	لاہور، ۱۱ر ، ، ۷ تا ۹، ۱۷
شمس نوید عثمانی	روح کا سراغ (نظام جسمانی کے سائنٹفک تجزیہ کی شعاعوں میں)	برہان، جنوری، ص ۳۸ تا ۴۷
قاسم حسن، سید	وصیت نامہ نواب صدیق حسن خاں	الرحیم، ، ، ۵۳ تا ۵۶
عبدالحمید سواتی، مولانا	کائنات میں جانداروں کی تخلیق	، ، ، ۵۷ تا ۶۳
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	آب زمزم	الجامعہ، ، ، ۶ تا ۱۵
انجم صدیقی، محمد فاروق	عہد حاضر کے مستشرقین سے ملاقات اور اس کے اثرات	البلاغ، جنوری، ص ۱۳ تا ۲۴
مجیب اللہ ندوی، مولانا	فساد زمانہ اور عمومی بلوہ	الرحیم، ، ۶۹ تا ۷۰
امجد علی، مفتی	وقف علی الاولاد	فکر و نظر، فروری، ، ۸۰۴ تا ۸۰۹
عزیز الرحمن، مفتی	ابن قیم اور زاد المعاد	مدینہ، ۲۸ر ، ، ۴
احتشام الحسن، مولانا	ضرورت تبلیغ — آخری قسط	مولوی، ، ، ۳۵ تا ۳۶
محمد عبدہ مصری	دین اسلام کی اشاعت کے اسباب	صدائے ملت، یکم مارچ، ص ۱۴
عباداللہ فاروقی، حافظ	دین کے زوال کے اسباب	الرحیم، فروری، ص ۱۲ تا ۲۴
عابد حسین، ڈاکٹر سید	برصغیر میں مسلمانوں کی مذہبی بیداری کی تحریکیں	صدائے ملت، ۱۴ر فروری، ص ۸ تا ۹، ۱۱
جرمانوس، عبدالکریم (ہنگری)	اسلام کا مستقبل اور یورپی علوم و فنون	، ، ۱۴ر ، ، ۱
ایم۔ این۔ رائے	اسلام کا تاریخی کارنامہ	، ، ۱۴ر ، ، ۱۲
—	اسلام کا تاریخی کارنامہ — ایک عالمگیر تمدن انسانی کی تعمیر	، ، یکم ، ، ۳
خالد لطیف	سوویت یونین میں مذہب کے خلاف مہم	لاہور، ۱۵ر ، ، ۵، ۲۰، ۲۵، ۱۰ تا ۱۴

خالد لطیف	سوویت یونین میں مذہب کے خلاف مہم	لاہور، ۸ر فروری، ص ۷ تا ۹، ۳۴
رمیش سنہا	مارکس اور مذہب	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۰۷
—	روس میں پان ترکزم اور اسلام	الرحیم، جنوری، ص ۶۳ تا ۶۸
مصطفیٰ، اے ٹی ایم	مذہب اور سائنس	صدائے ملت، ۱۳ر فروری، ص ۱۰، ۱۳
—	اسلامی تہذیب کی سب سے بڑی خصوصیت	" " ۱۴ر " ص ۱۱
پرویز	مومن کسے کہتے ہیں؟	طلوع اسلام، فروری، ص ۳۳ تا ۶۴
قیصر، محمد حسین (امروہوی)	اسلامی علوم کے ہندی مصادر	برہان، " ص ۶۶ تا ۸۹

یہودیت و عیسائیت

عبد الماجد	یہود کا تبری نامہ اور انجیل (۱)	صدق جدید، ۲۹ر جنوری، ص ۳
"	" " " " (۲)	" " ۵ر فروری، ص ۲ تا ۵
عبد الماجد دریابادی	حضرت مسیح کی مصلوبیت اور یہودی کا دعوی برئیت	کوہستان، ۲۹ر جنوری، ص ۵
—	مسیحی کلیسا کی یہودیت نوازی	ترجمان القرآن، " ص ۲۶ تا ۴۵
ادارہ	قتل مسیح سے یہودیوں کی برأت کا قضیہ	البلاغ، " ص ۳۳ تا ۳۸

ن

نفسیات

علی ناصر زیدی	لوگ خودکشی کیوں کرتے ہیں؟	ہمدرد صحت، جنوری، ص ۱۲۳ تا ۱۲۶
فاروق پراچہ	ہم غلطیاں کیوں کرتے ہیں؟	انجام، ۲ر " ص ۷
"	آپ کی الجھنیں اور ان کا حل	" ۱۰ر " ص ۱۱
مسعود احمد برکاتی	اچھی اور بری عادتیں	ہمدرد صحت، فروری، ص ۵۱ تا ۵۳
نسرین حبیب	آپ کی صورت آپ کی سیرت	جنگ، ۲۲ر " ص ۴
—	زندگی کی چھوٹی چیزیں	ہمدرد صحت، جنوری، ص ۵۷ تا ۵۸
—	نفسیات کاروبار	" " ص ۱۳۱ تا ۱۳۳

و

وفیات

برنی، ضیاء الدین احمد	سر ونسٹن چرچل	کتابی دنیا، فروری، ص ۴

برنی، ضیاء الدین احمد	رفعت یار خاں	کتابی دنیا، فروری، ص ۴
〃 〃 〃	مولوی نصیرالدین ہاشمی	〃 〃 〃 〃 ۳
〃 〃 〃	ظریف دہلوی	〃 〃 〃 〃 ۵
〃 〃 〃	ڈاکٹر صادق	〃 〃 〃 〃 ۲
ـــــ	ڈاکٹر محمد صادق کی وفات	انجام، ۱۴ر جنوری، 〃 ۳
ـــــ	مسٹر چرچل چل بسے [1]	جنگ، ۲۶ر 〃 〃 ۱
ضمیر قریشی (ایک صحافی) [2]		حریت، ۳۰ر 〃 〃 ۲۶
حاجی جمیل الدین	اظہار تعزیت — حشمت حسین زبیری مرحوم	ہم قلم، جنوری، 〃 ۵۶
محمد یوسف بھائی، حاجی	ایک مرد مومن کی وفات [3]	البلاغ، 〃 〃 ۱۵
(ادارہ)	آئی۔ ایچ۔ زبیری کا انتقال پر ملال [4]	افکار، 〃 ۱۷
ـــــ	ایک عظیم فن کار (سلطان علی کموسٹ)	امروز، ۲۰ر جنوری 〃 ۳
عبدالملک جامعی مراد آبادی	وفیات الحرمین (شیخ عبدالوہاب)	صدق جدید، ۲۲ر جنوری، ص ۸
عبدالملک جامعی	〃 〃 (〃 〃)	مدینہ، یکم فروری، ص ۳
ـــــ	سردار پرتاب سنگھ کیروں [5]	نوائے وقت، ۷ر فروری، ص ۱
ـــــ	شیخ احسان الحق (ریڈیو پاکستان کے مانیٹرنگ ڈائرکٹر)	جنگ، ۲۸ر 〃 〃 ۸
ایڈیٹر	آہ شیخ دین محمد (اداریہ)	〃 ۳ر 〃 〃 ۳
ماہر القادری	ظریف دہلوی مرحوم	فاران، 〃 〃 ۷۰ تا ۷۱
〃 〃	مولانا صبغۃ اللہ شہید انصاری	〃 〃 〃 ۶۹ تا ۷۰

مطبوعات جدیدہ (نئی کتابوں پر تبصرے)

تبصرہ نگار	نام کتاب	نام مصنف			
ا۔ ص	دیوان قربی	سید شاہ ابوالحسن قربی ویلوری	سب رس	فروری	ص ۸۴
〃 〃	وطن میں اجنبی (نظموں کا مجموعہ)	جگن ناتھ آزاد	〃 〃	〃	ص ۸۴ تا ۸۴

---

[1] اس تاریخ کے تمام پاکستانی اخبارات میں خبر وفات شائع ہوئی ہے۔
[2] انہیں تواریخ کے دیگر اخبارات میں بھی ضمیر قریشی کے قتل کی خبریں ہیں۔
[3] متوفی حافظ عبدالرشید ارشد
[4] حشمت حسین زبیری پاکستان کے مایہ ناز ادیب اور ماہر تعلیم
[5] اسی تاریخ کے ہندوستان پاکستان کے تمام اخبارات میں خبریں آئی ہیں۔

ڈ ۔ ص	علوم عمرانی کی قرآنی بنیادیں	سید معین الدین قاضی	سب رس، فروری، ص ۷۴ تا ۷۶
ڈ ۔ ح ۔ ق	تاریخ غرناطہ (دوحصے)	لسان الدین بن الخطیب	اردو ڈائجسٹ، ،، ،، ۱۵۷
،، ،، ،،	جام نو (سالنامہ)		،، ،، ،، ،، ۱۵۸
،، ،، ،،	ریاض الحسنہ	محمد جعفر شاہ پھلواروی	،، ،، ،، ،، ۱۵۸
،، ،، ،،	پاکستان کی طرف	ڈاکٹر وحید الزماں	،، ،، ،، ،، ۱۵۸
،، ،، ،،	ریڈیو کوائل	اکبر حسین	،، ،، ،، ،، ۱۵۹
،، ،، ،،	مغرب کے عظیم فلسفی	عبدالرؤف ملک	،، ،، ،، ،، ۱۵۹
،، ،، ،،	بچہ ۔ پانچ سال سے دس سال تک	——	،، ،، ،، ،، ۱۶۰
،، ،، ،،	پتھر کا دیس (ناول)	عادل رشید	،، ،، ،، ،، ۱۶۰
ا ۔ ج	جرنلزم ان پاکستان (انگریزی)	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	مشرق، ۵ ر فروری، ص ۲
م ۔ س (محمد سرور)	تکمیل الاذہان مع رسالہ مقدمۃ العلم از شاہ رفیع الدین مع رسالہ دانشمندی از امام ولی اللہ		الرحیم، فروری، ص ۶۵
م ۔ س (محمد سرور)	قرآن پاک اور اسلامی کتابیں	معین الدین رہبر فاروقی	،،
،، ،، (،،)	تذکرہ شیخ رحمکار ۔ حضرت کاکا صاحب کی سوانح حیات	سید سیاح الدین کاکا خیل	الرحیم، فروری، ص ۲۲ تا ۷۰
م ۔ س (محمد سرور)	تحقیق عالم ۔ حقیقت محمدیہ و دین محمدی کا پس منظر	ابواحمد عبداللہ لودھانوی	الرحیم، فروری، ص ۱۷ تا ۲۷
ا ۔ ط ۔ ف	ہماری زراعت	خدا بخش بچہ و مظفر حسین	لاہور، ۱۸ ر جنوری، ،، ۱۵
احمد انس	تیمور کمری (ناول)	نسیم حجازی	چراغ راہ، ،، ،، ۴۵ تا ۵۵
ا ۔ غم	حسین شہید سہروردی	اشرف علی قریشی	کوہستان، ۲۴ ر ،، ،، ۴
،،	سیرۃ رسول	ڈاکٹر محمد حسین ہیکل	،، ۳ ر ،، ،، ۴
،،	شام اور سائے (نظمیں)	ڈاکٹر وزیر آغا	،، ۱۰ ر ،، ،، ۴
،،	سہارے (ناول)	سعیدہ سلطانہ	،، ۱۰ ر ،، ،، ۴
،،	بیلے بیلے (پنجابی مجموعہ کلام)	احمد ظفر	،، ۱۷ ر ،، ،، ۴
دختر انصاری اکبر آبادی	ہر شاخ گل صلیب (مجموعہ کلام)	حسن بجنت	نئی قدریں، ،، ۱۱۱ تا ۱۱۳
،، ،، ،،	بچوں میں جرائم پسندی	شیلڈن	،، ،، ،، ،، ۱۱۳
،، ،، ،،	قومی زبان بابائے اردو نمبر	مشفق خواجہ	،، ،، ،، ،، ۱۱۴

احتشام حسین، سید	رقص خیال (مجموعہ کلام)	ڈاکٹر ظفر حمیدی	شاہکار، ص ۱۳۸ تا ۱۳۹
〃 〃 〃	شردھانجلی	کاوش بدری	〃 〃 ۱۳۸
〃 〃 〃	قومی زبان بابائے اردو نمبر	مشفق خواجہ	〃 〃 ۱۳۹
تاجور سامری	ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں	مولانا محمد میاں	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۸۳ تا ۱۸۴
تاجور سامری	گوراجرنیل میاں ڈیدو (؟) زور آور سنگھ	دیوان نرسنگھ داس نرگس	جوار بھاٹا، فروری، ص ۱۸۲ تا ۱۸۳
تاجور سامری	ماہنامہ کتاب کا حسینی نمبر		〃 〃 〃 〃 ۱۸۱ تا ۱۸۲
〃 〃	بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	〃 〃 〃 〃 ۱۸۰ تا ۱۸۱
〃 〃	نغمہ سرمد		〃 〃 〃 〃 ۱۷۹
〃 〃	سب رس (حیدرآباد) ہاشمی نمبر		〃 〃 〃 〃 ۱۸۲
ایڈیٹر	ماتم نہرو[1]	آزاد، جگن ناتھ	〃 〃 جنوری 〃 ۹۱
〃	زندوں کی ایک رات[2]	ش۔ اختر	〃 〃 〃 〃 ۹۲
〃	قومی زبان بابائے اردو نمبر	مشفق خواجہ	〃 〃 〃 〃 ۹۳
نثار الحق حقی	ماہنامہ فیض الاسلام کا فاروق اعظم نمبر		العلم، اکتوبر تا دسمبر، ص ۱۱۹ تا ۱۲۰
جلیل قدوائی	چراغ دیر و حرم	ڈاکٹر صفدر حسین	ماہ نو، فروری، ص ۹۱ تا ۹۳
〃 〃	رقص طاؤس (مجموعہ کلام)	〃 〃 〃	〃 〃 〃 ۹۱ تا ۹۳
س۔م۔س	انسانی تماشا	ولیم سیروین	ہمدرد صحت، جنوری، ص ۱۴۹
〃 〃 〃	ہنسے اور چھپنے	ابراہیم جلیس	〃 〃 〃 〃 ۱۴۸
〃 〃 〃	حیوانی نمونے (حصہ اول)	حفیظ الرحمٰن صدیقی	〃 〃 〃 〃 ۱۴۹ تا ۱۵۰
ریاض بٹالوی	شام اور سائے (نظموں کا مجموعہ)	وزیر آغا	مشرق، ۳ جنوری، 〃 ۸
سرور تونسوی	شبلی نامے	شیخ محمد اکرام آئی سی ایس	شان ہند، جنوری، 〃 ۳۳ تا ۳۷
〃 〃	زرگل (مجموعہ کلام)	عظمت عبد القیوم خاں	〃 〃 〃 〃 ۳۷
〃 〃	پریت کے گیت[3]	(مختلف حضرات)	〃 〃 〃 〃 ۳۸
〃 〃	عجائبات سائنس	اے احمد بادشاہ	〃 〃 〃 〃 ۳۸ تا ۳۹

[1] منظوم کتابچہ

[2] افسانوں کا مجموعہ [3] حیدرآباد کے مشاعرہ میں قومی یکجہتی کے موضوع پر شعراء کا کلام

سرور تونسوی	حریم سالنامہ ۱۹۶۵ء	——	شان ہند،	جنوری،	ص ۳۹
〃 〃	کسی کا شکوہ (ناول)	رضیہ صلاح الدین	〃 〃	〃	〃 ۳۹
〃 〃	رزم نامہ دبیر	سید سرفراز حسین رضوی	〃 〃	〃	〃 ۳۹
〃 〃	ملاقاتیں	الطاف قریشی	〃 〃	〃	〃 ۳۹
〃 〃	مکاتیب امیر مینائی	مولوی احسن اللہ خاں صاحب	〃 〃	〃	〃 ۳۹
〃 〃	میری حدیث عمر گریزاں (مجموعۂ کلام)	آنند نرائن ملا	〃 〃	〃	〃 ۳۶
〃 〃	الف ؎۱	رئیس امروہوی	〃 〃	〃	〃 ۳۶
〃 〃	غالب سے معذرت کے ساتھ ؎۲		〃 〃	〃	〃 ۳۶
س (سعید احمد اکبرآبادی)	فن تعلیم و تربیت	افضل حسین ایم اے ای ٹی	برہان،	〃	〃 ۹۱
س	سرسید اور اصلاح معاشرہ	شاہد حسین رزاقی	〃	〃	〃 ۹۰
〃	عثمان لطوہ (تاریخ)	گوڈ فرے لیاس	〃	〃	〃 ۹۴
〃	سرشار — ایک مطالعہ	پریم پال اشک	〃	〃	〃 ۹۳
〃	نشریات ماجد	مولانا عبدالماجد دریابادی	〃	〃	〃 ۹۲
〃	دیوان درد		〃	〃	〃 ۹۲
〃 (سعید اکبرآبادی)	انارکلی (منظوم ڈرامہ)	ساغر نظامی	〃	〃	〃 ۱۲۶ تا ۱۲۷
〃	خلافت بنی امیہ	مولانا سید رشید الوحیدی	〃	فروری	〃 ۱۲۸
〃	حیات امام اعظم ابوحنیفہ		〃	〃	〃 ۱۲۷ تا ۱۲۸
شین ۔ عین	دیوان غالب	مرزا اسداللہ خاں غالب	جنگ،	۱۵ر جنوری،	〃 ۵
〃 〃	راگ رنگ	عنایت الٰہی ملک	〃	۱۵ر 〃	〃 ۵
〃 〃	سہارے	سعیدہ سلطانہ	〃	۱۵ر 〃	〃 ۵
〃 〃	سب رنگ		〃	۱۵ر 〃	〃 ۵
〃 〃	پاکستان کے عوامی گیت	رفیق خاور	〃	۱۵ر 〃	〃 ۵
〃 〃	روزہ اور اس کا فلسفہ	مولانا محمد بخش مسلم	〃	۱۵ر 〃	〃 ۵
〃 〃	انتخاب ماہ نو	رفیق خاور	〃	۱۲ر فروری	〃 ۵
〃 〃	سہ ماہی خرام	اصغر راہی	〃	۱۲ر 〃	〃 ۵
〃 〃	موازنۂ انیس و دبیر	شبلی نعمانی	〃	۱۲ر 〃	〃 ۵

؎۱ غزلیات و منظومات کا مجموعہ

؎۲ غالب پر مختلف حضرات کے مضامین نظم و نثر کا مجموعہ

شین ۔ عین	چھوئی موئی	عصمت چغتائی	جنگ، ۱۲ر فروری، ص ۵
〃 〃	المشرقی	محمد عظمت اللہ کھیٹی	〃 ۱۲ر 〃 〃 ۵
〃 〃	راہِ عمل	صالحہ عابد حسین	〃 ۱۲ر 〃 〃 ۵
〃 〃	چہرے	شورش کاشمیری	〃 ۱۲ر 〃 〃 ۵
شجاعت علی سندیلوی، ڈاکٹر	مجلہ عثمانیہ کا دکنی ادب نمبر		فروغ اردو، جنوری، 〃 ۵۱ تا ۵۲
〃 〃 〃	مرقع کلام غالب	شجاعت علی سندیلوی	〃 〃 〃 〃 ۵۱
ستیش تبرہ	پیاسی بیل (افسانے)	مالک ٹالہ	کتاب، 〃 〃 ۶۰ تا ۶۲
ش۔ن۔ عثمانی	مسکویہ کا فلسفہ اخلاق	ایم عبدالحق انصاری	زندگی، فروری، 〃 ۵۵ تا ۵۹
〃 〃 〃	تحفۃ السالکین	عزیز احمد قریشی	〃 〃 〃 ۵۵
ش۔ ل	پیاسی بیل	مالک ٹالہ	قومی زبان، جنوری فروری، 〃 ۴۱
〃 〃	تنقیدی نقوش	ڈاکٹر عبدالقیوم	〃 〃 〃 〃 〃 ۴۳
〃 〃	انسان کا محور	مجیدالدین تاج	〃 〃 〃 〃 〃 ۴۲ تا ۴۳
〃 〃	شمع حیات	نجم فضلی	〃 〃 〃 〃 〃 ۴۲
ص۔ح۔ن	گھر سے گھر تک	احمد ندیم قاسمی	لاہور، ۱۸ر جنوری، 〃 ۱۵ تا ۱۶
ص۔ ی۔ ب	فارقلیط	خالد، عبدالعزیز	کتابی دنیا، جنوری، 〃 ۱ تا ۲
〃 〃 〃	بصائر ٹیپو سلطان شہید نمبر		〃 〃 〃 〃 ۲ تا ۳
〃 〃 〃	صبح غزل (مجموعہ کلام)	نورالصباح بیگم	〃 〃 〃 〃 ۳
〃 〃 〃	نقوش (آپ بیتی نمبر)		〃 〃 〃 〃 ۳ تا ۴
〃 〃 〃	آئینہ دل (ناول)	عادل رشید	〃 〃 〃 〃 ۴
〃 〃 〃	ضبط تولید		〃 〃 〃 〃 ۴ تا ۵
〃 〃 〃	نمائش (ناول)	عادل رشید	〃 〃 〃 〃 ۵
〃 〃 〃	جی ہاں، بیچتے ہیں	شوکت تھانوی مرحوم	〃 〃 〃 〃 ۵ تا ۶
〃 〃 〃	کالج کی تعلیم	محمد عثمان، پروفیسر	〃 〃 〃 〃 ۶
〃 〃 〃	۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد[۱]	مصطفیٰ بریلوی، سید	〃 〃 〃 〃 ۹
〃 〃 〃	انوار طریقت	حکیم کریم الدین دہلوی	〃 〃 فروری 〃 ۱۰
〃 〃 〃	دامن شب (مجموعہ کلام)	اقتدار احمد اکبر	〃 〃 〃 〃 ۱۱
〃 〃 〃	تذکرہ اسلاف	محمد بہار الحق قاسمی	〃 〃 〃 〃 ۱۲

---

[۱] نواب خان بہادر خاں شہید

ص۔ د۔ ب	اردو رباعی	فرمان فتح پوری	کتابی دنیا، فروری، ص ۹
〃 〃 〃	مزاحیہ شرح دیوان غالب	غلام احمد فرقت کاکوروی	〃 〃 〃 〃 ۸
〃 〃 〃	نشاط غالب	وجاہت علی سندیلوی	〃 〃 〃 〃 ۹
〃 〃 〃	اقبال کا فلسفہ	محمد احمد صدیقی ٹونکی	〃 〃 〃 〃 ۸
〃 〃 〃	روح اسلام اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر غلام عمر خاں	〃 〃 〃 〃 ۷
〃 〃 〃	گلمپسس آف دی ہولی قرآن (انگریزی)	ایم عزیز اللہ	کتابی دنیا، فروری، 〃 ۶
	ایک یادگار کتاب (لمحات افق)[1]		〃 〃 جنوری، 〃 ۷
عبدالماجد	عرفان حافظ[2]	پنڈت شیاما چرن داس	صدق جدید، ۸ جنوری، 〃 ۶
〃	افریقہ ایک چیلنج	احمد عبداللہ المسدوسی	〃 〃 یکم 〃 〃 ۵
〃	کلمات بنات حصہ اول و دوم (دو جلد)	نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں مرحوم	〃 〃 ۹ 〃 〃 ۶
〃	فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ	شاہ عبدالعزیز	〃 〃 ۲۹ 〃 〃 ۶
〃	اسلام اور تعداد ازدواج	مولانا ابو البرکات اصلاحی	〃 〃 ۲۲ 〃 〃 ۶
ع۔ م۔ س	امید پرست	والیتر	ہمدرد صحت، فروری، 〃 ۱۵۱
〃 〃 〃	دس پیغمبر	سید بشیر احمد سعدی	〃 〃 〃 〃 ۱۴۹
〃 〃 〃	کاروان سائنس (سہ ماہی)	عظمت علی خاں	〃 〃 〃 〃 ۱۵
〃 〃 〃	ہمدرد فارماکوپیا		〃 〃 〃 〃 ۱۵۱
عبدالمجید صدیقی، پروفیسر	محسن اعظم اور محسنین	کرنل وحید الدین	سب رس، 〃 〃 ۳۵ تا ۴۲
ع۔ ق	ستوڑی ویر اہل حق کے ساتھ حصہ اول و دوم	محمد یونس نگرامی	زندگی، فروری، 〃 ۶۰ تا ۶۱
ع۔ ق	مدرسۂ ابتدائی کی کہانی جلد اول	عبدالغفار مدہولی	〃 〃 〃 ۶۰
ع۔ ق	نزہت دل (مجموعہ کلام)	مہر میسلائی	〃 〃 〃 ۵۹
عبدالمجید صدیقی	تعلیمات غزالی	مولانا محمد حنیف ندوی	ترجمان القرآن، فروری، 〃 ۶۹ تا ۷۱
〃 〃	اسلام اور مغرب (انگریزی)	مریم جمیلہ	〃 〃 〃 〃 ۷۱ تا ۷۲

[1] منشی دوارکا پرشاد افق کے صد سالہ جشن ولادت کے موقع پر مضامین کا مجموعہ

[2] حافظ کے کلام سے ۳۲ عنوانات کے تحت اشعار کا انتخاب و ترتیب ہے اردو ترجمہ و تشریح

عبدالصمد صارم		طب یونانی کی سرگزشت	حکیم نیر واسطی	اورینٹل کالج میگزین،	فروری،	ص
	ع۔م			آجکل،	جنوری،	
"	"	قومی کتابیات		"	" "	۴۸
"	"	حالی کے کاویہ سدھانت (ہندی)	دلش راج سنگھ بھاٹی ایم۔اے	"	" "	۴۸
"	"	سرقہ اور تواردر	نرلش کمار شاد	"	" "	۴۸
"	"	شرد ھانجلی	کاوش بدری	"	" "	۴۸
"	"	مختصر تاریخ کشمیر (ترجمہ موجز التواریخ)	سیف الدین	"	" "	۴۸
عثمان غنی		آدھی کتاب	۱ نسیم	کتاب،	" "	۵۹ تا ۶۰
مکین احسن		سرسید اور اصلاح معاشرہ	شاہ حسین رزاقی	مشرق،	۱۸ فروری "	۶
گوپال متل		پھول اور کانٹے ۲	موہنی زتشی صاحبہ	تحریک،	جنوری، "	۳۸
"	"	پیاسی بیل ۳	مالکشالہ	"	" "	۳۹
"	"	شکنتلا		"	" "	۴۰
	م۔خ	سب رنگ	عرش صدیقی، مسعود الشعر	انجام،	یکم فروری "	۶
"	"	چند شخصیتیں چند تاثرات	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	"	" "	۶
"	"	گلگت اور شنا زبان	ڈاکٹر محمد شجاع ناموس	"	" "	۷
"	"	مکتوبات سلیمانی		"	۵ " "	۶
	م۔ع	زندگی کے دو اہم واقعات	قادری بشیر الدین پنڈت	معارف،	جنوری، "	۸۰
"	"	ذکر جمیل ۳	مولوی عثمان احمد قاسمی	"	" "	۷۹
	م۔ع	عندلیب تواریخ	خان بہادر مسعود خاں مسعود	"	" "	۷۹
"	"	سفینۂ خوش گو	تیبد این داس خوش گو	"	" "	۷۸
"	"	پارسی سرایان کشمیر (تذکرہ)	ڈاکٹر گردھاری لال	"	" "	۷۷ تا ۷۸
"	"	مجمع الآداب فی معجم الالقاب (عربی)	ابن الفوطی	"	" "	۷۷
	م۔ع	مکاتیب سنائی	ڈاکٹر نذیر احمد	معارف،	فروری،	ص ۱۵۷
"	"	الزنیہ (عربی)	ابوحاتم احمد بن حمدان الرازی	"	" "	۱۵۸

---

۱ مجموعہ غزلیات ۲ ۱۸ کہانیوں کا مجموعہ ۳ سوانح حیات مولانا جمیل احمد

	شاہ محمد غوث گوالیاری	پروفیسر محمد مسعود	"	"	۱۵۹
	سرسید اور اصلاح معاشرہ	شاہد حسین رزاقی	"	"	۱۵۹ تا ۱۶۰
	نسیم مغرب		"	"	۱۶۰
...ادری	سیرت فریدیہ	سرسید احمد خاں مترجمہ محمود احمد برکاتی	فاران،	جنوری،	۳۴ تا ۳۶
"	حقیقت رمضان	فضل احمد عارف ایم اے	"	"	۲۱ تا ۲۳
"	رکعات تراویح	مولانا حبیب الرحمان الاعظمی	"	"	۳۲
"	حیات حافظ رحمت خاں	سید الطاف علی بریلوی	"	"	۳۳ تا ۳۴
"	معاہدہ عمرانی یا اصول قانون سیاسی	ژاں ژاک روسو	"	"	۳۶ تا ۳۸
"	فارقلیط	عبد العزیز خالد	"	"	۴۸ تا ۵۴
"	حیدرآباد کا عروج و زوال	بدر شکیب	"	"	۴۵ تا ۴۹
"	ماہنامہ افکار کا حفیظ نمبر		"	"	۴۹ تا ۵۷
"	کامل اکمل حقانی	پیر میر عزیز اللہ حقانی	"	"	۳۱
...	ووٹ کی شرعی حیثیت	کوثر نیازی	"	"	۵۹
	نصاب تعلیم (جامعہ اسلامیہ بہاولپور)		"	"	۵۹ تا ۶۰
...لقادری	زمزمہ (مجموعۂ رباعیات)	صفدر آہ	"	فروری،	۵۷ تا ۶۰
"	روح تصوف (عربی)	مولانا اشرف علی تھانوی)	"	"	۳۴ تا ۴۴
"	لمحات غالب	عارف بٹالوی	"	"	۵۶ تا ۵۷
"	انوار بردہ شرح قصیدہ بردہ		"	"	۵۴ تا ۵۶
"	ادب اور اسلامی قدریں	اسرار احمد خاں سہاروی	"	"	۵۳
"	اسلام اور معجزات	مولانا شبیر احمد عثمانی	"	"	۴۳
"	تعبیر کی غلطی — جماعت اسلامی کا جائزہ	وحید الدین خاں	"	"	۴۴ تا ۵۳
...سعیدی	شام اور سائے	ڈاکٹر وزیر آغا	تحریک،	جنوری،	۳۹
"	شرح ما نجلی (مسدس)	کاوش بدری	"	فروری،	۳۸
...معیدی	بادۂ و جام (مجموعۂ کلام)	شارق میرٹھی	تحریک،	فروری،	ص ۳۸
...خاری	طلوع فردا	جمیل ملک	کوہستان،	۱۱ر جنوری،	۸

تبصرہ نگار	کتاب	مصنف	رسالہ	ماہ	صفحہ
وزیر پانی پتی	فارقلیط	عبدالعزیز خالد	جام نو،	جنوری،	ص [illegible]
علا واحدی	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	محمد ایوب قادری ایم اے	العلم،	اکتوبر تا دسمبر،	ص ۱۱۶ تا ۱۱۹
عبدالحمید سواتی	الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس	شاہ ولی اللہ دہلوی	الرحیم،	جون ۷۵،	ص ۷۹ تا ۸۰
—	تذکرۂ اسلاف [1]	مولانا محمد بہاء اللہ قاسمی	"	"	" ۹۰
(ادارہ)	نسیم مغرب [2]	شکسپیر، ورڈزورتھ اور دیگر	افکار،		" ۱۰۴
(")	حال پہ کیا گذری [3]	عزیز اثری	"		" ۱۰۴
(")	چراغ جلتے ہیں (ناول)	عادل رشید	"		" ۱۰۳ تا ۱۰۴
(")	شعلۂ سنگ [4]	کوثر چاند پوری	"		" ۱۰۲ تا ۱۰۳
(")	چھلک [5]	نور بجنوری	"		" ۱۰۲
(")	حیات حافظ رحمت خاں	سید الطاف علی بریلوی	"		" ۱۰۱ تا ۱۰۲
(")	مجاہد عمرانی	بدھو	"		" ۱۰۱
(")	جگن ناتھ آزاد اور ان کی شاعری	حمیدہ سلطان احمد	ساقی،	جنوری،	" ۹۱
	پیاسی بیل	مانک ٹالہ	"	"	" ۹۲
	۱۹۷۳ء کے منتخب افسانے	ڈاکٹر احرار نقوی	"	"	" ۹۱
	چراغ دیر و حرم	ڈاکٹر صفدر حسین	"	"	" ۹۳
	رنگ رنگ	عنایت الٰہی ملک	"	"	" ۹۳
	فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ	شاہ عبدالعزیزؒ	زندگی،	"	" ۵۳ تا ۵۵
	ہندو مت اور توحید	سید حامد علی	"	"	" ۵۵ تا ۵۶
	جمال صابر کلیری	وحید احمد مسعود	"	"	" ۵۶ تا ۵۷
	محمد علی جوہر اور ان کی شاعری	عبدالرؤف عروج	حریت،	۹ر،	" ۶
	روح اور فلسفہ	سید محمد تقی	"	۷ر،	" ۶
	آیات بینات	محسن الملک سید محمد مہدی علی خاں	"	۷ر،	" ۹
	روالی	لیو شاتانگ	"	۷ر،	" ۶
	خیر کثیر	شاہ ولی اللہ	حریت،	۲ر جنوری،	ص ۹

---

[1] مصنف کے اسلاف کا تذکرہ [2] منتخب انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ [3] ناول بچوں کے لیے
[4] ستارہ منتخب افسانوں کا مجموعہ [5] مجموعہ کلام

تاریخ زبان اردو (اردوئے قدیم)	حکیم سید شمس اللہ قادری	،،	۴/۰	۲ ،،
انتخاب صحاح ستہ		،،	۶/۰	۲ ،،
روزہ اور اس کا فلسفہ	مولانا محمد بخش مسلم	،،	۶/۰	۲ ،،
دو تنقیدی جائزے	سید ابو النجم کشفی	،،	۱۳/۰	۲ ،،
تعارف مضامین قرآن	محمد سلیم الدین چشتی	،،	۱۳/۰	۲ ،،
حالی اور نیا تنقیدی شعور	اختر انصاری دہلوی	،،	۱۳/۰	۲ ،،
اسلامی تقاریب	غلام دستگیر رشید	،،	۱۳/۰	۲ ،،
یوسف و نجمہ (ناول)	عبد الحلیم شرر	،،	۱۳/۰	۲ ،،
تاریخ مسلمانان عالم	مولانا قاری احمد	،،	۱۳/۰	۲ ،،
ماہنامہ عکس لطیف کراچی	منور صہبائی	،،	۱۳/۰	۲ ،،
شہر ادلیس	وفا راشدی	،،	۲۰/۰	۲ ،،
تذکرۂ جگر	محمود علی خاں	،،	۲۰/۰	۲ ،،
کالج کی تعلیم	ردجر ایچ گارسن	،،	۲۰/۰	۲ ،،
رسوم دہلی	مولوی سید احمد دہلوی	،،	۲۰/۰	۲ ،،
ریاض الصالحین	امام محی الدین ابی زکریا یحیی	،،	۲۰/۰	۲ ،،
رخصت اے زنداں	ڈاکٹر احسن فاروقی	،،	۲۰/۰	۲ ،،
تنقیدی نقوش	ڈاکٹر عبد القیوم	،،	۲۷/۰	۲ ،،
عروض کامل	کامل جونا گڑھی	،،	۲۷/۰	۲ ،،
کراچی لا جرنل		،،	۲۷/۰	۲ ،،
معاشیات اور تجارتی جغرافیہ		،،	۲۷/۰	۲ ،،
حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم		،،	۲۷/۰	۲ ،،
جدید پاک و ہند کی اسلامی تاریخ	سید ماجد علی ایم اے	کوہستان/ ۲۳ جنوری/		۸ ،،
راہ عمل	ملک خدا بخش	،،	۲۴/۰	۸ ،،
سیاست و ریاست	فاروق اختر نجیب	،،	۲۴/۰	۸ ،،
سہارے (ناول)	سعیدہ سلطانہ	امروز/ ۲۳/	،،	۳ ،،
معدن الموسیقی	منشی محمد کرم امام خاں	،،	۲۳/۰	۳ ،،

تاریخ اردو	ابوالربیع سلمان	صدق جدید، ۲۰ فروری، ص ۹
اولیائے ملتان	لطیف ملک	مجلہ علمی، جولائی، ص ۹۸
بادۂ جام	شارق میرٹھی	شاعر بمبئی، ‹ ۵۴
نسیم مغرب [1]		‹ ‹ ‹ ‹ ۵۳
حالی کی اردو نثر نگاری	ڈاکٹر عبدالقیوم	صحیفہ، جنوری، ‹ ۸۹ تا ۹۱
مطالعۂ تاریخ (حصہ اول)	ٹائن بی	‹ ‹ ‹ ۹۲ تا ۹۴
تمدن ہند پر اسلامی اثرات	ڈاکٹر تارا چند	‹ ‹ ‹ ۹۴ تا ۹۵
عجائب القصص [2]	شاہ عالم (ثانی) آفتاب	‹ ‹ ‹ ۹۵ تا ۹۸
شعلۂ سنگ (کہانیوں کا مجموعہ)	کوثر چاند پوری	شاعر بمبئی ‹ ۵۲
سب رنگ	عرش صدیقی	امروز، ۲۴ جنوری ‹ ۳

[1] منتخب انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ [2] مقدمہ از ڈاکٹر سید عبداللہ

(بقیہ از صفحہ)

سجاوٹ ہے تجھ سے چمن در چمن — کسی سے یہ کیسے دیکھا جائے نا

ہزاروں ہیں میکش، بھرے جام ہیں — بلا اذن ساقی پیا جائے نا

ترے عشق کی گرمیاں الاماں — ہوس والے سے تو جلا جائے نا

جو شان خصوصی میں آجاؤ تم — غشی مجھ پہ اوس وقت چھا جائے نا

جہاں ایسی چشم کرم مجھ پہ ہو — رقیبوں کا کچھ بس چلا جائے نا

کہاں صبغۃ اللہ، کہاں رنگ گل — عدو اس سے اصلا رنگا جائے نا

دوسری غزل سے

کوئی اتر کے ایسا بنا جائے نا — کبھی بزم ہی میں وہ آجائے نا

مجھے چھوڑ کر سب چلے جائیں گے — مگر ایک اپنا پیا جائے نا

تیقن دیا اپنا[1] سے ہمیں — خلاف اس کے اصلا کیا جائے نا

حضوری مری ان کی منزل پہ ہو — پنا میرے جلوہ دیا جائے نا

میں مصروف ہوں راہ میں شوق کی — کوئی اور اس آن آجائے نا

[1] بمصداق قولہ تعالی، فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

قومی زبان

جلد ۲۷ ——— شمارہ ۲

اگست سنہ ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت ——— فی پرچہ
دس روپے ——— ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

پروفیسر سوزوکی تاکیشی استاد شعبۂ اردو
ٹوکیو گائی کوکو گو یونی ورسٹی جاپان

اُردو کی ترقی میں رکاوٹیں

ذیل میں اردو کے ایک ایسے قدر دان کا مضمون شائع کیا جا رہا ہے جو ہمارے ملک سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر اُردو کی خدمت کر رہا ہے۔ پروفیسر سوزوکی تاکیشی نے اس مضمون میں بعض نہایت اہم سوال اٹھائے ہیں جن پر اردو کے ہمدردوں کو غور کرنا چاہیئے۔ (ادارہ)

مجھے کراچی سے واپس لوٹے ہوئے ڈھائی سال ہو چکے ہیں۔ اس اثنا میں میں نے ٹوکیو گائکو کوگو یونیورسٹی (یعنی غیر ملکی زبانوں کی یونیورسٹی) کے شعبۂ اردو میں لکچرر کی حیثیت سے جاپان میں اردو زبان کی تعلیم کے لئے حقیر کوششیں کی ہیں۔ میں نے یہاں اردو ادب کا تعارف کرانے کے لئے دو مضامین لکھے ہیں۔ ایک کا عنوان "اردو افسانے کا ارتقا اور اس کی چند خصوصیات" تھا اور دوسرے کا "اردو ناول کا ارتقا اور اس کی چند خصوصیات"۔ حال ہی میں کرشن چندر کے ایک ناول "غدار" کا جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل کرکے اسے ایک ادبی رسالے کے حوالے کر چکا ہوں۔ اس طرح میں اپنی عزیز زبان اردو کی بری بھلی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ جاپان میں اردو زبان کی تعلیم کا رواج بہت دنوں سے ہے اور اس سلسلے میں ایک مفصل مضمون انجمن ترقی اردو پاکستان کے ترجمان "قومی زبان" (نومبر ۱۹۶۳ء) میں شائع کرا چکا ہوں ان سب باتوں کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس چھوٹے سے مضمون میں ٹوکیو گائکو کوگو یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی صورت حال کا تذکرہ کیا جائے گا اس کے بعد شعبے سے متعلق چند مسائل پیش کئے جائیں گے۔

ٹوکیو گائکو کوگو یونیورسٹی کے بارے میں ایک عام بلکہ سخت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ یونیورسٹی کا نام انگریزی میں "ٹوکیو یونیورسٹی آف فارین اسٹڈیز" رکھا گیا ہے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ غلطی سے ہماری یونیورسٹی کو ٹوکیو یونیورسٹی کے ماتحت لسانی مطالعے کا ایک ادارہ یا زیادہ سے زیادہ اس کا ایک شعبہ سمجھتے ہیں۔ اصل میں اس میں لوگوں کا کوئی قصور نہیں بلکہ تمام غلطیوں کی جڑ ہماری یونیورسٹی کا یہی انگریزی نام ہے۔ ہماری یونیورسٹی

کبھی ٹوکیو یونیورسٹی کے ماتحت نہیں رہی بلکہ سچ پوچھیے تو خود ٹوکیو یونیورسٹی کو نوے سال ہوئے ہماری یونیورسٹی سے الگ کر کے قائم کیا گیا تھا۔ ٹوکیو گائکوگو یونیورسٹی، غیر ملکی زبانوں کی پڑھائی کے لئے جاپان میں سب سے پرانا اور مستند سرکاری ادارہ ہے جو چودہ مختلف شعبوں پر مشتمل ہے جن میں اردو ہندی اور عربی کے شعبے بھی شامل ہیں۔

فی الحال ہمارے شعبۂ اردو میں پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک کل ساٹھ طلبہ موجود ہیں جن میں سات طالبات بھی شامل ہیں۔ اس حساب سے معلوم ہوگا کہ ہر جماعت میں پندرہ طلبہ ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جماعت میں ٹھیک پندرہ طلبہ کا وجود ہو۔ کیونکہ ہماری یونیورسٹی میں ہر تعلیمی سال کے آخر میں سخت امتحان لیا جاتا ہے جس میں کئی طلبہ فیل ہو جاتے ہیں اس کے نتیجے میں کسی جماعت میں طلبہ کی تعداد کچھ زیادہ ہو جاتی ہے اور دوسری جماعت میں مقابلتہً کم طلبہ رہ جاتے ہیں۔ اس وقت شعبے کی پہلی جماعت میں انیس طلبہ موجود ہیں اس کی وجہ واضح ہے۔ کئی طلبہ کے فیل ہو جانے سے یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ ہمارے شعبے کے طلبہ پڑھائی میں سست ہیں بلکہ اس شعبے میں داخلہ ملنے کے لئے امیدواروں کو اکثر سخت مقابلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سال شعبۂ اردو کی پندرہ نشستوں کے لئے امیدواروں کی تعداد ایک سو گیارہ تھی یعنی داخلے کے امتحان میں ہر آٹھ میں سے صرف ایک کو کامیابی نصیب ہوئی۔ ایسا سخت مقابلہ جیت لینے کے بعد جب وہ شعبہ اردو کے رکن بن جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ شروع شروع میں انہیں نئی زبان و ادب پڑھنے کا جوش تو بہت ہوتا ہے میں نے یہاں "اردو زبان" لکھنے کی جگہ "نئی زبان" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی ایک وجہ ہے گو کہ انہوں نے شعبہ اردو کے لئے درخواستیں دے دیں مگر اصل میں زیادہ تر امیدواروں کو اردو زبان پڑھنے سے بڑھ کر اپنے لئے کوئی بالکل نئی زبان پڑھنے کی تمنا قوی ہوتی ہے۔ جیسے پاکستان کا نام تو یہاں سب کو بہت عزیز ہے مگر سخت افسوس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ شاید ہی ایک فی صدی جاپانیوں نے اردو کا نام سنا ہو۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ طلبہ ہمارے شعبے میں آ جاتے ہیں تو زندگی میں پہلی بار انہیں اردو کے حروف تہجی دیکھنے کا موقع ملتا ہے دل میں ضرور سوچتے ہیں، یہ رومن رسم الخط سے کتنے مختلف ہیں، مختصر نویسی کی علامت سے کچھ ملتے جلتے تو نہیں؟ جیسے آپ لوگوں نے جب پہلی بار جاپانی رسم الخط کو دیکھا ہوگا تو کچھ نہ کچھ خیال ضرور آتا ہوگا اسی طرح یہاں کے لوگ بھی اردو کے رسم الخط سے گھبرا جاتے ہیں۔ یوں دو تین طلبہ کی ہمت جلدی ہار جاتی ہے۔ البتہ ہندی کے رسم الخط سے تو انہیں اتنی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جاپانی زبان کے پچاس حروف تہجی نہ صرف سنسکرت سے ماخوذ ہیں بلکہ ناگری کا رسم الخط تو یہاں "بونجی" کے نام سے بودھ مذہب کے ساتھ کئی صدیوں سے معروف ہے۔

لیکن اردو کا رسم الخط دیکھ کر جن طالب علموں نے ہمت نہ ہاری انہیں اور کئی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ [illegible] کتابوں کا مسئلہ درپیش ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی نئی زبان کو صرف زبان ہی کے لئے تو نہیں پڑھتے بلکہ اپنی زبان کے ذریعے کچھ اور مطالعہ کرنے کی غرض سے اس کو اپنا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ زبان پڑھنا ہی آخری

مقصد نہیں بلکہ زبان تو مطالعے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے - زبان کے پیچھے ایک قوم کی تاریخ ہے تہذیب و تمدن کا شاندار خزانہ ہے - اس خزانے کو کھولنے کی کنجی ہی زبان ہے - یہاں کئی ایسے لوگ ہیں جو صرف ناول پڑھنے کی خواہش سے روسی، جرمنی، فرانسیسی، اسپانوی اور کیا کیا زبانیں سیکھ رہے ہیں - اگرچہ دنیا کے تمام اہم ادبی شہکاروں کے (چاہے وہ کلاسکی ہوں چاہے موجودہ دور کے) جاپانی میں ترجمے مل جاتے ہیں، پھر بھی کچھ لوگ انہیں اصلی زبان میں پڑھنا چاہتے ہیں -

درسی کتابوں کے مسئلے پر روشنی ڈالنے سے پہلے شعبۂ اردو کے طلبہ کے لئے مقررہ اوقات تعلیم کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے - ہماری یونیورسٹی کے نام سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس یونیورسٹی میں صرف غیر ملکی زبانیں ہی پڑھائی جاتی ہوں گی اور دیگر نصاب کی طرف کچھ توجہ نہیں دی جاتی ہوگی حقیقت پر مبنی نہیں ہے - ہماری یونیورسٹی کا نام ٹوکیو گائکوکوگو یونیورسٹی یعنی غیر ملکی زبانوں کی یونیورسٹی سہی مگر اس میں زبانوں کے علاوہ کئی نصاب کے امتحان دینا لازمی قرار دیا گیا ہے -

مثلاً پہلی جماعت میں طلبہ کو اردو زبان کے دس گھنٹوں کے علاوہ معلومات ہند و پاک کے دو گھنٹے، لازمی نصاب کے طور پر انگریزی کے آٹھ گھنٹے - عام انتخابی نصاب کے دس گھنٹے اور اتھلیٹک کے چار گھنٹوں میں حصہ لینا ضروری ہے - عام انتخابی نصاب میں علم سیاست، علم اقتصادیات، علم تواریخ، علم ادب، علم اخلاق، علم نفسیات، علم حکمت، علم حساب، علم طبیعات، علم جغرافیہ وغیرہ کوئی پندرہ بیس نصاب ہیں جن میں سے پہلے دو سالوں میں کم سے کم نو نصاب کے امتحان میں پاس ہونا لازمی ہے -

دوسری جماعت میں اردو کے دس گھنٹوں کے لکچر کے علاوہ انگریزی کے چھ گھنٹے، ثانوی زبان کی حیثیت سے فرانسیسی، جرمنی، روسی، چینی، اسپانوی وغیرہ زبانوں میں سے ایک یا دو زبانوں کی تعلیم کے لئے چار سے آٹھ گھنٹے، اتھلیٹک کے چار گھنٹے اور انتخابی نصاب میں سے کم سے کم آٹھ گھنٹے کے لکچر میں حاضری لازمی ہے پہلی اور دوسری جماعتوں کو جونیئر جماعت کہہ سکتے ہیں - تیسری اور چوتھی جماعتیں سینئر ہوتی ہیں - ان دو سالوں کے عرصے میں طلبہ کو اردو زبان و ادب کے عمیق مطالعے کے ساتھ مخصوص علوم کے دس بارہ لکچروں کا بھی امتحان دینا ہے - سینئر جماعت کے طلبہ کے لئے فارسی اور عربی کے لکچر بھی ہفتے میں چار گھنٹے دیئے جاتے ہیں - چوتھی جماعت میں دو گھنٹے کے سیمنار میں بیٹھ کر بی - اے کا مضمون تیار کرنا بھی ضروری ہے - یوں ہمارے شعبے میں اردو کے علاوہ دیگر کئی علوم پر بھی لکچر دیئے جاتے ہیں - اسی لئے ہماری یونیورسٹی کے طلبا کو دوسری یونیورسٹی کے طلبا کے مقابلے میں پڑھائی میں سخت محنت درکار ہوتی ہے -

اب میں اپنے شعبے میں اردو زبان و ادب کی پڑھائی میں مستعمل درسی کتابوں کا ذکر کرتا ہوں - اس سے پہلے

میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے شعبے کے معیار کا اپنی یونیورسٹیوں کے شعبۂ اردو سے مقابلہ مت کیجیے۔ آپ لوگوں کے لئے اردو مادری زبان کی حیثیت رکھتی ہے ۔ ہمارے طلبہ کے لئے یہ بالکل نئی زبان ہے اس لئے اس کی پڑھائی کی ابتدا الف بے سے کی جاتی ہے ۔مثال کے طور پر اب میں ان درسی کتابوں کا ذکر کروں گا جو سال رواں کی پڑھائی کے لئے منتخب کی گئی ہیں پہلی جماعت میں قواعد اردو سے پڑھائی شروع ہوتی ہے ۔ یہ کتاب اپریل سے لے کر گرمیوں کی چھٹی تک ختم کی جاتی ہے ۔یعنی تین مہینوں کے اندر طلبہ کو قواعد یاد کرنا ہے ۔ اسی اثنا میں قواعد کے ساتھ محکمۂ تعلیم لاہور کی مرتب کردہ اردو کی تیسری اور چوتھی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں ۔ شروع شروع میں اردو کے حروف تہجی کو یاد کرنے کے لئے طلبہ کو کچھ محنت کرنی پڑتی ہے ۔ جوں جوں اردو رسم الخط سے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہے طلبہ کا شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اردو کی تیسری اور چوتھی کتابیں یونیورسٹی کے طلبہ کی پڑھائی کے لئے موزوں نہیں ہیں ۔لیکن ہمیں ان کے بدلے اور کوئی اور اچھی درسی کتاب اردو کی ابتدائی تعلیم کے لئے نظر نہیں آتی ۔

گرمیوں کی چھٹی ختم ہونے کے بعد جب ستمبر سے نئی پڑھائی شروع ہوتی ہے تو اب آپ کے مڈل اسکول کے معیار کی درسی کتابیں یعنی چھٹی ساتویں اور آٹھویں کی کتابیں نصاب میں آجاتی ہیں ۔ انہیں فروری تک ختم کر لیا جاتا ہے اسی دوران اردو بول چال اور مضمون نگاری کی ابتدائی تربیت بھی دی جاتی ہے ۔ ہماری یونیورسٹی میں سال میں دو باقاعدہ امتحانات لئے جاتے ہیں ۔ پہلا امتحان اکتوبر کے وسط میں ایک ہفتے کے لئے اور دوسرا امتحان فروری کے اوائل میں دس روز کے لئے لیا جاتا ہے ۔ ان دونوں میں کم سے کم دس پندرہ پرچے ہیں جن سب میں پاس ہونا ضروری ہے ۔ دوسری جماعت میں طلبہ نویں اور دسویں کتابوں تک پہنچ جاتے ہیں ۔ اس کے ساتھ اس سال "نقش ادب" اور "کارواں ادب" بھی (یہ دو کتابیں لاہور سے منگوائی گئی ہیں) لازمی قرار دی گئی ہیں ۔ اردو مضمون نگاری کے لئے بھی ہفتے میں دو گھنٹوں کا خاص لکچر دیا جاتا ہے ۔سینئر جماعت کے لئے ہم نے اس سال بہت سی نئی کتابیں داخل کر دی ہیں ۔ افسانے کے لئے منشی پریم چند کی "زادِ راہ" ۔ علی عباس حسینی کی "رفیق تنہائی" مضمون نگاری کے لئے پروفیسر رشید احمد صدیقی کی "مضامین رشید" ۔ تاریخ کے لئے ڈاکٹر حمید الدین کی "تاریخ اسلام" ۔سیمنار کے لئے شاہ معین کی "اسلام اور عربی تمدن" وغیرہ کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے ۔

شعبے کے طلبہ کے لئے یونیورسٹی کے ثقافتی میلے کا ہفتہ شاید زمانۂ طالب علمی کا سب سے یادگار ہے ۔ اس میلے کا سب سے اہم پروگرام یونیورسٹی کے چودہ شعبوں کی طرف سے ایک ڈرامے کی نمائش ہے ۔ اسی وجہ سے اس میلے کو "غیر ملکی زبان میں ڈرامے کا جشن" بھی کہا جاتا ہے ۔ پچھلے سال کے جشن کے موقع پر شعبۂ اردو کے طلبہ نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کا اصلاحی ڈرامہ "گناہ کی دیوار" پیش کیا ۔ ڈرامے کی نمائش کے لئے پانچ مہینے پہلے سے تیاری شروع کی گئی اور ہر روز دیر تک ریہرسل کی گئی ۔ آخر نمائش ہوئی تو ڈرامہ لوگوں کو بہت پسند آیا ۔ اس

جشن کا مقصد صرف ڈرامے کی نمائش نہیں بلکہ اس کے ذریعے لوگوں کو دنیا کے مختلف ملکوں کے عوام کی زندگی، عادات رسم و رواج سے واقف کرانا بھی مقصود ہے اور ہم اپنے اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں ۔

یہاں شعبۂ اردو کے اساتذہ کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ فی الحال شعبے کے صدر کا عہدہ مدد گار پروفیسر کورو یاناگی تسونیو صاحب سنبھالتے ہیں ۔ آپ تہران یونیورسٹی میں ایک سال فارسی ادب کا مطالعہ کر چکے ہیں ۔ آپ اردو کے علاوہ فارسی اور عربی کے ماہر معلم مانے جاتے ہیں ۔ فارسی ادب پر آپ کے کئی مضامین شائع ہو چکے ہیں ۔ شعبۂ اردو کے دوسرے باقاعدہ استاد ہونے کی ذمہ داری اس مختصر مضمون کے راقم کے سر ہے ۔ میں فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اردو زبان و ادب سے محبت میں یہاں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں ۔ ہمارے شعبے میں باقاعدہ اساتذہ تو بس یہ دو ہیں ۔ ان کے علاوہ دو اور " بے قاعدہ " اساتذہ نامزد ہوئے ہیں جن میں ایک ہندوستانی صاحب ہیں ۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ شعبے میں قابل اساتذہ کی تعداد میں جتنا اضافہ ہو جائے اتنا ہی شعبے میں ترقی و اصلاح کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یونیورسٹی کا حالیہ بجٹ ہمیں کوئی امید رکھنے نہیں دیتا ۔

اب میں اپنے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ میرا ارادہ یہاں پاکستان کی مطبوعہ کتب کے حالات پر نکتہ چینی کرنا ہرگز نہیں ہے ۔ پھر بھی میں اس پر کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ۔ سب سے پہلے لغت کی بات عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ہمارے شعبے میں کئی سال سے بھارت کے رام نرائن لال الہ آباد کا اردو انگریزی اور انگریزی اردو لغت منگوایا جاتا تھا ۔ ایک تو یہ لغت کافی پرانا ہو گیا ۔ اور دوسرے اس میں الفاظ بھی تعداد میں بہت کم ہیں ۔ اسی وجہ سے ہم نے دو سال ہوئے لاہور کے ایک ناشر کے اردو۔ انگریزی اور انگریزی ۔ اردو لغت کو طلبا کے لئے پسند کیا تھا چنانچہ دونوں کی بیس بیس جلدیں منگائی گئیں ۔ ہم نے ۲۲ ستمبر میں آرڈر دیا اور چالیس جلدیں چھ مہینوں کے بعد اس سال جون میں پہنچیں ۔ دیکھئے پاکستان سے جاپان تک کتابوں کی آمد میں آدھا سال لگ جاتا ہے واقعی ہم کتنی دور رہتے ہیں ۔ اس سال بھی ہم نے حسب دستور دسمبر میں اردو انگریزی انگریزی اردو لغات کی چالیس جلدوں کا آرڈر دیا ہے ۔ طویل عرصے کے انتظار کے بعد جون کے وسط میں پارسل آپہنچے ۔ کھولا تو ان میں سے اردو ۔ انگریزی کی صرف چودہ جلدیں اور انگریزی اردو کی صرف سات جلدیں نکلیں ۔ ضرورت سے کم تعداد لغت پاکر ہم گھبرا گئے ۔ دو تین طلبا کو لغت نہیں ملا ۔ کوئی نئی زبان پڑھنے کے لئے بھلا لغت کے بغیر کیسے کام چلا سکتے ہیں ۔ جن طلبہ کو لغت نہ ملا ان کی مایوسی اور حوصلہ شکنی آپ سمجھ سکتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر ہماری پریشانی کی بات یہ پیش آئی کہ اردو ۔ انگریزی کی چودہ جلدوں میں سے دو جلدیں ایسی شامل تھیں جن کے ابتدائی بیس تیس صفحات کم تھے ۔ اب انہیں کیسے واپس بھیج سکتے ؟ اس کے ساتھ ہی ایک اردو لغت بھی منگوائی گئی تھی اس کا چھاپہ بھی اتنا خراب ہے کہ مشکل سے دکھائی دیتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اشاعت کا حال دیکھ کر ہم متعلقہ ملک کے معیار

تمدن کا ٹھیک اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نہ جانے اس لغت کو دیکھ کر طلبہ کے دل میں کیا خیال گزرا ہوگا۔ اب درسی کتابوں کو دیکھیے۔ محکمۂ تعلیم لاہور کی اردو کتابیں کسی لحاظ سے بھی قابل غور نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ طلبہ دل میں سوچنے لگیں کہ جہاں کی سرکاری کتاب کا یہ حال ہے وہاں کا کیا معیار تعلیم ہوگا۔ بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کی مرتب کردہ نیا اردو نصاب لازمی کی کتابیں مقابلتاً عمدہ ہیں مگر ان کے اندر کئی غلطیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً دسویں حصہ نثر کے صفحہ ۱۹ کی نیچے سے تیسری سطر صفحہ ۱۰۸ کی اوپر سے آٹھویں سطر کو ملاحظہ فرمایئے۔ اپنی زبان کی درسی کتابوں میں ایک غلطی بھی قابل معافی نہیں ہو سکتی اگر ہمارے ملک میں ایسا واقعہ پیش آتا تو مرتبوں کو سخت مصیبت اٹھانی پڑتی اور ایسی کتابوں کی تقسیم فوراً بند کی جاتی۔

درسی کتب کو چھوڑ کر عام کتابوں، رسالوں اور اخباروں کو لیجیے۔ ان میں چھاپ، کاغذ، اور جلد سازی کے لحاظ سے جو بین الاقوامی معیار تک پہنچی ہوں وہ ایک فیصدی بھی نہیں ہیں۔ کاغذ اور جلد سازی کی خرابی کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے مگر چھاپے کی خرابی سے کتاب پڑھنے کا شوق ختم ہو جاتا ہے۔ یہ میں اپنی بات نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ عام رجحانات کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ ورنہ اس وقت میرے کمرے میں سینکڑوں کی تعداد میں اپنی ذاتی اردو کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے وہ کس لئے؟۔

اگرچہ اردو زبان کو پاکستان کی دو قومی زبانوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے پھر اس کی ترقی و توسیع کی رفتار کو تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت ملک میں تعلیم کو فروغ دینے اور معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لئے بہت کوشش کر رہی ہے اور اس کے لئے کئی ترقیاتی منصوبوں پر عمل بھی کیا جا رہا ہے پھر بھی اس میدان میں جتنی جدوجہد کی جائے کم ہے۔

تعلیم کی تیز ترقی کے لئے جاپانی حکومت نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ خود مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آج سے کوئی ایک سو سال ہوئے جب جاپان مغربی تہذیب کے زیر اثر جدید ترقی کی شاہ راہ پر گامزن ہوا تو سب سے پہلے حکومت نے تعلیم کی ترقی کو قومی ترقی کے لئے اہم ترین قرار دیا تھا۔ چنانچہ حکومت نے یہ تجویز کی کہ پرائمری اسکولوں کے بچوں کی پڑھائی کے لئے حکومت کی طرف سے صرف ایک ہی قسم کی درسی کتابیں مرتب کی جائیں۔ ان ہی سرکاری کتابوں کے ذریعے ملک بھر میں معیار تعلیم برابر بلند ہونے لگا۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان کے حضرات بھی اس طریقے پر ضرور غور فرمائیں۔

اردو کی ترقی میں ایک سخت رکاوٹ بلاشبہ اس کے پتھر کے چھاپے کا طریقہ ہے۔ لیتھوگرافی کو لوگ پسند کریں خوبصورت سمجھیں یا زیادہ سستا پائیں مگر موجودہ دور میں آخر یہ فن کب تک چل سکے گا؟ خوش نویسی ایک الگ فن ہوتا ہے اس کو اردو کتب کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ ٹائپ لیتھو کی جگہ لے۔ آجکل ٹائپ والے چھاپے کی کتابیں بازار میں آنے لگی ہیں۔ کچھ رسالے بھی ٹائپ

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

ظاہر اور باطن کا فرق

حکومت کے عمال ، قومی اسمبلی کے ممبر مختلف اداروں کے سربراہ اور دانشور قومی زبان کی اہمیت کے بارے میں پرزور تقریریں کر کے عوام کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان کو قومی زبان بدیسی زبان معلوم ہونے لگتی ہے۔ ابھی ادارۂ بنکاری نے بھی اپنی اسی "قومی حمیت" کا ثبوت دے کر قومی خواہشات کا مذاق اڑانے میں حب الوطنی کا عظیم ثبوت دیا ہے۔ ۸ جولائی ۷۵ء کی خبر مظہر ہے کہ ادارۂ بنکاری پاکستان کراچی نے اس سال اپنے سالانہ امتحان میں سوالوں کے ایسے جوابات مسترد کر دیئے ہیں جو اردو میں لکھے گئے تھے۔ اس سلسلے میں بنکاری کے امتحانات دینے والے اکثر طلبا کا بیان ہے کہ انہوں نے اردو کالج میں تعلیم حاصل کی ہے اور یونیورسٹی نے بھی ذریعۂ تعلیم اردو قرار دے رکھا ہے۔ اس کے باوجود انہیں یہ مجبور کرنا کہ وہ انگریزی میں جواب لکھیں۔ انتہائی نامناسب طرزِ عمل ہے۔ دراصل یہ عمل اُن تمام طالب علموں کو مایوس اور ہراساں کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے جو اردو کے حق میں ہیں۔ اُن کو اردو میں تعلیم حاصل کرنے کی سزا یہ ملے گی کہ وہ کہیں نوکری حاصل کر سکیں گے نہ مستقبل سنوارنے کی توقع کر سکیں گے۔ جب اردو میں تعلیم حاصل کر کے نوکری بھی نہ مل سکے تو بتایئے کہ پھر قومی زبان کو "اختیار" کرنے اور اس کی سرپرستی کرنے کا مطلب کیا ہے ؟

نیشنل بینک کی ادبی سرگرمیاں

نیشنل بینک گو کہ بظاہر ایک ایسا ادارہ ہے جس کا کوئی تعلق ادب سے ہو سکتا ہے اور نہ اس کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس ادارہ نے ہماری علمی ، تہذیبی اور ادبی اقدار کی حفاظت کے لئے بڑے ٹھوس اقدام کئے ہیں۔ اس کی وجہ اُن حضرات کی موجودگی ہے۔ جنہوں نے اس ادارہ کو پاکستان کی اجتماعی زندگی کا مظہر بنا دیا ہے۔ لاہور میں نیشنل بینک آف پاکستان کے لٹریری سرکل کا جلسۂ تقسیم انعامات اپنے پورے تزک و احتشام سے منعقد ہوا جس میں معززین شہر اور

شائقین علم و فن کے علاوہ نیشنل بینک کے مینجنگ ڈائرکٹر جناب ممتاز حسن نے اور اردو کے مشہور شاعر حضرت امیر مینائی کے پوتے جناب ادریس احمد مینائی نے خطبات پڑھے ۔ ظاہر ہے کہ یہ جلسہ کس قدر کامیاب اور شاندار رہا ہوگا مگر اخبارو ں کی اس اطلاع پر ہمیں خدا جانے اب تک کیوں یقین نہ آسکا کہ اس جلسہ میں ان دونوں ممتاز شخصیتوں نے اپنے اپنے خطبے خالص اور خوبصورت انگریزی میں ارشاد فرمائے ۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک خبر ۔ بلا تبصرہ

قومی اسمبلی کے ایک ممبر نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ قومی ترانے کا ترجمہ بنگالی میں بھی کر دیا جائے ۔

تصویر کا دوسرا رُخ

تائید حق

مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس نذیر احمد محمود نے ۲۰ر جون کو اسلامیہ کالج کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات میں ارشاد فرمایا ہے کہ تعلیم یافتہ افراد کو اپنی صلاحیتیں قومی زبان اردو کی ترویج اور ترقی پر صرف کرنی چاہئیں ۔ اور انگریزی زبان کو ہمارے یہاں کے تعلیمی نصاب یا معاشرتی زندگی میں محض ثانوی حیثیت ملنی چاہیئے ۔ آپ نے طلبہ کو صداقت اور دیانت کے راستے پر چلنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابھی سے اپنی زندگی کو اسلامی اقدار پر استوار کرنے کی کوشش شروع کر دیں ۔ آپ نے فرمایا کہ دوسرے مضامین کی نسبت اردو کا اچھا تناسب محض اتفاقی نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنا انگریزی کی نسبت آسان ہے ۔ آپ نے طلبہ کو مشورہ دیا کہ وہ آج ہی سے اس انداز سے سوچنا شروع کر دیں کہ ان کی بہتر کارکردگی ہی سے قوم کا مستقبل درخشاں ہوگا ۔ انہوں نے ٹیچروں سے بھی درخواست کی کہ وہ اردو کو بطور ذریعۂ تعلیم استعمال کریں ۔ کیونکہ انگریزوں کے دور میں انگریزی پڑھنا ضروری تھا مگر اب ملک آزاد ہے چنانچہ اب انگریزی ضروری نہیں رہی ہے ۔

مغربی پاکستان اسمبلی میں

یکم جولائی کو مغربی پاکستان اسمبلی میں غیر سرکاری کارروائی کے پہلے روز قائد حزب اختلاف خواجہ محمد صفدر نے ایوان میں ایک بل پیش کرتے ہوئے کہا کہ سرکاری دفتروں میں عدالتوں اور تعلیمی اداروں میں انگریزی کے بجائے اردو کو رائج کیا جائے ۔ آپ نے اس بل کی افادیت واضح کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسودہ علامہ رحمت اللہ ارشد نے سابقہ اسمبلی میں پیش کیا تھا ۔ لیکن اس کو ایک کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا جو دو سال تک اس پر غور کرتی رہی اور اس کے بعد اسمبلی کی مدت ختم ہوگئی ۔ خواجہ محمد صفدر نے کہا کہ حکمراں افراد پر انگریز پرستی کا اس قدر جنون طاری ہے کہ وہ انگریزی کی غلامی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں ۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ آئین کے مطابق اردو قومی زبان ہے لیکن اس کی عملی حیثیت کچھ بھی نہیں

قانون نے اس موقع پر کہا کہ ہم اس مسودہ قانون کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

ام ہمدرد ر/ ہ

یکم جولائی کو لاہور میں شام ہمدرد کی تقریب میں مرکزی ترقی اردو بورڈ کے ڈائرکٹر جناب اے۔ڈی اظہر نے "غریب اردو" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اردو زبان اُن خیالات اظہار کا ذریعہ ہے۔جن کی نشو ونما کے لئے مملکت پاکستان کا وجود ضروری ہوا۔ پاکستان کو ہم نے اسلامی ت کے فروغ و استحکام کے لئے حاصل کیا تھا۔ اور اسلامی ثقافت کے موثر اظہار کا ذریعہ صرف اردو زبان ۔ اردو کو قومی زندگی کے تمام شعبوں میں جاری وساری کئے بغیر ہم ایک الگ اور جاندار قوم کی حیثیت سے ہ نہیں رہ سکتے ۔ اس سے پیشتر حکیم محمد سعید صاحب نے آظہر صاحب کا تعارف کرایا اور ان کی خدمات اردو راج تحسین پیش کیا۔ جناب آظہر صاحب نے اپنی تقریر کے دوران اردو کے متعلق سرکاری اور عوامی رویہ کا ذکر ے ہوئے فرمایا کہ کل تک ہم اُردو اُردو پکارتے تھے آج پاکستان ملنے پر ہم نے علاقائی زبانوں کی مالا جپنی شروع ی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تقلید ایک ذہنی فعل ہے جب تک ہم اپنی زبان نہیں بولیں گے "تقلیدی" ہی رہینگے لیتی" نہیں بن سکیں گے۔

یات میں اُردو

بنیادی جمہوریتوں کے وزیر جناب محمد یٰسین خاں وٹو نے بتایا ہے کہ بلدیات کے متعدد دفاتر نے اردو کو سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اور بعض نے اردو کو سرکاری ن کی حیثیت سے اختیار کرلیا ہے۔ کراچی اور لاہور کے بلدیاتی ادارے بھی ان اداروں میں شامل ہیں۔انہوں ہا کہ دوسری یونین کونسلیں اور بلدیاتی ادارے بھی اُن کی تقلید کر رہے ہیں۔

دو کالج کا قیام

۳۰ رجون کی خبر مظہر ہے کہ بورڈ آف سکینڈری ایجوکیشن نے صوبائی دارالحکومت میں ایک نئے تعلیمی ادارے اردو کالج کے قیام کی منظوری دیدی ہے۔ یہ کالج ن آباد کے قریب ملتان روڈ پر جاری کیا گیا ہے۔ اس کا انتظام اور انصرام مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی کے زیر ہے اور اس کے پرنسپل ڈاکٹر سید عبداللہ مقرر ہوئے ہیں۔ فی الحال یہ کالج انٹرمیڈیٹ آرٹس کے لئے ور ہوا ہے اور اس تعلیمی سال سے اس میں طلبہ کے داخلے شروع ہوگئے ہیں۔

دو سرکاری زبان

انجمن عرائض نویساں مغربی پاکستان کی مجلس عاملہ نے سیالکوٹ میں ۴ر جولائی کو مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو جلد از جلد عدالتی اور سرکاری زبان بنا دیا جائے۔ اس کے علاوہ انجمن نے حکومت کے سامنے بہت سے اہم اور ضروری مطالبات بھی رکھے ہیں۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انجمن کے صدر نے کہا کہ حکومت کو جلد از جلد نئے قانون وضع کرنے چاہئیں۔ انہوں نے اردو کے موضوع قریر کرتے ہوئے افسروں اور ان لوگوں کی ذہنیت پر اظہار افسوس کیا جو غیر ملکی زبان جاننے پر فخر محسوس

کرتے ہیں۔

"سنجیدہ مذاق" کی افادیت ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں اردو کے شیدائیوں نے ایک دلچسپ فیصلہ کیا ہے کہ وہ باہمی گفتگو میں انگریزی الفاظ استعمال نہیں کریں گے۔ اور اگر کسی نے یہ غلطی کی تو اسے اپنی غلطی کے اعتراف کے طور پر کچھ دیر اپنا بایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھنا ہوگا۔ یہ فیصلہ ایک حلف کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ حلف اٹھانے والوں میں اساتذہ، طلبہ، تاجر اور عام لوگ بھی شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم اس وقت تک انگریزی سے اجتناب کریں گے۔ جب تک اردو کو دفتری اور عدالتی زبان نہیں بنا دیا جائے گا۔

مغربی پاکستان یوتھ مومنٹ مغربی پاکستان کی یوتھ مومنٹ کی سالانہ کانفرنس میں یکم اگست کو یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ مغربی پاکستان میں اردو کو فوری طور پر سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ اس سلسلے میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے کہ پبلک سروس کمیشن کے مقابلہ کے امتحانات میں شریک ہونیوالے امیدواروں کو اردو میں پرچے حل کرنے کی اجازت ملے۔

کوئٹہ میں فروغ ادب انجمن فروغ ادب کوئٹہ کے ممبران نے دوکانوں پر اردو بورڈ لگوانے کے لئے ایک تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انجمن کا ایک ہنگامی اجلاس رشید بھٹی کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کوئٹہ میں اردو کی ترویج کے لئے زور شور سے مہم شروع کی جائے۔ انجمن کی ایک قرارداد میں مقامی دوکانداروں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اپنی دوکانوں پر انگریزی کی بجائے اردو حروف کے بورڈ لگوائیں۔ ایک اور قرارداد میں کاروں، اسکوٹروں اور بسوں کے مالکان سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ نمبر پلیٹیں اردو میں تحریر کرائیں۔

علمی۔ تہذیبی۔ تعلیمی خبریں

ادبی تاریخ پنجاب یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ اس نے برصغیر پاکستان و بھارت کی ساڑھے بارہ سو سالہ ادبی تاریخ تیار کرنے کے ایک منصوبے پر کام شروع کیا ہے۔ مسلمان اس برصغیر میں ۷۱۲ء میں آئے تھے۔ اس وقت سے انہوں نے جو ادبی تخلیقات پیش کی ہیں پنجاب یونیورسٹی ان کا اردو میں تاریخی، ثقافتی اقتصادی اور سیاسی پس منظر پندرہ جلدوں میں مرتب کرے گی۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ ادبی تاریخ کے ایڈیٹر گروپ کیپٹن سید فیاض محمود نے بتایا ہے کہ اس منصوبے کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ اور اصول وضع کر لئے گئے ہیں۔ ادبی تاریخ کی ترتیب کے لئے پروفیسر حمید احمد خاں وائس چانسلر یونیورسٹی مدیر اعلیٰ ہوں گے۔

اردو اکیڈیمی کا اعلان ۔مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی نے لاہور میں مضمون نویسی کے مقابلہ کے نتائج کا

اعلان کر دیا ہے۔ اردو اکیڈیمی نے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلبہ اور عام لکھنے والوں کے لئے اپریل ۶۵ء میں سائنسی موضوعات پر اردو میں مضمون نویسی کے مقابلے کا اہتمام کیا تھا۔ اس سال مختلف سطحوں کے پچاس مضامین موصول ہوئے تھے جن میں سے پندرہ کو انعام کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ انعام کی تقسیم کی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

داؤد ادبی انعام کی تاریخ

ادارہ مصنفین پاکستان کی طرف سے کراچی میں ۴ راگست کو ایک بیان میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۶۵ء کے داؤد ادبی انعام کے لئے کتابیں داخل کرنے کی آخری تاریخ ۳۰ ستمبر ہے۔ داؤد انعام کے قواعد وضوابط مشرقی ومغربی پاکستان کے تمام ممتاز ناشرین کو بھیجے گئے ہیں۔ داؤد ادبی انعام ۲۵ ہزار روپیہ کا ہے جو ۱۹۶۳ء میں داؤد فاؤنڈیشن نے قائم کیا تھا۔ اور اس کے تحت ہر سال ادبی تنقید، تحقیق یا نظریۂ پاکستان سے متعلق موضوعات پر بنگالی اور اردو تصانیف پر انعام دیا جاتا ہے۔

اہلِ قلم اور کشمیر

اور جون کو کراچی میں جناب جمیل الدین عالی قائم مقام سکریٹری جنرل رائٹرز گلڈ اور جناب انور رجنل سکریٹری نے ادارا کی طرف سے ایک مشترکہ بیان میں لاہور اور ملتان کے تمام ممتاز ادیبوں اور مصنفوں کو کشمیر کی آزادی کے لئے ان کی حالیہ جدوجہد میں اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے لاہور کے ادیبوں کے ساتھ ہمنوا ہو کر افریقہ اور ایشیا کے ادیبوں اور مصنفوں سے اپیل کی ہے کہ وہ کشمیر کی آزادی کے لئے اپنے قلم کی قوتوں کو استعمال میں لائیں۔ انہوں نے سیاسی قیدیوں کو رہا کرانے والے بین الاقوامی ادارے سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ مظلوم رہنماؤں کو رہا کرائیں۔

اردو بنگالی سیکھئے

قومی اسمبلی کے ایک رکن نے اردو اور بنگالی کی تعلیم کے بارے میں ایک تحریک پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اس تجویز کے مطابق قومی اسمبلی کی عمارت میں ایک گھنٹے کے لئے اردو بنگالی کلاسیں ہوں گی اور ارکان اسمبلی اس طرح ایک دوسرے کی زبان سیکھ سکیں گے۔

ادارہ مصنفین کے طبی مشیر کا تقرر

ڈاکٹر یاور عباس نے ادارہ مصنفین پاکستان کا طبی مشیر بننا منظور کر لیا ہے۔ وہ بیمار ادیبوں اور شاعروں کو مفت طبی مشورے دینگے اور معائنہ کریں گے۔ خطرناک اور مہلک امراض میں مبتلا مریضوں کی ادویات اور علاج کے اخراجات ادارہ برداشت کرے گا۔ یہ بات ادارہ کے حلقۂ کراچی کے سکریٹری نے ۲۹ رجون کو کراچی میں بتائی۔ آج کل منظر صدیقی ڈاکٹر یاور عباس کے زیر علاج ہیں جو دق میں مبتلا ہیں۔ وہ گلڈ کے پہلے ممبر ہیں جن کے علاج کے لئے ڈاکٹر یاور عباس نے درخواست قبول کی ہے خود ڈاکٹر صاحب بھی ادارہ کے بنیادی رکن ہیں۔

حمیدہ سلطان کے اعزاز میں

۱۴ر جولائی کی شام کو لاہور کے دفتر رائٹرز گلڈ میں ہندوستان کی انجمن ترقی اردو کی سکریٹری حمیدہ سلطان صاحبہ کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا جس میں تقریر کرتے ہوئے سکریٹری حلقہ نے ہندوستان میں اردو کو زندہ رکھنے کی کوشش میں موصوفہ کی خدمات کو سراہا۔ حمیدہ سلطان نے اپنی جوابی تقریر میں مغربی پاکستان میں اردو کی ترقی و ترویج کی مساعی کی بے حد تعریف کی اور لاہور کے ادیبوں کو یقین دلایا کہ دلی میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس تقریب میں احمد ندیم قاسمی امتیاز علی تاج، مرزا ادیب، عبدالحمید عدم۔ عشرت رحمانی۔ حجاب امتیاز علی۔ خواجہ محمد شفیع اور دیگر ممتاز ادیبوں نے شرکت کی۔

حقوق کا تحفظ

۲۳ر جولائی کو لاہور میں لاہور اور راولپنڈی کے گورنمنٹ اسکولوں کے اردو، فارسی، اور عربی کے اساتذہ کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے ایک تنظیم قائم کی گئی ہے۔ اس تنظیم نے مطالبہ کیا ہے کہ اردو فارسی اور عربی پڑھانے والے اساتذہ کو انگریزی اساتذہ کے برابر تنخواہیں دی جائیں۔ نائب صدر تنظیم نے کہا ہے کہ مشرقی زبانوں کے اساتذہ کو ۵۱ روپیہ قلیل مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ بورڈ اور یونیورسٹی کے سند یافتہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس پر سخت افسوس ظاہر کیا کہ قومی زبان اور ہماری تہذیبی زبانوں کو ایک غلامی کی یادگار زبان کے مقابلے پر بے توجہی کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

اس آئینہ خانے میں

جناب حسین خلاص کا بیان

مصر کے وزیر ثقافت و بیرونی تعلقات جناب حسین خلاص نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم متحدہ عرب جمہوریہ اور پاکستان کے درمیان ان شعبوں میں فنی تعاون کا خیر مقدم کریں گے۔ جو دونوں کے لئے ضروری اور مفید سمجھے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں بعض مصریوں کو اردو سیکھنے کے لئے پاکستان بھیجوں گا تاکہ وہ پاکستانی عالموں کی تصنیفات کا عربی ترجمہ کر سکیں اس سے دونوں ملکوں کے درمیان ثقافتی تعلقات کو مستحکم کرنے میں مدد ملے گی۔ جناب حسین خلاص ۱۵ر جون کو قاہرہ میں انٹرویو دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور متحدہ عرب جمہوریہ کے بہت سے مسائل اور تجربات مشترک ہیں۔ اور دونوں ملک قدیم تاریخی رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔

اقبال شیدائی کی واپسی

مشہور انقلابی۔ سیاسی کارکن اور اردو کے پرستار جناب اقبال شیدائی ۲ر اگست کو لاہور پہنچ گئے ہیں۔ اقبال شیدائی ۷۵ سال کی عمر میں بھی اردو کی تدریس میں ہمہ تن معروف ہیں۔ وہ اٹلی کے تورین یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر تھے۔ آپ اس صدی کے ابتدا

یہ کے مجاہدین آزادی میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ۔ آپ نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے انہ بشانہ جنگ آزادی لڑی تھی ۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران آپ کو چار سال نظر بند رکھا گیا اور پھر جلا وطن کر دیا گیا پ ۱۹۴۷ء تک جلا وطن رہے ۔ ستائیس سال کی جلا وطنی کے عرصہ میں بھی آپ نے یورپ اور مشرق وسطیٰ میں جنگ زادی کو متعارف کرانے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ۔ آپ پاکستان کے قیام کے بعد وطن واپس آگئے تھے ۔ ر حکومت سے اختلافات کی بنا پر پھر وطن چھوڑ دیا تھا ۔

لی مردیکو ۔ انگریزی ادیب

"گنگا دین کے لئے بہشت نہیں ہے" یہ وہ کتاب ہے جو انگریزی میں لکھی گئی ہے ۔ اور اسے ایک ایرانی ادیب علی مردیکو نے لکھا ہے ۔ برطانیہ میں یہ تاب نہایت مقبول ہوئی ۔ نقادوں اور تبصرہ نگاروں نے اس کے مصنف کو جینئس قرار دیا ہے ۔ مصنف ے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ انگریزی فوج کے افسروں کی قیام گاہ میں بیرا تھا ۔ اس کی تصانیف ر آکسفورڈ یونیورسٹی میں تحقیق ہو رہی ہے ۔

روفیسر رالف رسل

لندن کے شعبۂ اردو کے سربراہ پروفیسر رالف رسل پاکستان تشریف لائے تھے ۔ آپ کے اعزاز میں کراچی اور لاہور کے متعدد اداروں نے تقریبات نعقد کیں ۔ مغربی پاکستان ادارہ مصنفین پاکستان نے بھی آپ کے اعزاز میں دعوت دی ۔ اس تقریب میں آپ نے ردو کو دنیا کی بہترین ادبی زبانوں میں شمار کیا ۔ اور اس بات کا انکشاف کیا کہ لندن یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات ں اردو شاعری اور خصوصاً غزل بہت مقبول ہے ۔ پروفیسر رالف رسل خود بھی بہت اچھی اردو بولتے ہیں ۔ اور ردو ادب کے ممتاز مداحوں میں ہیں ۔

بارک ساغر کے لئے اپیل

ملک کے مشہور اور پرانے صحافی اور سوشلسٹ لیڈر مبارک ساغر آجکل شدید علیل ہیں ۔ مبارک ساغر عہدِ برطانیہ میں کئی بار جیل بھگت چکے یں ۔ اور پورے خاندان کے تنہا کفیل ہیں ۔ اور ان کی علالت سے ان کا خاندان شدید مالی پریشانیوں میں مبتلا ہے ۔ آپ کی امداد کے لئے کراچی یونین آف جرنلسٹس کے سکریٹری جنرل نے حکومت سے اپیل کی ہے ۔

حکمائے یونان پر تحقیق

پاکستان کے مشہور طبیب اور دانشور جناب نیر واسطی کو مرکزی وزارت تعلیم کی جانب سے اسکالرشپ پر یونان جانے کی دعوت ملی ہے ۔ آپ ایتھنز یونیورسٹی میں حقیقی کام کا آغاز کریں گے ۔ اور ایسے علاقوں کا دورہ بھی کریں گے جہاں حکمائے یونان نے زندگی بسر کی ہے ۔ پروفیسر یر واسطی پاکستان میں انجمن ثقافت پاکستان و ترکیہ کے صدر اور استنبول میں ترکی ادارۂ تاریخ طب کے رکن ہیں ۔

یادوں کے چراغ

یومِ شبلی

۲۵ رجون کو کراچی میں پاکستان اردو اکیڈمی کی طرف سے یوم شبلی منایا گیا۔ جلسے میں کراچی کے ممتاز ادیبوں۔ دانشوروں اور شخصیتوں نے شرکت کی۔ شبلی پر مضامین پڑھے گئے جن میں اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا اور اُن کے فن پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ اس کے علاوہ شعراء نے بھی عقیدت کے نذرانے پیش کئے۔ کراچی میں اس عظیم محسن کی یاد پہلی بار منائی گئی تھی۔ امید ہے کہ اس سلسلہ کو آئندہ بھی جاری رکھا جائے گا۔

مولانا سلیم پانی پتی کی یاد

ادارۂ حفظِ معارف اسلامیہ کے تحت ۲۸ رجون کو لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر سید عبداللہ نے کی۔ یہ جلسہ مشہور ادیب، نثار، اور محقق مولانا سلیم پانی پتی کی یاد میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں لاہور کے ممتاز اہلِ قلم نے شرکت کی۔ مولانا وحیدالدین سلیم پانی پتی کی علمی خدمات تبحر علمی اور ادبی کارناموں پر ان کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

مرحوم صحافیوں کی یادگار

یونین انشورنس کمپنی آف پاکستان لمیٹیڈ نے ۶ رجولائی کو کراچی میں اعلان کیا ہے کہ قاہرہ کے قریب فضائی حادثے میں ہلاک ہونے والے صحافیوں کی یاد میں یونین انشورنس کمپنی کی جانب سے ہر سال ایک گولڈ میڈل اس طالب علم کو دیا جائے گا جو ایم۔ اے صحافت کے امتحان میں اول آئیگا۔ اس سلسلے میں کمپنی کے لائف مینجر جناب انصار حسین نے ۷ رجولائی کو کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی کو پانچ ہزار روپیہ کا ایک چیک پیش کیا۔

ماتم میں ہم شریک

لیڈی عبدالقادر کا انتقال

۲۹ رجولائی کی صبح کو لاہور میں ایک ایسی ہستی اٹھ گئی۔ جس نے ملک کی ذہنی۔ ثقافتی اور ادبی زندگی کی شمع کو ۸۵ سال کی عمر تک روشن رکھا۔ لیڈی عبدالقادر مشہور زمانہ محبِ وطن اور ادب دوست شخصیت عبدالقادر کی بیوہ تھیں۔ اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ جناب منظور قادر کی والدہ تھیں۔ لیڈی عبدالقادر برصغیر پاک وہند میں مسلمان عورتوں کی سماجی اور تعلیمی تحریک کے اوّلین علمبرداروں میں ممتاز ترین مقام رکھتی تھیں۔ انہوں نے مختلف انجمنوں اور اداروں کی سرپرستی کی اور بعض ممتاز اور مشہور تعلیمی اور اصلاحی اداروں کو قائم کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے عورتوں کے مختلف رسالوں کی بھی ہر قسم کی معاونت کی۔ ایک عرصہ تک وہ بعض

رسائل میں مختلف پہلوؤں پر مضامین بھی لکھتی رہیں۔ لیڈی عبدالقادر ایک سراپا عمل شخصیت تھیں اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وفات سے کچھ ہی عرصہ پہلے آپ نے اردو زبان کی ترویج کے حامیوں کے ایک خاص جلوس کی قیادت بھی کی تھی۔

ادارۂ قومی زبان لیڈی عبدالقادر کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا نقصان ۱۱ر جولائی کو دھلی کی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ایک استاد جناب اختر حسین فاروقی کا انتقال ہوگیا۔ وہ تیس سال تک ادارہ میں تعلیم و تدریس میں مصروف رہے اور علمی ادبی مشاغل کی وجہ سے فیض کا سبب بنے رہے۔ اُن کے سینکڑوں شاگرد پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمیں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اس نقصان پر بہت افسوس ہے۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

آئینۂ ہند

راج گوپال اچاری کا بیان جناب سی راجگوپال اچاری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ زبان کے مسئلہ پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کی قرارداد نے ملک کا شیرازہ منتشر کرنے کا ایک بھرپور منصوبہ بنایا ہے۔ جس کا مقصد ناانصافی کا نفاذ اور انتظامیہ کی کارکردگی کو تباہ کرنا ہے۔ راجہ جی نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے منصوبے کو یک قلم مسترد کرتے ہوئے قرارداد کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ لسانی فارمولا۔ اردو۔ پنجابی۔ بنگالی اور جنوبی ہند کی ساری زبانوں پر ہندی کو لادنے کی ایک فریب کارانہ ترکیب ہے۔

پُرفریب تجویز سارے ہندوستان میں مسٹر وی۔ کے۔ آر راؤ کی اس پُرفریب تجویز کے خلاف سخت ردّعمل کا اظہار کیا جا رہا ہے جس کی رو سے ایک نیا رسم الخط رائج کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ عوام مختلف زبانیں سیکھ سکیں گے۔ ڈاکٹر راؤ پر؟ سری نگر میں منصوبہ بندی کمیشن کے ممبر ہیں۔ یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ بجائے اتحاد کے ہندوستان کی آبادی کو اور پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔

اردو کنونیشن میرٹھ میں منعقد ہونے والے آل پارٹیز اردو کنونیشن کے مندوبین نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ " اگر یوپی میں تین ماہ کے اندر اردو کو اس کا مقام نہ دیا گیا تو

ڈائرکٹ ایکشن کیا جائے گا۔" تجویز میں کہا گیا ہے کہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں ۲۲ لاکھ دستخطوں سے ایک میمورنڈم پیش کیا گیا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کے ۱۰۴ ممبروں نے اور یوپی اسمبلی کے ۲۰۵ ممبروں نے عرضداشتیں پیش کیں۔ مگر اس پر کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ تجویز میں کہا گیا ہے کہ اگر محبان اردو کی ان سب درخواستوں پر تین ماہ کے اندر اندر کوئی کارروائی نہ کی گئی تو اردو دوست عوام ایک زبردست تحریک کا آغاز کر دیں گے۔

علی گڑھ یونیورسٹی آرڈیننس

"مسلم یونیورسٹی کے خلاف جو سازش عرصہ سے جاری ہے وہ اب ایک فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچ گئی ہے۔ آرڈیننس جاری ہو چکا ہے اور یونیورسٹی کے ایکٹ میں ترمیم کی جا رہی ہے۔ مسلمانانِ ہند کو نیشنلزم کے دھوکے کی ٹٹی کے پیچھے شکار کیا جا رہا ہے۔ اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کو نظر انداز کر کے ہندوستانی جمہوریت کو سارے عالم میں رسوا کیا جا رہا ہے۔ سیکولرازم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس آرڈیننس نے ہمارے ملی وقار ہماری ملکی جمہوری روایات ہمارے دستور اس میں دیئے ہوئے حقوق کو چیلنج کیا ہے۔ اس کے خلاف جنگ کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔" یہ ہیں وہ چند سطریں جو معاصر ہماری آواز کانپور کے صفحات پر سے نقل کی گئی ہیں۔ اس سے اس ردِ عمل کا احساس کیا جا سکتا ہے جو سارے ملک میں جاری ہے۔

عابد حسین قادری مرحوم

اردو شاعری کی روایات

(غیر مطبوعہ مضمون)

زبان کا مقصد اظہار مدعا ہے۔ اس لئے یہ پہلا وصف ابلاغ۔ یعنی (Communication) ہونا چاہئیے یا بات ایسے الفاظ اور پیرائے میں کہی جائے کہ سننے والا سمجھ سکے۔ زبان کا دوسرا وصف ایجاز و اختصار ہے اور بلاغت کی بھی یہ ہی تعریف ہے۔ مَاقَلَّ وَدَلَّ یعنی الفاظ تھوڑے اور بات پوری۔ اصطلاحات اور تکنیات اختصار ہی کی خاطر وضع کی جاتی ہیں۔ رموز۔ علامات۔ کنایات بھی اختصار ہی کی صورتیں ہیں۔ شاعری خود زبان کی ایک مختصر صورت ہے۔ کبھی اک شعر کے چند الفاظ میں وہ بات کہہ دی جاتی ہے جس کے لئے نثر کی کئی سطریں درکار ہوں۔ اس کا سبب شعر کی ساخت اور شاعرانہ اسلوب بیان بھی ہے۔ اور شاعرانہ صنعتیں اور کاریگریاں بھی۔ یہ صنعتیں محاورات و امثال سے بھی پیدا کی جاتی ہیں اور تلمیحات اور روایات سے بھی۔ مثلاً جام جم مشہور ہے۔ جمشید ایران کا بادشاہ تھا۔ اسی کو مختصر کر کے جم بھی کہتے ہیں۔ اس کے زمانے میں شراب ایجاد ہوئی۔ جمشید کا جشن و عیش مشہور ہے۔ شاعروں نے جام جم سے بہت کام لیا ہے۔ اگر شاعرانہ تخیل میں جام جم سے صرف جمشید کا جام شراب مراد لیا جائے تو یہ تشبیہہ و تلمیح ہوتی ہے۔ جیسے غالب کہتے ہیں ؎

جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے ۔ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

یا ریاض خیرآبادی کہتے ہیں ؎

مرے آنے سے کیوں دھومیں مچی ہیں بزم میں ساقی ۔ یہ کیا ہے بعد مدت کیوں جام جم نکلتا ہے

لیکن جام جم میں ایک اور وصف بھی فرض کیا گیا ہے کہ وہ جام جم جہاں نما تھا۔ جیسے اس شعر میں ہے۔

دکھاتا ہے یہیں مستی میں کیفیت زمانے کی
ہر اک جام شراب ناب جام جم نکلتا ہے

اور اس سے لطیف تر اس اسلوب میں ہے۔

کوئی پہنچا ہوا ڈھونڈو تو رندوں میں ملے واعظ

یہاں جو دل نکلتا ہے وہ جامِ جم نکلتا ہے

اس کو شاعری کی روایت کہتے ہیں۔ اور مجھے اس تقریر میں ان ہی روایات و مفروضات کی تشریح مقصود ہے

ایک اور مثال لیجئے۔ توتا اور طوطی مشہور پرند ہیں۔ ان سے محاورات وا مثال بنائے گئے ہیں۔ مثلاً

جب دیکھئے ہاتھ میں ہے مئے کی بوتل ｝ اٹھ کے دیکھا جو اس نے سوتے سے

اے قدر یہ خوب تم نے توتا پالا ｝ اڑ گئے آئینے کے توتے سے

یا ــــ طوطی ستوں کا بولتا ہے۔

صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

لیکن کبھی ان پرندوں کے خاص خاص اوصاف سے خیال آرائی کرتے ہیں۔ مثلاً توتے کی بے مروتی مشہور ہے۔ اسیر لکھنوی کہتے ہیں۔

خط بھیجنے لگا جو اس آئینہ رو کو میں

توتے کی طرح آنکھ کبوتر بدل گیا

توتے پڑھانا یعنی توتے کو بولنا سکھانا مشہور ہے۔ ذوق کہتے ہیں۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے

کتنا توتے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

طوطی کا شکر کھانا مشہور ہے۔ اسی لئے اس کو شکر خا، شکر شکن، شکر گفتار کہتے ہیں۔ قدر بلگرامی کا شعر ہے۔

حروف ہیں کہ مٹھائی پہ چیونٹیاں دوڑیں

قلم ہے یا کوئی طوطی شکر سخن گفتار

یا آئینہ سامنے رکھ کر طوطی کو پڑھانا۔ مثلاً

میں وہ طوطی نہیں گویا کرے جو آئینہ مجھ کو

وزیر الطاف ایزدسے یہ اپنی خوش بیانی ہے

یا غالب کہتے ہیں۔

کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینے میں مرے

طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر

جب شاعر اس طرح کے مخصوص اوصاف سے کام لیتا ہے تو یہ شاعری کی روایت کہلاتی ہے ۔ شعر و ادب میں روائیتیں تمام کائنات سے لی گئی ہیں ۔ اور مثل اور کہاوت کے برخلاف ان کے لئے کسی تجربہ و مشاہدہ اور حقیقت و صداقت کی بھی شرط نہیں ۔ مثلاً کہاوتیں ہیں ۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ۔ مچھلی کے جائے کن پیرائے ۔ چار دن کی چاندنی سے پھر اندھیری رات ہے ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ۔ یہ سب واقعات و مشاہدات ہیں ۔ لیکن عنقا، ہما آب حیات ۔ دیو ۔ پری ۔ عمر عیار ۔ قسمہ ۔ چاند میں چرخا کاتنے والی بڑھیا ان میں سے کسی کا کوئی وجود نہیں ۔ مگر بطور روایات اور میراث کے شعر و ادب میں منتقل ہوتی چلی آئی ہیں ۔ ان میں بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا وجود تو ہے ۔ مگر ان سے خیالی و فرضی اوصاف و خصائص منسوب کر کے ان کو روایتی رنگ دیدیا گیا ہے مثلاً بھونرا ۔ پپیہا ۔ ہنس ۔ شاہین ۔ شہباز ۔ کنول پھول ، موتی ۔ موسیٰ و طور ۔ آدم و حوا ، فرشتہ و شیطان شعر و ادب زندگی کا آئینہ ہوتا ہے ۔ انسان کی تمام ذات و حیات اور دنیا و مافیہا زبان و ادب کے آئینے میں منعکس ہوتی ہے ۔ انسان پہلے توہم پرست تھا پھر جب اس کے ذہن و فکر میں ترتیب و انضباط کی قوت آئی تو وہی توہمات اوس کے دین و آئین بن گئے ۔ پھر جب تجربہ و مشاہدہ علم و عمل کی وسعت سے استدلال اور نقد و نظر کی صلاحیت پیدا ہوئی تو ان توہمات کے ایک حصہ کو وہمی و غیر معقول قرار دے کر رد کر دیا گیا ۔ اور ایک حصہ کو معقولات و مسلمات کا رنگ دیدیا گیا ۔ لیکن وہ وہمی اور خیالی باتیں جانی کہاں نفس و طبیعت میں جاگزیں ہو چکی تھیں ۔ باوجود مسترد ہونے کے اپنی جگہ قائم رہیں ۔ شعر و ادب سے قطع نظر کر کے دیکھئے کہ اس بیسویں صدی میں فلسفہ و سائنس کی ایسی ترقی میں خدا و مذہب عقائد و روایات سے اس قدر بیزاری کے باوجود ایک ہزار میں ایک شخص بھی مشکل سے توہم پرستی سے خالی نکلے گا ۔

یہ بیان توہمات و مفروضات کی ہمہ گیری و وسعت کا تھا ۔ جس کی بنا پر شاعری کی روایات اخذ کی گئیں اور قائم رکھی گئی ہیں ۔ ورنہ شاعر کو محض شاعر کی حیثیت سے ان توہمات و معتقدات کو ماننے نہ ماننے سے کچھ سروکار ہی نہیں شاعر ان روایات سے اس بنا پر کام نہیں لیتا کہ وہ ان عقائد کا پابند یا ان روایات کا حامل یا ان مذاہب کا مبلغ ہے وہ ان مفروضات مُسلّمہ سے اپنے کلام میں بلاغت ۔ زور ۔ تاثیر ۔ لطافت دلکشی پیدا کرتا ہے کبھی اپنے نظریات کے ثبوت میں روایت کو لاتا ہے ۔ کبھی اپنی تخیل کو روایت سے قوت پہنچاتا ہے ۔ کبھی روایت کو روایت سے مطابق کر کے سامعین کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور اس مفروضے کیلئے تمام کائنات پر نظر ڈالتا ہے ۔ روزمرہ کی زندگی ۔ مذہب و عقیدت ۔ علم الاصنام و اساطیر تاریخ وغیرہ میں جہاں جہاں کسی رنگ میں روایات ملتی ہیں ۔ ان سے اپنی شاعری میں کام لیتا ہے ۔

روایات میں موت و حیات کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے ۔ بعض روائیتیں ایک زمانے کے شعر و ادب

میں زندہ ہوتی ہیں ۔ پھر انقلاب زمانہ سے فنا ہو جاتی ہیں ۔ کبھی اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ جس بنیاد پر وہ روایت قائم تھی وہ بنیاد متزلزل ہو گئی ۔ کبھی ذوق شعر و ادب کے ارتقا کی وجہ سے وہ سبک دکھائی نظر آنے لگتی ہے ۔ کبھی طرز معاشرت بدل جانے سے قدیم روایت میں دلکشی باقی نہیں رہتی ۔ مثال دیکھئے (توے کا ہنسا)۔ آپ نے بھی سنا ہو گا چاہے دیکھا نہ ہو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جلتے ہوئے توے کا کالا جل جل اٹھتا ہے ۔ اور چھوٹے چھوٹے تارے چمکنے لگتے ہیں ۔ اور پھول سے جھڑتے ہیں ۔ یہ توے کا ہنسنا ہے ۔ اس سے شادی و خوشی کا شگون لیا کرتے تھے ۔ اس روایت سے ناسخ لکھنوی کی خیال آرائی دیکھئے ؎

نہیں غم گر رقیب روسیہ ہے خندہ زن مجھ پر
شگون شادی کا لیتے ہیں توا جسوقت ہنستا ہے

یہ روایت گھریلو زندگی سے لی گئی ہے ۔ لیکن بیسویں صدی کی تمام شاعری میں اب کہیں یہ روایت نہ ملے گی مذاق بھی بدل گیا اور معاشرت بھی ۔ اور مثال لیجئے ۔ سرخاب ایک پرندہ ہے ۔ پانی کے کنارے بیٹھتا ہے سرخاب کا پر امتیاز و ترجیح کے لئے محاورہ ہے ۔ مولوی محسن کاکوروی فرماتے ہیں ۔ کوئی سرخاب کا پر کبک دری میں تو نہیں لیکن سرخاب کے متعلق ایک روایت بھی ہے وہ یہ کہ اس کے نر و مادہ دن میں ایک جگہ رہتے ہیں ۔ اور رات کو جدا ہو جاتے ہیں ۔ چکوا چکوی بھی اس خاصیت میں مشہور ہیں سرخاب کا جوڑا بھی ایسا ہی ہے ناسخ اپنے محبوب سے کہتے ہیں ۔

شام سے تا صبح دیتے ہو مجھے رنج فراق
کیا رہا اب آدمی میں فرق اور سرخاب میں

اس سلسلے میں ایک لطیفہ سنئے ۔ ایک لڑکی کا نام چمپا تھا ۔ اس کے ساتھ اور لڑکیاں بھی پڑھتی تھیں، اور لڑکے بھی ایک لڑکا سانولے سے ذرا گہرا رنگ تھا ۔ بالکل کالا نہ تھا ۔ وہ لڑکیوں سے بہت ہنسی مذاق کیا کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھی اس کو بھونرا کہتے تھے ۔ بھونرا اکثر لڑکیوں سے بولتا تھا مگر چمپا کی طرف مطلق توجہ نہ کرتا تھا ۔ حالانکہ وہ بھی دلکشی میں دوسروں سے کچھ کم نہ تھی ۔ ایک دن کسی لڑکے نے بہت سے پرچوں پر ایک شعر لکھکر جماعت کے سب لڑکے لڑکیوں کو تقسیم کر دیا ۔ اس کا بڑا چرچا ہوا ۔ اور بات دور تک پہنچی ۔ اس کے سننے کی آپکو ضرورت نہیں وہ شعر سن لیجئے ۔

ناپسند آئی اسے جانے ادا کیا تیری
بات بھونرے نے نہ پوچھی کبھی چمپا تیری

سنسکرت اور ہندی کے پنڈت جی نے یہ واقعہ اور یہ شعر سنا تو بڑے خوش ہوئے ۔ بہت اچھلے

کودے اور اس لڑکے کو اپنے گھر بلا کر ایک کتاب انعام دی۔ لیکن تاکید کر دی کہ افسران بالا تک خبر نہ پہنچے،
آپ سمجھے اس شعر میں کیا بات تھی۔ جس کو پنڈت جی کی شاعرانہ فطرت نے اس قدر پسند کیا۔ لڑکے نے
ہندی لٹریچر کی ایک روایت سے کام لیا تھا۔ چمپا کا پھول رنگ روپ باس سب کچھ رکھتا ہے اور بھونرا
تو بھی پھول کا کلی کلی رس لے مگر بھونرا سب پھولوں پر چھاتا ہے چمپا کے پاس تک نہیں جاتا اب پھر وہ شعر سنئے:

ناپسند آئی اُسے جانے ادا کیا تیری
بات بھونرے نے نہ پوچھی کبھی چمپا تیری

ایک اور روایت سمندر کی ہے۔ سمندر آگ کا کیڑا سمجھا جاتا ہے جو پرانے آتش کدوں میں پیدا ہوتا ہے
آگ ہی میں زندہ رہتا ہے آگ ہی میں مرتا ہے۔ اور پھر آگ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آتش کدے والے اس
کی تصدیق نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی سچ مچ کا کیڑا نہیں ہوتا بلکہ آتشکدے کی فضائے آتیشں محض ایک
نقش پیدا کر دیتی ہے۔ جس کو جاندار ہستی فرض کر لیا گیا ہے۔ بہرحال شاعر کو اس تحقیقات سے غرض نہیں۔
اس کے لئے وہم و تصور اور نظر کا دھوکا بھی کافی ہے۔ مرزا غالب کہتے ہیں۔

جاری تھی اسد داغ جگر سے مرے تحصیل
آتش کدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا۔

غالب کے شعر میں وہی قدیم تخیل اور پرانا مبالغہ ہے ڈاکٹر اقبال بھی اس روایت سے کام لیتے ہیں۔
مگر اپنے خاص پیغام کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ خضر راہ کے آخری بند میں مسلمان کو آثار انقلاب کی طرف متوجہ
کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامان وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہاں پیر دیکھو

اقبال نے بے شمار تلمیحات و روایات استعمال کی ہیں۔ اور یہ ان کا کمال ہے کہ قدیم روایتوں کے جدید
پیرائے پیدا کئے ہیں۔ نئے نئے اجزا تلاش کئے ہیں۔ نئی روایتیں ڈھونڈھ کر نکالی ہیں۔ اور خود جدید روایتیں
پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً ساحر الموت (حسن بن صباح) کے واقعے سے کوئی تشبیہہ و تلمیح قدیم شاعری میں میری
نظر سے نہیں گزری۔ اقبال خضر راہ میں مزدور سے خطاب کر کے سرمایہ دار کا معاملہ بیان کرتے ہیں۔

ساحر الموت نے مجھکو دیا برگ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات

شاہین و شاہباز قدیم لٹریچر میں بھی ہیں۔ لیکن وہی کبک و شاہین کنجشک و شاہباز کے مضامین ہیں۔

شاہین ایک اور مفہوم شکاری پرند کے علاوہ شاہین ترازو بھی ملتا ہے۔ یعنی ترازو کی ڈنڈی۔ اسیر لکھنوی کہتے ہیں۔

تیر سے تیرے کوئی طائر نہ چھوٹا دہر میں
رہ گیا تو ایک شاہین ترازو رہ گیا!

لیکن اقبال نے شاہین و شہباز کے پیرائے میں مردِ مومن۔ مومن مجاہد۔ مجاہد قاہر کے اوصاف بیان کئے ہیں۔

ترے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شاہباز نہیں

یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تیری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے

چیتے کا جگر چاہیئے شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ

آدم و ابلیس کے قصے سے شاعروں نے صدہا شعر نکالے ہیں۔ مگر وہی عام اور مقرر پہلو ہیں۔ سجدہ نہ کرنا آدم کو بہکانا۔ راندہ درگاہ ہونا لیکن اقبال نے جس طرح ابلیس کو پیش کیا ہے۔ جو پہلو اور جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ دُنیا ئے شاعری میں اقبال کے اولیات ہیں۔ ایک نمونہ دیکھئے۔ ابلیس جبریل سے کہتا ہے۔

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے — قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو
میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح — تو فقط اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

اور ان ہی نظریات و حقائق کے سلسلے میں اقبال نے خود خدا کو ایک جدید روایت بنا دیا ہے۔ متقدمین نے اتنا تو پہلے بھی کہا تھا کہ کنگرۂ کبریائی کے نیچے ایسے مرد بھی بستے ہیں جو فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں ہیں۔ لیکن اقبال خدا سے کہتے ہیں۔

خدائی اہتمام خشک و تر ہے — خداوندا خدائی درد سر ہے
ولیکن بندگی استغفر اللہ — یہ دردِ سر نہیں دردِ جگر ہے

اقبال کا خدا کو روایت بنا دینا یہ ہے کہ جوش ملیح آبادی کو اپنے حرف آخر کا مضمون اقبال ہی کی ان روایات سے ذہن میں آتا ہے۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی
صدر شعبہ اردو۔ پشاور یونیورسٹی

کتاب اور ہم[1]

مسلمانوں کا علوم و فنون سے رشتہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی خود اسلامی تاریخ۔ جناب رسول مقبول صلعم پر پہلی وحی ہی یہ نازل ہوئی تھی اقرا باسم ربک الذی خلق۔ تحصیل علم کا حکم اسی وقت دیا گیا۔ نیز معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم عموماً اس آیت کا ورد فرمایا کرتے تھے۔ رب زدنی علماً (اے خدا میرے علم میں ترقی عطا کر)۔ غرض خداوند تعالیٰ نے کلام پاک میں عام انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کو تحصیل علم کا جو حکم دیا ہے مسلمانوں نے ابتدا ہی سے ہر فرمان کی تعمیل صدق دل سے کی۔ چنانچہ دو سو سال نہ گزرے تھے کہ مسلمانوں نے علوم نقلی کے علاوہ علوم عقلی اور ہر قسم کے فنون میں دستگاہ حاصل کر لی تھی۔ بنو امیہ کے دور ہی میں دمشق، بصرہ اور کوفہ جملہ علوم و فنون کے مرکز بن گئے تھے۔ مساجد کے ساتھ دارالعلوم قائم تھے اور ان میں کتب خانے بھی تھے۔ جن میں بڑے اہتمام سے کتابیں فراہم کی جاتی تھیں۔

بنو عباس کا زمانہ آیا تو علوم و فنون کے ساتھ کتب خانوں کو بھی ترقی حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں ہسپانیہ کے بنو امیہ علوم و فنون کی سرپرستی میں بنو عباس پر سبقت لے جانے کی سعی میں معروف رہے۔ چنانچہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک اسلامی ممالک میں علوم و فنون کے ساتھ مدارس اور کتب خانوں کو بے مثال ترقی حاصل ہوئی جس کو سن کر حیرت ہوتی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں بیت الحکمۃ قائم کیا تھا۔ جو علمی اور تحقیقی اعتبار سے اُس وقت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ مصری فاضل عمر ابو النصر لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں "بغداد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ایک کتب خانہ نہ ہو۔ اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے کتابیں جمع کرنے کا شوق نہ ہو"۔

---

[1] یہ مقالہ ہاسمین آرٹ سوسائٹی پشاور کے کتاب میلے کے افتتاح کے موقع پر ۲۹ رجون ۱۹۶۵ء کو پڑھا گیا۔

یہ بات حیرت سے سنی جائے گی کہ اس زمانے ہی سے اسلامی ممالک میں کئی قسم کے کتب خانے قائم ہونے لگے تھے۔ سلاطین کے کتب خانے۔ مسجدوں سے ملحق کتب خانے، عام کتب خانے۔ خانقاہوں سے متعلق کتب خانے تعلیمی مقاصد کے لیئے کتب خانے، عام کتب خانے اور گشتی کتب خانے۔ یہ امر بھی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ ان میں سے بیشتر کتب خانے وہ تھے جن کے دروازے سب کے لئے کھلے رہتے تھے۔ ذاتی کتب خانوں سے بھی ذراسی کوشش کے بعد استفادہ ممکن ہوتا تھا۔

اندلس، عراق اور مصر میں اسی زمانے میں یعنی تیسری سے پانچویں صدی ہجری تک سینکڑوں سے زیادہ کتب خانے قائم ہو چکے تھے۔ جن میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کتابیں فراہم تھیں۔

اس زمانے میں طباعت ایک نامعلوم شے تھی۔ لیکن اسکی تلافی اس طرح کی جاتی تھی کہ سینکڑوں کی تعداد میں کاتب مقرر ہوتے تھے، جو کتابیں نقل کرتے رہتے تھے۔ اور یہ نقلیں دوسرے شہروں اور کتب خانوں کو بھیجی جاتی تھیں امراء و سلاطین زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کر کے کتابوں کے نسخے خریدتے تھے۔ اور اپنے کتب خانوں کی قیمتی اور نایاب کتابوں پر فخر کرتے تھے۔

ایسے کتب خانے جن میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں ہوتی تھیں، ہزاروں کی تعداد میں قائم تھے۔ اور بڑے کتب خانوں کی کتابوں کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ بغداد کے دارالحکمۃ میں دس لاکھ کتابیں تھیں۔ اندلس میں الحکم ثانی کے کتب خانے میں چار لاکھ۔ عزیز باللہ فاطمی کے کتب خانے خزائن القصور میں سولہ لاکھ۔ وزیر ابو جعفر احمد بن عباس کے کتب خانے میں چار لاکھ۔ مشرقی طرابلس کے کتب خانے میں تیس لاکھ اور مراغہ کے کتب خانے میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔

ہارون الرشید کا بیت الحکمۃ ایک عام کتب خانہ تھا۔ عراق اور اندلس کے ہر بڑے شہر میں عام کتب خانے قائم تھے۔ تاریخ میں اندلس کے ایسے ستر کتب خانوں کے نام گنائے گئے ہیں۔ کتب خانوں کے لیئے علیحدہ شاندار اور پرشکوہ عمارتیں تعمیر کرائی جاتی تھیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ کتب خانوں کی عمارتیں اپنی عظمت، وسعت اور خوشنمائی میں محلات سے ٹکر لیتی تھیں۔ ہر کتب خانے میں اپنا علیحدہ اور مستقل عملہ ملازم ہوتا تھا۔ علیحدہ فہرستیں مرتب کی جاتی تھیں قاہرہ کے کتب خانہ محمودیہ کے نگراں علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کتب خانے کی دو فہرستیں بنائی تھیں۔ ایک حروف تہجی کے لحاظ سے اور دوسری فنون کے اعتبار سے۔ الحکم ثانی کے کتب خانے کی فہرست چوالیس جلدوں میں مکمل ہوئی تھی۔

کتب خانوں سے استفادے کے جملہ مواقع بہم ہوتے تھے۔ کتب خانوں میں بیٹھ کر پڑھنے کے لئے علیحدہ جگہ بنائی جاتی تھی [illegible] یت لینی بھی ممکن تھیں۔ یاقوت حموی مصنف معجم البلدان نے لکھا ہے کہ [illegible] مرو کے ایک کتب خانے سے بغیر کوئی زر ضمانت دیئے ہوئے دوسو کتابیں مستعار لی تھیں۔ ابن حیان نے [illegible]

جس کتاب کی ضرورت ہوتی تھی، بے تکلف کسی بھی کتب خانے سے منگوا لیا کرتا تھا۔ اس سلسلے میں یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ اگر ایک ہی وقت میں کئی آدمی کسی ایک کتاب کو طلب کرتے تھے تو ان میں سے غریب آدمی کو ترجیح دی جاتی تھی۔

آٹھویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی عیسوی تک اندلس میں بنی امیہ کی حکومت تھی۔ ان کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ انہوں نے اس مدت میں ملک کی تمام آبادی کو سو فیصدی تعلیم یافتہ بنا دیا تھا۔ ان کے اس حیرت ناک کارنامے کی قدر اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس زمانے کے یورپ میں ایک ڈیڑھ فی صدی سے زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ حد یہ ہے کہ پادری، شہزادے اور امراء تک مطلقاً جاہل ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں پیرس کا بڑا پادری جو بڑا عالم بھی شمار کیا جاتا تھا، اس کے کتب خانے میں کل اٹھارہ کتابیں تھیں۔ اور سولہویں صدی عیسوی میں ملکہ ازابیلا کے کتب خانے میں، جو بڑی کروفر کی ملکہ گزری ہے، کل دو سو ایک کتابیں تھیں۔

اندلس کے اس دور کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مورخ اسکاٹ لکھتا ہے: "یکایک میری چشم تصور کے سامنے اس عظیم الشان دارالخلافہ (قرطبہ) کے باشندوں کے روزانہ کاروبار اور گفتار و رفتار آ گئے۔ جو محنت سے تھکنا نہ جانتے تھے، جو صنعت و حرفت، تہذیب و تمدن، کمالات و تکلفات، لطافت و نفاست اور حسن اخلاق میں عیش پرست و مغرور و زوال پذیر روم سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ تمام شہر میٹھی نیند سو رہا ہے اور اونچے اونچے میناروں پر علمائے علم ہیئت بروج آسمانی کے نقشے لے رہے ہیں اجسام فلکی و اجرام سماوی کے مناظر و مظاہر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ کواکب کی حرکات کو دیکھ رہے ہیں ان کے درمیانی فاصلوں کو ناپ رہے ہیں اور کسوف و خسوف کا حساب لگا رہے ہیں۔ میری آنکھیں ان کتب خانوں کو دیکھ رہی تھیں جن میں ہزاروں ہزار کتابیں تھیں۔ ان کتب خانوں میں سے ہر ایک کے ساتھ فوج کی فوج مترجموں کی تھی جو زمانہ قدیم کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کی بہترین تصنیفات کو عربی میں ترجمہ کر رہے تھے یہ مترجم ہر ایک طالب علم کی بلا لحاظ اس کی قومیت اور مذہب کے مفت خدمت کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ہر ایک شہر کی یہی انداز کیفیت ہے۔ دنیا بھر میں کسی جگہ قلب انسانی کے نشو و نما کے لئے ایسے مواقع نہ تھے۔ دنیا بھر میں کہیں کسی جگہ علم و ادب کی ایسی خدمت ہوتی تھی نہ اتنی قدر۔"

تصنیف و تالیف اور تہذیب و تمدن کے میدان میں مسلمانوں نے جو حیرت ناک کارنامے انجام دیئے تھے ان کی شہادت دور حاضر کے مشہور عیسائی عالم جرجی زیدان تک نے دی ہے۔ جرجی زیدان تاریخ التمدن الاسلامی میں لکھتا ہے:

"مسلمانوں نے اس وقت کے تمام علوم وفنون، فلسفہ، طب، نجوم، ریاضی، ادب، تاریخ وغیرہ کو جو تمام اقوام عالم میں رائج تھے اپنی زبان میں لے لیا۔ اور اقوام متمدنہ میں سے کسی کو نہ چھوڑا جس کی زبان سے عربی میں کتابیں ترجمہ نہ کی ہوں۔ یہ تمام علمی ذخیرہ مسلمانوں نے صرف ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا تھا، درانحالیکہ اہل روما پوری چار صدی میں بھی یونانی علوم کو نقل نہ کر سکے تھے"

اندلس کو تاریخ عالم میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ اندلسی مسلمان ہی تھے جنہوں نے یورپ کو قعر جہالت سے نکالا اور ان کو اپنے علم وفضل کا وارث بنایا۔ سلاطین و امرائے اندلس جہاں علوم وفنون کی خدمت کو ایک فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ وہاں کتب خانے قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے بغداد میں سو تاجران کتب کتابوں کی فراہمی اور فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ تو یہ تعداد سو سال بعد قرطبہ میں بڑھ کر بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ قرطبہ کے شاہی محل میں دس ہزار خطاط ملازم تھے جو شاہی کتب خانے کی کتابیں نقل کر کر کے دوسرے شہروں کو بھیجتے تھے۔ جہاں درجنوں کی تعداد میں سرکاری کتب خانے قائم تھے۔

امرا و سلاطین جہاں مسابقت کے شوق میں بیش قیمت کتابوں سے اپنے کتب خانے بھرتے تھے۔ وہیں ان کا شوق مطالعہ بھی تاریخی صداقت رکھتا ہے۔ الحکم ثانی کے کتب خانے کی چار لاکھ کتابوں کا ذکر آچکا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کتابیں اس کے مطالعے سے گزر چکی تھیں۔ اور بے شمار کتابوں پر اس نے حاشیے لکھے تھے۔ الحکم ثانی کے کتابوں کے شوق اور معارف پروری کا اندازہ صرف ایک واقعے سے ہو سکتا ہے جب اسے خبر ملی کہ کتاب الاغانی تصنیف کی جارہی ہے تو مصنف (ابوالفرج اصفہانی) کو ایک ہزار اشرفیاں بھیجکر درخواست کی کہ کتاب مکمل ہو جائے تو اس کا پہلا نسخہ میرے لئے بھیجا جائے۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے ابتدا میں چمڑے اور چھال پر کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ اسلامی دور میں تحریر کے لئے استعمال کئے جانے والا چمڑا خاص طور پر تیار ہوتا تھا۔ اور اس کو اتنا نرم اور پتلا بنایا جاتا تھا کہ اسے کاغذ کا نام دیا جا سکتا ہے اندلس میں مسلمانوں نے کاغذ سازی کی صنعت بھی جاری کی تھی۔ مصر میں ایک قسم کے درخت کی چھال سے کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے ایسے درخت اندلس میں لگائے اور اس سے کاغذ بنانے کے لئے کارخانے قائم کئے۔ یہی حال جلد سازی کا تھا کہ اس میں حیرت ناک ترقی کی گئی۔ اور حسین سے حسین اور مضبوط جلدیں تیار کی گئیں۔ اس وقت کے قرطبہ میں ایسے ہزاروں باکمال جلد ساز موجود تھے۔

غرض مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں خدا اور رسول صلعم کے حکم پر چل کر ثابت کر دیا تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن (علم وحکمت مسلمان کی گم شدہ چیز ہے) اور فرمان مصطفوی پر چل کر چین و ہند، مصر و فارس، روم و یونان ہر جگہ سے علوم وفنون کی کتابیں فراہم کی تھیں۔ یہی سبب تھا کہ قرون وسطیٰ میں مسلمان ہر علم وفن کے امام تھے۔ اور سلاطین اسلام علم وحکمت اور علما و فضلا کی سرپرستی میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتے تھے۔ ہمارے ان کتب خانوں

میں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں دستبرد زمانہ کی نذر ہو گئے۔ جو بچ رہے تھے ان کا ماتم علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہم نے اپنے دور عروج میں علوم و فنون کے خزانوں (کتابوں) کی جو خدمت کی اس کی ایک سرسری سی تصویر یہ تھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی۔ کتابوں سے ہمارا جو رشتہ کبھی پہلے تھا وہی اب بھی ہونا چاہیئے۔ ہمارے لئے کتاب کی اہمیت مذہبی بھی ہے تمدنی بھی۔ علمی بھی ہے اور معاشرتی بھی۔ جسے نہ تو ہم بھول سکتے ہیں اور نہ اس کی اہمیت سے انکار کر سکتے ہیں۔ ہمیں کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے، اس سلسلے میں مشہور مورخ اسکاٹ کا یہ اقتباس ہمارے لئے راہ عمل معین کرتا ہے۔ الحکم ثانی مستنصر باللہ کے کتب خانے کے ذکر میں اسکاٹ لکھتا ہے۔

"اندلس کے خلیفہ الحکم ثانی کے کتب خانے کی عمارت شان و شوکت میں قصر شاہی سے ہرگز کم نہ تھی۔ اس کا فرش نہایت قیمتی سنگ مرمر کا تھا۔ دیواریں اور چھتیں بہترین سنگ رخام کی تھیں، جن پر سنگ سبز اور سنگ سرخ کی پچکاری تھی۔ الماریاں نہایت قیمتی صاف شفاف لکڑی کی تھیں۔ ان میں سے بعض لکڑیاں اس لئے انتخاب کی گئی تھیں کہ وہ قیمتی اور مشکل الحصول تھیں، اور بعض کو اس لئے کہ ان سے نہایت لطیف خوشبو آتی تھی۔ ہر الماری پر سونے کے پتروں پر کندہ تھا کہ اس الماری میں کس مضمون کی کتابیں ہیں۔ جا بجا دیواروں پر مختلف اکابر کے اقوال سنہرے حروف میں لکھے ہوئے تھے، تاکہ ان کو پڑھ کر لوگوں میں علم کا شوق پیدا ہو۔ اور بڑے بڑے علما و شعرا کے نقش قدم پر چلنے کا خیال پیدا ہو۔ دار الکتاب میں ایک فوج کی فوج کاتبوں اور جلد سازوں کی مقرر تھی۔ بہترین کتابوں پر سونا چڑھایا جاتا تھا۔ اور ان کو نقش و نگار سے مزین کیا جاتا تھا۔ اس صنعت میں وہ لوگ ایسی کاریگری دکھاتے تھے کہ اب تک ان کی نقل نہ ہو سکی اور نہ کبھی ہو سکے گی۔"

موجودہ زمانے میں طباعت اور جلد سازی نے حیرت ناک ترقی کی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ سب ترقی اسلامی دور کے اس حسن و زینت تک نہیں پہنچ سکی جو قرون وسطیٰ کی ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کو حاصل ہوئی تھی۔ البتہ اس سے انکار ناممکن ہے کہ طباعت کی جدید ترقیوں نے کتابوں کو جو عمومیت عطا کی ہے وہ اب سے چند سو سال قبل تک ممکن نہ تھی۔ آج ہم آپ کتابوں کی نمائش میں شرکت کر رہے ہیں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ ہماری اسلامی مملکت نے اتنے تھوڑے سے عرصے میں کیا کچھ حاصل کر لیا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے ناشرین کتابوں کو اعلیٰ معیار طباعت پر پہنچائیں۔ ارزاں قیمت پر کتابیں فروخت کریں، اور اس طرح علوم و فنون کو عام طور پر شائع و مقبول بنانے میں کامیاب ہوں کہ آزاد قوم کی ترقی کے لئے یہ سب باتیں اساسی حیثیت کی حامل ہوتی ہیں۔

تحسین سروری

اردو ادب کے غیر ادبی مآخذ
۳ تزکِ محبوبیہ

غلام صمدانی خان گوہر کا تعلق اگرچہ حیدرآباد دکن کے طبقۂ امراء سے تھا لیکن انھوں نے خود حیدرآباد میں ایک مصنف شاعر اور صحافی کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ خصوصاً تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی یوں تو کئی کتابیں مقبول ہوئیں، لیکن حیدرآباد پر ان کی دو ضخیم تاریخیں دربارِ آصف اور تزکِ محبوبیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ ریاضِ آصف، حیاتِ ماہ لقا، گلزارِ ماہ لقا، نظم گوہر (دیوان) اور ایک ناول صادق ورحیم النساء بھی ان سے یادگار ہیں۔

۱۹۰۲ء کے روایل میں گوہر نے حیدرآباد سے ایک ہفت روزہ اخبار "جلوۂ محبوب" جاری کیا تھا جسے بیسویں صدی عیسوی کے حیدرآباد کے تاریخ صحافت میں خصوصی حیثیت دی جاتی ہے۔

تزکِ محبوبیہ کی پہلی جلد ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی جس میں نظام الملک نواب میر محبوب علی خان آصف جاہ سادس (موجودہ حضور نظام کے والد مغفور) کے ۳۵ سالہ دورِ حکمرانی کی تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔ اس کے دو سال بعد ۱۳۲۱ھ میں تزکِ محبوبیہ کی دوسری جلد چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔ یہ جلد سات دفتر (یا حصوں) پر مشتمل ہے جس کے مجموعی صفحات (۹۹۲) ہیں۔ ہر حصے کی فہرست مضامین، غلط نامے، دیباچے، حالات مؤلف اور تاریخی قطعات کے صفحات بھی شامل کر لئے جائیں تو اس جلد کے جملہ (۱۰۵۷) صفحات ہوتے ہیں۔

یہ جلد تاریخ کے موضوع پر نہیں ہے۔ بلکہ عہدِ محبوبیہ کے ان مشاہیر حیدرآباد کا ایک تذکرہ ہے جو مختلف عہدوں، طبقوں اور فنون میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں آخری حصہ (دفتر ہفتم) شاعروں کے لئے مخصوص ہے جسے "شعرائے نازک خیال" کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ کتاب حسب ذیل حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔

دفتر اوّل - طبقۂ امرائے عظام

دفتر دوم - طبقۂ حکام اعلیٰ

دفتر سوم - طبقۂ مشائخین کبار

دفتر چہارم ۔ طبقہ علمائے علام

دفتر پنجم ۔ طبقہ وکلائے ذی اعتبار

طبقہ ششم ۔ طبقہ حکمائے حاذق

طبقہ ہفتم ۔ طبقہ شعرائے نازک خیال

ضمیمہ طبقہ ہفتم ۔ " " "

طبقہ شعرائے نازک خیال کے حصے میں جملہ (۱۰۱) شاعروں کا ذکر ہے ۔ چونکہ یہ حصہ ضمناً نہیں لکھا گیا ۔ بلکہ اس میں باقاعدہ تذکرے کی شان موجود ہے، اس لحاظ سے اس کو شعرائے اردو کے مستقل تذکروں میں شمار کرلینا چاہیئے ۔ بعض معروف شاعروں کے متعلق کچھ نئی معلومات بھی ملتی ہیں جس کی وجہ سے اس تذکرے کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے ۔

ان ایکسا یک شاعروں میں (۵۸) حیدرآبادی (۷) مدراسی (۳) پنجابی (۹) لکھنوی اور (۱) دہلوی ہیں ۔ باقی شاعر غازی پور، سہارن پور، کنتور، فرخ آباد، بلگرام، تھانہ اور شمالی ہندوستان کے دیگر بلاد و امصار کے باشندے ہیں ۔ اور دو شاعر ایران سے تعلق رکھتے ہیں ۔

جس طرح ہر حصہ بترتیب حروف تہجی ترتیب دیا گیا ہے ۔ اسی طرح تذکرہ شعرا کے اس حصے میں بھی یہی التزام ہے ۔ ذیل میں شعرا کے نام اور تخلص مع صراحت وطن و سلسلہ تلمذ درج کئے جاتے ہیں ۔

(۱) آصف ۔ نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس والی ریاست حیدرآباد ۔ شاگرد داغ دہلوی ۔

(۲) امیر لکھنوی ۔ منشی امیر احمد مینائی شاگرد اسیر لکھنوی ۔

(۳) اختر لکھنوی لطیف احمد خلف و شاگرد حضرت امیر مینائی

(۴) اشک لکھنوی ۔ سید جمال الدین حیدر عرف میر علی حسن ۔ شاگرد شیخ محمد بخش شہید

(۵) افسر حیدرآبادی ۔ ابوسعید سید احمد ۔ شاگرد میر عباس حسین خان ششدر ۔

(۶) اقبال حیدرآبادی ۔ نواب معین الدین خان اقبال یار جنگ

(۷) امیر مدراسی ۔ سید امیر اللہ احمد ابدال قادری ۔ شاگرد سید مہدی حسینی ثاقب و سید مرتضی حسین بینش ۔

(۸) آزاد حیدرآبادی ۔ محمد ابوالحمید شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی

(۹) امیر حیدرآبادی میر حسن علی خاں شاگرد محمد سرفراز علی و صفی و داغ دہلوی

(۱۰) الم حیدرآبادی ۔ میر مہدی حسین رضوی شاگرد مرزا مہدی حسین خاں حنا بریلوی و داغ دہلوی

(۱۱) امین حیدرآبادی ۔ محمد احمد ۔ شاگرد حبیب کنتوری

(۱۲) احمد حیدرآبادی ۔ حاجی سید احمد شاگرد سید علی بہار

(۱۳) بخشی حیدر آبادی، میر محمد علی شاگرد سالک دہلوی، عباس حسین شششر و میر نادر علی برتر۔

(۱۴) باقی حیدر آبادی۔ راجہ گردھاری پرشاد محبوب نواز ونت عرف بنسی راجہ شاگرد حضرت شمس الدین فیض حیدر آبادی

(۱۵) برتر غازی پوری۔ محمد نادر علی۔ شاگرد رابط دہلوی (شاگرد غالب دہلوی)

(۱۶) بیدل شاہجہاں پوری۔ محمد حبیب الرحمٰن انصاری۔ شاگرد مرزا غالب دہلوی

(۱۷) پاس حیدر آبادی۔ محمد حفیظ الدین شاگرد حضرت فیض حیدر آبادی

(۱۸) ترک۔ اقبال بیگم، اہلیہ غلام قادر گرامی

(۱۹) توفیق حیدر آبادی۔ سید جلال الدین (مہدوی) خلف و شاگرد سید ابراہیم تصدیق۔

(۲۰) ترکی لاہوری۔ ترک علی شاہ۔ شاگرد ناطق مکرانی، واثق برانی و مولانا رکن الدین مکل (اصل میں فارسی گو شاعر تھے۔ لیکن کبھی کبھی اردو میں بھی کہتے تھے)

(۲۱) تقی حیدر آبادی۔ ابو المکارم کمال الدین مرزا محمد تقی۔ شاگرد (فارسی میں) اپنے والد مرزا قاسم علی فایز اور نواب سنادالملک آقا سید علی طوبے اشوستری کے اور اردو میں میر کاظم علی شعلہ کے۔

(۲۲) جوشش حیدر آبادی۔ مرزا غلام علی المعزی الموسی۔ شاگرد میر طاہر علی غریب مداسی و سید محمد ذکی بلگرامی

(۲۳) جوشش حیدر آبادی۔ حکیم میر وزیر علی خاں بہادر سلطان الحکماء۔ شاگرد شہید دہلوی

(۲۴) جلیل لکھنوی۔ حافظ جلیل حسن شاگرد حضرت امیر مینائی لکھنوی

(۲۵) حبیب کنتوری، سید محمد کاظم موسوی شاگرد سید لطف قدر

(۲۶) حلم حیدر آبادی۔ نواب محمد جمال الدین خاں صادق جنگ۔ شاگرد ڈاکٹر احمد حسین مائل

(۲۷) حمزہ حیدر آبادی۔ محمد امیر حمزہ۔ شاگرد محمد سالار غیور و مولوی مظفر الدین معلے حیدر آبادی

(۲۸) خرم حیدر آبادی۔ سیتل پرشاد کایستھ سکسینہ۔ شاگرد حضرت فیض

(۲۹) داغ دہلوی، فصیح الملک نواب مرزا خاں، شاگرد ذوق دہلوی

(۳۰) دانش حیدر آبادی۔ میر دلاور علی۔ شاگرد سید اصغر حسین ناجی

(۳۱) ذکا مدراسی، محمد حبیب اللہ۔ شاگرد ثاقب بینش، فیض اور غالب دہلوی

(۳۲) رعد حیدر آبادی، حکیم میر نادر علی۔ شاگرد و خلف۔

(۳۳) رفعت حیدر آبادی، سید مخدوم محمد محمد الحسینی چشتی بندہ نوازی۔ شاگرد شیفتہ کنتوری

(۳۴) رنج حیدر آبادی۔ میر محمد علی۔ شاگرد داغ دہلوی

(۳۵) زایر مدراسی۔ حاجی احمد حسین نایطی۔ شاگرد محمد حسین راقم

(۳۶) زورؔ حیدرآبادی، میر تراب علی - شاگرد شہیدؔ دہلوی

(۳۷) سخیؔ حیدرآبادی، میر اکرام علی عرف میر خواہت علی خان - شاگرد منتہیؔ (شاگرد آتش)

(۳۸) سلامؔ مدراسی، سید خواجہ معین چشتی شاگرد حبیب کنتوری

(۳۹) سالکؔ دہلوی - مرزا قربان علی بیگ - شاگرد مومن و غالبؔ

(۴۰) سعیدؔ حیدرآبادی - مرزا غلام عباس - شاگرد - سخی حیدرآبادی

(۴۱) شادؔ حیدرآبادی، مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ - شاگرد - آصف والیٔ دکن

(۴۲) ششدرؔ حیدرآبادی، میر اسد علی عرف سید عباس حسین - شاگرد فیض؟

(۴۳) شوکتؔ حیدرآبادی، غلام رسول - شاگرد عبدالعزیز عزیزؔ و شعلہؔ

(۴۴) شعلہؔ دہلوی، میر کاظم علی خاں - شاگرد و خلف شہیدؔ دہلوی -

(۴۵) شوقؔ حیدرآبادی غلام محمد عرب شاگرد عبدالعلی والہ مدرسی و سید محمد سلطان عاقل دہلوی

(۴۶) شیفتہؔ کنتوری، حاجی سید محمد کاظم - شاگرد سید لطیف اللہ قدرؔ کنتوری -

(۴۷) شائقؔ حیدرآبادی - سید اعظم علی - شاگرد، ڈاکٹر مائل و ترکی لاہوری -

(۴۸) شوقؔ حیدرآبادی - میر عبدالرؤف - شاگرد حبیب کنتوری

(۴۹) ضامنؔ کنتوری - سید محمد ضامن - خلف و شاگرد سید محمد کاظم حبیب کنتوری

(۵۰) ضیاؔ دہلوی، حافظ مرزا منیرالدین (از شاہزادگان دہلی) خلف و شاگرد حیاؔ دہلوی -

(۵۱) ضیاؔ لکھنوی، میر بادشاہ علی - خلف و شاگرد سید کاظم حسین تنویرؔ

(۵۲) ضیغمؔ لکھنوی - محمد عبداللہ خاں - شاگرد حکیم نواب مرزا محمد خان ہوشؔ بریلوی

(۵۳) ضیاؔ لکھنوی، سید مہدی - شاگرد میر مہر علی انسؔ

(۵۴) طوبیٰ شوستری، آقا سید علی خاں (یہ فارسی کے شاعر تھے)

(۵۵) ظہیرؔ دہلوی، سید ظہیرالدین حسین رضوی - شاگرد شیخ ابراہیم ذوقؔ دہلوی

(۵۶) عدیلؔ کنتوری، سید محمد عسکری - برادر و شاگرد حبیب کنتوری

(۵۷) عازمؔ حیدرآبادی، محمد امداد حسین - شاگرد مرزا قربان علی بیگ سالکؔ

(۵۸) عصرؔ حیدرآبادی، میر احمد علی - شاگرد حضرت فیضؔ؟ حیدرآبادی

(۵۹) عزیزؔ حیدرآبادی - نواب محمد عزیز مرزا الدین خاں عزیز یار جنگ بہادر - شاگرد داغؔ دہلوی

(۶۰) عالمؔ (وطن جاورہ) صاحب زادہ عالمگیر محمد خاں شاگرد حبیب کنتوری

(۶۱) علوی تھانوی ۔ امداد علیؒ ۔ شاگرد منشی احسن اللہ محزؔ

(۶۲) عاقل دہلوی ۔ سید محمدؐ سلطان ۔ شاگرد مرزا قادر بخش صابر دہلوی

(۶۳) عرشی تاجپوری، مولوی سید ابو القاسم محمدؐ فضل رب حنفی القادری ۔ (فارسی اور اردو کے شاعر تھے)

(۶۴) غنی فرخ آبادی ۔ محمد عبدالغنی خاں (فارسی کے شاعر تھے)

(۶۵) فکر کانپوری ۔ محمدؐ باقر عرف سید علی ۔ شاگرد سید علی حسن اشکؔ

(۶۶) فاضل حیدرآبادی ۔ میر محمد حسین ۔ شاگرد میر بادشاہ علی ضیاؔ

(۶۷) فیضؔ حیدرآبادی ۔ حافظ مولوی میر شمس الدین ۔ شاگرد حافظ محمد تاج الدین مشتاقؔ دہلوی

(۶۸) فیاضؔ حیدرآبادی، محمدؐ فیاض الدین خاں مشرف جنگ شاگرد حضرت فیضؔ رح حیدرآبادی

(۶۹) فرقؔ حیدرآبادی ۔ میر تادر حسین ۔ شاگرد حضرت فیضؔ حیدرآبادی

(۷۰) قدرؔ بلگرامی، سید غلام حسنین ۔ شاگرد ۔ سحرؔ ۔ برقؔ ۔ غالبؔ اور سحرؔ

(۷۱) قانع حیدرآبادی، سید عبدالقادر

(۷۲) کرمؔ حیدرآبادی، راجہ بھگوان سہائے بہادر شاگرد ظہیرؔ دہلوی

(۷۳) گرامیؔ بلگرامی، محمد عبدالقادرؒ ۔

(۷۴) لمعہ حیدرآبادی، سید نوازش علی موسوی ۔ خلف و شاگرد میر کاظم علی شعلہؔ

(۷۵) میکشؔ تھانوی، شمس الحق سجاد علی (نو مسلم تھے، ہندو نام پنڈت سورج بھان تھا) شاگرد امداد علی علوی

(۷۶) مہدیؔ حیدرآبادی ۔ محمدؐ سلیمان ۔ شاگرد سالکؔ دہلوی ۔

(۷۷) مہدیؔ حیدرآبادی ۔ سید عیسیٰ ۔ شاگرد حکیم عاشق حسین خاں ہاتفؔ

(۷۸) معلےٰ حیدرآبادی ۔ محمد مظفر الدین ۔ شاگرد حیدر حسین خاں حیدرؔ

(۷۹) مائل حیدرآبادی ۔ ڈاکٹر حکیم احمد حسین شاگرد محمدؐ سرفراز علی وصفیؔ

(۸۰) مہر حیدرآبادی ۔ محمد وزیر الدین

(۸۱) ناجی الدین حیدرآبادی ۔ سید اصغر حسین ۔ شاگرد منشی تفضل حسین عطاؔ

(۸۲) نظم لکھنوی، سید علی حیدر طباطبائیؔ

(۸۳) وزیرؔ حیدرآبادی ۔ نواب آصف یار الملک بہادر میر وزیر علی بادشاہ ۔ شاگرد عصرؔ حیدرآبادی

(۸۴) واکہ مدراسی، مولوی محمدؐ عبدالعلی شاگرد عارف الدین خاں رونقؔ و نواب غلام علی خاں بہادر فاروقؔ

---

* حبیب نقاد رگرامی اگرچہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے لیکن اصل میں وہ فارسی کے شاعر تھے ۔ اور ان کی شہرت دور دور تک تھی ۔ چنانچہ مصر کے رہنے

(۸۵) وصفی امیٹھوی، محمد سرفراز علی
(۸۶) وحید دہلوی، وحید الدین احمد خان بہادر۔ شاگرد مرزا غالب دہلوی
(۸۷) باقی دہلوی۔ حافظ ابو الحسن محمد داؤد۔ شاگرد سالک دہلوی
(۸۸) ہاتف حیدر آبادی۔ حکیم عاشق حسین خان شاگرد، وصفی حیدر آبادی

فہرست ضمیمہ طبقہ شعرائے نازک خیال

(۱) افضل مدراسی، نجم الدین حسن قادری۔ خلف وشاگرد راقم مدراسی
(۲) حشمت حیدر آبادی۔ میر حشمت علی شاگرد حیدر حسین حیدر و معلے حیدر آبادی
(۳) شہید دہلوی۔ میر احمد علی خاں موسومی۔ شاگرد شاہ نصیر دہلوی
(۴) شہرت حیدر آبادی، محمد اعجاز علی۔ شاگرد امیر مینائی و داغ دہلوی
(۵) عشق مدراسی، حکیم عبد الباسط۔ شاگرد فاروق مدراسی
(۶) گہر حیدر آبادی، محمد فیض اللہ۔ شاگرد برتر غازی پوری
(۷) راقم مدراسی، حاجی سید شاہ محمد حسین قادری۔ شاگرد والا و مہربان
(۸) عاجز مدراسی، سید غلام دستگیر۔ شاگرد، راقم مدراسی
(۹) محشری، میر تہنیت علی۔ شاگرد علوی ؟
(۱۰) مطہر، رائے جانکی پرشاد۔ شاگرد ضیا و برتر
(۱۱) وارفتہ نشاپوری۔ سید زوار حسین شاگرد ضامن علی جلال لکھنوی
(۱۲) عاصم حیدر آبادی۔ سید شاہ میراں عبد الوہاب حسنی الحسینی القادری الحنفی شاگرد ڈاکٹر احمد حسین مائل حیدر آبادی
(۱۳) فائز، آقا مرزا قاسم علی رشتی (فارسی کے شاعر تھے)

ہر شاعر کے حالات اور نمونۂ کلام کے اختتام پر مؤلف نے سہولت کے لئے بیشتر شاعروں کا شجرۂ نسب اور سلسلۂ تلمذ کی وضاحت بڑے بڑے دائروں کے ذریعہ کی ہے۔

اس تذکرے میں بعض ایسے شاعر بھی ہیں جنکی منصب وعہدہ یا پیشے کے لحاظ سے بھی ایک حیثیت ہے تو تذکرہ نگار نے اس جگہ یہ صراحت کردی ہے کہ ان کے تفصیلی حالات فلاں طبقے کے اشخاص کے ساتھ گذر چکے ہیں۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم

"نیرنگِ نظر" اور "پیام کربلا" پر ایک نظر[1]

یہ دونوں کتابیں تراب النساء بیگم روحی کے کلام کے مجموعے ہیں "نیرنگ نظر" میں نظمیں اور غزلیات وغیرہ ہیں اور "پیام کربلا" میں حضرت امام حسین کی شہادت کے متعلق نظمیں وغیرہ ہیں۔

بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت کی تباہی کے بعد اصحاب علم وفن جنوبی ہند کے دوسرے شہروں میں منتشر ہو گئے۔ کئی اصحاب علم، شعرا اور ادیب علما اور مشائخین ارکاٹ آگئے ان ہی میں سے روحی علی اصغر کا خاندان بھی شامل تھا، جو اولاً ارکاٹ پھر مدارس میں اپنی علمی قابلیت اور شاعری کے باعث مشہور تھا، اب گذشتہ ایک صدی سے حیدرآباد کو وطن بنا لیا ہے۔

روحی کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی۔ محبوبیہ ہائی اسکول میں تعلیم ہوئی۔ شعر وسخن کا مذاق گویا ورثہ میں ملا ہے۔ اس لئے گذشتہ کئی سال سے شاعری کرتی ہیں۔

"نیرنگ نظر" ($\frac{20 \times 30}{16}$) سائز کے (۱۵۹) صفحات پر مشتمل ہے اس میں اولاً "عرفانیات" کے عنوان سے حمد، نعت، مناجات وغیرہ ہے۔ اس کے بعد "شخصیتیں" کا عنوان ہے، اس میں حسب ذیل نو اصحاب کے متعلق اظہار خیال کیا گیا ہے۔

(۱) سلطان محمد قلی قطب شاہ (۲) حکیم مومن خان مومن (۳) گاندھی جی (۴) علامہ سر محمد اقبال (۵) رابندر ناتھ ٹیگور (۶) پنڈت جواہر لال نہرو (۷) ڈاکٹر مولانا عبدالحق (۸) مولوی محمد مرتضیٰ (۹) مولوی سید تراب علی "شخصیتیں" کے بعد "نظموں" کا عنوان ہے۔ اس میں حسب ذیل عنوان پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔

(۱) بچپن (۲) روپ سنگھار (۳) داستان زندگی (۴) بہشت نظر (۵) آزادی (۶) مرکز نو

---

[1] مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ مضمون جو انہوں نے وفات سے چند روز قبل ارسال فرمایا تھا۔

(۷) پنجسالہ منصوبہ، (۸) مفلس کی فریاد (۹) نظام ساگر (۱۰) بمبئی (۱۱) نمائش (۱۲) رخصت کے وقت دلہن کے تاثرات (۱۳) مقدس لغزش (۱۴) شعور حیات (۱۵) جلوہ عید (۱۶) خشک آنسو (۱۷) تعمیر حیات (۱۸) فاتح فضا (۱۹) ایلورہ اجنتا (۲۰) ملکہ کوہسار۔

نظموں کے بعد (۳۰) غزلیں ہیں۔ اس کے بعد قطعات، رباعیات فرد وغیرہ ہیں۔ دونوں آخری نظمیں یعنی ایلورہ اور ملکہ کوہسار، کتاب کے خاتمہ پر ہیں۔ کیونکہ کتاب مکمل ہونے پر ان کو شامل کیا گیا ہے

ایک زمانہ تھا کہ شعرا قصائد لکھا کرتے اور اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز تعریف و توصیف کیجاتی اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ بلکہ اصلیت اور حقیقت کا دور دورہ ہے۔ اس لئے روحی نے شخصیتوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر اقبال کے متعلق جو نظم ہے اس کے چند شعر ملاحظہ ہوں، مگر اس امر کا خیال رہے۔ علامہ اقبال پر شعرا نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ اب ان کے متعلق کچھ لکھنا آساں نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر زور صاحب نے یہ بالکل درست لکھا ہے کہ اب یہ موضوع اتنا پامال ہوچکا ہے کہ نئی بات پیدا کرنا اور نئے انداز میں سوچنا آسان نہ تھا، مگر روحی صاحب نے جو نظم کہی ہے۔ اس کے چند شعر ملاحظہ ہوں

زور بیاں ملا تھا پیغام حق سنانے سیف قلم ملا تھا باطل کا سر جھکانے
کھوئی ہوئی تھی منزل بھٹکے ہوئے تھے راہی اہل نظر نے تجھ سے پائی ہے۔ رہنمائی
تقلید کو گناہ ذہنی قرار دے کر تحقیق کی نکالیں راہیں نئی سراسر
دیر و حرم کو بخشی مذہب کی پاسبانی فکر و نظر کو سونپی تنویر زندگانی
تھا تیرے فلسفے کا انداز شاعرانہ بن کر پیام ہستی گونجا ترا ترانہ
معراج آدمیت ہستی کا مدعا ہے آئینہ خودی کی اقبالیت جلا ہے

ڈاکٹر مولانا عبدالحق کی زندگی میں حیدرآباد میں یوم عبدالحق منایا گیا تھا۔ اس موقع پر روحی نے جو نظم سنائی ہے۔ اس کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

بابائے اردو

فکر کو اہمیت بیان سے ہے آدمی کو شرف زبان سے ہے
یہی نغمہ نواز ہستی ہے یہی مضراب ساز ہستی ہے
نام اس نے ہزار بدلے ہیں ایک صورت ہزار جلوے ہیں

جس سے سب کے قلوب ملتے ہیں	اس کو اردو زبان کہتے ہیں --!
ایک ہستی نے یہ کمال کیا	اس کو دنیا میں لازوال کیا
فخر جتنا کرے وہ ہے برحق	اس کا بابا ہوا ہے عبدالحق
بڑے نازوں سے اس کو پالا ہے	حسن آداب سے سنوارا ہے
یہ عقیدت نہیں حقیقت ہے	اس کو اردو زبان سے الفت ہے
مادرِ علم جو ہماری ہے	اس کی تشکیل کا وہ بانی ہے
اس کی خدمات ہیں گراں مایہ	بن گئیں جو وطن کا سرمایہ

طویل نظم ہے، "مرکز نو" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کو دورِ موجودہ کے حالات کے مدنظر غور سے پڑھی جانے کے قابل ہے۔ اس نظم کے چند شعر یہ ہیں۔

اذاں کی گونج سے جب درد کے نالے نکلتے ہیں
تقاضے وقت کے تہذیب سجدہ بھی بدلتے ہیں
نیا انسان، نئی دنیا، نیا مشرب نیا قبلہ
سیاست نے کیا ہے آج رخ مشرق سے مغرب کا
یہ قوموں کا ادارہ مرکز امن و حفاظت ہے
یہ مجلس اتحاد فکر و عالم کی ضمانت ہے
عدالت بن گئی محشر کی اب تنظیم یو-ین او
کرے گی فیصلے اقوام کے تفہیم یو، ین او
مفاد حاصلہ کا باندھ کر احرام جاتے ہیں
جہاز نو کو حج کے واسطے سیاس آتے ہیں
فقط لفظ عدالت رہ گیا، معنی ہوئے فانی
تضاد فکر نے ڈھالا ہے قانون جہاں بانی
اگر دستور تمدن میں چمن بندی بدل جائے
تو ہر خار تمنا کی خلش دل سے نکل جائے
چمن کو دیکھ کر فصل بہار آیا نہیں کرتی

صبا پھولوں کی رنگت کو کبھی دیکھا نہیں کرتی
گئی انصاف کی قیمت یہاں سرمایہ داری سے
خلوص دل نے کھائی مات مکر و ہوشیاری سے
عقابی طاقتوں کی ہے بقا بہتری اسی میں
کہ ہر کمزور و بے بس کو شکنجے میں جکڑ رکھیں

مقدس لغزش

حضرت آدم اور حوا کے متعلق ایک مختصر نظم ہے۔ مگر بڑی دلکش اور جاندار ہے۔ یہ شعر غور کے قابل ہے، خصوصاً آخری شعر۔

آدم کا اکیلے دل نہ لگا ساتھی کی تمنا کر بیٹھے
جب عشق اسیرِ حسن ہوا ہنگامہ ہی برپا کر بیٹھے
آدم پہ بھی ہے الزام خطا بدنام ہوئے بس ناحق ہوا
کیا جانتے کیا دل میں آیا اظہار تمنا کر بیٹھے
بے جرم کو مجرم ٹھہرانا قانون کی ناانصافی ہے
تاریخ کی بے جا تہمت پر انصاف کو رسوا کر بیٹھے
مشکل یہ پڑی تھی جب آکر دنیا کے حسین ترانسان
یوسف کو فریب نفس نہ تھا انکار زلیخا کر بیٹھے
ہنگامہ ہستی باقی ہے اس ایک مقدس لغزش سے
جنت سے نکل کر دنیا کی رونق کو دو بالا کر بیٹھے
بے تاب تھے جلوے پردوں میں اور دیکھنے والا کوئی نہ تھا
اس جنت ارضی میں آکر قدرت کا تماشا کر بیٹھے
ہے روز ازل سے ہی روحی مردوں پہ حکومت عورت کی
حوا کی محبت میں آدم ہر بات گوارا کر بیٹھے

روحی کی نظموں میں فلسفی خیالات، واقعاتی افکار، اور شخصی کردار کے ساتھ ساتھ مناظر

قدرت کی نیرنگی، فطرتی گل کاری کی مصوری بھی ملتی ہے، ملکہ کو ہسار" (جو مری پر لکھی گئی ہے) کا نمونہ ملاحظہ ہو،

فطرت کی سادگی میں رنگینیاں ہیں کیا کیا
احساس زندگی کی گہرائیاں ہیں کیسا کیسا
نیلی پہاڑیوں کے منظر بڑے حسیں ہیں
فردوس کی بہاریں زینت دہ زمین ہیں
بن کر نشان عظمت پربت کھڑے ہوئے ہیں
ابر کرم کے جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں
رہ رہ کے جھومتے ہیں کیا مست مست بادل
اڑتے ہیں اس فضا میں آب رواں کے آنچل
خوابوں کی ہے یہ دنیا جادو کی ہے یہ بستی
ہوتی نہیں زمین کو محسوس اپنی پستی
یہ "کوہ قاف" بھی ہے پریوں کی راجدھانی
آتی ہے زندگی پر پہلے پہل جوانی
مانند زلف مشکیں بل کھا رہی ہیں راہیں
یا کچھ حسیں کھڑے ہیں ڈالے گلے میں باہیں
جھونکے ہوا کے رنگیں پردے بنے ہوئے ہیں
مٹی کی ہے کرامت پانی کے معجزے ہیں
گودی میں وادیوں کی چاندی پگھل رہی ہے
اک زندگی زمیں سے گویا ابل رہی ہے
ہر سبز جھاڑیوں کی ہیں سرو قد قطاریں
گھیری ہوئی ہیں جن کو ہنستی ہوئی بہاریں
شادابی چمن سے شاداں ہے زندگانی
ہر پھول سے عیاں ہے اک حسن جاودانی
کیف حیات نو سے ہر وقت جھومتے ہیں

شبنم کے بدلے بادل پھولوں کو چومتے ہیں
قوس قزح کے منظر کیا رنگ بھر رہے ہیں
پھولوں کی کیاریوں سے جلوے ابھر رہے ہیں
ایسا کسی چمن کا انداز ہی نہیں ہے
سبزے میں اس چمن کے بیگانگی نہیں ہے
صحن چمن سے واپس آتی نہیں نگاہیں
کس درجہ دلنشیں ہیں رونی کی سیر گاہیں
روحی نہ دیکھی ہوتی تونے اگر یہ جنت
تیری نگاہ رہتی محروم حسن فطرت

روحی کی ان نظموں سے اس امر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ نظم نگاری کا ان کو کس قدر ملکہ حاصل ہے ان کی نظموں میں تسلسل بیان خیالات کی ندرت اور پاکیزگی، اسلوب کی جدت اور رنگ آمیزی زبان کی سلاست اور روانی کے جوہر پائے جاتے ہیں۔
اب ان کی غزلوں کے اشعار ملاحظہ ہوں، مگر اس امر کا خیال رہے۔ وہ پہلی نظم نگار شاعرہ ہیں گذشتہ تین چار سال سے انہوں نے غزلوں کو بھی اپنے خیال آرائی کا جولان گاہ بنایا ہے۔ اور غم دوران کی عکاسی کرتی ہیں۔

کوئی سیکھے میرے دل سے احتیاط درد عشق
ٹوٹ جاتا ہے یہ پیمانہ صدا آتی نہیں
ہم نے روشن کی ہے دل کی آگ سے شمع حیات
آندھیوں کے سامنے یہ شمع تھراتی نہیں

مسکراتی ہوئی کلیوں کی ادا کہتی ہے
کس نے دیکھا ہے مرا خار بہ داماں ہونا
آبرو رکھ لی مرے دل نے ستم کی تیرے
کوئی آسان نہ تھا درد کا درماں ہونا

ہم خزاں میں بھی سنائیں گے ترانے روحی
کیا ضروری ہے بہاروں میں غزل خواں ہونا

یہاں کتنا گراں ہے مسکرانا کلی کا کوئی دل لائے کہاں سے
مجھے ہے ناز اپنی بے خودی پر تجھے ہوش آگیا زاہد اذاں سے
گئے تھے ہم بھی سننے آج روحی بیاں مومن کا کافر کی زباں سے

شعلۂ عشق سے جل جاتا ہے خود پروانہ
ضبط الفت میں تو ہم شمع فروزاں ہوں گے
عاقبت کی ہے اگر فکر تو ہم کو واعظ
پہلے انسان بنا بعد مسلماں ہوں گے

تلاشِ امن میں قوموں کے قافلے نکلے
ابھی نہ جادۂ منزل کو پا سکے راہ گیر
رقیب سے بھی محبت ہے مجھ کو اے روحی
مری نظر میں ہے دشمن بھی قابل توقیر

کیا کوئی دردِ دل نہیں سنتا کیوں مزاج حیات برہم ہے
کہتے ہیں نغمۂ بہار جسے ایک نالہ ہے ایک ماتم ہے

ہیں انسان آپس میں بندے خدا کے
عقیدوں کی تفریق نفرت سکھائے
وہ بے مانگے ہی جب کہ دیتا ہے روحی
تو انسان دستِ طلب کیوں بڑھائے

موت نے ہم کو زندگی بخشی زندگی کا مآل کیا ہوگا!

رسوائے محبت ہے تو شور نہ کر بلبل
ناموس محبت پر جل جاتا ہے پروانہ

بظاہر لبوں پر تبسم ہے اس کے اگرچہ ہے غنچے کا دل پارہ پارہ

سر منزل ہمیں لوٹا گیا ہے چھپے تھے راہزن بھی کارواں میں

زندگی کی یہ ایک حقیقت ہے جب تک انسان ہے محبت ہے
جو کسی کو نظر نہیں آتی کتنے پردوں میں وہ حقیقت ہے

ہم جسے دیکھ لیں نظر بھر کر حاصل انتخاب ہو جائے
سوزشِ دل اگر ملے روحی ذرہ بھی آفتاب ہو جائے

مرے سجدوں نے ذوق بندگی کی آبرو رکھ لی
ترے نقش قدم رہتے تو بت خانے ہوتے ہوتے
بھٹک جاتے شاطِ بے خودی میں راہ ہستی سے
مقامات خودی سے ہم جو بے گانے ہوئے ہوتے

جلوے ہوں بے نقاب جو ذوق نظر ملے
چمکے نشان سجدہ جہاں سنگ در ملے!
خالی نہ جانے دیں گے کسی دور جام کو
بجا لیں گے بے کے خون جگر بھی اگر ملے
سمجھے نہیں ہیں جو خلش درد عشق کو
اے کاش ان کو لذت زخم جگر ملے!

بدلا نظر نے ذوق تماشا ہزار بار | غم پر خوشی کا ہو گیا دھوکہ ہزار بار
اہل نظر سے غم کسی صورت نہ چھپ سکا | گہرائیوں میں دل کی چھپایا ہزار بار

غزلوں کے جو اشعار پیش کئے گئے ہیں۔ ان سے واضح ہو گا کہ روحی جہاں قدیم بذان سخن کی پیروی کرتی ہیں ۔ وہاں زندگی کی نئی قدروں کی بھی ترجمانی ہوتی ہے ۔ وہ پیشہ ور شاعر نہیں۔ بلکہ محض ذوق شعر گوئی ان سے شعر لکھواتا ہے ۔ان کی غزلوں میں سلاست، شیرینی، لطافت، ندرت۔ شگفتگی ،صفائی سادگی، روانی اور رنگینی کے جوہر ملتے ہیں ۔ نازک خیالی اور ندرت کے ساتھ سوز و گداز سے ان کا کلام پر اثر ہو جاتا ہے ۔

بہترین کلام کی جو خوبیاں قرار دی جاتی ہیں ۔ یعنی سادگی، نازک خیالی اور تاثیر۔ یہ تینوں امور ان کی شاعری میں نظر آتے ہیں ،جس کے باعث ان کا کلام قابل داد قرار پاتا ہے ۔

بہرحال روحی نے اپنی غزلوں میں اپنے ماحول، معاشرہ اور اپنے دور کے مسائل کی فن کارانہ انداز میں تصویر کشی کی ہے ، غالب اور مومن کی زمینوں میں طبع آزمائی ہے ۔

" پیام کربلا " میں نظمیں اور سلام شامل ہیں ۔ نظمیں حسب ذیل عنوان پر لکھی گئی ہیں ۔

(۱) فاتح اعظم، (۲) رہبر اقوام (۳) مسیح کربلا (۴) جہاد صبر (۵) فاطمہ کربلا (۶) ناز عصمت (۷) معراج وفا (۸) ثانی زینب (۹) ہاشمی ستارے (۱۰) نامران حق، ان کے علاوہ (۲۲) سلام شامل ہیں ۔

نظموں میں اس کے عنوان کے مطابق اظہار خیال ہوا ہے ۔ ان کا زور بیان، زبان کی سلاست روانی وغیرہ قابل داد ہے " فاطمہ کربلا " کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں ۔

کون کہتا ہے گرفتار بلا ہے زینبؓ | عالم جبر میں بھی عقدہ کشا ہے زینبؓ
تو اک آئینۂ تسلیم و رضا ہے زینبؓ | تیری ہر بات مشیت کی صدا ہے زینبؓ
مظہر شان امامت ہے علیؓ کی بیٹی | عملاً تکملۂ کرب و بلا ہے زینبؓ
تری تقریر میں ہے زور حدیث نبوی | تو بھی اک سلسلۂ علم خدا ہے زینبؓ
باپ کا عزم ہے نانا کا تصرف بھی ہے | کیوں نہ ہو؟ فاطمۂ کرب و بلا ہے زینبؓ
تذکرہ نصرت اسلام کا جب بھی آیا۔ | خود امامت نے ترا نام لیا ہے زینبؓ
تو جواب اسد اللہ ہے جرأت کی قسم | تیری ہر جنبش لب تیغ خدا ہے زینبؓ

فخر سے روح رسول عربی کہتی ہے — تجھ سے وابستہ رسالت کی بقا ہے زینب
آج عباس بھی ہوتے تو یہ کہنا پڑتا — میں وفا ہوں تو خدا و ند وفا ہے زینب

طویل نظم ہے، روحی نے اہل بیت رسالت کی خواتین کو ہندوستانی عورت کے قالب میں پیش نہیں کیا ہے کیونکہ اکثر مرثیہ گو اس خاندان نبوت کی مستورات کو ایک ہندی عورت کے روپ میں پیش کرنے اور نوحہ اور ماتم کرتے دکھانے کی کوشش کی ہے، مگر روحی نے قدیم اصول مرثیہ کی پیروی نہیں کی بلکہ خاندان نبوت کی اصل شان بتانے کی کوشش کی ہے۔

"مبیع کربلا" کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

ایسا اصول جس سے انسانیت ہو کامل
ایسا اصول جس سے فرعونیت ہو زائل
ایسا اصول جس سے روحانیت ہو حاصل
ایسا اصول جس سے کھائے شکست باطل
ایسے اصول کو جب دنیا مٹا رہی تھی
انجام کار وہ اپنے مدفن بنا رہی تھی

حسرت فدا ہو جس پر وہ بے نیاز تو ہے
شہرت فدا ہو جس پر وہ امتیاز تو ہے
الفت فدا ہو جس پر وہ غم نواز تو ہے
حکمت فدا ہو جس پر وہ چارہ ساز تو ہے
کس کو خبر کہ پہنچی تیری نظر کہاں تک
یہ عبدیت کی منزل گویا ہے لامکاں تک

حرص و ہوس کی دنیا شہرت کو ڈھونڈتی ہے
مکر و فریب سے وہ الفت کو ڈھونڈتی ہے
کھو کر ضمیر اپنا راحت کو ڈھونڈتی ہے
عزت نثار کر کے دولت کو ڈھونڈتی ہے
احسان مند ہو کر حشمت ملی تو کیا ہے
مومنیت کے بدلے نعمت ملی تو کیا ہے

ایک سلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

کسے خبر کہ وہ علم الکتاب کیا ہو گا — مقام فکر رسالت مآب کیا ہو گا
کتاب ہی نے کیا منتخب معلّم کو — وصی کا بعد نبی انتخاب کیا ہو گا
کئے ہیں جس نے بلاؤں میں شکر کے سجدے — اب اس سے بڑھ کر کوئی کامیاب کیا ہو گا
علی کا دبدبہ چھوٹے میں رکھتے ہیں اصغر — یہ کمسنی ہے تو عہد شباب کیا ہو گا
سوال آب تو شبیر نے کیا لیکن — خدا ہی جانے عدو کا جواب کیا ہو گا
حسین قتل ہوئے دیکھتی رہی دنیا — قیامت آ گئی اب انقلاب کیا ہو گا
ستمگری کے لئے بے حیائی لازم ہے — خدا کا خوف نہیں تو حجاب کیا ہو گا

ہے میرے دل میں محبت علی کی جب روحی
میرے گناہ کا آخر حساب کیا ہو گا

صفحات بالا میں روحی کا جو مختلف قسم کا کلام پیش کیا گیا ہے۔ اس سے شاعری کے متعلق کئی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں، تخیل کی بلند پردازی ہو یا خیالات اور افکار کی گہرائی، زبان کی سلاست اور روانی ہو یا اسلوب بیاں کی جدت صفائی ہو یا سادگی، رنگینی ہو یا شگفتگی بہرحال روحی کا کلام اس قابل ہے کہ اس کو غور سے پڑھا جائے اور اثر لیا جائے۔ روحی کی دونوں کتابیں پڑھنے کے بعد اس بات کا پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ اچھی شاعرہ ہیں۔ اور ان کا کلام پڑھنے سے ہمارا وقت ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ ایک اچھی معیاری کتاب پڑھ کر ہمارا دل و دماغ شاد ہوا۔ اور مسرت حاصل ہوئی ہے۔

نئے خزانے

مارچ ۱۹۶۵ء میں شائع ہونیوالے علمی وادبی رسائل اور اخبارات کا موضوع وار اشاریہ

فہرست موضوعات

نوٹ:۔ جن رسائل کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں ان کی فہرست اگلے صفحے پر دی گئی ہے۔ اگر کوئی رسالہ فہرست میں موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسالہ انجمن ترقی اردو میں نہیں پہنچا۔ ایڈیٹر صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ رسالہ ضرور بھجوادیں تاکہ آئندہ اشاریہ میں اس کے مضامین شامل کرلئے جائیں۔

اس اشاریہ میں مارچ ۱۹۷۵ء کے مندرجہ ذیل رسائل واخبارات کے مضامین شامل ہیں

ماہنامہ آجکل دہلی مارچ ۱۹۷۵ء ماہنامہ جامعہ دہلی مارچ ہفت روزہ پندرہ روزہ رسائل
〃 ادب لطیف لاہور 〃 〃 خاتون دکن حیدرآباد 〃 ہفت روزہ المنبر لائل پور مارچ
〃 ادبی دنیا 〃 〃 سہ ماہی خرام چاٹگام شمارہ ۲ پندرہ روزہ شعلۂ حیات بھوپال 〃
〃 اردو نامہ کراچی 〃 ماہنامہ زندگی رام پور مارچ ہفت روزہ چٹان لاہور 〃
〃 اردو ڈائجسٹ لاہور 〃 〃 سب رس حیدرآباد 〃 〃 〃 صدق جدید لکھنؤ 〃
〃 البلاغ بمبئی 〃 〃 سیارہ لاہور جنوری تا مارچ 〃 〃 لاہور لاہور 〃
〃 الجامعہ جھنگ 〃 سہ ماہی سیپ کراچی 〃 〃 ملاپ حیدرآباد 〃
〃 الرحیم حیدرآباد 〃 ماہنامہ شہباز 〃 〃 ہماری زبان علی گڑھ 〃
〃 انجمن اسلامیہ میگزین کراچی 〃 〃 صبح امید بمبئی مارچ اخبارات
〃 برہان دہلی 〃 〃 فاران کراچی 〃 سہ روزہ مدینہ بجنور مارچ
〃 پیام عمل لاہور 〃 〃 فکر و نظر 〃 〃 روزنامہ انجام کراچی 〃
〃 تاج کراچی 〃 〃 قومی زبان 〃 مارچ اپریل 〃 امروز لاہور 〃
〃 تجلی دیوبند 〃 〃 کتاب لکھنؤ مارچ 〃 جنگ کراچی 〃
〃 تحریک دہلی 〃 〃 گگن بمبئی 〃 〃 حریت 〃 〃
〃 ترجمان القرآن لاہور 〃 〃 ماہ نو کراچی 〃 〃 کوہستان لاہور 〃
〃 تہذیب الاخلاق 〃 〃 〃 ہمدرد صحت 〃 〃 مشرق 〃 〃
〃 ثقافت 〃 〃 〃 ہم قلم 〃 〃 〃 نوائے وقت 〃 〃

اردو ادب و زبان

اردو ادب، تحقیق و تنقید

ابوظفر عبدالواحد، پروفیسر	حالی ایک عظیم شاعر اور محب وطن	خاتون دکن، ص ۲ تا ۸، فروری، مارچ
ابو علی	خلاصہ حیات شبلی	سب رس، ص ۲۶ تا ۳۴، مارچ
احمد علی، پروفیسر	تحریک ترقی پسندی اور تخلیقی مصنف	سیپ، ص ۲۴۲ تا ۲۴۸،
احمر، منظور	فن اور فن کار	چٹان، ص ۲ و ۱۹، ۲۲ مارچ
اختر، شبیر حسن	فرید شناسی	انجام، ص ۲، ۱۳ مارچ
اخلاق احمد دہلوی	مضمون برائے مضمون	امروز، ص ۵، ۲۳ مارچ
ارشد ملتانی	فرید کے مضمون	مشرق، ص ۱، ۱۴ مارچ
اظہر ایم - اے، غلام حسین	مولانا مودودی کا اسلوب	سیارہ، ص ۲۷ تا ۸۸، مارچ
اکبر حسینی، سید	تذکرہ بندہ نواز	جنگ، ص ۱۱، ۲۰ مارچ
آنسہ شمیم رضی	تہذیب الاخلاق کا کارنامہ	سات رنگ، ص ۷ تا ۱۱، جنوری، فروری
باقر منظور	مہاراج بہادر اور برق کی نظمیں	ملاپ، ص ۲ و ۸، ۱۰ مارچ
برنی، سید یعقوب	بریان کا پہلا نقاد	قومی زبان، ص ۲۲ تا ۴۲، مارچ، اپریل
بقا، محمد شریف	شعرار اور شکوۂ فلک	تہذیب الاخلاق، ص ۷ تا ۱۸، مارچ
جلالی شاہجہاں پوری	ذہن ہندی کی ایجادی مسابقت	آجکل، ص ۳۱ تا ۳۹، مارچ
جاوید جمیل اختر	استاد میر یا دوست میر	چٹان، ص ۶ تا ۲۲، ۱۵ مارچ
دیوانہ، موہن سنگھ	شاہ حسین (پنجابی شاعر) خیالات اور تصوف	جنگ، ص ۹، ۲۹ مارچ
راجن پوری	خواجہ فرید کی شاعری	مشرق، ص ۱۲، ۱۴ مارچ
رشیدالدین	اسحٰق ایوبی کے انشلیئے	صبح امید، ص ۱۱ تا ۱۳، مارچ
رعنا ہمدانی	رحمان بابا - عوامی شاعر	انجام، ص ۳، ۲۸ مارچ

رفیق خاور	ادبی سلسلے	ماہ نو، ص ۳۳ تا ۳۵، مارچ
زاہدہ حنا	خیلی اور انتہا پسند ـ خلیل جبراں	انجام، ص ۴، ۱۵ مارچ
سلیم احمد	پرانا مسئلہ نیا سوال	سہ ماہی سیپ، ص ۲۵۹ تا ۲۶۷،
" "	حالی اور ڈاکٹر وارڈ	سہ ماہی خرام، ص ۹ تا ۱۴ + ۱۹،
سیماب زاہدی	تنبیہ النساء (بہ سلسلۂ گذشتہ)	سب رس، ص ۱۸ تا ۲۰، مارچ
شاہد احمد دہلوی	علامہ راشد الخیری کی سوانح عمری	ساقی، ص ۶۳ تا ۶۴، مارچ
شاہ علی، ڈاکٹر سید	نیاز کی ناول نگاری	سہ ماہی سیپ، ص ۲۷۸ تا ۲۸۷،
شجاعت علی سندیلوی، ڈاکٹر	ظفر کی شاعری میں وطنیت	کتاب، ص ۳۸ تا ۴۶، مارچ
شمیم احمد	ادیبوں کا مسئلہ	سہ ماہی سیپ، ص ۲۷۵ تا ۲۷۷،
شمیم اختر	تقلید پرستی اور قومی ادیب	انجام، ص ۷، ۱۵ مارچ
ص عظیم آبادی	نساخ کے ایک ناقد	سہ ماہی خرام، ص ۱۲ تا ۳۳،
صغیرہ نسیم	کرشن چندر کا فنی شعور	سہ ماہی سیپ، ص ۲۹۰ تا ۳۰۴،
عابد علی خاں، ڈاکٹر	جگر کی باتیں	ساقی، ص ۹ تا ۱۸، مارچ
عاصم صہبائی	عبدالعزیز فطرت ــ شعر کے آئینے میں	امروز، ص ۲، ۱۲ مارچ
عالی، جمیل الدین	خطبہ [1]	ہم قلم، ص ۹ تا ۱۲، فروری، مارچ
عبادت بریلوی، ڈاکٹر	واجد علی شاہ کی ایک نادر مثنوی	ماہ نو، ص ۷۷ تا ۸۶ + ۹۶، مارچ
عبداللہ، ڈاکٹر سید	یہ مباحثے یہ مذاکرے	نوائے وقت، ص ۳، ۲ مارچ
عبدالمغنی	جدید اردو تنقید کی نظریاتی بنیادیں	سیارہ، ص ۳۰ تا ۳۷، جنوری
فضل اللہ، محمد (سید)	دکھنی ترجمہ قصیدہ بردہ شریف ترجمہ محمد بن رضا	سب رس، ص ۴۱ تا ۵۶، مارچ
کیفی جام پوری	خواجہ فرید کی شاعری اور ان کا فلسفہ	انجام، ص ۲ تا ۸، ۱۳ مارچ
گیان چند، ڈاکٹر	ادب اور اخلاق	ماہ نو، ص ۳۹ تا ۴۳ + ۱۲، مارچ
محبوب مرشد، سید	خطبۂ صدارت [1]	ہم قلم، ص ۱۴ تا ۱۹، فروری، مارچ
" " "	ادیب اور تعمیر آشیاں	ماہ نو، ص ۱۳ تا ۱۷ + ۱۰۷، مارچ
مظفر حسین	اصغر کا پیغام اضطراب	سیارہ، ص ۳۹ تا ۵۰، فروری
ممتاز حسن	چند نئی کتابیں	قومی زبان، ص ۱۷ تا ۲۱، مارچ، اپریل

[1] و [1] رائٹرز گلڈ کی چھٹی سالانہ تقریب کے موقع پر

ممتاز حسن	کلاسیکی ادب کی اہمیت [1]	ہم قلم، ص ۴۲ تا ۴۸، فروری، مارچ
محمد، پروفیسر سید	میرامن کی زندگی اور نثر نگاری	ملاپ، ص ۱۰۲، ۱۱ر مارچ
محمد احسن فاروقی	ایک انعام یافتہ ناول	سہ ماہی سیپ، ص ۲۵۶ تا ۲۵۸،
محمد یوسف خاں	ذہن اور تخلیق	انجام، ص ۵، یکم مارچ
محمد یونس ندوی نگرامی	مولانا دریابادی سے ایک انٹرویو [2]	صدق جدید، ص ۴ تا ۶، ۲۶ر مارچ
معین شہلا	ریگستان کا پھول (خواجہ غلام فریدؒ شخصیت اور کلام)	جنگ، ص ۲، ۱۳ر مارچ
مقصود عرفان	ادب میں شعوری تخلیقات کا عمل	خاتون دکن، ص ۱۱ تا ۱۳، فروری، مارچ
مہر نقوی	تذکرہ درفشاں (۵)	تاج، ص ۱۰۳ تا ۱۰۶، مارچ
نثار عزیز بٹ	تنقید کے نئے رخ	ماہ نو، ص ۷۳ تا ۸۳، ۱۲۲، مارچ
نقی علی خاں خورجوی	عبدالرحیم خاں خانخاناں کے دوہے	ساقی، ص ۳ تا ۹، ۷۸، مارچ
واثق، محمد افتخار الدین	فن داستان گوئی	نوائے وقت، ص ۱۲ر مارچ
وزیر آغا، ڈاکٹر	اردو غزل (اقبال کے بعد)	ماہ نو، ص ۲۲ تا ۳۳ + ۱۳۱، مارچ
ہرنام سنگھ، ڈاکٹر	شاہ حسین کی شاعری	امروز، ص ۴، ۲۸ر مارچ
یوسف العزیز، ملک	شاہ حسین کی کافیاں	امروز، ص ۴، ۲۸ر مارچ
	تلسی داس — مصور حسن	تحریک، ص ۱۳ تا ۳۲، مارچ
	عبدالعزیز خالد — شخصیت اور شاعری	انجام، ص ۲ر مارچ

ادب (دیگر زبانوں کا)

عربی

ظہور احمد	عربی کا ایک ہجو گو شاعر	ادب لطیف، ص ۲۲ تا ۳۰، مارچ

---

[1] گلڈ کی چھٹی سالگرہ پر یہ مقالہ پڑھا گیا۔

[2] منقول از تعمیر حیات لکھنؤ

حسام الخطیب	فلسطین کا سانحہ نئے عربی ادب میں	ادب لطیف، ص ۹ تا ۱۲، مارچ
عبدالحلیم چشتی، محمد	جمع الجوامع	الرحیم، ص ۴۴ تا ۴۹، مارچ
عبدالحلیم ندوی	نہایت الارب کا اجمالی تعارف	جامعہ، ص ۱۲۷ تا ۱۳۸، مارچ
عزیز الرحمن، مفتی	ابن قیم اور زاد المعاد	مدینہ، ص ۴، ۲۸ فروری و یکم مارچ
محمود الحسن	عبدالرحمن بن الاشعث — ایک مطالعہ	برہان، ص ۱۶۹ تا ۱۸۰، مارچ

فارسی

نیاز فتح پوری	فارسی شاعری کے بعض طنزیہ نکات	جنگ، ص ۳، ۱۰ مارچ
شمیم احمد، سید	مناقب الاصفیاء (خانوادۂ فردوسیہ کا قدیم ترین تذکرہ)	معارف، ص ۲۲۵ تا ۲۳۵، مارچ

پنجابی اور ہندی

عرفان چغتائی	پنجابی شاعروں کی خیال افروزیاں	نوائے وقت، ص ۴، ۳۰ مارچ
این ڈی بترا	اکبر کے عہد میں ہندی شاعری	سہ ماہی خرام، ص ۳۵ تا ۳۶،

ادارے (تحقیقی - علمی و سائنسی)

ذاکر حسین، ڈاکٹر	دارالمصنفین اعظم گڑھ[1]	مدینہ، ص ۲ + ۶، ۱۳ مارچ
عابد علی، سید	تحقیق کے میدان میں (چند اداروں کا تعارف)	امروز، ص ۹، ۲۳ مارچ
" "	پاکستان کونسل آف سائنٹفک اور انڈسٹریل ریسرچ	جنگ، ص ۲۱، ۲۴ مارچ
" "	پاکستان میں سائنسی اور صنعتی تحقیق	کوہستان، ص ۱۰، ۲۳ مارچ
	خواجہ گیسو دراز بندہ نواز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ - ایک تعارف	شہباز، ص ۹ تا ۱۵،

---

[1] دارالمصنفین کے جشن جبلی کا خطبۂ صدارت

مشاعرے

انیس احمد	رحیم یار خاں میں محفل مشاعرہ	لاہور، ص ۱۲ تا ۱۳، ۲۹ مارچ
شاکر، نذیر	ایک مشاعرہ	انجام، ص ۵، ۵ مارچ
مسعود بریلوی	سکھر کا مشاعرہ	" " ۵، ۱۹ مارچ
ناصح، محمد احمد	جشن مہران سکھر کی محفل مشاعرہ	حریت، ص ۴، ۱۳ مارچ
ناطق بدایونی	خیرپور میں کل پاکستان مشاعرہ	انجام، ص ۵، ۱۲ مارچ
نجید، حمید اصغر	پروانے چاہتے ہیں چراغاں کبھی تو ہو	چٹان، ص ۱۷، ۸ مارچ
	مشاعرہ شمع تاثیر	کوہستان، ص ۲، ۹ مارچ
	مشاعرہ — زرعی یونیورسٹی لائل پور کا طرحی	انجام، ص ۵، ۱۹ مارچ
	محفل مشاعرہ — ریڈیو پاکستان لاہور کا ماہانہ	امروز، ص ۳، ۱۱ مارچ
	منٹگمری میں دو شعری نشستیں	نوائے وقت، ص ۷، ۳۰ مارچ

اردو زبان اور اس کے مسائل

رفیق احمد	اردو اور غیر ملکی زبانیں	فکر و نظر، ص ۵۸۳، مارچ
سری پرکاش	ہندی کے تسلط سے ہندوستان کا اتحاد خطرے میں	ہماری زبان، ص ۲ تا ۷، ۸ مارچ
شاغل، احترام الدین	راجستھان میں اردو کی شنوائی	" " ۸، یکم مارچ
عبدالعلیم، ڈاکٹر	ہماری قومی زبان	کتاب، ص ۳۳ تا ۳۷، مارچ
ندا حسین، مولوی	بھارت میں اردو ہندی کا جھگڑا	قومی زبان، ص ۳۵ تا ۴۲، مارچ اپریل
گوپال متل	زبان کا مسئلہ	تحریک، ص ۲ تا ۳، مارچ
محمد شفیع بھٹی، پروفیسر	اردو — زندہ اور ترقی پذیر زبان	نوائے وقت، ص ۳، ۳۱ مارچ
نفیس الحسینی، سید	پنجاب میں اردو	شہباز، ص ۲۶ تا ۲۸،
وزیر آغا	اردو زبان کا پس منظر	سہ ماہی سیپ، ص ۲۶۸ تا ۲۷۴،

آپ بیتی

آئی سن گیورد پیوی، مترجم شاہد احمد دہلوی	ایسی بلندی ایسی پستی —	انجام، ص ۱۱، ۲ مارچ

آئی سن گیورو پیوی (مترجم شاہد احمد دہلوی)	ایسی بلندی ایسی پستی — چین کے آخری شہنشاہ کی خود نوشت داستان حیات	انجام، ص ۲، یکم مارچ
(» » » »)	ایسی بلندی ایسی پستی	» » ۱۱، ۸ رمارچ
	» » » »	» » ۱۱، ۱۰ر »
	» » » »	» » ۱۱، ۱۳ر »
	ایسی پستی ایسی بلندی	» » ۸، ۱۵ر »
	» » » »	» » ۱۱، ۲۰ر »
	» » » »	» » ۸، ۲۲ر »
	» » » »	» » ۲، ۲۹ر »
	مالکم ایکس کے خود ۔نوشت سوانح (۱)	مشرق، ص ۳، ۸ ارمارچ
	» » » » » (۲)	» » ۳، ۹ر »
	» » » » » (۳)	» » ۳، ۲۰ر »
	» » » » » (۴)	» » ۳، ۲۱ر »
	» » » » » (۵)	» » ۳، ۲۲ر »
	» » » » » (۶)	» » ۳، ۲۳ر »
مالکم ایکس (مترجم فاروق پراچہ)	سفید لوگو میں تم سے مخاطب ہوں[1] (۱)	انجام، ص ۳، ۱۰ رمارچ
	» » » » » » (۲)	» » ۵، ۱۳ر »
	» » » » » » (۳)	» » ۳، ۱۴ر »
	» » » » » » (۴)	» » ۲، ۱۵ر »
	» » » » » » (۵)	» » ۳، ۱۶ر »
	» » » » » » (۶)	» » ۳، ۱۷ر »
	» » » » » » (۷)	» » ۳، ۱۸ر »
	» » » » » » (۸)	» » ۳، ۱۹ر »

---

[1] امریکہ کے سیاہ فام مسلمانوں کے رہنما مالکم ایکس کی خود نوشت داستان حیات

مالکم ایکس (مترجم فاروق پراچہ)	سفید فام لوگو میں تم سے مخاطب ہوں (۹)	انجام، ص ۲، ۲۰ر مارچ
	سفید لوگو میں تم سے مخاطب ہوں (آخری قسط)	" " ۳، ۲۱ر "
	مالکم ایکس کا قتل	حریت، ص ۳، ۶ر مارچ
	میلکم ایکس	نوائے وقت، ص ۳، ۸ر مارچ
غلام احمد، راجہ	مولانا عبید اللہ غزنوی کی آپ بیتی	المنبر، ص ۲+۴، ۱۲ر مارچ
	" " " " " (۲)	امروز، ص ۲، ۱۷ر مارچ
محمد سرور	مولانا سندھی (عبید اللہ) کے ساتھی ظفر حسن کی آپ بیتی	الرحیم، ص ۳۵ تا ۵۷، مارچ
" "	ظفر حسن ایبک کی آپ بیتی	چٹان، ص ۱۰ تا ۱۵، ۲۱، ۲۲ر مارچ
" "	" " " " (۲)	" " ۱۱ تا ۱۰، ۲۹ر "

اقتصادیات

اشرف الداعی، ایم	استعمال اراضی کی سست رفتاری	نوائے وقت [illegible] ۱۰ر مارچ
انور اقبال قریشی	دولت آفرینی اور تقسیم دولت — ماہرین معاشیات اور انتظامیہ	نوائے وقت، ص [illegible] ۱۴ر مارچ
انور اقبال	ماہرین معاشیات اور انتظامیہ	" " ۳، ۱۴ر "
او گلے، آر۔ ای	سرمائے کا اضافہ	انجام، ص ج، ۹ر مارچ
حبیب، آر۔ ڈی	پاکستان کی کیپٹل مارکیٹ میں تجارتی بنکوں کا کردار	جنگ، ص ۷، ۹ر مارچ
حسنی، اے ایس	پاکستان میں بنکاری کے میدان میں ترقی	نوائے وقت، ص ۵، ۸ر مارچ
حسنی، شجاعت علی	پاکستان میں بنکاری کی ترقی	امروز، ص الف، ۱۰ر مارچ
حسنی، ایس اے	پاکستان میں بنکاری	مشرق، ص ۵، ۸ر مارچ
" "	بنکاری نظام کی ترقی	انجام، ص ۹، ۹ر اپریل
" "	پاکستان میں بنکاری کی ترقی	کوہستان، ص ۵، ۸ر مارچ
حسنی، شجاعت علی	پاکستان میں بنکاری کی ترقی	جنگ، ص ۵، ۹ر مارچ
حق، زیڈ	پاکستان میں بنکاری	مشرق، ص ۷، ۸ر مارچ
" "	پاکستان میں تجارتی بنکاری	جنگ، ص ۵+۸، ۹ر مارچ

خلیق احمد	موجودہ حکومت اور معاشی استحکام	امروز، ص ۳، ۲۳ مارچ
سجاد ناظم زیدی	زراعت کے مقابلے میں صنعت	مشرق، ص ۷، ۲۳ مارچ
شہباز، خدابخش	جدید بنکاری اور اس کی اہمیت	نوائے وقت، ص ۶، ۹ مارچ
" "	" " " (۲)	" " ۶، ۱۰ مارچ
طفیل، ایم (ایم اے)	پاکستان میں بنکنگ کا ارتقاء	کوہستان، ۷+۸، ۸ مارچ
عرفان علیم	ملک معیشت	جنگ، ص ۱۳، ۲۴ مارچ
علیم، ع	بھاری صنعتوں کا قیام -	حریت، ص ۷، ۲۴ مارچ
" "	ترقی کے نئے موڑ	جنگ، ص ۱۸، ۲۴ مارچ
غیور، برکت علی خاں	دولت کی منصفانہ تقسیم کی ضرورت	نوائے وقت، ص ۶، ۸ مارچ
فرحت، شاہجہانپوری	وحدت اور پسماندہ علاقوں کی ترقی	امروز، ص ۴، ۲۴ مارچ
فرید، کیو، ایم	بچت — اقتصادی استحکام کا ذریعہ	جنگ، ص ۹، ۹ مارچ
قیمت شاہ	امداد باہمی کی تحریک	مشرق، ص ۳، ۳ مارچ
قرنی، ایم اے ایچ	آزاد معاشرہ کی اقتصادی سرگرمیاں	" " ۵، ۸ مارچ
" " " "	قومی سرمایہ کاری کا ٹرسٹ	انجام، ص ب، ۹ مارچ
" " " "	سرمایہ کاری میں نیشنل انوسٹمنٹ کا حصہ	جنگ، ص ۹، ۹ مارچ
محمد ابراہیم	بین الاقوامی ساہوکارہ	نوائے وقت، ص ۳، ۱۱ مارچ
محمد احسن	ٹیکنوکریسی اور عوام	" " " ۶، ۱۱ "
مرزا، جی اے	سال رواں کا بنکار	انجام، ص ۹، ۹ مارچ
مشتاق احمد	دولت کی غیر منصفانہ تقسیم	کوہستان، ص ۳+۴، ۱۶ مارچ
" "	دولت کی غیر منصفانہ تقسیم	نوائے وقت، ص ۶، ۱۸ مارچ
ایم اے رنگون والا	اقتصادی ترقی میں بنکاری کا کردار	جنگ، ص ۷+۸، ۹ مارچ
" " " "	معاشی ترقی میں بنکاری کی اہمیت	انجام، ص ۵، ۹ مارچ
ممتاز حسن	صنعتی ترقی میں ذاتی بچتوں کا کردار	کوہستان، ص ۸، ۸ مارچ
" "	ذاتی بچت	انجام، ص ۵، ۹ مارچ
" "	صنعتی ترقی میں ذاتی بچت کا حصہ	جنگ، ص ۵، ۹ مارچ

زحسن	صنعتی ترقی میں ذاتی بچت کا حصہ	امروز، ص الف، ۱۰ رمارچ
،،	صنعتی ترقی میں ذاتی بچت کی اہمیت	حریت، ص ۵، ۹ رمارچ
شس سرونجی، حبیب رضا	ہندوستان اور کثرت آبادی کے مسائل	دورِ حیات، ص ۹ تا ۱۰، یکم مارچ
،، ،، ،،	ہندوستان اور مسئلہ آبادی (۲)	،، ،، ،، ۹ تا ۱۰، ۱۰ رمارچ
ر حق	قومی آمدنی میں ۔۔۔۔ اضافہ کا امکان	مشرق، ص ۳، ۲۶ رمارچ
رانہالوی	پاکستان میں دولت کی تقسیم	،، ،، ۸، ۲۳ رمارچ
نی، ایم اے کے	بنکاری کی دنیا میں پہلا قدم	انجام، ص ب، ۹ رمارچ
،، ،، ،، ،،	دیگر احوال یہ ہے	جنگ، ص ۲، ۹ رمارچ
نی، مشتاق احمد	میری تربیت	حریت، ص ۲، ۹ رمارچ
	صنعتی ترقی	انجام، ص ۱۱، ۲۳ رمارچ
	پاکستان کی کیپٹل مارکیٹ میں تجارتی بنکوں کا کردار	امروز، ص ب، ۱۰ رمارچ
	صنعتی ترقی کا نیا موڑ ــ بھارتی صنعتوں کا قیام	،، ،، ۳، ۲۳ رمارچ
	ہوائی اڈوں سے بھاری آمدنی	نوائے وقت، ۷ رمارچ
	دیہی معیشت ترقی کی راہ پر	حریت، ص ۵، ۲۸ رمارچ
	پاکستان شاہراہ ترقی پر ــ تیسرا پنج سالہ منصوبہ	،، ،، ۲، ۲۴ رمارچ

تاریخ

سان بی اے	ایک مسجد کی شہادت	کوہستان، ص ۱ + ۱۲، ۸ رمارچ
لحق ظفر	خاکسار تحریک	،، ،، ۱۲، ۱۹ رمارچ
نبال اسد	سید جمال الدین افغانی	امروز، ص ۲ تا ۳، ۷ رمارچ
تسین سہروردی	عظیم خزانہ ــ حیدر آباد میں نواب سالار جنگ کے نوادر	جنگ، ص ۹، ۸ رمارچ
،، ،،	ایشیا کا عظیم خزانہ (۲)	،، ،، ۴، ۱۵ رمارچ
جواد علی، ڈاکٹر	تاریخ طبری کے مآخذ	برہان، ص ۱۶۹ تا ۱۷۸، مارچ
سام الدین راشدی، سید	ٹھٹھہ اور دیبل کا تقابلی مطالعہ	
(مترجم اعجاز الحق قدوسی)		جنگ، ص ۳، ۲۹ رمارچ

حفیظ تنہ صاری	تالاب بلکھیت رائے	امروز، ص ۲، ۱۲ رمارچ
خادم حسین	مقبرہ انار کلی	سیارہ، ص ۵۹ تا ۶۰، فروری
خلیل صحافی	کروڑپتی — افلاس کے بعد امارت (۲)	امروز، ص ۴، ۱۴ رمارچ
، ،	کروڑپتی — لالہ ہرکشن لال — جو جیل میں مشقت کرتا رہا	، ، ، ۱۰، ۲ رمارچ
خورشید، عبدالسلام	قائداعظم کے چند خطوط	جنگ، ص ۱۵، ۲۴ رمارچ
دانش، احسان اللہ خاں	اسلاف کے زریں کارنامے	حریت، ص ۹، ۲۴ رمارچ
رئیس احمد جعفری	امام زید میدان عمل میں	ثقافت، ص ۴۹ تا ۵۰، مارچ
زخمی، حمید اللہ	ڈیرہ اسمٰعیل خاں تاریخ کے آئینے میں (۲)	لاہور، ص ۱۴ تا ۱۵، ۸ رمارچ
سعید احمد اکبرآبادی	۱۸۵۷ء کی ایک داستان	مدینہ، ص ۳، ۱۳ رمارچ
شیدا، ڈاکٹر محمد [illegible] (مترجم عمر فاروق [illegible])	مسلمان سلاطین کی نمائندہ حیثیت	سیارہ، ص ۳۶ تا ۴۰، فروری
شمیم [illegible]، سید	[illegible] سلطانی کی درسگاہ	، ، ص ۵۰ تا ۵۵، جنوری
شوق قدوائی، مظہر علی	[illegible]	سہ ماہی اردو نامہ، ص ۴۲ تا ۴۸ جنوری تا
شہابی، انتظام اللہ	نوابان [illegible]	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۳۳ تا ۴۲، مار
شہیر نیازی	فتح اندلس [illegible]	انجام، ص ۴، ۲ رمارچ
ضیاء، پروفیسر	شاہ ولی اللہ [illegible]	الرحیم، ص ۵ تا ۲۲، مارچ
ظ ۔ و (چودھری)	کشمیر کی کہانی (۱)	لاہور، ص ۶ تا ۸، ۱ رمارچ
، ، ،	، ، ، (۲)	، ، ص ۶ تا ۷، ۲۹ رمارچ
عادل، نادر شاہ	نئے آدمی پرانی تہذیب [illegible]	[illegible]، ص ۴، ۲۹ رمارچ
عبدالحکیم	لال کنور — [illegible] انتزال	کتاب، ص ۷۵ تا ۷۶، مارچ
عرفان، ایم	بھوپال کیسے بنا (۲)	پندرہ روزہ مشعل حیات، ص [illegible] ۱۵ رما
عشرت رحمانی	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک	کوہستان، ص ۷، ۱۰ رمارچ
، ،	، ، ، ،	، ، ص ۶، ۲۱ رمارچ

لہ تاج محل، بادشاہی مسجد اور اہرام مصر کے گمنام فنکار۔

الدین خاں، محمد	حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز سے متعلق چند غلط روایات اور ان کی تردید	الرحیم، ص ۳۲تا۳۴، مارچ
	شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز — چند غلط روایتیں اور ان کی تردید	چٹان، ص ۹تا۱۰+۲۰، ۲۲رمارچ
شاہ اختر کاشمیری، آغا	خاکساروں کا یوم شہادت	کوہستان، ص ۱۹رمارچ
سین	مولانا عبیداللہ سندھی کابل میں — ایک تاریخی مکتوب	الرحیم، ص ۶۷ تا ۷۸، مارچ
میر ساحل	۱۹رمارچ — جب لاہور کی سرزمین خاکساروں کے خون سے لالہ زار بنی	مشرق، ص ۵، ۱۸رمارچ
الدین احمد	حسین ساگر	ملاپ، ص ۱+۷، ۳رمارچ
ب احمد شیخ	قومی محسنوں کے نقش پا — ماضی کی گزرگاہوں پر	امروز، ص ۴، ۲۳رمارچ
ل احمد	جب امان اللہ خاں کے خلاف بغاوت بھڑک اٹھی	نوائے وقت، ص ۶، ۱۴رمارچ
ز ملک	۱۹رمارچ ۱۹۴۰ء — ایک ناقابل فراموش دن	کوہستان، ص ۱، ۱۹رمارچ
ورالدین، خواجہ	فرشتہ — عہد وسطیٰ کا ایک مایۂ ناز مورخ	آجکل، ص ۱۷تا۲۰، مارچ
اشانی	..... فن تعمیر کا تاریخی جائزہ	امروز، ص ۷، ۱۳رمارچ
ب حسن، سید	مسلمان پاکستان کے مطالبے پر کیوں مجبور ہوئے ؟	مشرق، ص ۵+۸، ۲۳رمارچ
ن تیموری	کالنجر کورٹ — ابراہیم لودھی کے عہد کا قصبہ	کوہستان، ص ۶، ۲۸رمارچ
	راسپوٹین — زار روس کا خفیہ ہاتھ	اردو ڈائجسٹ، ص ۸۸تا۱۰۱+۱۰۴، مارچ
	چین اور مسلمان	الجامعہ، ص ۴۱تا۴۴، فروری مارچ
	موہنجوداڑو اور ہڑپہ	کوہستان، ص ۸+۹، ۲۳رمارچ
	انڈونیشیا	نوائے وقت، ص ۲، ۱۱رمارچ
	دیوار چین	" " ۲، ۱۱رمارچ
	نواب کالاباغ اور تحریک پاکستان	" " ۳، ۲۳ر "
	موہن جوداڑو	امروز، ص ۳، ۱۹رمارچ

ماخوذ از ہفت روزہ آفاق لاہور - ۱۷رنومبر ۱۹۵۰ء

ناٹک	شیواجی کا مسلمان محافظ[1]	صدق جدید، ص ۸، ۲۶ مارچ
———	۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء — آزادی کی جدوجہد میں سنگ میل	امروز، ص ۵، ۲۳ مارچ
———	بیت المقدس	" " ۳، یکم مارچ
———	بچوانا لینڈ — افریقہ میں برطانوی نوآبادی	" " ۳، ۷ر "
———	دیوار چین	" " ۳، ۸ر "
———	سنگ شہنشاہوں کے مقابر (چین میں)	" " ۳، ۸ر "
———	ختن — قدیم اسلامی تہذیب کا مرکز	مشرق، ص ۶، ۴ مارچ
———	لارڈ کرزن کی ہدایت — ڈھاکہ میں کوئی عمارت دو منزلہ سے بلند نہ ہو	مشرق، ص ۵، ۲۸ مارچ
———	دوسری جنگ عظیم کا ایک خونین باب	" " ۱۲، ۲۸ر "
———	نازیوں کا دشمن — مسٹر ایکس	جنگ، ص ۱۲، ۲۰ مارچ
———	محبت کا شہنشاہ (شاہ برطانیہ ایڈورڈ ہشتم)	" " ۴، ۲۴ر "
———	نازیوں کا دشمن — مسٹر ایکس	" " ۱۲، ۲۷ر "
———	جب بادشاہ برطانیہ سے ملے	گلن، ص ۵۲ تا ۷۲، فروری مارچ
———	فدایان اسلام کی تحریک	کوہستان، ص ۴، ۷ مارچ
———	تاشقند — ایک تاریخی شہر	" " ۳، ۲۹ر "

تعلیم و تدریس

ابو سجاد	اساتذہ — قومی فلاح و ترقی کا ارادہ	جنگ، ص ۳، ۱۸ مارچ
ابو اللیث صدیقی	زبان کی تدریس کا مسئلہ	سہ ماہی سیپ، ص ۲۴۹ تا ۲۵۵،
ارشد، ایم	قانون کا سہ سالہ کورس اور طلبا کا اضطراب	کوہستان، ص ۶، مارچ
المنور	تعلیمی اور تکنیکی ترقی	مشرق، ص ۳، ۲۸ مارچ

---

[1] مرہٹی زبان کے مشہور ادیب مسٹر ناٹک کی ایک تقریر کا اقتباس منقول از الجمعیۃ دہلی

اثیر، مسعود احمد، سید	نوائے مرغ گرفتار[1]	نوائے وقت، ص ۷، ۲۰ مارچ
المنور	پاکستان کے تعلیمی نظام میں درجات کا	مشرق، ص ۳، ۱۵ مارچ
"	نئے تعلیمی نظریات	" " ۳، ۱۴ مارچ
"	نیا نظریۂ تعلیم	" " ۳، ۸ مارچ
"	نیا نظریۂ تعلیم اور تعلیمی مقاصد	" " ۳، ۷ مارچ
بختیاری، قیصر حسین	تعلیم کے میدان میں پاکستان کی تیز رفتار ترقی	انجام، ص ۳ و ۴، ۳۰ مارچ
جیلانی، محمد سلیم۔ ڈاکٹر	طلبہ اور اساتذہ کے تعلقات باہمی کی اہمیت	حریت، ص ۴، ۳۰ مارچ
عبداللہ، ڈاکٹر سید	صدف گوہر شکست ـــ پاکستان کا نظام تعلیم	نوائے وقت، ص ۳، ۱۰ مارچ
محمد اسلم، قاضی	یونیورسٹی ـــ مکتب اصلاح فکر	تہذیب الاخلاق، ص ۲۹ تا ۳۴، مارچ
محمد ماکین، اے ایم	جامعاتی نظام میں اسلام علوم کا مطالبہ	البلاغ، ص ۳۳ تا ۳۷، مارچ
مفتی، ایم اے	فلم اور ذریعہ تعلیم	جنگ، ص ۵، ۱۱ مارچ

تمدن و معاشرت

احتشام احمد ندوی، سید	ایک غیر مسلم خانقاہ میں اسلامی زندگی (۱)	صدق جدید، ص ۷ تا ، ۱۲ مارچ
" " " "	" " " " " " (۲)	" " " ۷ تا ۸، ۹ مارچ
" " " "	" " " " " "	" " " ، ۲۶ مارچ
الطاف حسن قریشی	انٹرویو ـــ رستے ناسور[2]	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۳ تا ۳۴، مارچ
جاوید اقبال، ڈاکٹر	فلسفہ اور معاشرت	نوائے وقت، ص ۴، ۱۵ مارچ
منصور علی، محمد	عائلی زندگی کا مقدس منشور	کتاب، ص ۲۷ تا ۳۱، مارچ
ـــــــــ	یونانی ضیافتیں	کوہستان، ص ۱۲، ۱۲ مارچ

تہوار، میلے اور جشن

ابوالعرفان	بنڈونگ میں افریشیائی اسلامی کانفرنس	مشرق، ص ۳، ۶ مارچ

---

[1] ڈاکٹر سید عبداللہ کے مضمون "صدف گوہر شکست" پر تبصرہ۔

[2] لاہور کے مختلف سرکاری، غیر سرکاری، اور ادبیات و صحافی وغیرہ سے معاشرتی خرابیوں کے بارے میں

مصنف	عنوان	حوالہ
پال، بی این، پروفیسر	کافرستان میں ہولی کا تہوار	ملاپ، ص ۱، ۱۷ر مارچ
پربھاکر، جگن ناتھ	ہولی کی اہمیت اور رنگا رنگ روایات	〃 〃 ۱+۸، ۱۷ر 〃
سرور، ایس ایم (ڈاکٹر)	مویشیوں کے میلے کی اہمیت	امروز، ص ۴، ۷ر مارچ
ضمیر علی بدایونی	زبان کا جشن	ماہ نو، ص ۸ تا ۱۲+۱۳۰، مارچ
عبدالماجد، مولانا	ایک جشن جبلی[1]	صدق جدید، ص ۵ تا ۶، ۵ر مارچ
عبدالماجد دریابادی	ایک جشن جبلی (دار المصنفین اعظم گڑھ)	نوائے وقت، ص ۵ر مارچ
محی الدین احمد	حیدرآباد میں ہولی کا تہوار	ملاپ، ص ۲، ۱۷ر مارچ
مسعود، ایم (کرنل)	ہارس شو — ایک قومی میلہ	امروز، ص ۴، ۷ر مارچ
میکش اکبرآبادی	آگرے کے میلے	آجکل، ص ۵ تا ۱۶، مارچ
نواز	میلہ چراغاں لاہور	جنگ، ص ۴، ۲۹ر مارچ
————	عوامی میلہ — (ہارس شو)	کوہستان، ص ۱، ۷ر مارچ
————	گھوڑوں اور مویشیوں کی سالانہ نمائش	〃 〃 ۳، ۷ر 〃
————	گھوڑوں اور مویشیوں کی نمائش	
(مترجم ممتاز علی)		مشرق، ص ۱۲، ۱۷ر مارچ
————	گھوڑوں اور مویشیوں کا میلہ	نوائے وقت، ص ۱، ۷ر 〃
————	جشن فریدؒ	〃 〃 ۶، ۱۴ر 〃
————	چھٹی کل پاکستان ہومیوپیتھک کانفرنس	〃 〃 ۷، ۲ر 〃
————	میلہ چراغاں	مشرق، ص ۱، ۲۸ر مارچ
————	دیسی مصنوعات کی قومی نمائش	〃 〃 ۳، ۱۲ر 〃
————	جشن نوروز ایران	حریت، ص ۳، ۲۲ر 〃
————	جشن نوروز — ایران کا قدیم ترین تہوار	انجام، ص ۵، ۲۲ر 〃
————	ہولی دیش دیش کے رنگ کی	
(مترجم کوشل کشور جین)		ملاپ، ص ۱، ۱۷ر مارچ

---

[1] دار المصنفین کی پچاس سالہ جبلی

	خواتین کا بین الاقوامی دن (روس میں)	کوہستان، ص ۹، ۸ر مارچ

سائنس

ا۔ ر۔ش	پرندے بھی بولتے ہیں	حریت، ص ۵، ۲۸ر مارچ
〃 〃	گہرے سمندروں میں پوشیدہ راز	〃 〃 ۶، ۱۲ر 〃
حمید جہلمی	تابکاری	امروز، ص ۳، ۱۹ر مارچ
〃 〃	قصہ ایک مچھلی کا	〃 〃 ۳، ۵ر 〃
علی ناصر زیدی	پودوں پر موسیقی کے اثرات	اردو ڈائجسٹ، ص ۲۱۴ تا ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۲۲، مارچ
قریشی، آفتاب احمد (حکیم)	کشتہ جات سائنس کی روشنی میں	کوہستان، ص ۳، ۸ر مارچ
مقبول جہانگیر	آسمانی نظارے	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۶۹ تا ۱۷۳، مارچ
نائٹ پول۔ اے	دیواروں کے کان	〃 〃 〃 ۲۲۱ تا ۲۲۳، مارچ
	پاکستان میں خلائی تحقیقات	حریت، ص ۳، ۲۸ر مارچ
	ہوا ایک بے مثل نعمت	امروز، ص ۳، ۱۱ر مارچ
	مشینی دماغ	مشرق، ص ۲، ۷ر مارچ
	سمندر کے خزانے	ہمدرد صحت، ص ۴۳ تا ۴۵، مارچ
	انسانی پنجر	کوہستان، ص ۷، ۱۴ر مارچ

سفر نامے

اشفاق احمد	خوابوں کا جزیرہ	اردو ڈائجسٹ، ص ۳۷ تا ۷۸، مارچ
بیگ، ایم اے	وطن عزیز سے دیار حبیب تک	مشرق، ص ۲، ۱۱ر مارچ
تاجی، بابا ذہین شاہ	سفر نامہ حجاز	تاج، ص ۷۴ تا ۹۰، مارچ
خالد کمال مبارکپوری	سفر حرمین براہ مسقط و بحرین	البلاغ، ص ۲۲ تا ۳۲، مارچ
ظہیر، احسان الٰہی (حافظ)	کوفہ میں صبح سے شام تک	چٹان، ص ۱۱ تا ۱۹، ۱۵ر مارچ
عالی، جمیل الدین	دنیا مرے آگے (۸۶)	جنگ، ص ۲+۱۱، یکم مارچ
〃 〃	〃 〃 (۸۷)	〃 〃 ۲+۴، ۸ر مارچ

حالی، جمیل الدین	دنیا مرے آگے (۸۸)	جنگ، ص ۲ + ۴، ۱۵ر مارچ
" "	" " (۸۹)	" " ۲، ۲۲ر "
	" " (۹۰)	" " ۲، ۲۹ر "
فرخندہ عظیم قریشی	راولپنڈی سے کالا باغ تک	امروز، ص ۵، ۳۰ر مارچ
وجاہت علی، سید	سیر جہاں	انجام، ص ۱۲، یکم مارچ
نعیم صدیقی	پاکستان سے پاکستان تک[1]	سیارہ، ص ۵۹ تا ۶۷، جنوری
وجاہت علی، سید	سیر جہاں	انجام، ص ۲، ۸ر مارچ
" "	" "	" " ۲، ۱۵ر "
" "	" "	" " ۲، ۲۲ر "
———	مشاہدات حجاز (۲)	" " ۵، ۱۰ر "
———	پاکستان میں سیاحت	جنگ، ص ۵، ۲۹ر "
———	موت کی اڑان — ڈونالڈ کا حیرت انگیز سفر	حریت، ص ۱۲، ۲۲ر مارچ

سیاسیات

ابوالاعلیٰ مودودی	کتاب وسنت اور اقامت دین	تجلی تنقید نمبر، ص ۴۴ تا ۵۰، فروری، مارچ
ابوسجاد	پاک چین دوستی	جنگ، ص ۵، یکم مارچ
اشرف، عبدالرحیم (حکیم)	جماعت اسلامی سے (کوثر نیازی) کا استعفیٰ	المنبر، ص ۳ تا ۴، ۵ر مارچ
الحمرا	پاکستانی قومیت	امروز، ص ۷، ۲۳ر مارچ
اندر ملہوترہ	عالمی سیاست میں صدر ایوب کا کردار (۱)	نوائے وقت، ص ۳، ۱۷ر مارچ
" "	" " " (۲)	" " ۳، ۱۸ر "
جناح، محمد علی (قائداعظم)	قائداعظم کا تاریخی خط	جنگ، ص ۳ + ۴، ۲۴ر "
خلوت، محی الدین	اسلامی ریاست کا تصور	امروز، ص ۱ + ۴، ۱۲ر مارچ
راشدی، علی محمد (پیر)	امریکہ اور ویت نام	جنگ، ص ۵، یکم مارچ

---

[1] ۱۹۶۱ء کا ایک سفر مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان تک

مصنف	عنوان	ماخذ
اشدی، پیر علی محمد	مشرق و مغرب	جنگ، ص ۱۲، ۱۳ مارچ
" " "	"	" " ۱۲، ۲۰ "
" " "	مسئلہ کشمیر اور عالم اسلام	" " ۵، ۲۷ "
یاض الرحمٰن شروانی	(ہندوستان کا) لسانی مسئلہ اور اس کا حل	مدینہ، ص ۳+۴، ۹ مارچ
ابد ملک	معاہدہ استنبول اور عرب ممالک	نوائے وقت، ص ۴، ۱۲ مارچ
" "	معاہدہ استنبول، ترقی اور تعاون کی ایک نئی شاہراہ	کوہستان، ص ۳، ۹ مارچ
باب مفتی	سیاسی بحران — نئی سیاسی جماعت کی ضرورت	نوائے وقت، ۳، ۱۴ مارچ
" "	جماعتی سیاست میں بے اصولی	" " ۳، ۱۵ "
فیق احمد خاں	مشرق وسطیٰ میں مغربی جرمن کے مفادات خطرہ میں	مشرق، ص ۷، ۱۱ مارچ
" "	مغربی طاقتوں اور عربوں میں نئی کشمکش...	" " ۶، ۱۸ "
میم شاہ آبادی	کیا ملک میں منظم سیاسی جماعتیں قائم ہو سکتی ہیں - آخری قسط	کوہستان، ص ۳، یکم مارچ
ورش کاشمیری	اپوزیشن — (پاکستان میں)	چٹان، ص ۴+۲۱، ۲۹ مارچ
نیاز، عبدالغنی (خواجہ)	صدر ایوب کا انتخابی منشور — ایک مطالعہ	امروز، ص ۴، ۱۴ مارچ
ارق وارثی	جنوبی عرب - فیڈریشن کی ریاستیں	کوہستان، ص ۳، ۳ مارچ
فر حسین، شیخ	پاکستان میں متبادل قیادت	مشرق، ص ۴ مارچ
" " "	" " " " (۲)	" " ۳، ۵ "
امر عثمانی	مولانا دریا بادی کیا فرماتے ہیں[1]	تجلی، تنقید نمبر، ص ۱۱ تا ۲۲، فروری مارچ
مر حیات	پاک انڈونیشی معاہدہ	نوائے وقت، ص ۶، ۱۹ مارچ
عبدالقیوم خاں	اسلامی قومیت کا تصور اور اس کے ہمہ گیر مضمرات	" " ۶، ۲۵ "
ازی، عبدالحمید	سیاسیات عالم	لاہور، ص ۶ تا ۹، ۱۵ مارچ
" "	" "	" " ۹ تا ۱۵، ۲۹ "
یاض الحق	صدر ایوب کا دورۂ چین	کوہستان، ص ۳، ۱۵ مارچ
لیم اختر	شیخ عبداللہ کا غیر ملکی دورہ	مشرق، ص ۳، ۹ مارچ

---

[1] "لیڈر پاکستان" از مولانا عبدالماجد دریابادی پر تنقید

عامر عثمانی	برہان کا اداریہ[1]	تجلی، تنقید نمبر، ص ۲۷تا ۳۴، فروری مارچ
کوثر نیازی	جماعت اسلامی سے کوثر نیازی کا استعفیٰ	المنبر، ص ۱۱، ۵ مارچ
" "	جماعت اسلامی ترمیم دین کے راستے پر[2]	" " ۷تا ۱۰، ۵ مارچ
" "	جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد — پہلا تجربہ	" " ۱۲تا ۱۴، ۱۲ مارچ
کھوسلہ، جی ڈی	جمہوریت میں عوام کے نمائندوں کے حقوق	نوائے وقت، ص ۳، ۳۰ مارچ
مرغوب صدیقی	پاکستان اور جمہوریت	" " ۳، ۲۳ مارچ
محمد اسحاق بھٹی	امور داخلہ اور خارجہ	امروز، ص ۲، ۲۳ مارچ
محمد عنایت اللہ وارثی	اختلاف جمہوریت سے نہیں جمہوریے سے ہے	کوہستان، ص ۳، ۹ مارچ
" "	" " " " " (آخری قسط)	" " ۳، ۱۰ "
محمد مجیب، پروفیسر	قومی یکجہتی	جامعہ، ص ۱۰۷تا ۱۱۶، مارچ
محمد نواز ایم اے	تصور دین	تجلی تنقید نمبر، ص ۷۶تا ۸۷، فروری مارچ
مختار زمن	شیخ عبداللہ	مشرق، ص ۵، ۲۸ مارچ
نذیر احمد خاں	اسلامی ممالک کا اتحاد	نوائے وقت، ص ۳، ۱۳ مارچ
نذیر احمد خاں چودھری	عرب انداز فکر میں تبدیلی کی ضرورت	" " " ۳، ۱۴ "
نذیر حق	بھارتی سیاست کی ناکامی	مشرق، ص ۳، ۱۳ مارچ
" "	شاستری حکومت کے خلاف کانگریس کی صف آرائی	" " ۳، ۳۰ "
نور احمد قادری	پاکستان اور انڈونیشیا	انجام، ص ۳، ۵ مارچ
وارث میر	آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی (۱)	نوائے وقت، ص ۳، ۲۵ مارچ
" "	" " " " " (۲)	" " " ۶، ۲۶ "
———	دنیا اور پاکستان	حریت، ص ۱۱، ۲۴ مارچ
———	نیا چین — نئی تحریک	" " ۳+۸، ۳ "
———	جنوبی ویت نام اور امریکی پالیسی	کوہستان، ص ۳، مارچ
———	متحدہ عرب جمہوریہ اور مغربی جرمنی کے تعلقات	" " ۳+۶، ۲ مارچ

---

[1] برہان کے اداریے بسلسلہ پاکستان کا مسئلہ صدارت پر تنقید۔
[2] کوثر نیازی کا خط مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نام اور مولانا کا جواب۔

	سرمایہ داری، کمیونزم اور اسلام	چٹان، ص ۶، ۸ رمارچ
——	اسرائیل — مشرق وسطیٰ کا ناسور	المنبر، ص ۱۳ تا ۱۵، ۵ رمارچ
——	عرب ممالک اور فلسطین	انجام، ص ۵، ۲۰ رمارچ
——	معاہدہ استنبول	" " ۳، ۱۹ر "
——	صدر ناصر اور مغربی جرمنی	" " ۳، ۱۲ر "
——	مولانا محمد اکرم خاں (سے ایک انٹرویو)[1]	جنگ، ص ۱۱ + ۱۴، ۱۴ رمارچ
——	پیر علی محمد راشدی (ایک انٹرویو)	" " ۴ + ۲۲، ۲۴ر "
——	میاں بشیر احمد (سے ایک انٹرویو)	" " ۴ + ۱۲، ۲۴ر "
——	مولانا جمال میاں فرنگی محلی	" " ۱۱، ۲۴ر "
——	مسٹر محمد اصغر (سے ایک انٹرویو)	" " ۹ تا ۱۲، ۲۴ر "
——	مسٹر حسین امام (سے ایک انٹرویو)	" " ۹ + ۱۲، ۲۴ر "
——	میاں امیر الدین (سے ایک انٹرویو)	" " ۹، ۲۴ر "
——	مولانا عبد الحامد بدایونی (سے ایک انٹرویو)	" " ۸، ۲۴ر "
——	میاں عبد العزیز (سے ایک انٹرویو)	" " ۷، ۲۴ر "
——	مسٹر محمد ہاشم گزدر (سے ایک انٹرویو)	" " ۷، ۲۴ر "
——	مولانا ابو الہاشم (سے ایک انٹرویو)	" " ۵، ۲۴ر "
——	خروشیف کا ماضی (آخری قسط)	" " ۸۱، ۶ر "
——	یمن کا مسئلہ (اور عرب کا اتحاد)	مشرق، ۵، ۴ر "
——	اسرائیل دنیائے عرب کا ناسور	امروز، ص ۳، ۱۰ر "
——	ہندوستان کی سیاست — ہندوستانی اخبارات کی نظر میں	امروز، ص ۳، ۱۵ر "
——	ہندوستان کی سیاست — ہندوستانی اخبارات کی نظر میں	" " ۳، ۸ر "

(باقی آئندہ)

---

[1] اس ذیل میں جتنے انٹرویو آرہے ہیں ان تمام حضرات سے یکساں سوالات پوچھے گئے تھے۔ انٹرویو میں ان کے جوابات درج ہیں۔
د صفحہ ۳ پر سوالات تا —

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۷ شمارہ ۳

ستمبر ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

جناب اختر حسین
صدر انجمن ترقی اردو

بابائے اردو کی چوتھی برسی

آج بابائے اردو کو ہم سے جدا ہوئے چار برس ہو چکے ہیں اس عرصے میں ان کے بارے میں مختلف ادیبوں اور نقادوں نے بہت کچھ لکھا ہے ۔ یہ لکھنے والے مختلف نظریاتی و فکری مکاتب سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ان کے خیالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ان سب حضرات کی تحریروں میں ایک مشترک خصوصیت پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ سب اس حقیقت سے متفق ہیں کہ بابائے اردو نے اردو کی ترویج و اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنا کر ہماری قومی ثقافت کے تحفظ کے لئے جو کام بھی کیا اسے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے ان کی بے غرض اور بے لوث خدمت اپنی مثال آپ ہے ۔

بابائے اردو کی تحریک اردو دراصل سر سید کی اس عظیم قومی تحریک کا تکملہ ہے جس کا مقصد متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو معاشی اور معاشرتی بدحالی سے آزاد کرانا تھا ۔ انیسویں صدی کے نصف آخر کی سیاست پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ سر سید نے اپنی قوم کی بہبود کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا وہ وقت کی منشا کے عین مطابق تھا اور اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی انفرادیت اجاگر ہو ۔ کسی قوم یا اس کے افراد کی انفرادیت کا نمایاں ہونا اس قوم کی ثقافتی علامتوں کی سلامتی پر منحصر ہے اور ان علامتوں میں زبان کا درجہ سب سے بڑا ہے سر سید نے پوری طرح محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کی ثقافت کو نقصان پہنچانے والوں کے پاس سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ وہ اردو زبان کی ترویج میں روڑے اٹکانے لگے تھے ۔ سر سید نے اس مخالفت کے طوفان کا بڑی مستعدی سے مقابلہ کیا اور اس کشمکش کے دوران ان پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں اور ان کا مل کر رہنا ممکن نہیں یہیں سے نظریۂ پاکستان کا آغاز ہوتا ہے جسے عرفِ عام میں دو قومی نظریہ کہا جاتا ہے ۔ اس تمہید کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اردو کی تحریک تشکیل پاکستان کی تحریک سے وابستہ ہے اس لئے بابائے اردو نے اس تحریک کو زندہ رکھ کر ب بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کا اعتراف بانی پاکستان حضرت قائد اعظم نے بھی کیا ہے ۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں بابائے اردو کو خاص طور پر مدعو کیا اور ان کی مدد سے اردو

سے متعلق ایک طویل تجویز تیار کر کے اجلاس سے منظور کرائی - یہ وہ زمانہ تھا کہ جب زبان کا مسئلہ متحدہ ہندوستان کا سب سے بڑا سیاسی مسئلہ تھا اور اس پر آئندہ سیاسی حالات کی تشکیل کا دارومدار تھا - بابائے اردو نے اس موقع پر خاموشی اختیار نہ کی اور علی الاعلان وہی فرض ادا کیا جو اس سے پہلے ان کے ذہنی پیشوا سر سید احمد خاں ادا کر چکے تھے -

بابائے اردو کے علمی کارناموں کے بارے میں مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے - کیونکہ اس موضوع پر بہت سے اہل علم اظہار خیال کر چکے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے - البتہ میں انجمن ترقی اردو کے بارے میں مزید کچھ عرض کروں گا جو بابائے اردو کی سب سے بڑی یادگار ہے اور جس کا ان کی وفات کے بعد میں صدر ہوں - اس ادارے نے متحدہ ہندوستان میں اور بعد ازاں پاکستان میں جو علمی و ادبی خدمات انجام دی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ابتداءً یہ ادارہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک ذیلی شعبہ تھا - ۱۹۱۲ء میں جب انجمن بابائے اردو کے ہاتھ میں آئی تو اس کا کل اثاثہ کاغذات کے ایک بوسیدہ صندوق پر مشتمل تھا - بابائے اردو نے نصف صدی تک اس انجمن کے لئے ہر طرح کے ایثار سے کام لے کر اسے ایک ہندوستان گیر تحریک بنا دیا - ایک طرف انہوں نے انجمن کی بے شمار شاخیں قائم کر کے اردو کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور دوسری طرف اعلیٰ درجے کی علمی و ادبی کتابیں شائع کر کے اس زبان کے علمی ذخیرے میں بیش بہا اضافے کئے - انجمن نے تقریباً چار سو کتابیں شائع کی ہیں جن میں تمام علوم و فنون کی کتابیں شامل ہیں - اُمہات کتب کے تراجم بھی ہیں اور بلند پایہ تحقیقی کارنامے بھی - یہ علمی سرگرمیاں بابائے اردو کی وفات تک جاری رہیں - اور یہ بھی ان کا روحانی تصرف ہے کہ آج بھی یہ سرگرمیاں اسی طرح جاری ہیں -

بابائے اردو نے ایک طویل زندگی پائی - اس زندگی کا ایک ایک لمحہ انہوں نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں صرف کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس انہماک کی وجہ سے بہت سے بڑے بڑے کام انجام دیئے جو بادی النظر میں بہت مشکل معلوم ہوتے تھے - اس کے ساتھ ہی وہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے کام کرنے کا ایک وسیع میدان بھی چھوڑ گئے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے کاموں کی تکمیل کے لئے جو عرصہ درکار ہوتا ہے ایک انسانی زندگی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی - اب یہ ہمارا فرض ہے کہ بابائے اردو کے چھوڑے ہوئے ادھورے کاموں کو پورا کریں - میں نے انجمن کی تشکیل نو کے بعد ایسے ہی کاموں کی طرف توجہ دی ہے جن میں سر فہرست اردو کالج کو ایک عظیم اقامتی درس گاہ بنانے کا منصوبہ ہے - صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اس کا سنگ بنیاد رکھ چکے ہیں اور اب اس منصوبے کو عمل میں لانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں جب یہ منصوبہ مکمل ہو جائے گا تو کراچی سے باہر کے طالب علموں کو بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت حاصل ہو جائے گی - اس کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی کتابوں کی اشاعت کا کام بھی باقاعدگی سے

ہو رہا ہے ۔ ۱۹۳۵ء میں بابائے اردو نے مشہور اسٹنڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری شائع کی تھی ۔ یہ ڈکشنری ایک عرصے سے نایاب تھی ۔ اب اس کی نظرثانی کرائی گئی ہے اور اس کی طباعت کے لئے خاص قسم کا اعلیٰ درجے کا کاغذ باہر سے منگوایا گیا ہے ۔ نیز انجمن کے ذاتی پریس میں جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں تاکہ یہ کام ہر اعتبار سے بہتر طریقے پر انجام پائے اور انجمن کی دوسری مطبوعات بھی دیدہ زیب طریقے سے چھاپی جا سکیں ۔

یوں تو ہر سال بابائے اردو کی برسی منائی جاتی ہے لیکن صرف رسمی طور پر اس فرض کو ادا کرنا اور اپنے دائرۂ عمل کو صرف تقاریر اور بیانات تک محدود رکھنا مناسب نہیں ۔ ہمیں بابائے اردو کی طرح عمل سے کام لینا چاہیے اور اس طرح ہم مرحوم کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں ۔ آج ہمیں اس عہد کی تجدید کرنی چاہئے کہ ہم مرحوم کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کریں گے اور نئے حالات کی ضروریات کے مطابق بابائے اردو کے نقش قدم پر چل کر اردو زبان کی ترویج و اشاعت کا کام اس جذبے سے کرنے کی کوشش کریں گے جس کی روایات مرحوم کی ذات سے وابستہ تھیں ۔ بابائے اردو کی یاد منانے کا یہی بہترین طریقہ ہے ۔

اس انجمن گل میں

یوم بابائے اردو

۱۶ اگست ۱۹۶۵ء کو بابائے اردو بانی انجمن ترقی اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم کی چوتھی برسی کے سلسلے میں انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام ایک عام جلسہ حاطۂ انجمن میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت صدر انجمن ترقی اردو جناب اختر حسین نے فرمائی۔ باوجود اس کے کہ وہ تعطیل کا دن نہیں تھا جلسے میں حاضرین کثیر تعداد میں تھے۔ کراچی کے ممتاز ادیبوں اور مختلف انجمنوں ادبی اداروں کے نمائندوں کے علاوہ اردو کے بہی خواہوں نے بھی جلسے کو رونق بخشی۔

جلسۂ عام سے پہلے قرآن خوانی ہوئی جو انجمن کے دفتر میں ۹ بجے صبح سے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ جلسے کا آغاز پونے بارہ بجے ہوا۔ سب سے پہلے مولانا متین خطیب صاحب نے تلاوت قرآن فرمائی اور تفسیر بیان کی۔ اس کے بعد مولانا ماہر القادری نے ایک نظم "اُردو" پڑھی۔ یہ نظم بابائے اردو کو بہت پسند تھی اور اس کا ایک شعر تو انہوں نے کتب خانہ خاص کی دیوار پر بھی لکھوایا تھا[1]۔ بعد ازاں بابائے اردو کی آواز سنائی گئی۔ ٹیپ ریکارڈ بابائے اُردو کی وہ تقریر نشر کر رہا تھا جو انہوں نے برصغیر کی عظیم ترہستی سرسید احمد خاں کے کارناموں پر کی تھی۔ بابائے اردو کی آواز کے تاثر کو رئیس امروہوی صاحب کی نظم نے اور بھی گہرا کر دیا۔ یہ نظم مولوی صاحب کی شخصیت کی عظمت کا اظہار تھی۔ جلسے کی نثری کارروائی کا آغاز سید محمد تقی صاحب کی ایک تقریر سے ہوا۔ موصوف نے مولوی صاحب کی عزیز ترین متاع اردو کے موضوع پر تقریر کی اور بہت سی فکر انگیز باتیں کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا کہ جب تک ہم اردو کو اپنے اقتصادی اد

---

[1] وہ شعر یہ تھا ؎

ہو پھول میں کیسی ہی رنگت خوشبو جو نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس ملک میں چاہے حُسن بہت اردو جو نہیں تو کچھ بھی نہیں

اشی مسائل کے حل کرنے کا ذریعہ نہیں بنائیں گے اردو کو اختیار کرنا ہمارے لئے بے سود ہوگا - سید محمد تقی نے اردو تہذیبی حیثیت کو نمایاں کرتے ہوئے اس بات پر مزید زور دیا کہ ہمیں اس کو ٹھوس عملی زندگی میں وہ مقام دینا ہیے جو اب تک انگریزی کو حاصل ہے - جناب سید محمد تقی کے بعد بیگم محمد شریف نے تقریر کی اور مولوی عبدالحق کی میت پر ایک سیر حاصل نظر ڈالی - جمیل نقوی نے ایک قطعے کے ساتھ بابائے اردو پر وہ نظم پڑھی جس میں گھلائے یدت کے ساتھ اپنے ان پر عقیدت جذبات کو زبان دے دی جو حاضرین جلسہ کے قلب میں اچھل مچائے ہوئے تھے -
ڈا اسلم فرخی نے اپنے مقالے میں مولوی صاحب کی خدمات ادب اور زبان پر خراج تحسین پیش کیا - اور ان کے) اور ادبی مرتبہ کے نشان دہی کی - ڈاکٹر اسلم فرخی کے بعد ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنی تقریر میں ایک نقاد سے وہ ایک تخلیقی فنکار کا رویہ اختیار کیا - انہوں نے برصغیر پاک و ہند کی اسلامی روایات اور تہذیب کو ایک کارواں سورت میں پیش کیا اور اس کے نشیب و فراز اور اہم موڑوں پر جن شخصیات نے تاریخ میں اپنی جگہ بنائی اس کو نمایاں نے ہوئے اس ملی تاریخ میں بابائے اردو کے مرتبے کا تعین کیا اور ان کے کارناموں کا جائزہ لیا - جلسے کا اختتام صدر ، کی تقریر پر ہوا - جو اس شمارے میں پیش کی جا رہی ہے -

انجمن ترقی اردو کے جلسے کے علاوہ ریڈیو پاکستان کراچی نے بابائے اردو کی چوتھی برسی کے موقع پر ایک خصوصی لرام نشر کیا - جس میں جناب اختر حسین کی تقریر اور تحسین سروری کی نظم کے علاوہ ایک مذاکرہ بھی تھا - اس مذاکرے ضوع تھا " بابائے اردو کا اسلوب " اس میں ڈاکٹر شوکت سبزواری ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور ڈاکٹر اسلم نے حصہ لیا - ریڈیو پاکستان لاہور سے بھی بابائے اردو کی یاد میں ایک خاص پروگرام نشر کیا گیا جسے قیوم نظر نے مرتب تھا - کراچی اور لاہور کے تمام روزناموں نے بابائے اردو کی یاد میں مضامین شائع کئے - کراچی کے اخباروں "جنگ" "انجام" نے خصوصی نمبر شائع کئے - اس شمارے کے پریس میں جاتے وقت تک کئی دوسرے شہروں میں بھی یوم عبدالحق ، کی اطلاعات موصول ہو چکی ہیں -

---

گرد و پیش

تصویر کا دوسرا رخ

ترقی اردو بورڈ کا اہم اجلاس

ملک میں اردو ادب اور اردو زبان کی ترقی کے لئے کام کرنے والی مختلف تنظیموں کے درمیان رابطہ و تعاون پیدا کرنے کے ذرائع پر غور کرنے کے لئے لاہور میں مرکزی اسعتر قیاتی بورڈ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس کی صدارت بورڈ کے ڈائرکٹر جناب اے ڈی اظہر نے کی۔ ۲۴ راگست کو اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مختلف تنظیموں کی سرگرمیوں میں مرکزی اردو ترقیاتی بورڈ کے ذریعے ہم آہنگی پیدا کی جائے اور اردو کی ترقی کے لئے ایک ہی طرح کے کام دو یا زیادہ اداروں کے تحت انجام دیئے جانے کے امکان کو ختم کیا جا سکے۔ اجلاس نے اس سلسلہ میں کئے جانے والے کاموں میں رابطہ قائم کرنے کے لئے مستقبل میں وسیع بنیادوں پر ایک اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک مجلس عاملہ کی تشکیل کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں مختلف اداروں اور تنظیموں کی جانب سے امتیاز علی تاج۔ مسعود الحسن شہاب، پیر حسام الدین راشدی۔ میجر آفتاب حسن۔ سید وقار عظیم۔ سید عظیم شاہ خیال بخاری۔ شان الحق حقی اور جناب حنیف رامے نے شرکت کی۔ (انجمن ترقی اردو کا کوئی نمائندہ اجلاس میں شامل نہیں تھا۔)

سرگودھا اکیڈیمی میں

سرگودھا اکاڈمی کی ایک خاص تقریب میں جو احمد ندیم قاسمی صاحب کے اعزاز میں منعقد ہوئی تھی۔ ندیم صاحب نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ احساس کمتری کا شکار ہیں جو اردو زبان کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں انسانی جذبات کے مکمل اظہار کی صلاحیت موجود نہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اردو کی افادیت و اہمیت مسلّم ہے اور اس میں اتنی گہرائی اور وسعت ہے کہ وہ خیال کے نازک سے نازک پردے کو بھی الفاظ کا جامہ پہنا دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اجلاس کی صدارت ڈپٹی کمشنر سرگودھا کر رہے تھے۔ اس اجلاس میں احمد ندیم قاسمی صاحب کے فن پر مقالہ بھی پڑھا گیا

اردو بورڈ سے مشورہ

مرکزی اردو بورڈ کے ڈائرکٹر جناب اے۔ ڈی۔ اظہر نے اعلان کیا ہے کہ اردو کو اس مقام پر پہنچانے کے لئے کہ وہ پورے پاکستان میں سمجھی اور بولی جائے، اردو بورڈ، اردو کے تمام بہی خواہوں سے تعاون کرے گا۔ انہوں نے کہا کسی انگریزی اصطلاح کے مناسب ترجمے میں دشواری پیش آئے تو اردو بورڈ سے بلا توقف مشورہ

کیا جاسکتا ہے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ دوکانوں اور دفتری شعبوں کے اردو نام تجویز کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اردو بورڈ کو اس سلسلے میں لکھا جائے تو جلد از جلد مناسب نام تجویز کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ زبانیں استعمال سے منجھتی ہیں اگر ہم یہ سوچتے رہے کہ پہلے اس امر پر اتفاق ہو جائے کہ کس اصطلاح کا کون سا مستند ترین اردو متبادل ہے تو قومی زبان آگے نہیں بڑھ سکتی۔ زبان ایک زندہ حقیقت ہے۔ اور اسے فطری طور پر پروان چڑھنے کا موقع دینا چاہیے۔ وہی الفاظ اور اصطلاحیں جو آج ہمیں نامانوس معلوم ہوتی ہیں۔ استعمال سے عام فہم بن جائیں گی اور نامناسب اصطلاحیں متروک ہو جائیں گی۔

اس آئینہ خانے میں

جناب ممتاز حسن کی تقریر

نیشنل بنک کے مینجنگ ڈائرکٹر جناب ممتاز حسن نے ۲۸ اگست کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بہترین ادب وہی ہے جس کے مطالعہ سے روح کو توانائی حاصل ہو اور اعلیٰ زندگی کو اپنانے کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ فرار اور گریز کی تلقین روح کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور ایسی تلقین کرنے والا ادب بیکار ہے، اس سے معاشرے کی تعمیر کا کام نہیں لیا جاسکتا ہے

ممتاز فنکار

یوم آزادی کے موقع پر صدر مملکت نے ممتاز فنکاروں کو انعامات اور اعزازات سے نوازا۔ اردو ادب کی خدمات کے سلسلے میں پروفیسر عبدالعزیز میمن اور سید امتیاز علی تاج کو دس دس ہزار روپے دینے کا اعلان کیا گیا۔ موسیقی کے سلسلے میں فردوسی بیگم اور خانصاحب محمد شریف آف پونچھ کو پانچ پانچ ہزار روپے کے انعام سے نوازا گیا۔

علمی، ادبی اور تہذیبی خبریں

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

برٹش اکیڈیمی کی سالانہ رپورٹ سے اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ انٹرنیشنل یونین آف اکیڈیمی کی سرپرستی میں تیار ہونے والی "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" کا کام بہت سرعت سے جاری ہے۔ پچھلے سال انسائیکلوپیڈیا کی دوسری جلد مکمل ہو گئی تھی اور اسکے کئی جزو شائع ہو چکے ہیں۔ اور باقی زیر طبع ہیں۔ مذکورہ انسائیکلوپیڈیا بیک وقت انگریزی اور فرانسیسی میں شائع کی جاری ہے۔ اس کی نگرانی ایک بین الاقوامی کمیٹی کر رہی ہے۔ اور تین قابل ذکر مستشرقین اس کے مدیر ہیں۔ جنھوں نے ۱۹۵۰ء سے یہ کام شروع کیا تھا۔ پروفیسر لیوس نے لندن پریس سروس کے نمائندے کو بتایا ہے کہ یہ انسائیکلوپیڈیا اگلے پندرہ سال میں تکمیل کو پہنچ جائے گی۔

مجلس ترقی اردو کا اجلاس

مجلس ترقی اردو اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے مشاورتی اجلاس میں اراکین مجلس نے اقوام متحدہ کے تعلیمی او رثقافتی ادارہ یونیسکو کی اردو دشمنی کے خلاف سخت الفاظ میں اظہار بیزاری کیا ہے۔ ایک قرارداد میں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئی ہے۔ حکومت پاکستان اور اقوام متحدہ سے اپیل کی

گئی ہے کہ وہ یونیسکو کی نشر و اشاعت کی زبانوں کی فہرست میں پاکستان کی قومی زبان اردو کا اضافہ کرانے کے سلسلے میں اپنا اثر استعمال کریں۔

ادیبوں کی آبادکاری مغربی پاکستان رائٹرز گلڈ کے ایک وفد نے وزیر بلدیات مسٹر محمد یٰسین خان وٹو سے ملاقات کی۔ وزیر بلدیات نے یقین دلایا ہے کہ ملتان روڈ سے ملحق لاہور امپرومنٹ ٹرسٹ کی جو نئی رہائشی اسکیم مرتب ہو رہی ہے۔ اس میں ادیبوں کو بھی مناسب قیمت پر پلاٹ مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی

مرزا غالب پر کتاب تاشقند کی ایک خبر مظہر ہے کہ تاجیک اکیڈیمی آف سائینسز نے مرزا غالب کے کلام اور زندگی پر ایک کتاب شائع کی ہے۔ کتاب کے مصنف ادبیات مشرقی کے اسکالر جناب عبدالغفور روٴف ہیں۔ انہوں نے کتاب میں لکھا ہے کہ مرزا غالب کا کلام تاجیک فارسی اور اردو ادبیات کو ایک دوسرے کے قریب تر لے آیا ہے۔ جناب عبدالغفور روٴف مرزا غالب کے ادبی ورثہ کا مطالعہ کرنے کے لئے بھارت کا دورہ کر چکے ہیں ا[illegible] کی تصنیف مرزا غالب کے کارناموں پر روس میں چھپنے والی پہلی کتاب ہے۔

آئینۂ ہند

سرکاری زبان کا مطالبہ انجمن ترقی اردو ہند کے ایک وفد نے بھارتی وزیر اعظم شاستری اور صدر جناب رادھا کرشنن سے مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو اتر پردیش، دہلی، مشرقی پنجاب اور بہار کی سرکاری زبان قرار دیدیا جائے۔ وفد کے صدر جناب پنڈت ہردے ناتھ کنزرو نے وزیر اعظم شاستری کو ایک یادداشت پیش کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ لسانی اقلیتوں کے کمیشن کی رپورٹ کے باوجود حکومت اتر پردیش اردو بولنے والے عوام کے جائز مطالبات سے مسلسل روگردانی کر رہی ہے۔

علیگڑھ یونیورسٹی آرڈیننس علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز کے آل انڈیا کنونیشن نے ۱۰ اگست کو لکھنؤ میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی آرڈیننس کی تنسیخ اور ۱۹۲۰ء کے اس ایکٹ کی بحالی کے لئے ضروری قدم اٹھایا جائے جس کی رو سے یونیورسٹی کے نظم و نسق کے ذمہ دار صرف مسلمان رہیں گے۔ کنونیشن نے تہیہ کیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کا کنٹرول مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھیننے کے عمل کا ممکنہ قانونی ذرائع سے مقابلہ کیا جائے گا۔

حسین سروری

اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ

(۴)

اسٹارڈائریکٹری - الہ آباد

آخری نظام حیدرآباد نواب میر عثمان علی خاں، سقوطِ حیدرآباد سے قبل نہ صرف اپنے ہی ملک میں محبوب شخصیت کے حامل رہے ہیں۔ بلکہ مسلمانانِ برصغیر کے نزدیک بھی ان کا وجود قابلِ فخر سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے اسلامی ممالک سے بھی سابق ریاست حیدرآباد کے تعلقات کچھ ایسے رہے جس سے اسلامی اخوت کی ایک عجیب مثال قائم ہوگئی تھی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیرونِ حیدرآباد کے مسلمانوں کے دل میں حضور نظام کی قدر و منزلت ان کی داد و دہش اور ان کی علمی فیاضیوں کی وجہ سے تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کی نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد برصغیر کے مسلمان نظام کو اپنی برتری اور اسلامی اقتدار کی علامت سمجھتے تھے۔ سلاطین آصفی کے ذہن میں بھی کچھ ایسی ہی بات تھی۔ اپنے کو وہ مغلوں کے تخت و تاج کے وارث اور اپنے کو خودمختار بادشاہ تصور کرتے تھے۔ داخلی امور میں تو وہ آزاد و مختار تھے ہی۔ لیکن خارجہ پالیسی میں بھی مزید آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد کے حکمرانوں نے برطانیہ کے مقابلے میں کبھی اپنے کو کمتر تسلیم نہیں کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم برطانیہ کے حلیف ہیں۔

استرداد برار کے سلسلے میں حکومت حیدرآباد کی برطانوی ہند سے جو مراسلت ہوئی ہے۔ اس کے دیکھنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ نظام حیدرآباد کو اپنے اقتدار اور اعزاز و اکرام کا شدت سے احساس تھا۔

یہ ایک طویل داستان ہے۔ اس کے اعادے کا یہ موقع نہیں۔ البتہ آخری نظام حیدرآباد کے متعلق چند تاریخی واقعات کی طرف اشارے کرنا اس لئے ضروری ہے کہ "اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ" کے سلسلے میں آج جس کتاب کا تعارف کرایا جارہا ہے اس کا پس منظر بھی پیشِ نظر ہو جائے۔

حضور نظام نواب میر عثمان علی خاں سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے والد نواب میر محبوب علی خاں (نظام ششم) کے ساتھ جب پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۰۰ء میں کلکتہ گئے۔ تو مسلمانانِ ہند آئندہ ہونے والے بادشاہ دکن کو جاننے لگے۔ اور سنہ ۱۹۰۳ء میں دربارِ تاجپوشی کی تقریب میں دوبارہ اپنے والد کے ساتھ دہلی کا سفر کیا تو ان کا چرچا اور زیادہ ہوگیا۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد ۲۹ راگست ۱۹۱۱ء کو وہ مسند نشین ریاست ہوئے، جس کے فوری بعد انہوں نے پہلے تو اندرون ریاست کے اضلاع کا دورہ کیا۔ اس کے بعد بمبئی، کلکتہ، اور اجمیر شریف بھی گئے۔

والئی حیدرآباد نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ریاست کے نظم و نسق اور رعایا کے لئے رفاہی اور فلاحی قدم کچھ ایسے اٹھائے کہ بہت جلد وہ ہر دلعزیز بادشاہ بن گئے۔ خاص کر مالیات کے استحکام اور تعلیمی ترقی کے منصوبے تیار کراکر ان کو روبہ عمل لانے کے احکامات جاری ہوتے رہے۔ ریاست کے بہتر سے بہتر انتظام کے لئے انہوں نے وزیر اعظم کی صدارت میں ایک کابینہ کا تقرر کیا۔ اور اس کابینہ کا سرکاری نام "بابِ حکومت" تجویز ہوا۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ میں رقمی اور فوجی اعانت کے صلے میں برطانیہ نے انہیں ۱۹۱۸ء میں "ہزاگزالٹیڈ ہائینس" کا خطاب دیا۔

۱۹۳۲ء حضور نظام نے دہلی، لکھنؤ اور رام پور کا سفر کیا، اس موقع پر ہندوستان کے کئی اخباروں اور رسالوں نے خصوصی نمبر نکالے۔ اور بعض مصنفین نے ان کے سفر کے متعلق کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ اس حصوص میں اکبر علی (مدیر اخبار صحیفہ حیدرآباد) کی کتاب "سفر شاہانہ" اور محمد صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی کی کتاب "سیاحت آصفی" اور خواجہ حسن نظامی مرحوم کا "ضمیمہ روزنامچہ" (اخباری سائز) دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے پڑھنے سے نظام حیدرآباد سے مسلمانانِ ہند کی عقیدت مندی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

نواب میر عثمان علی خاں کے دورِ حکمرانی پر حیدرآباد اور بیرون حیدرآباد سے بے شمار کتابیں لکھی گئی تھیں۔ اور ان کے عہد میں تعلیم اور صنعت و حرفت اور رسل و رسائل کے نظام میں جو غیر معمولی ترقی ہوئی تھی اس پر بھی متعدد تصانیف شائع ہوئیں۔ اس سلسلے کی کتابوں میں عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی (از ڈاکٹر زور) "حیدرآباد کی تعلیمی ترقی" از پروفیسر عبدالقادر سروری اور عصرِ جدید (از رائے جانکی پرشاد) بڑے اہم مآخذ ہیں۔

حضور نظام بحیثیت چانسلر ۱۹۳۶ء میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ بھی گئے تھے۔ اس سفر کے متعلق یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر ضیاء الدین نے جو مصور کتاب شائع کی ہے اس سے بھی والئی دکن کی پُروقار شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر یہ بتا دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب حضور نظام حیدرآباد سے باہر جاتے تھے تو ان کا شاہی سیلون عام ٹرین سے نہیں لگایا جاتا تھا بلکہ پوری اسپیشل ٹرین چلائی جاتی تھی۔ اسپیشل ٹرین کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک اور اسپیشل ٹرین ہوتی تھی جس میں عمائدین سلطنت، وزراء اور امراء اور حیدرآبادی فوج و پولیس ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پورے ہندوستان کا ریلوے نظام درہم برہم ہو جاتا تھا اور عوام کو تکلیف ہوتی تھی، لیکن مسلمانانِ ہند اسی "ادارے شاہانہ" پر جان دیتے تھے۔

اگست ۱۹۳۶ء میں نظام حیدرآباد کی تخت نشینی کا پچیسواں سال ہوتا تھا لہٰذا دو سال پہلے ہی سے "سلور جوبلی" کی

تیاریاں ہونے لگیں - یہ تیاریاں حیدر آباد ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں ہو رہی تھیں - اتنے میں جارج پنجم کا انتقال ہو گیا - اس لئے یہ تقریب کچھ ماہ کے لئے ملتوی کر کے مارچ ۱۹۳۷ء میں منائی گئی -

اس موقع پر بھی مسلمانانِ ہند نے عجیب جوش و خروش کا مظاہرہ کیا - گھر گھر چراغاں ہوا - جگہ جگہ جلسے ہوئے - حد یہ ہے کہ جوبلی کے چھ آٹھ ماہ قبل ہی سے اختری بائی فیض آبادی کا ایک ریکارڈ ہر طرف بجنے لگا - کہ

مرے سرکار کو جبلی کا یہ جلسہ مبارک ہو

اور

سلاطین سلف سب ہو چکے نذرِ اجل عثماں

مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

علاوہ ازیں اخبارات و رسائل نے خصوصی نمبر شائع کئے - مصنفین نے کتابیں لکھیں اور شعراء نے مدحت طرازیاں کیں - مقامی اخبارات میں رہبر دکن، مشیر دکن، صبح دکن اور صحیفہ نے بڑے شاندار نمبر نکالے - اور رسالوں میں مجلّہ عثمانیہ اور العلم نے جشنِ سیمیں نمبر شائع کر کے شاہ پرستی کا حق ادا کر دیا -

محمد فاضل نے " یادگارِ جشن سیمیں " کے نام سے جو ضخیم اور دیدہ زیب (اخباری سائز کی) مصور کتاب شائع کی تھی وہ آج بھی حیدر آباد کے متعلق معلومات کا ایک گراں قدر سرمایہ ہے - صمصام شیرازی کی کتاب " یادگار سلور جوبلی " بھی ایسی ہی ایک یادگار تصنیف ہے -

کرشنا سوامی مدیر آج کی انگریزی تالیف " وکٹوریل حیدر آباد " کی دو جلدوں نے تہلکہ سا مچا دیا تھا - اس میں اعلیٰ درجے کی تصاویر کے ساتھ ساتھ حیدر آباد سے متعلق بڑا عمدہ تاریخی مواد بھی ملتا ہے -

نظام سلور جوبلی کے موقع پر بیرون حیدر آباد کے مصنفین میں جناب شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر رسالہ سالار دہلی) کی کتاب ارمغانِ عرفانی موسوم بہ حیاتِ عثمانی " بڑی اہم تصنیف ہے -

اسٹار ڈائرکٹری بھی ایک ایسی ہی تصنیف ہے جو نظام سلور جوبلی کی یادگار کے طور پر الہ آباد سے شائع کی گئی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اسٹار ڈائرکٹری کو ایک سرسری معلومات کی کتاب ہونا چاہیئے تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حیدر آباد کے متعلق اس میں کافی مواد ملتا ہے -

اس ڈائرکٹری میں " تعارف عمائدین " ہی ایسا باب ہے جس سے ہم " اردو ادب کے غیر ادبی مآخذ " کے طور پر استفادہ کر سکتے ہیں - یہ حیدر آباد کے ڈیڑھ سو کے قریب ایسے لوگوں کا تذکرہ ہے جن میں بعض عمائدین میں شمار ہونے کے علاوہ علمی دنیا میں شاعر یا ادیب کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں - اس میں شک نہیں بعض اصحاب کی علمی حیثیت محدود تھی اور ان کے علمی کارناموں کو وہ شہرت نہ ملی جو کسی باقاعدہ مصنف کی کسی کتاب کو ہوتی ہے - لیکن ان میں بھی اکثر ایسے مصنف ہیں جن کی کتابیں

خالص علمی اور ٹھوس مواد پر مبنی ہیں ، اس لئے بہرحال اسٹار ڈائرکٹری کا یہ باب بڑا کارآمد ہوگا۔

۱۔ ابوالخیر مودودی (دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لئے متعدد عربی تواریخ کا ترجمہ کیا)
۲۔ احمد عارف (اخبار صبح دکن کے مدیر اور چند کتابوں کے مولف تھے)
۳۔ احمد محی الدین (روزنامہ رہبر دکن کے ایڈیٹر)
۴۔ نواب اختر یار جنگ بہادر (مولوی لطیف احمد اختر مینائی فرزند حضرت امیر مینائی)
۵۔ نواب اصغر یار جنگ بہادر (برادر ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکم عبدالوہاب نابینا و رضا نواز جنگ)
۶۔ مولوی اعجاز علی گلبرگوی
۷۔ مولوی اکبر علی (مصنف و مدیر اخبار صحیفہ)
۸۔ سید امیر حسن
۹۔ نواب امین جنگ بہادر
۱۰۔ سردار بلدیو سنگھ
۱۱۔ قاضی تلمذ حسین (مرتب ریاض رضواں)
۱۲۔ حمید احمد انصاری
۱۳۔ نواب حیدر یار جنگ بہادر (سید علی حیدر نظم طباطبائی لکھنوی)
۱۴۔ سید خورشید علی
۱۵۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر (مولف تاریخ اندلس)
۱۶۔ شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی
۱۷۔ مولوی عبدالباری ندوی
۱۸۔ مولوی عبدالحق (بابائے اردو)[۵]
۱۹۔ عبدالرحمٰن خاں (جامعہ عثمانیہ کے پہلے پرنسپل)
۲۰۔ مولوی عبدالرزاق ارشد (کلیات اقبال کے پہلے مرتب و ناشر)
۲۱۔ مولانا عبداللہ عمادی
۲۲۔ حاجی مفتی عبداللطیف

---

[۵] تذکرہ نگار نے بابائے اردو کے متعلق لکھا ہے کہ وہ یورپ بھی ہو آئے ہیں۔ یہ غلط اطلاع ہے مولوی صاحب کسی وقت بھی بیرونی ملک نہیں گئے۔

۲۳- مولوی عبد الواسع صفا
۲۴- نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز (مرزا داغ دہلوی کے مشہور حیدرآبادی شاگرد)
۲۵- سید علی اصغر بلگرامی
۲۶- سید علی رضا
۲۷- حاجی سید علی شبیر
۲۸- مولوی عنایت اللہ دہلوی
۲۹- مولوی غلام یزدانی
۳۰- نواب فصاحت جنگ بہادر (حافظ جلیل حسن جلیل مانک پوری)
۳۱- سید کاظم علی باغ (مشہور شاعر نظر حیدرآبادی کے دادا)
۳۲- مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ متخلص بہ شاد۔
۳۳- کیقباد پیشجی منشی (نواب کیقباد جنگ بہادر)
۳۴- نواب لطف الدولہ بہادر المتخلص بہ لطف۔
۳۵- مجیب احمد تمنائی۔ (۱۸۹۴ء میں ایک رسالہ سحر البیان بھی جاری کیا تھا)
۳۶- سید محمد ابراہیم - خلف سید حمید الدین رعنا۔
۳۷- محمد حسین جعفری
۳۸- محمد ضامن کنتوری
۳۹- نواب مرزا یار جنگ بہادر
۴۰- مولوی مسعود علی۔
۴۱- نواب منظور جنگ بہادر
۴۲- نواب مہدی یار جنگ بہادر (نواب عماد الملک کے چھوٹے فرزند)
۴۳- نواب ناظر یار جنگ بہادر۔ چیف جسٹس حیدرآباد ہائی کورٹ۔
۴۴- نواب سر نظامت جنگ بہادر۔
۴۵- نواب نثار یار جنگ بہادر مزاج (نظر حیدرآبادی کے دادا کے بھائی اور سید علی اختر حیدرآبادی کے چچا)
۴۶- پروفیسر ہارون خاں شروانی۔
۴۷- سید ہاشمی فرید آبادی۔

لطف اللہ بدوی

فقہ کے تین منظوم رسالے

میرے ذاتی کتب خانے میں جو اردو مخطوطے موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر مخطوطات، اب شاید شائع ہو گئے ہوں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے، کچھ کتابیں اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو مندرجہ ذیل تین منظوم تصنیفات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ فقہ ہندی یہ فقہ کا چھوٹا سا رسالہ (۲۲) اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ منظوم رسالہ ہندی دوہوں کی طرز میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوہوں کی زبان پر اردو کا اثر زیادہ اور ہندی کا کم نظر آتا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حمد کے زیرِ عنوان مصنف نے اپنا نام امین لکھا ہے۔

حمد و ثنا سب رب کو، خالق کل جہان　　لائق حمد و ثنا کے اور نہ کوئی جان
علم شریعت ساتھ دے بھیجا پاک رسول　　جو کچھ بھیجا رب نے ہم سب کیا قبول
یا رب اپنے کرم سے بےحد بھیج درود　　نبی محمد مصطفےٰ جس سے ہو خوشنود
پیچھے ان کے آل پر اور اصحاب تمام　　بس بھیجے اصحاب پر ہو درود و سلام
کتنے مسئلے دین کے عبد کہے امین!　　فقہ ہندی زبان میں بوجھو کر و یقین
مطلب مسئلوں جھنا جو کچھ ہووے زبان　　عربی، ترکی، فارسی، ہندی یا افغان

علم شریعت سیکھنا، عین فرض کر جان
بالغ عورت مرد کو، جو ہووے مسلمان

مصنف نے ہندی دوہوں کی طرز میں ایک مذہبی کتاب کو بڑی خوش اسلوبی سے پیش کرنے کی ہمت کی ہے۔ کیونکہ اس سے بیشتر اکثر مسلمان شاعروں نے ہندی دوہوں میں تصوف کے مضمون کو ہی پیش کیا ہے۔ یا قصہ نویسی کو مدنظر رکھا ہے۔ مصنف کے نام کے سوا ان کے ایام زندگی کے اور کوائف پردۂ اخفا میں ہیں۔ البتہ رسالے کے آخر میں سال تصنیف موجود ہے۔

فقہ ہندی زبان میں بنی بہت عجیب　　چن چن مسئلے دین کے کئے جمع غریب
فقہ ہندی کو مومناں کرو زباں پر یاد　　مسئلے بھو دین کے آوے کچھ نہ فساد

سن ایک ہزار چھتر ہجری رمضان بیچ تمام   اورنگ زیب کے دور میں نسخہ ہوا تمام

مصنف اور کاتب کو بخشے رب غفور

پڑھنے والے کو کرم سے دیوے رب شعور

سال تصنیف کے موجود ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے یہ رسالہ عالمگیری جلوس کے نویں سال میں ترتیب دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے مختلف حصوں میں، فقہی کتابیں، فارسی اور عربی زبانوں سے علاقائی زبانوں میں منتقل ہو رہی تھی۔ سندھی زبان میں مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی۔ مولانا ابوالحسن سندھی اور مخدوم ضیاء الدین اپنی تصنیفات کے باعث بڑی شہرت کے مالک ہیں دکن میں بھی اس کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اور پنجابی زبان میں بھی چند فقہی منظوم رسالے نظر آتے ہیں۔

'فقہ ہندی' کو دیکھ کر اس امر کی بھی تائید ہوتی ہے کہ سترھویں صدی عیسوی میں دکن کی طرح شمالی ہند میں بھی اردو زبان کے مصنفین موجود تھے۔ اس کتاب کو ہم شمالی ہند میں اردو کی اولین تصنیف تو نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اردو کی ابتدائی تصنیفات میں ضرور شمار کرتے ہیں۔ اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ مصنف ایک عالم اور فقیہہ تھا۔ جس علمی پیرائے میں اس نے اپنی تصنیف پیش کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقہ کے مسائل کی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ کتاب میں کم و بیش پچپن باب موجود ہیں۔ کچھ باب بہت چھوٹے ہیں۔ اور کچھ خاصے طویل ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بابوں میں اگرچہ اختصار سے کام لیا گیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مضمون کو نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تین یا چار ابیات میں، گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ مثلاً

در بیان ایمان آوردن بر بعث دہائید

مانو بعث برحق ہے، حساب بعد کو جان   پیچھوں دونوں راہ کا چلنا سب کو مان

بعضے جاویں بہشت کو بعضے دوزخ جان   جو منکر ہے بعث کا کافر مطلق مان

در بیان شرائط ایمان گوید

چار فرض ایمان کے، خدا پر آن ایمان   صورت یہ ایمان کی، خدا ایک کر جان

تن ایمان نماز ہے، دل ایمان قرآن   جیو ایمان ذکر ہے، کلمہ سر ایمان

میوہ ایمان علم ہے، پرہیز ستر ایمان   خوبی ایمان شرم ہے روزہ سپر ایمان

تاریکی ایمان کی جو جھوٹ کہنا جان

روشنائی ایمان کی سچ کہنا مان

۲۔ فقہ المبین

اس منظوم تصنیف کے مصنف کا نام تو پردہ گمنامی میں ہے، لیکن اس کا تخلص یقین رسالے کے خاتمے میں موجود ہے۔ اردو شعرا میں، یقین تخلص کے کئی شعرا ملتے ہیں۔ اس لئے اب یہ قریباً ناممکن ہے کہ اس رسالے کے مصنف کا نام کا صحیح طور سے سراغ مل سکے۔ بقول مصنف یہ رسالہ انہوں نے ۱۱۰۲ ہجری میں ترتیب دیا تھا۔

الٰہی رشد بخشے تا پڑھیں کل   معطر کر معنبر را تحریر کل
ہر اک مکتب میں اس کا ذکر ہووے   ہر اک مبحث میں اس کا فکر ہووے
اسے ہر شخص کا وردِ زبان کر   اسے ہر فرد کا تعویذ جان کر
پڑھیں اس نظم کو سب اہل ایمان   کہ ہوں احکام جاری جابجا یاں
اسے منشور کر مانند باران   رکھیں منظور لئے مژدہ ہزاران
یقیں فقہ المبیں کو کر کے مختوم   بحق دیں پناہ و آل معصوم

صد و ہشتاد و دو پر الف ہجرت
بتاریخ ہمایوں گشت   تمت

یہ رسالہ مثنوی کی صورت میں ہے۔ اور اس میں چھ سو سے کچھ زائد ابیات موجود ہیں۔ کتاب کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا مطالعہ وسیع تھا۔ اور وہ بڑے پائے کا فقیہ اور عالم تھا کتاب کی ابتدا میں اس نے بڑی تفصیل سے ان تصنیفات کا ذکر کیا ہے، جن سے اس نے استفادہ کیا ہے۔ مثنوی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ۔

بنام پاک رب العالمین سوں   شروع کرتا ہوں میں فقہ المبیں کوں
بحق مفخر مقبول مرسل   بیے عقدے فقہ کے مجھ پہ کر حل
مسائل فقہ کے ہیں اہل ایمان   جو نا پوچھے تو کیوں ہووے مسلمان
جسے حاصل نہیں فقہ و مسائل   وہ اعمیٰ ہے وہ ابلہ ہے وہ جاہل
جسے توفیق ہووے علم دیں سے   وہی ممتاز ہے اہل یقیں سے
پڑھے جو اس رسالے کو ہو شائق   تو ہو گا شرع کی مسند کا لائق
لئے عز و شرف حق سے ملے گا   اسے عرفان کا درجہ کھلے گا
کیا ہوں جمع استنباط کر کر   کتب سے فقہ کی جوں فقہ اکبر
خلاصہ شرح مینہ، کنز و تبیان   مع ادراکی و درائی و برہان
ہدایہ اور وقایہ کے ہو سائل   کیا ہوں جمع اس میں کئی مسائل
کیا ہوں جمع اس میں نور مشکوٰۃ   صحیح مسلم سے لایا ہوں روایات
کتابوں کے حوالے سے سند ہے   متونوں سے یہ مسئلہ مستند ہے
محیط اور کنز کا دے کر حوالہ   کیا منظوم یہ موزوں رسالہ
ضروری کے مسائل کر کے داخل   لگایا اس سفینے کو بساحل

موافق کر سبھوں کو فقہ بوجھیں　　مسائل کے کنہ سب دل میں سوجھیں
اول کلمہ پڑھو ہے فرض سب پر　　جو منکر ہے اسی سے ہے وہ کافر
مراد اس سے خدا کو ایک جانو　　محمد کو رسولِ حق پہچانو

یہی ایمان کی معنی ہے بے شک
کرو تصدیق اس میں لاؤ مت شک

یہ منظوم تصنیف ساٹھ ابواب میں منقسم ہے۔ چالیس ابواب تو فقہ کے مختلف مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن باقی ابواب اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مصنف نے بگڑے ہوئے معاشرے پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ مثال کے طور پر "رُت جاگا" کی مجلس کی مذمت میں فرماتے ہیں

رسم رُت جاگ کی ہے خبیثات　　کہ جس میں فسق ملو ہیں فسادات
پکھیں سبھوں کریں سب فسق چالے　　پکھاوج، ڈھولکی اور راگ والے
یہاں سب سلطنت شیطان کی ہے　　وزارت کی وہاں ہامان کی ہے
جو فاسق ہے زیادہ ہے وہ ماہر　　سبھی کی چال ہے مردود ظاہر
بجاویں مے پلا دیں۔ راگ گاویں　　ملائک سب وہاں سے بھاگ جاویں
گزاریں رات سب در تان بازی　　قیامت میں انہوں نے جاں گزاری
اسی سئیات کو سمجھیں حسنات　　کہو حق کیوں نہ بھیجے اُن پہ آفات
یہ رسمیں کفر کی ہیں باز آؤ　　نہ قہر حق کو اپنے سر بلاؤ۔
مٹاؤ دل سے یہ شیطان بازی　　کرو تم دور یہ بیہودہ سازی
یہ "رت جاگا" خدا کے قہر کا نام　　کیا عورات اس کو رسم اسلام

قیامت میں ماخوذ ہیں گے !
اگن میں تہمتوں کے خود جلیں گے !

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس رسالے میں زبان کے لحاظ سے سلاست کا تو ضرور خیال رکھا گیا ہے، لیکن فنی غلطیوں کیساتھ کتاب میں الفاظ اور محاورات کی صحت کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ باوجود ان اغلاط کے یہ رسالہ اپنے مضامین کی نوعیت سے بہت مفید اور سود مند ہے۔

۳۔ رسالۂ کلمات کفر یہ چھوٹا سا رسالہ بھی مثنوی کی صورت میں ہے۔ مصنف کا نام الہی بخش اور سال تصنیف ۱۲۴۰ ہجری ہے مصنف کی زندگی کے کوائف زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ اس رسالے میں جملہ سات فصلیں ہیں اور

آخر میں مصنف نے طلاق کے مسائل کو بھی شامل کر دیا ہے ۔ ابتدا حمد اور نعت سے ملی جلی اس طرح ہوتی ہے ۔

خداوندا بحق احمد پاک عطا کر ہمکو تو ایمان ادراک
علم اور علم تو کامل عطا کر ہمیشہ کفر سے رکھنا بچا کر
بنا اعمال کی اسلام پر ہے کہ وہ اقرار و تصدیق بشر ہے
زباں سے ہو مقر، تصدیق دل سے
بنی کا حکم مانو سوز دل سے

مصنف شاعر کم اور عالم زیادہ نظر آتا ہے ۔ فقہ البین کی طرح اس رسالے میں فنی اغلاط کثرت سے موجود ہیں ۔ چونکہ ماضی میں اکثر علمائے کرام نے مذہبی تصنیفات نظم میں لکھی ہیں، اس لئے متاخرین نے بھی اس روایت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے مضمون کی طرف تو زیادہ توجہ دی ہے، لیکن فن شاعری کو ثانوی حیثیت دے کر لوازم شاعری کی چنداں پروا نہیں کی ہے ۔

اس رسالہ کا کلمات کفر کی توضیح کرنا مقصد ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مصنف نے بڑی وضاحت سے کلمات کفر کا ذکر کیا ہے اور ان سے جو ایمان اور عقائد میں خلل پڑتا ہے، اس سے ہر اہل ایمان کو خبردار کیا ہے ۔ ساتویں فصل کافی طویل ہے اور اس میں کلمات کفر کا بیان ہے، جو ہم روزمرہ کی زندگی میں بلا سوچے استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ مثلاً

بڑے ہم ہوں تو حق ہم سے بڑا ہے بھلے ہم ہوں تو حق ہم سے بھلا ہے
اسے بھی کفر کا کلمہ کہا ہے مگر تاویل کی ہو تو بجا ہے
جو عبد اللہ میں آخر بائے تصغیر لگا دے کفر ہے یہ بوجھ تقریر
جو سن آواز طائر پھر کے آیا سفر میں یا توقف کر کے آیا ۔
نہ مانے جو بنی کو اور کرے عیب اہانت سنتوں کی کفر لاریب
خدا بھی گر کہے تو میں نہ مانوں سخن ہے کفر کا مت بن تو مجنوں
جو آدم دانۂ گندم نہ کھاتا ہمیں بدبختی میں کاہے کو لاتا
(تا آخر)

رسالے کا خاتمہ اس طرح دعا سے ہوتا ہے :-

اگر اسلام تجھ کو چاہیے ہے کتابیں فقہ کی اک دو تو پڑھ لے
الٰہی اپنے دے بندوں کو توفیق کریں تا علم دیں کی خوب تحقیق
طفیل ان کے الٰہی بخش کو بخش محبت اپنی کا گنج اس کو تو بخش
۱۲۳۰
ہزار اوپر دو صد تیس سال گزرے
جو اس تالیف کے سن ہجری کو پوچھے

امداد صابری

اُردو اخبارات کے ابتدائی عہد کے حالات اور مسائل

اخبارات اپنے دور کے واقعات و حالات و ماحول اور سوسائٹی کی تصویر اور تاریخ ہوتے ہیں اور اسی ماحول و حالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جس طرح رہبر و رہنما و مصلح اپنے دور کی برائیوں اور نقصان دہ اور پریشان کن رسم و رواج کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح اخبارات کی بھی یہی سعی ہوتی ہے کہ وہ اپنے دور کے انسانیت سوز رسم و رواج، بری عادتوں اور بری خصلتوں اور جہالت کو دور کرے اور اپنی زبان اور اپنے ادب کو زیادہ سے زیادہ شائستہ اور صاف و بہتر اور عام فہم بنائے۔ چنانچہ انگریز جو دنیا کی تمام قوموں میں اپنی قوم کے بارے میں زیادہ مہذب شائستہ اور شریف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو مہذب و شائستہ بنانے اور ان کی رکیک و قبیح حرکات و عادت و خصلت کو بدلنے اور ان کی غیر شائستہ زبان و ادب کو پاکیزہ بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ اخباروں کا رہا ہے۔

ایک زمانہ تھا جب انگلستان کے لوگوں کی خصلت و عادت اور جہالت قابل نفرت تھی اچھے اور اونچے درجے کے لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت علم کے حاصل کرنے کو انتہائی برا سمجھتے اور کمینوں کا کام جانتے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ شاذو نادر نظر آتے تھے۔ جہالت کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ عورت کی تعلیم کو باعث بدنامی سمجھا جاتا تھا۔ قمار بازی اور خانہ جنگی کی انتہا تھی۔ چارلس دوئم کے دور میں جو خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ شریف اور اعلیٰ درجے کے خاندانی لوگوں کی عادت و اطوار میں داخل ہو گئی تھیں۔ بیلوں وغیرہ کو کتوں سے پھڑوانا اور اسی قسم کے کھیلوں اور تماشوں کا دیکھنا ہر ایک امیر کا شوق بن گیا تھا۔

سر رچرڈ سٹیل صاحب نے ۱۷۰۹ء میں ایک اخبار نکالا جس کا نام ٹیٹلر تھا اس کے ایڈیٹر اسٹیل صاحب ہی تھے مگر ایڈیسن صاحب کے اس میں کبھی کبھی مضامین چھپ جاتے تھے اور مدد دیتے تھے یہ اخبار ہفتے میں تین دفعہ نکلتا تھا پہلا شمارہ ۱۲ اپریل ۱۷۰۹ء میں جاری ہوا تھا۔ سر رچرڈ نے اس اخبار کے جاری کرنے کی غرض و غایت یہ بتائی تھی۔

"انسان جھوٹی باتوں کو اپنی زندگی میں داخل کر لیتا ہے اس کو ختم کرے۔ مکاری و شیخی کو مٹا دے۔ تصنع والی پوشاک کو اتار کر پوشاک، گفتگو اور برتاؤ میں سادگی پیدا کرے۔"

اس اخبار کے ۲۷۱ پرچے شائع ہوئے آخری پرچہ ۸ جنوری ۱۷۱۱ء کو طبع ہوا تھا۔ بعد یہ اخبار نہیں نکلا بعد ازاں اسٹیل صاحب اور مسٹر ایڈیسن صاحب نے ایک اور اخبار نکالا۔ اس کا نام اسپکٹیٹر تھا۔ یہ اخبار روزانہ تھا۔ اس کے صرف ۴۲۵ شمارے شائع ہوئے تھے اور ۱۷۱۲ء میں بند ہو گیا تھا۔

۱۷۱۳ء میں اس کے بعد سٹیل صاحب نے مسٹر ایڈیسن کی مدد سے ایک اور روزنامہ نکالا جس کا نام گارڈین تھا۔ اس کے ۱۷۵ نمبر نکلے اس کے بعد یہ اخبار بند ہوا۔ ان اخبارات کے جاری ہونے سے انگریزوں کے اخلاق و عادات کو دینداری کو بے پناہ فائدہ ہوا۔ لوگوں کے دلوں پر ان کا اثر ہوا۔ ڈاکٹر دربک صاحب کا قول ہے۔

" عام لوگوں کو علم ادب کا شوق اسی وقت سے پیدا ہوا جب سے ٹیٹلر شائع ہونا شروع ہوا۔ اور اسپکٹیٹر اور گارڈین نے اس شوق کو اور اجالا کر دیا "

اسپکٹیٹر میں اس کے ایڈیٹر نے ایک مرتبہ تحریر کیا تھا۔

" اخلاق میں خوش طبعی کی جان ڈالوں گا اور خوش طبعی کو اخلاق میں شامل کردوں گا۔ اور لوگ جن خرابیوں میں جکڑے ہوئے ہیں جب تک میں ان کو دور نہیں کر لوں گا اس وقت تک ان کو نصیحت کرتا رہوں گا۔ سقراط کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے فلسفے کو آسمان سے اتارا اور انسانوں میں بسایا مگر میں اپنی نسبت صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے فلسفوں کو مدرسوں اور مکتبوں کے کتب خانوں کی کوٹھریوں میں سے نکالا اور چار اور قہوہ پینے کی مجلسوں میں پھیلایا اور ہر ایک دل میں بسایا "

سپکٹیٹر میں عمدہ اخلاقی اور تہذیبی مضامین شائع ہوتے تھے اور خویش و اقارب کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کے طریقے بتائے جاتے تھے اور اس بات پر بھی زور توجہ دلاتا تھا کہ انسان اپنی اس قوت کو جس کا نام شوق ہے سوچ سمجھ کر صرف کرے اس اخبار کا بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے تحریر کا شائستہ مقبول و دلکش طرز لوگوں کو سکھایا۔ اور جو لوگ اپنی گفتگو میں برے کلمات اور برے محاورات استعمال کرتے تھے اس کو درست کرنے کی تلقین کی۔

سپکٹیٹر کے مضامین میں انسان کے خیالات کے مخرج اور ان خیالات سے جو مسرتیں حاصل ہوتی ہیں ان کی وضاحت بڑی خوش اسلوبی سے کی جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاعروں کے خیالات اور ان کے اشعار کی خیال بندی نہایت عمدہ اور درست ہو گئی۔ لغو اور بے سود خیالات اشعار میں سے خارج ہونے لگے اور ان کی جگہ موثر خیالات سے لوگوں میں لائق و قابل مصنفوں کی تحریروں کو جانچنے اور لطف اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔

ان اخبارات سے صرف انگریزی علم ادب اور علم انشا ہی میں ترقی نہیں ہوئی بلکہ انگریزوں کی عادات و اطوار میں بڑا فرق پڑا اور کافی شائستگی پیدا ہوئی۔ جہالت دور ہوئی۔ تعلیم کی طرف لوگ توجہ دینے لگے۔

ان اخبارات کے ذریعے اس زمانے کی مشہور کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اور ان کے مصنفین عوام کے سامنے روشناس ہوئے اور ان کی قابلیت کا سکہ جم گیا۔ چنانچہ ملٹن جو یورپ کا مشہور مصنف ہے اس کی بے نظیر کتاب پیراڈائز لاسٹ کا

تعارف انہی اخباروں کے ذریعے ہوا۔

ہندوستان میں انگریزی اور اردو اخبارات کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کہ سائنس اپنی ترقی کی ابتدائی منزلیں طے کر چکی تھیں۔ اور ترقی و آسائش کے ذرائع کی معلومات فراہم کرنے کا آغاز ہوگیا تھا۔ اس وقت ہندوستان کے لوگ بحری جہاز، ہوائی جہاز، بجلی کے پنکھے، موٹر گاڑی، ریل گاڑی سے ناآشنا تھے۔ ہوائی جہاز کا وجود تک نہیں تھا۔ ہندوستان میں تعلیم کا معیار گر چکا تھا۔ ہر طرف تقریباً جہالت چھائی ہوئی تھی۔ عورتوں کی تعلیم کے نام سے لوگ بھاگتے تھے اور اس کو عورت کی بے عزتی اور اس کی سیرت و اخلاق کی تباہی کا باعث جانتے تھے۔ انسانیت سوز ستی کی رسم جاری تھی بیواؤں کی شادی، غیر ممالک کا سفر معیوب سمجھا جاتا تھا۔ خبروں کا معیار کچھ نہیں تھا۔ حیرت انگیز خبریں اور محیر العقول واقعات سے دلچسپی لی جاتی تھی۔ اور ادب صرف ذہنوں میں پرورش پا رہا تھا۔ قابل و لائق حیثیتوں ذہانت و فراست ایک طبقے کے لئے محدود ہوگئی تھی۔ مایہ ناز تصانیف کی اشاعت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ انگریزی حکومت کے قائم ہونے کے بعد جب انگریزی قانون لاگو ہوا تو ہندوستان کے لوگ اس سے بالکل ناواقف تھے۔

اردو اخبارات شائع ہوئے، انہوں نے جہاں اردو ادب کی خدمت کی اور اس کو فروغ دیا۔ لائق و قابل مصنفین کی کتابوں اور نامور شعرا کے کلاموں کی اشاعت کی تو علم پھیلا اور علم کی قدر ہوئی۔ ماہر فن اہل علم اور اہل قلم حضرات سے دنیا پوری طرح واقف ہوگئی۔

اردو اخبارات نے اپنے صفحات میں وہ خزانے محفوظ کر رکھے ہیں جس سے اس زمانے کے ماحول و حالات کا پتہ چلتا ہے۔ ہندوستان کی ابتدائی ترقی کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور اس زمانے کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی واقعات کا پتا لگتا ہے کہ کس طرح لوگ انگریزی قانون سے واقف ہونے کے لئے بےچین رہتے تھے۔ ہوائی جہاز کو کیسا عجوبہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے بنانے کے لئے کیا کیا کوششیں ہوتی تھیں۔ تار، ڈاک، بجلی کے پنکھے اور ریل گاڑی کو لوگ کس طرح حیرت سے دیکھتے تھے اور بیواؤں کی شادی اور عورتوں کی تعلیم کو کس قدر معیوب سمجھا جاتا تھا۔ بیواؤں کی شادی اور عورتوں کی تعلیم کے لئے کیا کیا جتن ہوئے۔ رسم ستی ہندو سماج میں کس طرح چھائی ہوئی تھی اور کس طرح اس کا خاتمہ ہوا۔ تعلیم کی کیا حالت تھی اور اس کو پھیلانے کے لئے کیا صورتیں اختیار کی گئیں۔

آج کل کے اخبارات دیکھئے اس میں کوئی صفحہ تو کجا کوئی لائن بھی ایسی نظر نہیں آئے گی جس میں قانون سے واقفیت کے لئے کچھ لکھا ہو اور نہ ہی اخبارات میں قانونی کتابوں کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور نہ ہی کتب فروش اپنی فہرستوں میں کسی قانونی کتاب کا اشتہار شائع کرتے ہیں۔

لیکن اخبارات کے ابتدائی دور میں قانونی معلومات حاصل کرنے کے لئے لوگ بےچین رہتے تھے۔ اگر کوئی اخبار قانون کے متعلق کچھ نہ لکھتا تو اس کے پڑھنے والے اسے مجبور کرتے تھے کہ وہ قانونی معلومات زیادہ سے زیادہ شائع کرے۔ چنانچہ

اخبارات اپنے ناظرین کو خوش کرنے کے لئے اعلان کرتے تھے کہ فلاں تاریخ سے قانونی معلومات یعنی گورنمنٹ گزٹ آگرہ کی نقل شائع کی جائے گی۔

اسعد الاخبار آگرہ چار صفحات پر نکلتا تھا۔ دو صفحے مذہبی معلومات کے اور تیسرے صفحے کا آدھا حصہ اولیائے کرام کے حالات کے لئے وقف تھا۔ بقایا ڈیڑھ صفحے میں خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ اس کے باوجود پڑھنے والوں نے قانونی معلومات کے لئے تقاضا کیا جس کے بعد ایڈیٹر نے ۲۶ دسمبر ۱۸۵۱ء کے پرچے میں یہ اعلان شائع کیا۔

"ناظرین اخبار پر مخفی نہ رہے کہ پرچہ ہذا میں گورنمنٹ گزٹ جو التزاماً ہفتہ وار منقول نہیں ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کبھی تو بسبب ہونے سرکیولر طولانی کے خود اس پرچے میں گنجائش نہ ہوتی تھی اور کبھی گزٹ ہی میں کوئی قانونی دیوانی یا کلکٹری نہ پایا گیا اور کبھی پرچہ ہذا میں بسبب تحریر مطالب ضروریہ و اخبارات وغیرہ کے خلاصہ گزٹ مرقوم نہ ہوسکا۔ مگر اب میں نے التزاماً یہ تجویز ٹھہرائی ہے کہ مثل اور اخباروں کے گورنمنٹ گزٹ کی بھی تھوڑی سی نقل ہر اخبار میں ہوا کرے۔ شروع ۱۸۵۱ء سے ایسا ہوا کرے گا۔ کہ بقدر ایک صفحے کے گورنمنٹ گزٹ میں جس قدر سما سکے گا ترتیب وار لکھا جائے گا اور اخبارات وغیرہ میں تخفیف کی جائے گی اور جیسا کہ اور اخباروں میں دستور ہے کہ گزٹ کے مطابق بالاستیعاب لکھتے ہیں خواہ ایک پرچے میں سمائیں خواہ دو تین میں، ویسے ہی اخبار ہذا میں التزاماً ہوگا اور ہر ہفتہ برابر چھپا کرے گا۔ کہ کوئی قانون فروگذاشت نہ ہوا کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ"

غرض اسی طرح ہر ایک اخبار میں قانونی معلومات شائع کی جاتی تھیں دہلی اردو اخبار جو چار صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں دو صفحوں پر فورٹ ولیم کے احکام کی نقل کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر اخبار اپنے پریس میں قانونی کتابیں چھاپتا تھا اور اس کے اشتہار شائع کرتا تھا چنانچہ قانونی کتابوں کے مقابلے میں اور دوسری کتابوں کے اشتہار زیادہ ہوتے تھے۔

قانونی کتابوں اور اخبارات کی قانونی معلومات سے بھی لوگوں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تھی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے قانونی اخبار اور رسائل بھی نکلنے شروع ہوئے۔ فوائد الشائقین ہفتہ وار اخبار دہلی سے نومبر ۱۸۴۶ء کو جاری ہوا۔ اور آگرے سے معدن القوانین ایک ماہنامہ رسالہ ۱۸۵۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں بھی مقدمات کے فیصلے درج ہوتے تھے۔ اور قانونی مشورے دیئے جاتے تھے۔ سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چنانچہ فوائد الشائقین دہلی مورخہ ۸ مئی ۱۸۵۲ء میں یہ سوال چھپا تھا جس کا جواب بھی اسی شمارے میں درج ہے۔

"سوال:۔ ایک رئیس کا مال منقولہ وغیر منقولہ بعلت زرڈگری چند اشخاص ذیگی اوسکی عدالت سے نیلام ہوگیا اور وہ رئیس مفلس اور بے استطاعت ہوگیا اور تنخواہ ملازمان اوسکی کے ذمہ رئیس مذکور باقی ہے اور بباعث افلاس کے ادائیگی سے معذور۔ میرا یہ سوال ہے کہ زر تنخواہ نوکران عدالت حسب استغاثہ راونکی عدالت فوجداری یا دیوانی سے مل سکتا ہے کہ نہیں اور جو مل سکتا ہے تو کس طرح اور جس قدر زر بابت تنخواہ باقی ہے اسیقدر مل سکتا ہے یا کم وبیش؟"

جواب: مفلس ہونا کسی شخص کا مانع ادائے تنخواہ ملازمین کا نہیں ہو سکتا ہے اور بصورت درپیش ہونے نالش کے دیوانی یا فوجداری میں اور صادر ہونے ڈگری بحق مدعی کے زرتنخواہ ملازمان جائداد و اسباب منقولہ و غیر منقولہ مدعا علیہ صورت نہ ملنے جائداد اور دستیابی خود مدعا علیہ کے بہ گرفتاری و قید مدعا علیہ دلایا جا سکتا ہے۔"

قانونی معلومات کی ابتدائی زمانے میں لوگوں کو اس قدر ضرورت تھی کہ منشی نولکشور کی ۱۸۷۸ء کی فہرست کتب کے قریب قانونی کتابوں کا اشتہار ہے جو بڑے سائز کے بارہ صفحات میں درج ہے۔

اخبارات کی تاریخی حیثیت کی ایک جھلک آپنے دیکھی بقایا مذکورہ حالات اور مسائل کی ابتدائی حالت قدیم اخبارات میں پڑھیے۔

بحری جہاز کے بارے میں ۱۸۲۵ء سے قبل ہندوستانی عوام واقف نہیں تھے۔ اس جہاز کے سلسلے میں ایک مضمون ن کل کا بیان" معلم العملہ آگرے کے اکتوبر نومبر ۱۸۵۵ء کے شماروں میں شائع ہوا۔ اور "دخانی جہازوں کا بیان" والا تفصیلی اگست ۱۸۶۰ء کے کوہ نور لاہور اور خیر خواہ ہند مرزاپور میں چھپا۔ جس کا اقتباس یہ ہے۔

" بولٹن صاحب نے ۱۸۰۷ء کلدار جہاز تیار کیا اور دریائے ہڈسن میں چلانے لگا ..... پہلے پہل جب جاہلوں نے کو بغیر پال ورڈ انڈ کے پانی میں چلا جاتے اور زور کش سے دھواں اور آگ نکلتے دیکھا تو نہایت گھبرائے اور جس دھواں کش جہاز جاتا تھا دوسرے جہازوں کے لوگ اسے دیکھ کر خوف کے مارے جہاز کی ٹھوکر میں پاٹن کے چھپتے تھے یا اسی جگہ اوندھے منہ گر کر خدا سے پناہ چاہتے تھے۔"

جب کہ دخانی جہاز ہندوستان میں ۱۸۲۵ء کے آخر میں آیا تو اس کی خبر جام جہاں نما کلکتہ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۸۲۵ء میں ام پر اس جہاز کے دیکھنے کا جو اثر ہوا۔ وہ اس میں درج ہے۔ جس کا عنوان "دھوئیں کی جہاز کی مفصل خبر" ہے۔

" بہت دنوں سے یہ خبر مشہور تھی کہ انگلستان میں ایک جہاز طیار ہوتا ہے کہ جس طرح ایک ناؤ پچھلے برس کلکتے میں آئی دھوئیں کے زور سے چڑھاؤ اتار پر بے تکلف دریا میں چلی جاتی ہے وہ جہاز اسی طرح بے کھٹکے بحر محیط میں آمد رہے گا۔ اور اس جہاز کے بنانے والے نے انگلینڈ سے کلکتہ پہنچنے کی پچہتر دن کی مدت ٹھہرائی ہے کس واسطے کہ وہ جہاز علاقہ نہیں رکھتا جو ہوا کا محتاج ہو اس کو آندھی طوفان موسم غیر موسم سب برابر ہے ہمارے پچھلے ہفتے میں وہ جہاز سے آیا۔ جس دن کلکتے میں پہنچا دریا کے کنارے ایک انبوہ جمع تھا ہفت اقلیم کے سیاح اکٹھا ہوئے تھے کس واسطے زمانہ میں کسو نے ایسے جہاز کا نام نہیں سنا ہر چند ناؤ کے دیکھنے سے لوگوں نے سمجھا تھا کہ جہاز بھی بن سکتا ہے پر بڑے ریاضی داں جنھوں کو اس علم میں دعویٰ ہے یہ کہتے تھے کہ ایسا جہاز ولایت سے کلکتے ہرگز نہ پہنچے گا اس جہاز کی طیاری اور رفتاری کو دیکھ کر سب خلقت دنگ ہو گئی اور ریاضی کے اہل کمال حیران ہو کر کہنے لگے کہ سچ مچ یہ جہاز ہے جو دھوئیں کے سے چلا آتا ہے یا کوئی طلسم ہے کہ دکھلائی دیتا ہے اس جہاز کے بنانے والے کو ہزار آفرین کیا چاہیئے بشر کا کا یہ کام نہیں

ایسی نادر صنعت کا ایجاد کرنا بہت مشکل ہے اس سبب سے کہ بنانے والا موجود، دیکھنے والوں نے ہنستے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا سب کو یقین ہوا کہ یہ صنعت ریاضی علم کے زور سے نکلی جو اگلے وقت میں کسو نے بنایا ہوتا تو بہت لوگ یہی کہتے کہ اس کے بنانے والے کے فرشتے مددگار رہتے۔ اس نے دھوئیں کا جہاز نہیں بنایا۔ خلق کو اپنا معجزہ دکھلایا۔ غرض جس قدر لوگوں نے ستائش کی اگر لکھی جاوے ایک دفتر میں گنجائش نہ پاوے۔ اب گزارش کیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ جہاز ایک سو نو دن میں انگلینڈ سے کلکتے پہنچا۔ چونتیس [۳۴] دن مقرری میعاد سے بڑھ گئے اس کا سبب یہ ہے کہ کوئلہ جہاز میں کم ہوگیا کوئلہ درکار تھا اثنائے راہ میں نہ ملا۔ آخر جس قدر کوئلہ میسر ہوا اسی کو جلاتے ہوئے جہاز کلکتے میں لائے وزن مطابق جو بنانے والے نے تجویز کیا ہے اگر کوئلہ دن رات آتش خانے میں جلتا دھواں اس انداز سے نکلتا کہ اس کے زور سے جہاز پچھتر دن میں کلکتے پہنچتا۔ اب جہاز کے کپتان نے جگہ جگہ جزیروں میں کوئلے کا بندوبست کیا ہے آئندہ جہاں درکار ہوگا وہاں سے کوئلہ ملے گا اور جہاز پچھتر دن میں بیشک انگلینڈ سے کلکتے اور کلکتے سے انگلینڈ آیا جایا کرے گا۔ اور انگلینڈ کے بہت امیر جن کو ہندوستان دیکھنے کی آرزو ہے کم فرصتی کے سبب ایسا دراز سفر نہیں کر سکتے تھے کہ صرف آمد و رفت میں ایک برس گزر جاتا۔ سیر کے دن ایک برس سے زیادہ ہوتے اب یقین ہے کہ اس جہاز کے وسیلے سے ہندوستان دیکھیں گے کس واسطے کہ آمد و رفت کی مدت پانچ مہینے سے زیادہ نہیں۔"

ابھی تک ہوائی جہاز کی اسکیم پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچی تھی۔ یورپ میں کیا کیا جتن کئے جا رہے تھے وہ اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۷ر نومبر ۱۸۵۱ء میں پڑھئے۔

"خبر غبارہ:- ان دنوں لفٹنٹ کیل نے ایک بڑا غبارہ بنا کر اپنے گھوڑے سے اس کو باندھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑا اور ایک لمحے میں نظر سے غائب ہوگیا اور پانچ ساعت تک غائب رہا جب گھوڑے کے تڑپنے سے یا کسی اور وجہ سے غبارے کا زور گھٹ گیا تب وہ زمین کی طرف اترا اور گھوڑا غبارے سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑا اور لفٹنٹ کیل ویسے ہی غبارے میں الجھا رہا غبارہ جب گھوڑے کے گرنے سے ہلکا ہوا تو پھر آسمان کو چڑھا اور لفٹنٹ کیل کو لے اڑا۔ دوسرے دن چھ میل کے فاصلے پر کھیت والوں نے لفٹنٹ کیل کی لاش دیکھی۔ کتوں اور درندوں نے اس کا منہ نوچ کھایا تھا اور آدھے میل کے فاصلے سے غبارہ بھی پڑا تھا۔ اور مقام معہود جہاں سے یہ انگریز غبارے پر اڑا تھا اس کے خویش و اقربا ڈھونڈتے ہوئے نعش پر گئے اور اس کو دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ بارہا اسی طرح انگریزوں کی جان تلف ہوئی ہے تو بھی ایسی باتوں سے باز نہیں آئے نہیں معلوم اس میں کیا فائدہ ہے؟"

اس سے قبل ۱۸۴۵ء میں انگلینڈ میں ایک اور کوشش ہو چکی تھی۔ اس کے بعد امریکہ والوں نے جہاز بنانے کی کوشش کی جس کا ذکر یکم جولائی ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں ہے۔ جس کا عنوان ہے "خبر صنعت عجیبہ اہل امریکا"۔

"اہل امریکہ بڑے ذہین اور صناع ہیں پہلے آہنی سڑک انہوں نے بڑی کفایت سے طیار کی۔ اب ایک امر عجیب ایجاد کیا

ں کی یہ ہے کہ کچھ عرصہ گزرا کہ انگلستان میں کسی انگریز نے ایک ہوائی جہاز کی طیاری پر ہاتھ لگایا تھا۔ کہ غبارے
دا پر چلے اور دھواں کش کی بھاپ سے اس کے پہیئے اور پتوار کام کریں اور اس کام میں اس نے بڑی محنت کی پر
ری سعی و کوشش باطل ٹھیری اب اہل امریکا نے اس کے بنانے کا قصد کیا ہے۔ بلکہ نیویارک شہر کے پورتر صاحب
بھی طیار کر چکے ہیں۔ جو دس فٹ لمبا ہے اس کا ایک حصہ ایک غبارہ ہے مچھلی کی شکل پر اس کے نیچے ایک چھوٹی سی
ہے جس سے پہیئے گھومتے ہیں۔ کہتے ہیں صاحب مذکور نے کئی بار ایک وسیع میدان میں اِدھر اُدھر چلایا۔ اور
، دوسرا نمونہ جو چوبیس فٹ کا ہے بنانے کا ارادہ کیا ہے اس کے بعد ایک پورا ہوائی جہاز پانسو فٹ لمبا اور چالیس
مہ دخانی کل کے بنائیں گے لیکن ظرفہ تر یہ ہے کہ لوگ اس جہاز کے بننے کا ایسا قوی یقین رکھتے ہیں کہ دوسو آدمی
ہاز میں اپنے واسطے جگہ بھی کرائے پر لے لی ہے فقط بعض صاحبان عالیشان اہل ولایت کی زبانی راقم حقیر نے یہ سنا کہ
مرپایۂ تصدیق پر نہیں پہنچا۔“

بجلی کے پنکھے سے قبل لکڑی کا پنکھا استعمال ہوتا تھا جس کو انسان کھینچتے تھے۔ حکمران طبقے کو خیال پیدا ہوا کہ ایسا
یاد ہونا چاہیئے جو خود بخود کھنچے۔ چنانچہ اس قسم کا اشتہار حکومت مدراس نے شائع کرایا۔ ہندوستانی دماغ نے
کی اور ایسے پنکھوں کو بناکر تیار کر دیا۔ یہ خبر اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۵۱ء میں چھپی ہے۔

” خبر اختراع عجیب و غریب :۔ مدراس کے اخبار سے معلوم ہوا کہ مدراس کی گورنمنٹ نے اشتہار جاری کیا تھا کہ
پنی حکمت سے ایسا پنکھا ایجاد و اختراع کرے جو خود بخود کھنچا کرے تو وہ سرکار سے انعام پائے گا سو ان دنوں ملک
کے دانشمندوں میں سے ایک شخص نے کمال خوبی و لطافت کا پنکھا بنایا جو بغیر آدمی خود بخود کھنچتا ہے اور جب چاہو
و۔ یقین ہے کہ اس کو بڑا انعام ملے اور وہ پنکھا اس ملک میں بھی آدے۔“

مدراس کے بعد اس قسم کا پنکھا کلکتے میں بھی بنا۔ اور اس میں اور خوبی پیدا کی گئی۔ اس کی اطلاع ۹ رجنوری ۱۸۵۲ء
د الاخبار آگرہ نے دی ہے۔

” بادکش عجیب :۔ سابق اس سے گورنر بہادر مدراس نے حکم دیا تھا کہ جو شخص ایسا پنکھا کہ بے وساطت کسی شخص
سے بناکر پیش کرے گا۔ اس کو خلعت اور انعام حسب دلخواہ اس کے مرحمت ہوگا سو یہ حال سنکر خاص مدراس کے
یگر نے ایسا عجیب پنکھا بنایا تھا کہ صبح کے آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک چلتا رہتا تھا اور کاریگر مذکور کو بہت
ور خلعت گراں بہا عنایت ہوا تھا۔ اور سب جگہ اس کی شہرت ہوگئی تھی اب سنا گیا کہ مقام کلکتہ میں بھی ان دنوں
یگر نے اس حکمت سے ایک پنکھا تیار کیا ہے کہ اگر ایک دفعہ اس کی رسی ایک دفعہ ہلادی جائے تو دن رات جب تک کہ
بند کیا جاوے بدستور چلتا رہے اور صرف تیس روپے میں اس کا سامان تیار ہوتا ہے۔“

ہو سکتا ہے اس پنکھے سے بجلی کے پنکھے میں مدد لی گئی ہو۔

لیجئے موٹر گاڑی کی ایجاد کی خبر کوہ نور لاہور مورخہ ۱۹ مئی سنہ ۱۸۷۱ء نے سنا دی ہے جس کو ہندوستان کے لوگوں نے خوش آمدید کہا اور اس کا بےچینی سے انتظار کیا جس کی ترجمانی کوہ نور نے کی ہے لکھتے ہیں ۔

"عجیب گاڑی :۔ ولایت کے اخبار سے معلوم ہوا کہ مسٹر لمکٹ نام ایک صناع ولایت نے دزیولا ایک ایسی گاڑی اختراع کی ہے جو روانگی میں محتاج گھوڑے، ٹٹو، بیل، بھینسے وغیرہ کے ہرگز نہیں، بجائے گھوڑے کے صرف ایک تیسرا پہیا اور بڑھایا ہے چار آدمی اس پر بفراغت سوار ہو سکتے ہیں۔ محتاج سڑک پختہ یا آہنی کے بھی نہیں ہے جدھر کو چاہو دوڑاتے جاؤ اور باوجود ایں ہمہ آسانی و سبکی فی گھنٹا دس میل سے ۲۰ میل تک طے کرتی ہے ۔ سبحان اللہ اگر ایسی گاڑی ہندوستان میں آجاوے تو مجھے یقین ہے کہ ٹیکس کی گرانی کا لفظ یہاں کوئی بشر ہرگز زبان پر نہ لاوے ۔ ساری دنیا میں بہائم کی تکلیف یک لخت دور ہو جاوے ۔ امرتسر اور لاہور کی سڑکوں پر جو ہزاروں یکہ رات دن چلتا ہے ایک بھی نہ چلنے پاوے یکہ والوں کو تردد اپنے ٹٹوؤں کے گھاس دانہ و راتب کا بالکل نہ رہے اگر سچ ہے تو خدا کرے یہ گاڑی جلد آجاوے ایک گھنٹے میں سولہ میل کیا سولہ سو میل چلکر پہونچ جاوے گی"

موجودہ ریل جس کو اُس زمانے کے لوگ دھوئیں کی گاڑی یا دخانی گاڑی کہتے تھے یہ غالباً ۱۸۵۳ء میں ہندوستان میں جاری ہوئی ۔ جس مقام سے اس گاڑی کا آغاز کیا جاتا تھا وہاں بے پناہ لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کو حیرت سے دیکھتے تھے۔ ۷ فروری سنہ ۱۸۶۰ء کو سورت سے بروچ تک آہنی سڑک بنائی گئی ۔ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ء کا کوہ نور لکھتا ہے ۔

" اسی دن قریب آٹھ سو آدمیوں کے سورت سے بروچ کو بسواری دخانی گاڑی گئی بہ تہنیت اس مہم عظمیٰ کے تفریح طبع تماشیاں کے واسطے انگریزی باجا خوب بجتا رہا اور راستے میں دروازہ پھولوں اور برگہا سبز سے بنائے گئے تھے"

کوہ نور ۲۰ جون سنہ ۱۸۶۰ء کو خبر تھی کہ یکم مئی سنہ ۱۸۶۰ء تک الہ آباد سے تا آگرہ دخانی گاڑیوں کی آمد و رفت جاری ہو جائے گی ۔ ۱

ان دخانی گاڑیوں سے ریلوے کمپنی نے جنوری سنہ ۱۸۶۰ء تک کیا کمائی کی اس کی تفصیل ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۰ء کے کوہ نور لاہور میں شائع ہوئی ہے۔ عنوان " آمد و خرچ ریلوے "

" ہندوستان میں ابتدائے سنہ ۱۸۵۳ء سے جنوری سنہ ۱۸۶۰ء تک آہنی سڑک اور گردون دخانی کے صرف میں دو کروڑ تریسٹھ لاکھ چھ ہزار ستر روپے خرچ ہو چکے ہیں اور آمدنی ابتدائی جولائی سنہ ۱۸۶۰ء سے جنوری سنہ ۱۸۶۰ء تک پندرہ لاکھ ستاون ہزار ایک سو اکھتر روپے ہوئے ہیں"

علم ریاضی میں اگر انگریز اپنا دماغ کھپا رہے تھے تو ہندوستانی بھی اپنی ذہانت کا جوہر دکھانے میں پیچھے نہیں تھے انہوں نے ایسا پنکھا ایجاد کیا تھا جو خود بخود چلتا تھا جو انسان کا محتاج نہ تھا ۔ اسی طرح دہلی کے فنکاروں نے ایک ایسا گھنٹا ایجاد کر کے شاہ اودھ کی خدمت میں پیش کیا جس کے اوصاف اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۷ اگست سنہ ۱۸۵۲ء میں چھپے ہیں۔

"اندنوں ایک عجیب و غریب گھنٹہ شاہجہاں آباد کے کاریگروں نے چار درجے کا بنا کر شاہ اودھ کو بھیجا ہے اس کے اول درجے پر ایک کٹورہ ۴۲ سیر کا لٹکا ہوا ہے اور دوسرے درجے میں پرزہ گھنٹا اور تیسرے درجے میں چند اشعار توصیف شاہ ممدوح ہیں اور طغرا طلائی کام کے بنوائی ہیں اور چوتھے درجے میں کاریگر کا نام۔ لیکن اس میں صنعت یہ ہے کہ ایک کیل میں چار سوئیاں۔ ایک سوئی سے تاریخ ماہ فارسی و انگریزی اور ایک سوئی سے دن اور دو سوئیوں سے گھنٹا معلوم ہوتا ہے اور ایک دفعہ کی کوک کا چار دن تک اثر رہتا ہے"

جلد اطلاعات و خبر حاصل کرنے کے لئے تار کا ذریعہ اختیار کیا گیا تھا۔ اس کی ابتدائی حالت ہندوستان میں اس قسم کی تھی جس کو ۵ ردسمبر ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار نے بیان کیا ہے۔ خبر کا عنوان ہے "خبر کہربائی تار کی"

"اخباروں سے معلوم ہوا کہ تار کہربائی جو بالفعل کلکتے سے بندرگاہ کجری تک لگائی جاتی ہیں چند مہینے بعد تیار ہو جائے گی تب جھنڈوں کے نشانوں کے عوض اس تار خبر کے وسیلے عجیب جلدی کے ساتھ جہازوں کا حال دریافت ہوا کریگا۔ جبکہ اس بندوبست کی نسبت کامیابی ثابت ہووے تب سرکار گورنمنٹ کو اس بات کا غور کرنا پڑے گا کہ آیا اس قسم کے تار کلکتے سے مرزاپور تک بالفعل یا بعد تیاری آہنی سڑک کے لگانا مصلحت ہے اتنے دور کے تار کے لگانے میں صرف چار لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ جب سارا سامان موجود کیا جاوے تب ایک دن میں کوس بھر تک لگا سکیں گے اور ایک سال کے عرصے میں کلکتے سے مرزاپور تک لگ چلے گی۔ اس تار خبر کے وسیلے مغربی ممالک اور پنجاب کا حال کلکتے میں ابکی نسبت تین چار روز جلد تر معلوم ہو جائے گا۔"

انگریزی حکومت کے ابتدائی دور میں ڈاک پہنچانے کے مختلف طریقے تھے۔ گھوڑوں، بیلوں، بگھیوں اور ہرکاروں کے ذریعے خطوط لوگوں کو پہنچائے جاتے تھے۔ چنانچہ مختلف مقامات پر مختلف طریقہ رائج تھا۔ مغربی و شمالی ممالک میں ہرکاروں کے ذریعے ڈاک روانہ کی جاتی تھی۔ ممالک مغربی و شمالی کے جنرل پوسٹ ماسٹر نے گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی کے سکرٹری کو شملے پتے پر ۲۲ راکتوبر ۱۸۵۱ء کو ایک رپورٹ بھیجی تھی جو ۱۸ رجون ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں نقل ہوئی وہ یہ ہے۔

"میں آپکی خدمت میں وہ نقشے ارسال کرتا ہوں جن سے واضح ہوگا کہ اور سال گزشتہ کے اندر ممالک مغربی و شمالی میں ڈاکخانجات کی معرفت کتنے خطوط درآمد برآمد ہوئے اور ان سے گورنمنٹ کو کتنا محصول ملا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ رفتہ رفتہ رسل و رسائل کے اس سہل سبیل کا فائدہ اٹھانے کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے جاتے ہیں۔ جو ان کو ہرکاروں کے ذریعے سے میرے نقشہ جات متذکرہ بالا کو ملاحظہ کرنے سے جناب لفٹننٹ گورنر کی رائے پر منکشف ہوگا کہ متفرق ضلعوں میں بلا دریافت ڈاک معمولی چٹھیوں کی آمد و رفت میں پیشتر کی نسبت کسقدر کثرت ہوگئی ہے اور اگرچہ ابھی یہ تعداد بھی کم ہے مگر میری دانست میں انجام کار کو رسل و رسائل کی یہ سبیل بہت ترقی پذیر ہوگی۔ رسل و رسائل کی

سبیلِ اعظم میں تعجیل اور تدبیر مناسب ہونے سے اکثر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مقام تھوڑے فاصلے پر مقرر ہوتے ہیں ان میں ایک دو سرے خطوط دیر میں پہنچتے ہیں پس ایسی صورت میں ڈاک ہائے مفصل سے بہت فائدہ متصور ہے بشرطیکہ ان کا انتظام بھی اچھی طرح کیا جائے ۔ اس امر میں رفع کرنے کے لائق ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ خطوط روانہ کرنے والوں کو سہولت پہنچانے میں تھانوں کے ہمراہ اپنے اوپر محنت اور تکلیف گوارہ نہیں کرتے پس میری رائے میں یہ دشواری اس طرح پر رفع ہو سکتی ہے کہ جو رسید خط پہنچنے والے کو تھانے سے اب دیجاتی ہے وہ نہ ملا کرے اور اس سے ضلع کا زائد محصول بھی نہ لیا جائے ۔ اگر نواب محتشم الیہ مجھے اجازت فرمائیں کہ سب صاحبان کلکٹروں مجسٹریٹ کو لکھ بھیجوں کہ وے ہر تھانے میں ایک ایک قفل کا صندوق رکھیں ۔ اور وہ صندوق تھانے سے باہر کسی مقام نظر گاہ عام میں دھرا رہے اور صاحبان ممدوح مشتہر کر دیں کہ جو کوئی اس صندوق میں روانہ کرنے کے واسطے خط ڈالے گا وہ خط بیرنگ بھیجا جائے گا اور اس پر ضلع کا پیشگی محصول جو اب لگتا ہے نہ لگے گا اور اگر اس ضلع کے اندر کسی مقام کے لئے وہ خط ہوگا تو اس پر آدھ آنہ محصول لیا جائے گا ۔ اگر خط بھیجنے والا رسید چاہے گا تو اس سے حسب رواج فی تولہ آدھ آنہ پیشگی محصول لیا جاوے گا ۔ میری رائے میں تجویز بالا کے باعث سے ڈاک ہائے مفصل کی آمدنی میں چنداں کمی واقع نہو گی کیونکہ محصول اس صورت میں بھی مکتوب الیہ سے وصول ہوگا اور چونکہ اکثر خط ایسے ہوں گے جنکے جواب میں مکتوب الیہ بھی خط لکھیں گے پس نقصان کہ خطوط برآمد پر تھانے کا محصول معاف کرنے سے عائد ہوگا ۔ اس کا معاوضہ بکثیر خط و کتابت سے بخوبی مل جائے گا کیونکہ واضح ہے کہ رسل و رسائل میں کثرت ہونیسے ڈاک کی آمدنی عموماً ترقی پذیر ہوتی ہے "

لاہور سے ملتان تک گھوڑوں کی ڈاک یجانے کی خبر ۶ نومبر ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں شائع ہوئی ہے ۔

" خبر لاہور :- لاہور سے ملتان تک اوپر سڑک کے چوکیات گھوڑوں کی واسطے ڈاک گھر کٹریہ کے ہونگے اور پہلی تاریخ اکتوبر ۱۸۵۱ء سے بھرتی ہونا گھوڑوں کا شروع ہوگا اور ایک ایک چوکی پر پانچ پانچ گھوڑے مقرر ہونگے اور بالفعل طلب گھوڑوں کی پندرہ پندرہ روپیہ ماہواری قرار پاویگی ۔ لیکن گھوڑا چھوٹا اور ٹٹو نہ ہووے اور نیلامی نہ ہووے ۔ اگر نیلامی ہو تو اچھا اور راول ہووے "

متھرا سے آگرے تک بیلوں کی ڈاک جاتی تھی ۔ اس کی تصدیق ۲ جنوری ۱۸۵۲ء کے اسعد الاخبار آگرہ سے ہوتی ہے ۔

" د دسمبر سنہ حال سے لالہ انبہ پرشاد اور ولیس چند نے متھرا سے اکبرآباد تک بیلوں کی ڈاک گاڑی کا بندوبست کیا ہے چنانچہ ہر روز گاڑیاں متھرا سے آگرے کو آتی اور آگرے سے متھرا کو جاتی ہیں اور آدمی کا کرایہ فی نفر ۶ ر اور بوجھ کا بھاڑا فی من ۲ ۔ ر مقرر ہے لوگوں کو اسکی آمد و رفت سے بڑا آرام ہے "

علی گڑھ اور آگرے کے درمیان بھی گھوڑے کی ڈاک تھی ۔ ۲۰ مارچ ۱۸۵۲ء کا اسعد الاخبار روایت کرتا ہے

عنوان ہے "خبر ڈاک جدید"

" اندنوں علی گڑھ کے ڈاک خانے میں مسافروں کے آرام کیلئے گھوڑوں کی گاڑیاں تیار ہوئی ہیں - یہ گاڑیاں علی گڑھ
آگرہ کے درمیان اور اضلاع مشرقی کی پختہ سڑکوں پہ جاری ہونگی اور کرایہ فی میل ایک آنہ مقرر ہوگا علی گڑھ آگرے سے
اس میل ہے - تین روپے دو آنہ فی کس کرایہ لیا جائیگا - اور آگرے سے علی گڑھ چھ گھنٹے میں پہنچا دینگے اور ہر گاڑی میں
آدمی بیٹھائے جائینگے - شاید یہ گاڑیاں ایک مہینے کے عرصے میں جاری ہو جاویں اور آگرہ اور علی گڑھ کے آنے جانے والے
صرف قلیل چھ گھنٹے میں آنے جانے لگیں گے"

الہ آباد سے کانپور تک جو ڈاک جاتی تھی ۸ نومبر ۱۸۴۱ء کے دہلی اردو اخبار میں اسکی خبر درج ہے۔

" مرلی سوداگر نے پانچویں ماہ حال کو ذمہ ڈاک انگریز کیا گیا ڈاک الہ آباد سے چھٹی تاریخ ساڑھے آٹھ بجے رات کے
روانہ ہوئی اور کانپور میں ۷ تاریخ ڈیڑھ بجے شام کے پہنچی کہ بعد وضع پون گھنٹے ٹھہرنے فتحپور کے فی گھنٹہ آٹھ میل پہونچی"

اس خبر کی وضاحت ۵ دسمبر ۱۸۴۱ء کے دہلی اردو اخبار نے کی ہے جو یہ ہے۔

" ہفتہ گزشتہ میں چھپنے کچھ عمل مال جاری ہونے ڈاک بگھی کا الہ آباد سے کانپور تک درج کیا تھا - اب حال اس طرح
معلوم ہوا - ڈاک بگھی مذکور کو ایک گھنٹے میں دس میل انگریزی طے کرتی ہے مگر اسمیں کوئی دو چار لحظوں کا فرق ہو جاتا ہے تین
تین کوس پر ڈاک چوکی مقرر کی گئی ہے اور ہر چوکی پر چھ گھوڑے رکھے ہیں - بگھیاں بھی ہلکی بنائی ہیں - یعنی ایک من - اسباب
من میں - اور وزن پارسلوں کا کچھ کم و زیادہ دو من سے ہوتا ہے - خبر ہے ماہ آئندہ سے اور مقاموں میں بھی بنارس سے
تک جاری ہوگی"

انگریزی دور میں ڈاک کا معقول انتظام کافی عرصے تک نہیں ہو سکا تھا - اس زمانے میں جو علمی ادبی سوسائٹیاں بنی
ہوئی تھیں ان کی میٹنگوں میں ایسے مسائل پر غور ہوتا تھا - چنانچہ انجمن رفاہ عام راجپوتانہ کی جولائی ۱۸۷۰ء کی میٹنگ میں
پنڈت دیا نراج کشن اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نائب صدر انجمن نے اپنا ایک مضمون بعنوان "چیٹھی ڈالنے کے صندوقوں کا زیادہ
ہونا بہت ضرورت ہے" پڑھا اور اس میں طے ہوا کہ یہ مضمون یا چیٹھی ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانہ جات کو ارسال کردی جائے -
مضمون انجمن کے رسالے اپریل لغایتہ اگست ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا - اس کے اقتباس سے اندازہ ہوگا کہ اجمیر والوں کو ڈاک
کے سلسلے میں کیا شکایت تھی -

" شہر اجمیر میں امیر رئیس اور حاکم رہتے ہیں اور کئی طرح کا بیوپار ہوتا ہے اور ضرورت روانگی چیٹھیات بکثرت
پیش آتی ہے - واقعہ یہ ہے یعنی بجز ایک صدر ڈاک خانے کے جو شہر سے باہر ہے اور کسی جگہ شہر میں چیٹھی کا صندوق نہیں
ہے - .... اگر مثل اور شہروں کے کئی جگہ صندوق چیٹھی ڈالنے کے رکھے جاویں تو یقین کامل ہے کہ بمقابلہ اس تعداد کے
جو اب ماہواری چیٹھیاں ڈاک خانہ صدر میں پڑتی ہیں زیادہ مقدار ہو جاویگی .... سرکاری خرچ اس انتظام میں بہت زیادہ

نہیں ہوسکتا ہے۔ صرف صندوقوں کا بنوانا کافی نظر آتا ہے۔ باقی رہا صندوقوں کا لانا لیجانا سو اس کام کو دہی آدمی جو چھٹی رساں ہیں اور شہر میں چھٹی تقسیم کرنے کے آتے ہیں اور پھر ڈاک خانے کو جاتے ہیں موجود ہیں یا کہ کانسٹبل پولیس بعض مقام کے صندوق کو ڈاک خانے تک پہنچا سکتے ہیں۔ نئے آدمی نوکر رکھنے کی اور خرچ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں (۲۱) گا

یہ بات ہر ذی علم اچھی طرح جانتا ہے کہ راجا رام موہن رائے نے اپنے اخبار سمدکمودی کے ذریعے ستی رسم کی مخالفت کی جس کے نتیجے میں لارڈ بینٹنک کے عہد میں اس رسم کے خلاف قانون بنا۔ لیکن یہ رسم کافی عرصے تک قائم رہی اور اس کی تقدیس لوگوں کے ذہنوں میں رہی اور حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف مقدمات قائم کرنے پڑے۔ کوہ نور لاہور مورخہ ۲ر جون ۱۸۶۰ء میں ایک عورت کے ستی ہونے کی خبر شائع ہوئی ہے جس میں اس کی تقدیس کو قائم رکھا ہے۔

" ضلع لکھنؤ میں ان دنوں ایک عجیب مقدمہ ستی کا وقوع میں آیا ہے ایک بنیا خیراتی نام مدت سے بیمار تھا تیسری مئی کو وہ موضع حسین پور میں مرگیا اس کی جورو جو چند اگڑھ میں رہتی تھی یہ واقعہ سن کر ۴ر مئی کو ضلع مذکور میں پہنچی، تاریخ کو شام کے وقت اس بنئے کے ورثا نے طیاری اس کے جلانے کی کی۔ وہ دن اس کام کے واسطے اچھا تھا جب یہ حال بیوہ سے کہا اس نے کہا میں ستی ہوں گی۔ نمبردار یہ خبر سن کر جمع ہوئے اور فہمائش کرنے لگے مگر اس نے کہا کہ اگر تم مجھکو ستی نہ ہونے دوگے تو میں کسی اور ترکیب سے اپنے تئیں مار ڈالوں گی اور تمہارے گاؤں پر آفت نازل ہوگی۔ اس پر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اچھا تو اپنا ست دکھلا۔ یہ سن کر اس نے ایک چھیڑا تیل میں ڈبو کر اپنی انگلی کو باندھ دیا۔ اور اس کو آگ لگادی جو چراغ کی طرح جلنے لگا۔ یہ دیکھتے ہی سب نے اجازت ستی ہونے کی دیدی اور وہ بیوہ کسی وقت جلکر خاک ہوگئی جب باتفاق زمینداران یہ صورت ظہور میں آئی اہالی پولیس نے فوراً قبل از وقوع واردات ایک چوکیدار کو اطلاع دہی حکام کے واسطے روانہ کردیا۔ اسواسطے وہ بری ہیں اور اب کپتان چمرلین صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس تحقیقات فرمارہے ہیں چنانچہ ۱۷ آدمی گرفتار کئے ہیں جو اس کام میں شریک ہوئے تھے۔ دیکھئے انجام اس کا کیا ہوتا ہے یقین ہے کہ نمبرداروں کو سخت سزا ملیگی "

ہندوؤں میں بیوہ عورتوں کی بڑی درگت بنتی تھی تمام عمر اس کو شادی کی ممانعت تھی۔ دنیا کے تمام عیش و آرام سے وہ محروم رہتی تھی۔ اچھا کھانا اور اچھا کپڑا پہننا اور اچھے بستر پر سونا اس کو زندگی بھر نصیب نہیں ہوتا تھا اس کی زندگی وبال جان تھی۔ اور ماں باپ کے لئے ایک مصیبت بن جاتی تھی۔ چنانچہ ہندوستان کے سمجھدار لوگوں نے بیوہ عورتوں کی شادی کرنے کے لئے آواز اٹھائی اس تحریک کی ابتدا کا پتا ۱۴ر اکتوبر ۱۸۲۱ء کے دہلی اردو اخبار سے چلتا ہے۔ جس کا آغاز ایک مخیّر انسان کے اعلان سے ہوا۔

" کلکتہ :۔ چند مدت ہوئی کہ بابو موتی لال سیل نام ایک تونگر ساکن کلکتہ نے انعام دس ہزار روپے کا دینا کیا تھا۔ اس شخص کو جو ہندو ہو اور نوجوان ہووے اور کسی بیوہ عورت سے بیاہ کرے۔ لیکن ایک شخص نے کبھی جرات نہیں

کی تھی مگر واضح ہوتا ہے کہ اب یہ حالت درپیش ہونے کو ہے یعنی ایک ہندوستانی غیرت دار نوجوان آدمی جس نے کہ مدرسہ انگریزی المعروف ہندو کالج میں تربیت پائی ہے اس نے ایک جوان رانڈ عورت سے شادی کی ہے۔"

بیوہ عورت سے شادی نکرنے کا بھوت ان لوگوں پر بھی طاری تھا جو مصلحین تھے۔ چنانچہ انہوں نے صرف ان بیوہ عورتوں کی شادی کے بارے میں فتویٰ دیا تھا جن کے خاوند اپنی بیوی سے صحبت کئے بغیر مر گئے ہوں۔ اور جن کے خاوندوں نے اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہو اور فوت ہو گئے ہوں اس بیوہ سے شادی نکرنے کی پابندی برقرار رکھی تھی چنانچہ اس قسم کے خیالات کا اظہار ۲۸ را پریل ۱۸۶۸ء کے کوہ نور لاہور میں کیا گیا ہے۔ اس خبر کا عنوان ہے "شادی بیوگان"

"شادی بیوگان، ہنود کا پونا میں بڑا چرچا پھیل رہا ہے اور بہت لوگ اسبات کے رواج دینے پر مستعد ہیں برہمنوں کے کئی افضل خاندانوں میں کئی بیوہ عورتوں کی شادی کی گفتگو ہو رہی ہے اور تین سو برہمنوں اور پنڈتوں کے قریب اس رائے پر متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ بہتر بواہ مناسب اور دھرم شاستر کے موافق ہے۔ بنگالہ میں یہ رواج کئی برس سے جاری ہو گیا ہے اور تیس عورتوں بیوہ سے زیادہ کا دوسرا بیاہ ہو چکا ہے۔ ناظرین اخبار نے دیکھا ہوگا کہ اس باب میں پہلے اس سے ۱۸۵۴ء و ۱۸۵۵ء میں حسب جد و جہد بابو کشب لال صاحب گھوش میر منشی رزیڈنٹ نیپال کے کس قدر تحریرات اور تنقیحات طول و طویل ہو چکی ہیں۔ چنانچہ اکثر صاحبوں نے بہت سے گرنتھوں اور بہت سے پوران کو بھی متھ ڈالا تھا اور انجام کار یہ بات قرار پائی تھی کہ رواج ملک سب پورانوں اور سب شاستروں پر ہے اور رواج ملک اس کو کہتے ہیں کہ جس کو دس بیس پچاس سو ہزار آدمی ایک قوم کے مان لیں۔ خصوصاً ایسا کام کہ جو دھرم شاستر سے بھی مانا جا سکتا ہے اور عقل سلیم کے نزدیک بھی اتفاقاً واجبات سے ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد اس کے جو ۱۸۵۷ء میں ایک بے تمیزی کے طوفان نے جوش مارا تھا چرچا اس کا مدھم ہو گیا تھا۔ ہماری رائے سلیم تو اسباب میں یہ ہے کہ جو عورتیں بال بدھو ہو جاتی ہیں وہ تو ضرور ہی قابل رحم ہیں اور جو عورتیں کہ اپنے خاوندوں سے ہم بستر ہو چکی ہیں اولاد ہوئی ہو خواہ نہ ہوئی ہو وہ شادی ثانی سے محروم رہیں تو مضائقہ نہیں۔"

بیوہ عورتوں کی شادی کا مسئلہ تقریباً ہر سوسائٹی کے سامنے آیا تھا۔ دہلی سوسائٹی کی میٹنگ میں پنڈت بشیشر ناتھ کا ایک مضمون بعنوان "شادی بیوگان" پڑھا گیا تھا اور اس کو لاہور کی انجمن کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جہاں اس پر بحث ہوئی تھی اور اس کو لفٹنٹ گورنر نے بھی پسند کیا تھا[۵]

بیوہ عورتوں کی شادی کی تحریک تو چلتی رہی لیکن وہی مذکورہ محدود نظریہ غیر صحبت یافتہ اور صحبت یافتہ بیوہ عورتوں میں تمیز قائم رہی۔ چنانچہ دہلی ایسوسی ایشن کی میٹنگ مورخہ ۸ رجون ۱۸۶۸ء میں ماسٹر شکن چند صاحب

---

[۵] رسالہ سوسائٹی دہلی ۱۰ رمئی ۱۸۶۹ء ص ۲

سکنڈ ماسٹر سنسکرت اسکول دہلی نے شادی بیوگان پر اپنا مضمون پڑھا جو الیسوسی ایشن کے رسالے کی جلد اول ۱۸۶۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے اقتباس سے تحریک جاری رکھنے کا تو پتا چلتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تحریک میں ترقی نہیں ہوئی۔

"... ملک بنگال اور بمبئی کی سوسائیٹیوں میں اس امر کی بہت بحث ہو چکی ہے اور وہاں بعضے دانایوں نے اپنی بیوہ لڑکیوں کی شادی بھی کر دی ہے اور اب وہاں کچھ رواج بھی اس بات کا پایا جاتا ہے۔ لیکن اب تک ترقی بہت کم ہوئی ہے ہمارے ملک پنجاب کے باشندوں پر تو اس بات کا ابتک کچھ اثر نہیں ہوا۔ میری رائے میں ان نادان بیوہ عورتوں کی تو ضرور شادی کر دینی چاہیئے جن کے شوہر شادی کے بعد کی تقریب مقررہ سے پیشتر ہی فوت ہو گئے ہیں چنانچہ گرو نارمن تی نے بھی جو ہندو کے نزدیک بڑی متی گزرے ہیں اپنی پستک ارلی سندھ کے دوسو انتیس[۲۲۹] ورق میں لکھا ہے کہ جو کنیا بواہ کے بعد اپنے شوہر کی سنگ کو نہ پراپت ہوئی ہو اور اس کا شوہر مر جائے تو اس کا دوسرا بیاہ کرنا جائز ہے اس کو بطور کنیا کے جاننا چاہیئے"

ہندوؤں کا علمی طبقہ تک غیر ممالک کے سفر کو دھرم کے خلاف سمجھتا تھا۔ اگر کوئی شخص کسی غیر ملک میں چلا جاتا تھا تو برادری اس کو اپنے میں سے خارج کر دیتی تھی۔ اس کو آخر کار پرائشچت کرنا پڑتا تھا۔ اس سلسلے میں اخبارات و رسائل اور سوسائیٹیوں نے اصلاحی قدم اٹھایا۔ دہلی سوسائٹی کی میٹنگ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء میں ماسٹر پیارے لال صاحب نے اپنا ایک مضمون بعنوان "ہندوستان کی ترقی کے اسباب" پڑھا۔ جو ۱۰ مئی ۱۸۶۹ء لغایتہ ۲ فروری ۱۸۷۰ء کے شمارے میں طبع ہوا تھا۔ جس میں آپ نے غیر ممالک میں جانا بھی ترقی کا ایک سبب ظاہر کیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

"اس ترقی کے واسطے اول یہ چاہیئے کہ یہاں سے کچھ آدمی ولایت انگلستان میں اور ہو سکے تو یورپ کے اور ملکوں میں بھی جا کر سیر کریں اور وہاں کے عجائبات کا ملاحظہ فرمائیں اور سب کچھ دیکھ بھال کر اور کام کی باتیں سیکھ کر یہاں چلے آئیں سرکار کی توجہ اس باب میں یہ تجویز ہو رہی ہے کہ ہندوستان میں سے ہر برس نو یا دس آدمی تعلیم یافتہ انگلستان میں بھیجے جاتے ہیں اور ان کی آمد و رفت کا خرچ دیا جاتا ہے۔ اور جب تک وہاں رہتے ہیں ان کے کھانے پینے کی بھی خبر لی جاتی ہے ..... لیکن غور کا مقام ہے کہ اٹھارہ کروڑ آدمیوں سے ہر سال نو دس آدمیوں کے جانے سے کیا کام نکلتا ہے اور ان کی شائستگی کا اثر کہاں تک پھیل سکتا ہے یہ ملک اتنا وسیع ہے کہ اگر ہر سال یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں سے بھی ایک ایک آدمی جائے اور تعلیم پا کر آئے تو معلوم نہو۔ غرض راجا اور مہاراجا اور نواب سب کو لازم ہے کہ جو لوگ سرکار کی طرف سے ولایت جاتے ہیں ان کے سوا یہ لوگ بھی اپنے صرف سے چند طلبہ ولایت بھیجا کریں اس تدبیر میں ان کا صرف کم ہے اور فائدہ زیادہ یہ کتنا بڑا نفع ہے کہ جب وہ لوگ پھر کر آئینگے ان کی سرکار میں نوکر ہو کر ریاستوں کا انتظام جیسا چاہیے کر دکھائینگے۔ (۱۱۷)"

جب ماسٹر پیارے لال صاحب اپنا مذکورہ مضمون پڑھ چکے تھے تو سوسائٹی کے قاعدے کے مطابق میٹنگ میں اس مضمون
تبادلۂ خیال ہوا - یہ مضمون اسی رسالہ سوسائٹی مورخہ ۱۰ر مئی ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا ہے - اس تبادلۂ خیال سے اندازہ لگایئے کہ اس
ت کے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس رَو میں کس طرح بہہ گئے تھے - اس مضمون پر جو بحث و تمحیص ہوئی وہ حسب ذیل تھی۔

" اس مضمون کی نسبت سکرٹری (چندولال) نے یہ عرض کیا کہ درحقیقت ہندوستانیوں کا علم و ہنر سیکھنے اور سیر کرنے
واسطے ولایت جانا خالی از فائدہ نہیں تاہم یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس نواح کے رئیس و امیر جو مذہب کی رو سے ولایت
نا برا سمجھتے ہیں اپنے لڑکوں کو وہاں بھیجیں اور ان کے کام میں مدد کریں ..... ماسٹر صاحب نے فرمایا ہندوؤں کے ولایت جانے
نسبت جو اعتراض تھا اس کے باب میں فرمایا کہ کاشی کے پنڈتوں نے بیوستہ دیا ہے کہ ولایت جانا ہندوؤں کے واسطے خلاف
ہب نہیں ہے سکرٹری نے عرض کیا کہ ایک جاے کے پنڈتوں کے بیوستہ دینے سے یہ ابھی عملدرآمد ہونا مشکل ہے "

اس مسئلے کے سلسلہ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ جو ہندو تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ گیا سماج اور دھرم کے ٹھیکیداروں
اس کی مخالفت کی اور برادری نے اس کا بائیکاٹ کرایا - چنانچہ پنڈت بشن نرائن آبر جو کشمیری پنڈت تھے - ان کا واقعہ
ی شہرت حاصل کر گیا تھا کہ جب وہ ولایت سے بیرسٹر ہو کر لکھنؤ آئے تو وہاں کی کشمیری پنڈت برادری نے ان کو اپنے
شریک کرنے سے انکار کر دیا تھا - تب برادری کے ایک طبقے نے پنڈت گنگا دت شاستری پروفیسر کیننگ کالج کے ہاتھوں
کا پرائشچت (کفارہ) کرا کر ان کو اپنے میں شریک کر لیا تھا - مخالفین نے اس شرکت کو نہیں مانا - اس وقت سے دو جماعتیں
ادری میں قائم ہو گئیں - شریک کرنے والی ترقی پسند جماعت کا نام بشن سبھا اور فریق مخالف کی جماعت کا نام دھرم سبھا
ا - علامہ برجموہن دتاتریہ کیفی ترقی پسند جماعت کے رکن تھے انہوں نے اسی واقعے سے متاثر ہو کر مسدس " مرآۃ خیال "
ی تھی - جس کو کیفی صاحب نے اپنے اخبار خیر اندیش انبالہ مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۸۸۸ء میں بھی شائع کیا تھا - اس کا پہلا بند
ہے -

کچھ ایسی زمانے کی بگڑی ہوا ہے جدھر دیکھیئے ایک طوفاں بپا ہے
یہ فتنہ تعصب کا کیسا اٹھا ہے کہ ہر ایک آپس میں دشمن ہوا ہے
گھٹائیں کدورت کی چھائی ہوئی ہیں
بلائیں محبت کی آئی ہوئی ہیں

غیر ممالک میں سفر کرنے کے خلاف کافی عرصے تک آوازیں اٹھتی رہیں - لیکن مصلحین بھی باز نہیں آئے - انہوں
دلائل سے غیر ممالک میں ہندوؤں کا جانا ثابت کیا - چنانچہ اسی قسم کا ایک مضمون رسالہ " بہار لو پتر " کا جولائی اگست ۱۸۹۱ء
لعنوان " دریائی سفر " شائع ہوا - مضمون دلچسپ ہے اس کا اقتباس ملاحظہ ہو -

" چونکہ دریائی سفر کی شاستروں نے ممانعت کر دی ہے اس لئے لوگ بحری زندگی کو نگاہِ تنفر سے دیکھنے لگے

ہیں اور بالطبع یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہندو سیاح نہیں ہیں چونکہ ہندوؤں کی قدیم کتابیں اس نتیجہ کی موید نہیں ہیں لہذا ہم خود یہ نظر بہبود قوم اس نتیجے کی تردید کا موقع حاصل کرتے ہیں۔ ہزاروں برس پہلے ہندو ایک محض دریائی قوم تھی جو جہاز بناتی تھی اور غیر بندرگاہوں سے تجارت کرتی تھی ہندوؤں میں "ڈرمک انتیس اور کول جیسے سینکڑوں نامور سیاح ہوئے ہیں جن کی یادگار صفحہ روزگار سے بالکل مٹ گئی اور چند تخیلات کی وجہ سے ہم اس قدر پست ہمت ہوگئے کہ ایک حصہ ملک سے دوسرے حصہ ملک میں سفر کرنا خلاف مذہب سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی اس عزلت گزینی سے مضرتیں پہنچی ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔ ہندوستان کی بحری تاریخ لوک وید کے زمانے سے شروع ہوتی ہے بیان ہوا ہے کہ اس وقت بھوج نے سومستول کے جہاز پر سمندر طے کیا..... رامائن میں سمندر کے راجاؤں کا ذکر ہے اور کالی داس نے اپنے شکنتلا ناٹک میں ایک بڑے دریائی ملک التجار کا اشارہ کیا ہے۔ ہومر نے اپنی تصنیفات میں بہت سے ہندوستانی تجارتی اشیا کا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحر" ماس میں" سے ہندوؤں کی تجارت جاری تھی"

تعلیم کو فروغ اور ترقی دینے کے لئے اخبارات نے کافی جد و جہد کی اور عوام کو تعلیم کے حصول کے لئے آمادہ کیا اور جہالت کی پریشانیوں سے بھی آگاہ کیا اسکولوں مدرسوں اور کالجوں کے قیام، ان کی درجہ بدرجہ ترقی کی خبریں اور ان کی سالانہ رپوٹیں شائع کیں۔ اساتذہ کی کوششوں کو سراہا اور ان کے کارناموں کو ابھارا۔ جس قدر اخبارات میں تعلیم کے بارے میں اور ہندوستانی اسکولوں مدرسوں اور کالجوں کے بارے میں مستند اور قابل وثوق معلومات ہیں اس سے ہر ایک اسکول، مدرسے اور کالج کی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ دہلی کے اخبارات میں دہلی کالج وغیرہ کے بارے میں کافی مواد ہے اسی طرح پنجاب کے اخبارات میں سرکاری مدرسہ لاہور میڈیکل کالج لاہور، یونیورسٹی لاہور وغیرہ اور پنجاب کے دوسرے مختلف مقامات کے کالجوں اور اسکولوں کے متعلق بھی کافی میٹر ہے غرض ہندوستان کے ہر صوبے کی تعلیم اور کالجوں وغیرہ کے متعلق اخبارات میں بے پناہ خزانہ ہے۔

کالجوں سکولوں اور مدرسوں میں کوئی زیادتی ہوتی اور اس کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی حرکت کی جاتی تو اس کا خاتمہ کرنے کا ایک بڑا ذریعہ اخبارات ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ جب دہلی کالج میں تعلیم کی فیس ادا کرنی ضروری قرار دی گئی تو اس پر دہلی اردو اخبار نے ایک طویل احتجاجی آرٹیکل ۱۴ رمارچ ۱۸۵۰ء کے شمارے میں لکھا۔ جس کا اقتباس یہ ہے۔

" مدرسہ دہلی.... ایک چھٹی جنرل کمیٹی کی اس مضمون کی بھی ہے کہ کوئی آدمی نہیں تعلیم پاوے گا مگر اس کے وارث حق تعلیم ادا کریں گے"

(ایڈیٹر کا تبصرہ) مشہور ہے کہ اس انتظام کو کوئی شخص اہل شاہجہاں آباد سیکھنے کا قصد نہیں کرنے کا چند وجوہات سے جب تنخواہ کچھ نہ ملے اور بلکہ الٹا کچھ دینا پڑے گا اور مدرسہ سرکار میں بھیجنا جہاں سو طرح کی قیدیں ہیں کیا فائدہ وہ لوگ شہر میں مطلق العنان جہاں چاہیں جس قدر چاہیں اکتساب علم کر سکتے ہیں جو ان کے پاس خود حاضر رہے تابعداری کرے پھر ان کو

یا ضرورت ہے جو مدرسہ میں مولوی صاحب کی تابعداری کریں۔ قیود اور قواعد معینہ سرکاری کے مقید رہیں۔"

انگریزی حکومت کے ابتدائی دور میں تعلیم کا طریقہ کیا اختیار کیا گیا تھا۔ اسکولوں کالجوں میں داخلہ کس طور پر یا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ اس رپورٹ سے کیجیے جو ۲۵ را پریل ۱۸۴۲ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"گورنمنٹ آگرہ اور دہلی کے مدرسوں کے طالب علموں کے تقرر کے واسطے زرِ مفصلۂ ذیل بطریق وظیفہ از راہ نایت کے معین فرمایا ہے آگرہ ۳۲۸۵ روپیہ ماہواری دہلی ۳۲۸ روپیہ ماہواری ایضاً منجملہ زرِ عطیہ نواب اعتماد الدولہ ہادر مدرسہ کے لئے ۱۲۴ روپیہ ماہواری یہ تمام روپیہ بطریق تفصیل ذیل کے تقسیم کیا جاوے گا۔ تفصیل آگرہ اور دہلی ے مدرسوں کے وظیفہ داروں کی جو کہ گورنمنٹ سے مقرر ہوں گے وظیفہ داران ادنیٰ ۳۲ نفر فی چار روپیہ ماہانہ یہ وظیفہ ار برس تک رہے گا اور ہر سال آٹھ آٹھ وظیفہ دار خارج و داخل ہوا کریں گے۔ وظیفہ داران اعلیٰ ۱۲ نفر ان میں سے ٹھ نفر سولہ سولہ اور چار اٹھارہ اٹھارہ روپیہ ماہیانہ پایا کریں گے اور اس درجے میں تین برس تک رہیں گے اور ہر سال ن میں سے چار چار شخص خارج و داخل ہوا کریں گے۔ آگرے کے مدرسے میں نصف اس وظیفے کا علوم عربی اور فارسی اور اردو ے اور نصف سنسکرت اور ہندی کے افضل طلبہ کو عنایت ہوگا۔ دہلی کے مدرسے میں عربی اور فارسی کے افضل طلبہ کو تین ے اور سنسکرت اور ہندی کے اکمل طلبہ کو ایک حصہ عنایت ہوگا۔ تفصیل تقسیم زرِ عطیہ نواب اعتماد الدولہ بہادر کے طیفہ داران ادنیٰ سولہ نفر جن کا چار چار روپیہ ماہانہ چار برس تک رہے گا اور ان میں سے سال بسال چار چار نفر خارج اور اخل ہوا کریں گے۔ وظیفہ داران اعلیٰ تین نفر بیس بیس روپیہ ماہانہ تین برس تک پاویں گے۔ اور ہر سال ان میں سے ایک یک شخص خارج اور داخل ہوا کرے گا۔ الا یہ وظیفہ صرف عربی اور فارسی کے افضل طالب علموں کو مرحمت ہوگا۔ آگرے کے مدرسے میں ماہ ستمبر کے آخر کو اور دہلی کے مدرسے میں ماہ اکتوبر کے اول میں امتحان ہوا کرے گا۔ اس وقت وظیفہ مذکور کے میدواروں میں سے جو افضل پایا جاوے گا داخل ہو سکے گا۔ بشرطیکہ وظیفہ دار ادنیٰ کی عمر سولہ برس سے سوا اور وظیفہ دار علیٰ کی عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہو۔ جو کہ امتحان میں سب سے افضل ہوگا وہ پوری میعاد میں مقرر ہوگا اور جو اس سے م ہوگا کم کم میعاد میں مقرر کیا جاوے گا۔ اس وضع پر کہ آئندہ ہر سال میں خارج و داخل اوپر کے سلسلے کے موافق ہوا کرے گا یکن جو کم میعاد میں داخل کیے جاویں گے سو آئندہ امتحان میں پھر پوری میعاد کے لائق ہو سکیں گے۔ امسال گزرنے کے بعد وظیفہ اروں کی معین ہونے کی شرائط جبکہ انتظام قرار واقعی ہو دیگا مشتہر کیے جاویں گے۔ جو جو طالب علم کہ بعمر مناسبہ اور کچھ علم سے ی بہرہ یاب ہوں ان کے فوراً داخل کرنے کا مدرسہ مذکورین کے پرنسپل یعنے صاحبان مہتمم کو اختیار ہوگا اور درصورتیکہ ن کی عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہو اور کتب مفصل ذیل میں امتحان دے سکے۔ یعنی عربی اور فارسی کے درجوں میں ہدایت النحو لف لیلہ یا تحفت الیمن، گلستاں اور انشائے مادھورام سنسکرت کے درجے میں۔ منو پدیش۔ تو ایسے طالب علموں کا تین تین ماہانہ اسطے قوت بسری کے ہوگا۔ مگر یہ مشاہرہ ماہ ستمبر اور ماہ اکتوبر کے امتحان تک فقط بحال رہے گا اور یہ بھی شرط ہے کہ مشاہرہ

مذکورہ کا مصارف کل زرمرقومہ بالا سے متجاوز نہو ۔ جو جو شخص مدرسے میں داخل ہونے کا امیدوار ہو آگرے کے مدرسے میں مڈلٹن صاحب پرنسپل اور دہلی کے مدرسے میں بوٹروس صاحب پرنسپل کی خدمت میں اپنی اپنی درخواست گزرانے ماہ ستمبر اور ماہ اکتوبر آئندہ میں وظیفہ داروں کا امتحان جو ہوگا اس کی کیفیت تفصیل ذیل سے واضح ہوگی ۔ امیدواران وظیفہ عربی اور فارسی کے امتحان کے لئے عربی صرف و نحو، عروض، نفحت الیمن ، تاریخ تیموری ۔ مقامات حریری فارسی انشائے ابوالفضل ، انوار سہیلی ، سکندر نامہ فارسی یا اردو کا ترجمہ عربی میں ۔ اور عربی کا ترجمہ فارسی یا اردو میں ۔ عربی اور فارسی کی نظم و نثر میں طبع زاد مضمون تحریر کرکے کسی علم کے اصول کو بیان کرے ۔ امیدواران وظیفہ سنسکرت کے امتحان کے لئے بیاکرن ، مہا بھارت ، رگھو بنش ، ہندی یا اردو کا ترجمہ سنسکرت میں اور سنسکرت کا ترجمہ ہندی اور اردو میں ۔ سنسکرت کی نظم و نثر میں طبع زاد مضمون تحریر کرے کسی علم کے اصول کو بیان کرے ۔ جیمس ٹامیس آگرہ اور دہلی کے مدرسوں کا منتظم مقام آگرہ - ۸ / اپریل ۱۸۴۱ء "

عورت کی تعلیم کا مسئلہ بھی ہندوستان میں بہت نازک تھا ۔ تقریباً ہر ہندوستانی تعلیم کو عورتوں کے لئے بداخلاقی کا پیش خیمہ سمجھتا تھا ۔ لیکن عورتوں کی تعلیم کی ابتدا بھی کلکتے سے ہوئی اور وہاں کے ایک مخیّر و دردمند انسان نے عورتوں کا ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا ۔ یہ خبر اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۱۰ / اپریل ۱۸۴۹ء میں چھپی ہے ۔ عنوان ہے "خبر طیاری مدرسہ واسطہ تعلیم ہندوستانی عورتوں کے لئے "

" عقلا اور امرا کلکتے میں ایک مدت سے مشورہ ہو رہا تھا کہ مدرسہ قائم کیجئے اب بابو جے کشن مکرجی نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور مستقل ارادہ کیا کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ مقرر کریں اور ایک شفاخانہ بھی بنایا جائے اور اس مدرسے میں شرفا کی لڑکیاں پڑھیں ۔ لیکن چونکہ اس کے مصارف کے لئے تنہا بابو مذکور متحمل نہو سکتے تھے اس واسطے انھوں نے اور ایبل تلبوم صاحب میر مجلس تعلیم و تربیت ہندوستان سے مشورہ کیا اور صاحب مذکور نے اقرار واثق کیا ہے کہ سرکار سے اس امر میں ضرور مدد ہوگی اب یقین ہے کہ چند روز میں یہ مدرسہ خوب رونق پاوے گا ۔ اور علم و عقل کی زیادتی ہوگی "

ہندوستان میں عورتوں کی تعلیم کے بارے میں غور کیا جانے لگا تھا ۔ اور کچھ طبقوں میں اس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا ۔ اور بمبئی کے پارسیوں نے خاص طور پر اس میں کافی سے زیادہ دلچسپی لینی شروع کر دی تھی ۔ چنانچہ اس بات کی اطلاع کوہ نور لاہور مورخہ ۷ / اپریل ۱۸۶۰ء نے دی ہے ۔ وہ لکھتا ہے ۔

" بمبئی میں لڑکیوں کی تعلیم ہی بہت ترقی پر ہے خاص قوم پارسیوں میں لڑکیوں کے چار مکتب ہیں اور قریب چار سو لڑکیوں کے ان میں تعلیم پاتی ہیں اب ان کا یہ ارادہ ہے کہ زیادہ استعداد کی لڑکیوں کے واسطے ایک مکتب مقرر کریں اور اس میں کسی انگریز بی بی کو تعلیم کے واسطے نوکر رکھیں سوائے پارسیوں کے دو مرہٹوں کے اور دو گجراتیوں کے ۲ سکول اور ہیں

ان میں بھی ۱۵۰۳ لڑکیاں پڑھنے آتی ہیں اور ہندوستانی لوگ قریب دو ہزار روپیے سالانہ کا خرچ اپنے پاس سے لگاتے ہیں۔ گجراتیوں کے مکتب کا جو پچھلا امتحان ہوا تھا اس میں بمبئی کے نواب لفٹنٹ گورنر لارڈ الفنسٹن صاحب خود تشریف رکھتے تھے اور وہ اس کے ملاحظے سے بہت خوش ہوئے ۔"

شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی تعلیم کا چرچا ہونے لگا تھا۔ اور دیہاتی عورتیں بھی تعلیم میں دلچسپی لینے لگی تھیں جس کی تصدیق آگرہ، علی گڑھ، بریلی، اٹاوہ، فرخ آباد، مین پوری، متھرا اور شاہجہانپور کی دیہاتی تعلیم کی رپورٹ سے ہوتی ہے۔ جو معلم العملہ آگرہ مورخہ ستمبر ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

"عورتوں کی تعلیم اس ملک میں امر دشوار ہے۔ لیکن سال بسال یہ دشواری کم ہوتی جاوے گی بالفعل اس کو بھی غنیمت جاننا چاہیئے کہ اضلاع امتحانی میں ۱۷۰۱ لڑکیاں اپنے مواضع پر کچھ تربیت پاتی ہیں اور ان میں ۱۰۰۴ لڑکیاں مکتب میں بھی جاتی ہیں اور کل تعداد میں ۱۵۱۱ اہل اسلام کی لڑکیاں قرآن حفظ یاد کرتی ہیں اور حرف شناسی بھی ان کو ہے موضع ہرنپور اور گنتھولی ضلع ایٹہ میں ۱۷ قوم چوہان کی لڑکیاں درمن صاحب کے بٹھائے مکتب میں آتی ہیں اور موضع ترا کی میں ۵ لڑکیاں قوم راجپوت کی ۱۶ لڑکوں کے ساتھ جو ان کے بھائی اور ملتے رشتے کے ہیں مکتب میں پڑھنے کو جاتی ہیں۔ نوجوان عورتیں پڑھی ہوئی ۲۶۰۷ ہیں اور یہ رواج ضلع شاہجہانپور میں بہت ہے کیونکہ ان میں سے ۱۰۲۴ فقط اسی ضلع کی ہیں۔"

اخبارات نے اہل علم اور اہل قلم حضرات کی قابلیت کو اجالا اور ان کی تصنیف و تالیفات کی تشہیر کی ان کے کلام اور دواوین کا اشتہارات کے ذریعے پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ سرسید کی مشہور تالیف آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن مطبع سید الاخبار میں ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا۔ اور عرصے تک اس کا اشتہار سید الاخبار میں چھپتا رہا۔ مولوی عبدالقادر صاحب کے مترجم قرآن مجید۔ اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی مشہور تالیف تذکرہ گلشن بے خار کا اشتہار دہلی اردو اخبار میں برابر چھپتا رہا اور نواب قطب الدین صاحب کی ترجمہ کی ہوئی مشکوٰۃ شریف کا حسب ذیل اشتہار بھی تغیر و تبدل کے ساتھ عرصے تک دہلی اردو اخبار کی زینت رہا۔

"مشکوٰۃ شریف مترجم ساتھ ترجمہ اور فوائد کے بیچ زبان اردو کے جو نواب قطب الدین خاں صاحب نے بہت کوشش سے باستصواب مولوی محمد اسحاق صاحب کے ترجمہ اور فوائد لکھے ہیں۔ مع متن کے نہایت احتیاط سے اس چھاپے خانے میں چھپتے ہی ایک ربع تمام ہو چکا ہے دوسرا ربع قریب نصف کے آپہنچا ہے اس کے لکھنے والے صحیح کرنے والے سب بموجب صوابدید نواب صاحب کے متعدد دین دار لوگ ہیں جس کو خریداری منظور ہو مہتمم کو لکھے قیمت کی جو شخص اب درخواست کرے اور جتنی چھپ چکی ہے اس کی قیمت ادا کرے پہلے تو عہ روپیہ قیمت کل کتاب کی ہے اور جو سب چھپ چکے گی اور سب چھپنے کے بعد لے گا قیمت للعہ۔"

مرزا غالب کی مشہور تالیف پنج آہنگ نثر کا منظوم اشتہار اسعد الاخبار مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء میں شائع ہوا تھا اور اخباروں نے بھی شائع کیا تھا۔ اس کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

مژدہ اے رہروان راہ سخن — پایہ سنجان دستگاہ سخن

یہ تو دیکھو کہ کیا نظر آیا — جلوۂ مدعا نظر آیا

ہاں یہی شاہراہ دہلی ہے — مطبع بادشاہِ دہلی ہے

منطبع ہو رہی ہے پنج آہنگ — گل و ریحان لالہ رنگا رنگ

نہیں اس کا جواب عالم میں — نہیں ایسی کتاب عالم میں

کل وہ سرگرم خود نمائی تھی — شمع بزم سخن سرائی تھی

آج یہ قدردان معنی ہے — پادشاہ جہان معنے ہے

نثر اس کی ہے کارنامۂ راز — نظم اوسکی، نگارنامہ راز

ہے سخن کی جسے طلب گاری — کرلے اس نسخے کی خریداری

آج جو دیدہ ور کرے درخواست — تین بھیجے روپے وہ بے کم وکاست

انطباع جبکہ ہو چکیگی کتاب — زر قیمت کا ہوگا اور حساب

چار سے پھر نہ ہوگی کم قیمت — اس سے ہوینگے کم نہ ہم قیمت

جس کو منظور ہو کہ زر بھیجے — احسن اللہ خاں کے گھر بھیجے

وہ بہار ریاض مہر و وفا — جسکو کہتے ہیں عمدۃ الحکما

میں جو ہوں درپے حصول شرف — نام عاصی کا ہے غلام نجف

ہے یہ القصہ حاصل تحریر — کہ نہ ارسال زر میں ہو تاخیر

چشمہ انطباع جاری ہے — ابتدائے ورق شماری ہے

شعرائے کرام کے کلام سے لوگوں کو محظوظ ہونے اور ان کی شخصیت کو ابھارنے اور بعض شعراء کو زندگی بخشنے اور ان کے دواوین کا اشتہار شائع کر کر فروخت کرانے میں اخبارات کا بڑا ہاتھ ہے۔ اخبارات میں نامور اور غیر نامور ذوق، غالب، انیس و دبیر وغیرہ وغیرہ شعرا کے وہ نادر حالات درج ہیں کہ اگر ان کو مرتب کیا جائے تو ضخیم کتابیں بن سکتی ہیں۔

نظیر اکبرآبادی کے صاحبزادے سید گلزار علی اسیر کے حالات تذکروں میں بہت ہی کم شائع ہوئے ہیں اور جو واقعات تفصیل کے ساتھ اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۵۰ء میں درج ہے وہ منظر عام پر نہیں آیا۔ گوش گزار کیجیے۔

" جناب سیادت مآب خورشید سپہر سخنوری سید گلزار علی اسیر جو اس شہر کے ایک عالی خاندان رئیس اور نامور شاعر ہیں بارادہ شہر بھوپال کے اکبرآباد سے روانہ ہو کر دھولپور میں منزل گزیں ہوئے از آں جا کہ تابی شخص مخفی نہیں رہ سکتا۔ جناب مہاراجا صاحب بہادر راما ئی دھولپور کو ان کے وارد ہونے کی خبر ہو گئی۔ مہاراجا صاحب کہ ذی علموں کے قدر دان اور علم و ہنر کے جوہر شناس ہیں سید گلزار علی اسیر کے مشتاق ہوئے اور انہیں باعزاز و اکرام تمام اپنی شرف ملاقات سے مشرف کر کے عزم بھوپال سے باز رکھا اور جس وقت کہ جناب رانا صاحب بہادر نے انہیں یاد فرمایا تھا انہوں نے فی البدیہہ بجالۃ الوقت ایک قصیدہ لکھا اور دربار میں جاکر پڑھا مہاراجا صاحب دام اقبالہ نے از راہ قدردانی اور کمال سخن فہمی کے خوب داد دی اور حاضرین دربار و اعیان و ارکان ریاست میں جتنے اشخاص سخن فہم تھے عش عش کر گئے ایک قطعہ اس قصیدے میں کا جو ہاتھی کی تعریف میں ہے راقم نے بھی سنا سو ناظرین کے ملاحظے کے لئے درج اخبار کرتا ہوں ؎

عجب ہے ترا ہاتھی غریب دانت اس کے نہ جوئے شیر سے نسبت نہ بے ستوں سے مثال

مگر یہ کہیئے کہ یوسف نے مار کر غوطہ دیئے ہیں نیل کے دریا سے دونوں ہاتھ نکال

" الحاصل جناب رانا صاحب دام اقبالہ ان کے جوہر ذاتی و صفاتی دیکھ کر اس قدر متوجہ ہوئے کہ انہیں آگے نہ جانے دیا اور پانچ روپیہ یومیہ مقرر فرما کے اپنے عہد دولت کی ایک مثنوی لکھنے پر انہیں مامور کیا اب سید گلزار علی اسیر مثنوی لکھنے میں مصروف و مشغول ہیں اور جناب مہاراجا صاحب بہادر بعزط شوق ہر روز گار مسودہ اپنے حضور پڑھوا کر سنتے اور کمال خوش ہوتے ہیں اب تک اس مثنوی کے سات آٹھ سو شعر ہو چکے ہیں اور غالباً ساری مثنوی کے پندرہ سولہ سو شعر ہو جائیں گے سموع ہو کہ وہ مثنوی بے نظیر جس کے قصص و حالات نہایت دلچسپ اور سرور انگیز اور لطف سخن و حلاوت مضامین کمال مسرت افزا ہیں عنقریب چھپوانے کے لئے مطبع میں بھیجی جائیں گی "

منشی مظفر علی اسیر کے دیوان کا اشتہار بعرصہ تک کوہ نور لاہور میں چھپا۔ اس کی نقل ۱۹ ار مئی ۱۸۶۶ء کے پرچے سے کی جاتی ہے۔

" جناب تدبیر الدولہ منشی مظفر علی خاں صاحب متخلص اسیر کہ فن شعر میں استاد ماہر ہیں۔ کمالات ان کے عالم میں ظاہر ہیں۔ مصحفی کے شاگرد رشید زباں دانی میں وحید بسبب کامل ہونے کے مقرب بارگاہ سلطانی رہے۔ بلند خیالی میں معاصرین کے متفق البیاں رہے جناب موصوف کے سینکڑوں شاگرد خوش فکر ہیں جن کے تذکروں میں ذکر ہیں صحبت یافتہ زمانہ دیدہ فہیم و سنجیدہ فارسی اردو میں صاحب دیوان و قصیدہ مثنوی نہایت خوش بیاں، دو دیوان ان کے کاغذ فرنچ فلس ولایتی پر بخط عمدہ ایک جلد میں تیس خبرو ایک حاشیہ پر ایک متن میں چھپی ہوئی ہے ..... دو روپیہ فی جلد قیمت ہے۔ جس کو خریدنا منظور ہو بقدر خواہش یہ دیوان منگوائے۔ مہتمم کے پاس قیمت نقد بھجوائے "

منشی دیا شنکر نسیم کی مثنوی کا اشتہار اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۸۶۸ء شائع ہوا ہے۔

"نسخہ گل بکاؤلی منظوم سراپا مرصع کہ بہتر اس سے کمتر دیکھنے میں آیا ہوگا تصنیف پنڈت دیا شنکر نسیم کہ ارشد شاگردانِ خواجہ حیدر علی آتش سے ہے مع تصویرات اس مطبع میں اوپر کاغذ ولایتی تختے کے بخطِ نستعلیق چھپتی ہے اور ضخامت اس کی قریب بارہ جزکی ہوگی۔ قیمت اس کی واسطے خریداران درد پے نزدیک کے بحساب فی جلد ایک روپیہ تا آخر دسمبر حال قرار پائی ہے بعد اس کے بحساب فی جلد ایک روپیہ ہشت آنے کی بِکیگی۔"

ابتدائی دور کے اخبارات میں ملکی خبروں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ملکی خبریں بہت کم شائع کی جاتی تھیں مقامی خبروں کو بھی کوئی درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ غیر ملکی خبروں پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ اور اس کو خبر سمجھا جاتا تھا۔ اور زیادہ توجہ محیر العقول خبروں پر دی جاتی تھی۔ اس زمانے کا ذوق بھی یہی تھا۔ ایک دو واقعے اس قسم کے پڑھ کر اس زمانے کی یاد تازہ کر لیجئے۔ ۱۰ر جنوری ۱۸۵۱ء کا اسعد الاخبار "خبرِ عجیب" لکھتا ہے۔

"اخبار مدراس میں لکھا ہے کہ مقام دلمبور علاقہ تچی میں ایک شخص نو کتخدا ہوا تھا شب زفاف میں جبکہ نوشہ عروس خلوتخانے میں داخل ہوئے بعد تھوڑی دیر کے اس مکان سے آواز شور و غوغا کی شروع ہوئی اس کے اقربانے گھبرا کر کوٹھری کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دولہن دیوانی ہو گئی ہے ہر چند لوگوں نے معالجہ کیا کچھ مفید نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک شخص عامل اور علم تسخیر کا عالم وہاں پر وارد ہوا۔ اور اس دلہن کے معالجے کے لئے بیٹھ کر کچھ پڑھنے لگا قضائے الٰہی تھوڑے عرصے کے بعد جو حال عروس کا تھا وہی حال عامل کا ہوا۔ اس مکان کے لوگ بہت حیران و پریشان ہوئے آخر کار ان لوگوں نے باہم مشورہ کر کے اس عامل کو آبادی کے باہر لیجا کر تالاب میں غسل کروایا تاکہ اثر رجعت عمل کا زائل ہووے۔ ایک گھڑی کے پیچھے اس تالاب میں سے سیاہ بیل عظیم الجثہ ہیبت ناک نکل کر گاؤں کی طرف چلا لوگ دوڑے کہ اگر یہ بیل گاؤں میں پہنچیگا تو بڑی خرابی کرے گا آخر بندوق کی گولی سے اس کو مارڈالا بعد اس کے مرنے کے وہ عامل بھی ہلاک ہوا۔"

دوسری "خبرِ عجیب" بھی ۲۲ر اپریل ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں درج ہوئی۔

"سیالکوٹ کی چھاؤنی میں نبی بخش نام ایک سوداگر کی دوکان پر ایک بکرا دراز ریش کہیں سے آیا ہے اس کے خصیوں میں بکری سے دو تھن لٹکتے ہیں اور دو سیر کے قریب روز دودھ دیتا ہے اور بکریوں کو بھی گابھن کرتا ہے۔ سوداگر مذکور کی دکان پر تماشائیوں کا ایک ہجوم رہتا ہے اور وہ ایک پیسہ آدمی دکھائی لیتا ہے۔"

اخبارات کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ انہوں نے اردو کی تحریر کو نکھارا۔ طرز نگارش کے موجد بنے عوام میں بیداری پیدا کی۔ سیاسی / ادبی شعور پیدا کیا۔ غرض یہ کہ اخبارات نے اردو کی ترقی کے لئے جو کچھ کیا ہے اس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اخبارات کے ابتدائی زمانے کے چند موضوعوں کو سامنے رکھ کر مختصر سے حالات اس دور کے تحریر کئے ہیں۔ تاکہ اخبارات کی اہمیت کو اور اس کی تاریخی حیثیت کو سمجھا جا سکے۔

نئے خزانے

مارچ ۶۵ء اخبارات و رسائل کا اشاریہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مرتبہ
ابو سلمان شاہ جہانپوری

عالم و مفکر اور ادیب و شاعر

آزاد، ابوالکلام (مولانا)

مصنف	عنوان	ماخذ
آزاد، ابوالکلام (مولانا)	شخصی مطلق العنانی اور اس کا نتیجہ	چٹان، ص ۱۱ + ۲۰، ۲۲ رمارچ
ابوسلمان الہندی (شاہجہانپوری)	آثار امام الہند — شورش کاشمیری کے نام مولانا آزاد کے چند خطوط	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۴، یکم مارچ
ابوسلمان شاہجہانپوری	ایک فرد ایک ادارہ ایک یاد ایک ماتم	" " ۹ تا ۱۰، ۸ رمارچ
"	مولانا آزاد کا ایک شعر - شعراء کی نظر میں	" " ۵، ۸ ر "
"	مولانا ابوالکلام آزاد کی منثور شاعری	" " ۱۷ تا ۱۸، ۲۲ ر "
رشید احمد جالندھری	ابوالکلام آزاد کا ایک عربی مکتوب — رشید رضا کے نام	مدینہ، ص ۳، ۱۷ رمارچ
ریاض الرحمٰن شروانی	مولانا آزاد اور ان کی بے نیازی و خودداری	چٹان، ۷ تا ۸، یکم مارچ
محمود واجد	مولانا آزاد نہاں خانے میں	" ، ص ۱۱ + ۲۰، ۸ رمارچ
مہر نقوی، خورشید	آزاد دہلوی (ابوالکلام آزاد)	تاج، ص ۱۰۳ تا ۱۰۵، "
عابد حسین، ڈاکٹر سید	مولانا آزاد کا ادبی مقام [1]	امروز، ص ۲، ۱۴ رمارچ
عبدالرحمٰن لدھیانوی	دعوت و تجارت کا موازنہ [2]	چٹان، " ۹ تا ۱۰ + ۲۰، یکم مارچ

---

[1] جامعہ دہلی سے ماخوذ۔

[2] مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریرات سے ترتیب دیا ہوا مضمون۔

مصنف	عنوان	حوالہ
عبدالماجد دریابادی، مولانا	مغفوریت مسلم[1]	صدق جدید، ص ۷، ۲۶ مارچ

اقبال علامہ

مصنف	عنوان	حوالہ
آزاد، جگن ناتھ	ہند و پاک کے ممتاز ترین شاعر اقبال	ہماری زبان، ص ۸، ۸ مارچ
اقبال، علامہ	منزل منزل[2]	جنگ، ص ۲۲، ۲۴ مارچ
عبداللہ، محمد	فطرت — ٹیگور اور اقبال کی نظر میں	سیارہ، ص ۵۱ تا ۵۸، فروری
عروج، عبدالرؤف	ایک ادبی تقریب — علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش...	انجام، ص ۷، ۵ مارچ
	یوم اقبال کی تقریبات (جنگ میں)	〃 〃 ۵، ۱۲ر 〃

حامد حسن قادری

مصنف	عنوان	حوالہ
حامد حسن قادری	شکرستان دلفریب	سہ ماہی اردو نامہ، ص ۵۰ تا ۶۰، جنوری تا مارچ
〃 〃	قطعات جواہر امثال	〃 〃 ۶۹ تا ۸۴، 〃 〃
〃 〃	حامد حسن قادری	〃 〃 ۹۲ تا ۹۴، 〃 〃
کشتہ، عبداللطیف خاں	〃 〃	〃 〃 ۷۰ تا ۷۳، 〃 〃
	خزانہ رباعیات مولانا ابوسعید ابوالخیر	〃 〃 ۷۶ تا ۷۷، 〃 〃

صلاح الدین، مولانا

مصنف	عنوان	حوالہ
آزاد، جگن ناتھ	صلاح الدین احمد	ادبی دنیا، ص ۱۶۱ تا ۱۷۰،
آغا بابر	مولانا — ایک جگمگاتی شخصیت	〃 〃 ۱۹۱ تا ۱۹۴،
ابن انشاء	ادبی دنیا کی کہانی	〃 〃 ۱۲۱ تا ۱۳۲،
اختر حسین رائے پوری	مولانا صلاح الدین احمد کی یادیں	〃 〃 ۱۸۱ تا ۱۸۴،
اعجاز حسین بٹالوی	مولانا	〃 〃 ۱۳۹ تا ۱۴۲،

---

[1] مولانا آزاد کے سلسلے میں شورش کاشمیری کے نام ایک خط کی وضاحت

[2] علامہ مرحوم کا ایک تاریخی خطبہ جو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد بتاریخ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۰ء میں دیا گیا۔

الطاف فاطمہ	چوب خشک	ادبی دنیا، ص	۱۴۳ تا ۱۴۸ء
انور قدوائی	ایک طرفہ تماشہ تھے — افضال احمد مینجر صابری ہوٹل سے ایک ملاقات	〃 〃 〃	۲۳۵ تا ۲۳۸ء
انتظار حسین	اردو ادب کا پیدل آدمی	〃 〃 〃	۵۹ تا ۶۰ء
بدر منیر، محمد	میں انتظار کر رہا ہوں	〃 〃 〃	۱۱۵ تا ۱۱۷ء
بشیر احمد، میاں (ایڈیٹر ہمایوں)	مولانا مرحوم کی یادیں	〃 〃 〃	۲۳۹ تا ۲۴۰ء
جہانگیر، رانا ایم	حیات مولانا کے چند پہلو	〃 〃 〃	۱۸۷ تا ۱۹۰ء
خورشید، عبدالسلام (ڈاکٹر)	مولانا صلاح الدین احمد	〃 〃 〃	۱۳۳ تا ۱۳۷ء
دادد رہبر، ڈاکٹر	ناکام دلیش کامیاب درویش	〃 〃 〃	۶۹ تا ۷۳ء
رحمان، اے ایس	اردو کا مجاہد درویش	〃 〃 〃	۱۹۹ تا ۲۰۰ء
ساقی، الیف ایم	مرصع کار ادیب	〃 〃 〃	۲۴۴ء
سعید بدر	عظمت کا روشن مینار	〃 〃 〃	۱۰۵ تا ۱۱۳ء
سلمیٰ سلیم	میرے درویش چچا	〃 〃 〃	۸۵ تا ۸۹ء
شاہد احمد دہلوی	مولانا بھی ہم سے بچھڑ گئے	〃 〃 〃	۵۳ تا ۵۸ء
شمیم احمد	پیکر خلوص	〃 〃 〃	۵ تا ۱۲ء
شمیم، منظر حسین	لاہور کا درخشندہ ستارہ	〃 〃 〃	۱۷۱ تا ۱۷۴ء
ضمیر جعفری، سید	عندلیباں را چہ پیش آید....	〃 〃 〃	۱۵۳ تا ۱۶۰ء
طاہر قریشی	چند یادیں — چند آنسو	〃 〃 〃	۱۷۵ تا ۱۷۹ء
عابد نظامی	پنجاب کا بابائے اردو	〃 〃 〃	۹۱ تا ۹۶ء
عبدالعزیز	میرے آقا	〃 〃 〃	۹۷ تا ۱۰۰ء
عبدالشکور، شیخ	میرا دوست — صلاح الدین احمد	〃 〃 〃	۳۹ تا ۴۵ء
عبداللہ، ڈاکٹر سید	شہید اردو، قتیل ادب ا صلاح الدین احمد	〃 〃 〃	۴۷ تا ۵۱ء
عثمان حیدر مرزا	پرانا ساتھ	〃 〃 〃	۶۱ تا ۶۲ء
عرش ملسیانی	اردو کا خادم	〃 〃 〃	۲۴۵ء
عشرت رحمانی	حدیث دلکش	〃 〃 〃	۱۸۳ تا ۱۸۶ء

علی عباس جلالپوری	صلاح الدین احمد	ادبی دنیا، ص ۶۳ تا ۶۸ ،
فضل قدیر، محمد	تفسیر انسانیت	" " " ۱۴۹ تا ۱۵۲ ،
فیاضی، مرغوب احمد	مولانا ـــ ایک آبجو	" " " ۲۰۱ تا ۲۱۴ ،
گوپال متل	مولانا صلاح الدین احمد ـــ چند یادیں	" " " " ۷۴ تا ۷۵ ،
ماہر القادری	اردو کا مجاہد و غازی	" " " " ۲۴۱ تا ۲۴۲ ،
محمد ایوب خاں، عبد الواحد		
محمد یاسین وٹو و دیگر حضرات	کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا	" " " " ۷ تا ۱۰ ،
محمد باقر، آغا	آہ! مولانا صلاح الدین احمد	" " " ۳۵ تا ۳۸ ،
محمد شریف، میاں	مولانا صلاح الدین احمد	" " " ۲۴۳ ،
منظر احمد	ہمدم دیرینہ	" " " ۱۵ تا ۳۰ ،
منظور طارق	مولانا سے ایک ملاقات کی یاد	" " " ۱۱۹ تا ۱۲۰ ،
مہر، غلام رسول (مولانا)	مولانا صلاح الدین احمد	" " " ۷۷ تا ۸۰ ،
نصرت قریشی	چند یادیں	" " " ۱۹۵ تا ۱۹۸ ،
وزیر آغا، ڈاکٹر	مولانا	" " " ۳۱ تا ۳۳ ،
ہما بیگم اخلاق حسین	ہمارے مولانا	" " " ۱۰۱ تا ۱۰۴ ،

غالب

آزاد، جگن ناتھ	غالب ایک عظیم نثر نگار کی حیثیت سے	ملاپ، ص ۸، ۵، ۳ر مارچ
رضیہ سجاد ظہیر	غالب	جنگ، ص ۵، ۵ر مارچ
شہابی، انتظام اللہ	مرزا تفتہ اور غالب	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۱۳ تا ۱۶، مارچ
عرشی، امتیاز علی	غالب کی نئی فارسی تحریریں	ماہ نو، ص ۲۵ تا ۳۰، ۱۳۱، مارچ
قدرت نقوی، سید	تماشا کہیں جسے (۲) [1]	" " ۵۴ تا ۵۵، ۱۲۱، "
نعمت اللہ خاں	غالب اور اس کے عقائد	چٹان، ص ۸، ۱۸، ۱۵ر مارچ

---

[1] "غالب کا خوردبینی مطالعہ" پر ایک نظر

نادم سیتاپوری	غالب اور سیاست [1]	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴ + ۶، ۲۲ مار
وحید قریشی، ڈاکٹر	تلامذہ غالب	ماہ نو، ص ۵۵ تا ۶۴، مارچ

اردو کے شعراء اور ادیب

اردو

احمد جمال پاشا	شوق بہرائچی	لاہور، ص ۱۶ تا ۱۸، ۸ مارچ
سخی احمد ہاشمی	نصیر الدین ہاشمی	سب رس، ص ۱۴ تا ۱۷، مارچ
سرور، آل احمد (پروفیسر)	مولانا احسن مارہروی	ہماری زبان، ص ۳، ۱۵ مارچ
شورش کاشمیری	شاعر رومان — اختر شیرانی	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۴ + ۲۰، مارچ
" "	احسان دانش - ایک فراموش شدہ ادبی عظمت	" " ۱۲ تا ۱۴ + ۲۲، ۸ مار
شہابی، انتظام اللہ	خان بہادر اعتبار حسین مضطر خیرآبادی	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۲۴، مارچ
شیدائی، پروفیسر اسدالحق	نذر الاسلام	ساقی، ص ۲۵ تا ۳۵، مارچ
ظفر معین نیازی	سلطان الشعراء خواجہ امیر خسروؒ	انجام، ص ۵، ۲۹ مارچ
عبد الباری	قطب شاہی دور کے مشہور شاعر	ملاپ، ص ۸، ۳ مارچ
عبد الماجد دریابادی، مولانا	شبلی داستان، مصنف، مصنف گر [2]	معارف، ص ۱۸۶ تا ۲۰۲، مارچ
" "	" " " "	صدق جدید، ص ۱ تا ۲، ۱۹ مار
فضل المتین، سید	داغ کے شاگرد شرف گلشن آبادی	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴ + ۹، یکم ا
محبوب نارائن، رائے	منشی دوارکا پرشاد افق	سب رس، ص ۱۲ تا ۲۵، مارچ
محمد حسن قرشی، حکیم	خواجہ الطاف حسین حالی	نوائے وقت، ص ۳ + ۴، ۱۶ ما
نصیر الدین ہاشمی	محب نسواں بسمل	خاتون دکن، ص ۹ تا ۱۰، فروری
ویریندر پرشاد سکسینہ	بنگال کے چند ہندو شعراء	لاہور، ص ۱۲، ۸ مارچ
" "	ڈاکٹر منوہر سہائے انور	قومی زبان، ص ۱۳ تا ۱۴، ۱ مارچ

پنجابی

امداد نظامی	فرید	انجام، ص ۱ + ۸، ۱۳ مارچ

---

[1] لکھنؤ کے ایک ادبی اجتماع "شام غالب" میں پڑھا گیا۔ [2] جشن جبلی شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں پڑھا گیا۔

ار راہی	خواجہ غلام فرید — پنجاب کا صوفی منش شاعر	مشرق، ص ۱، ۱۴ر مارچ
ن رضوانی	خواجہ غلام فرید اور ان کا خاندان	جنگ، ص ۱۱، ۱۳ر مارچ
نا ہمدانی	رحمان بابا — عوامی شاعر…	امروز، ص ۲، ۲۸ر مارچ
جونتی راما کرشنا، ڈاکٹر	پنجابی کا پہلا عظیم شاعر — شاہ حسین	" " ۴، ۲۸ر مارچ

عربی

ہر، احسان الٰہی	حطیہ — عرب کا سب سے بڑا ہجو گو شاعر	کوہستان، ص ۲، ۱۴ر مارچ
ستاق احمد، حافظ	حسان بن ثابت — شاعر اسلام	چٹان، ص ۱۵، ۸ر مارچ
یر، امین اللہ (پروفیسر)	احمد شوقی — دنیائے عرب کا اقبال	" " ۱۲ تا ۱۸، ۲۵ر مارچ

انگریزی، ترکی، فرانسیسی وغیرہ

ویا عثمانوف	مرزا ترسون زادے (ایک عظیم سوویت شاعر)	خاتون دکن، ص ۱۴ تا ۲۱، فروری مارچ
ہزاد منظر	آلڈس ہکسلے	سہ ماہی خرام، ص ۱۵ تا ۱۹،
بدالطیف اعظمی	خالدہ ادیب خانم	جامعہ، ص ۱۴۴ تا ۱۵۵، مارچ
رۃ العین حیدر	ایک شاعر ایک عہد — ٹی ایس ایلیٹ	انجام، ص ۲، ۸ر مارچ
ر اقبال	لاکروزے (ایک فرانسیسی عالم)	ہماری زبان، ص ۴ تا ۶، ۷، ۱۵ر مارچ

سیاست داں

یس الرحمٰن	مرزا ممتاز حسن قزلباش	جنگ، ص ۵، ۵ر مارچ
لی جان، سردار	سردار عبدالرب نشتر	انجام، ص ۵، ۲۴ر مارچ
بدالصمد دانی، خواجہ	چودھری غلام عباس	نوائے وقت مجلہ، ۲۴ر مارچ
" "	" " " " (۲)	" ص ۳، ۲۸ر مارچ
" "	" " " (آخری قسط)	" " ۳، ۲۹ر "
	حسن شاہ سہروردی	امروز، ص ۳، ۵ر مارچ
	راج گوپال اچاریہ	انجام، ص ۲، ۲ر مارچ

———	صدارتی کابینہ کے نئے وزیر — غلام فاروق	حریت، ص ۳+۸، ۳۱ر مارچ
———	" " " " — الطاف حسین	" " ۳+۸، ۳۱ر "
———	" " " " — ایس اے ظفر	" " ۳+۸، ۳۱ر "
———	" " " " — قاضی انوار الحق	" " ۳، ۳۱ر "
———	نئی صدارتی کابینہ کے ارکان	امروز، ص ۳، ۲۶ر مارچ
———	سید محمد ظفر — قاضی انوار الحق (بسلسلۂ صدارتی کابینہ کے ارکان)	امروز، ص ۳، ۳۰ر مارچ
———	نئی صدارتی کابینہ کے ارکان	" " ۳، ۳۰ر "
———	خواجہ شہاب الدین	جنگ، ص ۵، ۲۷ر "
———	حضرت پیر ظفر حسین شاہ مرحوم[1]	کوہستان، ص ۸، ۱۴ر "
———	پیر ظفر حسین شاہ مرحوم — جنگ آزادی کا ایک رہنما	نوائے وقت، ص ۴، ۲۲ر "
———	پاکستان کا شیدائی (نواب محمد خاں جگے زئی)	" " ۲، ۲۳ر "
———	بڑے آدمی (مسٹر چرچل) کی بیوی نمبر ۱	حریت، ص ۷، یکم مارچ
———	بڑے آدمی کی بیوی (آخری قسط)	" " ۷، ۸ر "
———	مارشل چن ای (وزیر خارجہ جمہوریہ چین)	جنگ، ص ۵، ۲۹ر "
———	صدر جمال عبد الناصر	امروز، ص ۳، ۱۸ر "
———	لفٹننٹ جنرل احمد دانی	" " ۳، ۲۴ر "

صحافی

احمد حمید	احمد اسحاق مرحوم — ایک صحافی	حریت، ص ۳، ۷ر مارچ
حمیرا جبیں اسحاق	بیادِ احمد اسحاق	جنگ، ص ۳، ۷ر "
سلیری، زیڈ۔ اے	پاکستانی اقدار کا محافظ (حمید نظامی)	" " ۳، ۳ر "
ضمیر جعفری	اسلامیہ کالج کا حمید نظامی	نوائے وقت، ص ۳، یکم "

[1] مرحوم نے آزادی کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مشاہیر اسلام

شہابی، انتظام اللہ	مسلم فلاسفہ	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۷ تا ۱۵، مارچ
عبدالحلیم چشتی، مولانا	علامہ جلال الدین سیوطی (۲)	معارف، ص ۲۰۳ تا ۲۲۴، مارچ
ممتاز علی	حضرت امام شافعی	مشرق، ص ۶، ۴ر مارچ
————	ابن مقطق — عالم اسلام کا ایک عظیم عالم	امروز، ص ۴، ۱۲ر مارچ

صحافت

الطاف حسن قریشی	اردو ڈائجسٹ کی خدمات اور مجلاتی صحافت کے مسائل	کوہستان، ص ۶، ۴ر مارچ
آرج، حبیب اللہ	صحافت میں اجتہاد — اور حمید نظامی	نوائے وقت، ص ۳، یکم "
خورشید، عبدالسلام (ڈاکٹر)	مجلاتی صحافت میں اردو ڈائجسٹ کا مقام	کوہستان، ص ۳، ۵ر مارچ
کوثر، اصغر علی	بھارتی اخبارات کی جانبداری اور تنگ نظری —	
	صحافت کے آداب اور تقاضے	کوہستان، ص ۳، ۱۱ر مارچ
مصطفیٰ، ایم ٹی ایم	صحافت اور پاکستان کا نظریۂ حیات	نوائے وقت، ص ۸، ۳ر مارچ
————	پاکستان میں آزاد صحافت . . . . .[1]	" " ۳، ۵ر "
————	الاہرام — دنیائے عرب کا سب سے بڑا اخبار	" " ۳، ۲۸ر "

طب وصحت

عبدالرحمٰن خاں، علامہ	عرب اور عجم کے حکماء کے علمی تحقیقات	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۵ تا ۸، مارچ
————	قلب کے علاج میں جدید تکنیک کے عجائب	ہمدرد صحت، ص ۵۹ تا ۶۸، مارچ
————	ایران میں طب	" " ۶۹ تا ۷۵، "
————	کیا عمل جراحی کی ابتدا مصر میں ہوئی ؟	مشرق، ص ۵، ۴ر مارچ

---

[1] پاکستانی اخبارات وصحافت پر برطانوی جریدہ " اکانومسٹ " کا تبصرہ۔

فنون لطیفہ

اکرام شیخ	جس نے پتھر کے رگ و پے میں لہو دوڑا دیا — آگسٹ روڈین	امروز، ص ۳، ۲۱ مارچ
انعام اللہ، سید	بوریا کی لوک موسیقی	جنگ، ص ۱۱، ۲۰ مارچ
صلاح الدین غازی	رابعہ زبیری کے فن پاروں کی نمائش	حریت، ص ۳، ۲۱ ″ ″
محمد علی خاں	ہمارے معدوم فنون	کوہستان، ص ۲، ۲۳ ″

قانون

حامد میاں، مولانا	اسلامی قوانین اور معاشرہ	کوہستان، ص ۳، ۱۸ مارچ
″ ″ ″	″ ″ ″ ″	چٹان، ص ۷ + ۱۸، ۲۹ ″
عنایت اللہ	سزائے موت ختم ہونی چاہیئے	مشرق، ص ۵، مارچ

کتابیات

ابو سلمان شاہجہانپوری	نئے خزانے (اردو اخبارات و رسائل کے مضامین کا فن وار اشاریہ)	قومی زبان، ص ۳۶ تا ۱۰۳، مارچ اپریل
افسر امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ (مخطوطات انجمن کی وضاحتی فہرست)	″ ″ ۵۰۳ تا ۵۴۴، ″ ″
حامد حسن قادری	فہرست تصانیف	سہ ماہی اردو نامہ، ص ۴۴ تا ۹۴، جنوری تا مارچ
	تصانیف حضرت مخدوم خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ	شہباز، ص ۱۶ تا ۲۵،
	کتاب	امروز، ص ۳، ۲۹ مارچ

کتب خانے

ابرار آفند	لائبریری کتب کی خرید پر پابندی	نوائے وقت، ص ۵، ۱۱ مارچ
اکبر ملک	اسکول لائبریریاں	مشرق، ص ۵، ۷ مارچ
انیس خورشید	کتب خانوں کی اہمیت	سہ ماہی سیپ، ص ۲۲۸ تا ۲۳۰،

مصنف	عنوان	ماخذ
بشیر بریلوی	انڈیا آفس لائبریری	نوائے وقت، ص ، ۷ر مارچ
حنیف شاہد، ایم	کتب خانہ اسکندریہ	کوہستان، ص ۳، ۲۸ر مارچ
عبدالوہاب	اسلام اور کتب خانے	〃 ۶ ۱۲+۱، ۲۸ر مارچ
مدبر رضوی	تعلیم اور کتب خانے	سیپ، ص ۱۴۳ تا ۱۴۵،
ناصرہ شیخ	ہمارے کتب خانے	امروز، ص ۲ + ۴، ۲۳ر مارچ
	قوموں کی بلند کرداری میں کتابوں کا حصہ	
	لائبریریوں کے لئے کتب خریدنے کی پالیسی	کوہستان، ص ۳، ۱۳ر مارچ
	لندن کی لائبریری	حریت، ص ۳، ۲۵ر 〃

لسانیات اور لغت

مصنف	عنوان	ماخذ
آزاد نصیر الدین شماتوف	سترھویں صدی کے مخلوط الحرف دکنی الفاظ	سب رس، ص ۳ تا ۱۳، مارچ
افتخار حسین	آئینہ ادب (منتخب تنقیدی و تحقیقی مقالات کا اشاریہ)	اردو نامہ، ص ۱۰۲ تا ۱۰۸، جنوری تا مارچ
برلاس، علی ظہیر (مرزا)	برلاس یا بارلاس	〃 〃 ص ۹۶ تا ۱۰۱، 〃 〃
حامد حسن قادری	لفظ منتشر کی تحقیق	〃 〃 ۹۰ تا ۹۵، 〃 〃
سہیل بخاری	اردو میں دخیل الفاظ	قومی زبان، ص ۴۷ تا ۵۳، مارچ اپریل
〃 〃	تلفظ اور اشتقاق	سیپ، ص ۲۸۸ تا ۲۹۵،
کسریٰ منہاس	ہمزہ کے عدد	تہذیب الاخلاق، ص ۹ تا ۱۴، مارچ
وارث سرہندی	بعض الفاظ کا املا	سیارہ، ص ۸۹ تا ۹۴، مارچ
ادارہ	اردو لغت — مجمل ایڈیشن قسط نمبر ۱۳	اردو نامہ، ص ۲۳۵ تا ۲۵۸، جنوری تا مارچ

مذہبیات

حدیث و سیرت

مصنف	عنوان	ماخذ
ابوالاعلیٰ مودودی	درایتِ حدیث	ترجمان القرآن، ص ۵ تا ۲۷، مارچ
حسن علی بی اے، ملک	سیرت رحمۃ للعالمین — مسلسل	چٹان، ص ۵ تا ۱۷، یکم مارچ

حسن علی بی اے، ملک	سیرت رحمۃ اللعالمین ـ (مسلسل)	چٹان، ص ۱۵ تا ۱۶ + ۲۱، ۱۵ر مارچ
" " "	" " "	" ص ۹ تا ۱۰ + ۲۰، ۲۹ر "
محمد ادریس انصاری	منصب انبیاء	الرحیم، ۵۰۰ تا ۵۲۲، مارچ
محمد جعفر پھلواری	شیعہ سنی فرقوں کی متفق علیہ روایات	ثقافت، ص ۳۳ تا ۴۸، مارچ
محمد طاہر	حدیث کی اہمیت	چٹان، ص ۹ تا ۱۰، ۱۵ر مارچ
محمد یوسف اصلاحی	رسالت	زندگی، ص ۳۰ تا ۳۴، مارچ

فقہ

امجد العلی	حبہ علی الاولاد	فکر و نظر، ص ۵۵۳ تا ۵۶۵، مارچ
امینی، محمد تقی	احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	برہان، ص ۱۵۳ تا ۱۶۸، مارچ
حسین احمد مدنی، مولانا سید	اسلام کا نظام عدل	زندگی، ص ۱۴ تا ۲۲، مارچ
رفیع اللہ، پروفیسر	غنا و سماع کے احکام	فکر و نظر، ص ۵۲۲ تا ۵۴۵، مارچ
رئیس احمد جعفری	تشکیل فقہ جدید	ثقافت، ص ۳ تا ۱۶، مارچ
کمال فاروقی	عائلی قوانین ـ تجدد پسند اور قدامت پسند طبقے	فکر و نظر، ص ۵۳۸ تا ۵۵۲، مارچ
	تحدید نسل ـ اور اسلام	المنبر، ص ۷ تا ۸، ۱۲ر مارچ

فلسفہ وکلام

سلطان مبین	آخرت اور اس کے حریف عقائد (۳)	زندگی، ص ۴۴ تا ۴۸، مارچ
محمد حنیف ندوی	علم الکلام کے چند مشہور اور متداول مدارس فکر (۲)	ثقافت، ص ۷ تا ۳۲، مارچ
" "	فلسفہ اور ملت	امروز، ص ۳، ۱۲ر مارچ
" "	" "	" " ۲، ۲۸ر "
محمد معروف	مسئلہ جبر و قدر اور قرآن	ثقافت، ص ۴۶ تا ۵۱، مارچ
نیاز فتح پوری	مسئلہ تقدیر	جنگ، ص ۳، ۱۷ر مارچ

قرانیات

ابوالاعلیٰ مودودی	الشوریٰ (۳)	ترجمان القرآن، ص ۷ تا ۵۳، مارچ

ابوالاعلیٰ مودودی	قرآن کی معاشی تعلیمات (۳)	ترجمان القرآن، ص ۲۳ تا ۴۸، مارچ
ابوسلمان شاہجہانپوری	قرآن مجید کے قدیم فارسی تراجم	الرحیم، ص ۳۳ تا ۴۳، مارچ
خالد بزمی، پروفیسر	فن تفسیر کی ابتداء اور ارتقاء	تہذیب الاخلاق، ص ۳۰ تا ۳۴، مارچ
عبدالماجد	سورہ والتین (۲)	صدق جدید، ص ۵ تا ۶، ۱۲ ر ۰
منظور حسین خاں نعمانی	التفکر فی القرآن	الجامعہ، ص ۹ تا ۱۱، فروری مارچ

مسائل ومباحث

اشرف، عبدالرحیم (حکیم مولانا)	تبلیغ واشاعت میں فرقہ دارانہ مسائل کو اسلام پر ترجیح دینے کے نتائج [1]	المنبر، ص ۱۵ تا ۱۶، ۲۲ ر مارچ و ۲ ر اپریل
امن، منور علی بیگ	تصاویر — فوٹو کی شرعی حیثیت	فاران، ص ۱۳ تا ۲۶، مارچ
امین احسن اصلاحی، مولانا	اسلام کی موثر خدمت کا واحد ذریعہ	المنبر، ص ۵ تا ۶، ۵ ر مارچ
〃 〃 〃	دوسرے ادیان کے مقابلے میں تبلیغ دین کی کوشش [2]	〃 〃 ۹ تا ۱۰ + ۱۷، ۲۹ ر مارچ و ۲ ر اپریل
ضیاء الحسن فاروقی	فرض کفایہ — (جہاد یا تعلیم) [3]	جامعہ، ص ۱۱۷ تا ۱۲۶، مارچ
محمد جعفر پھلواری، مولانا	جنگ میں اخلاقی اقدار کا تحفظ [4]	لاہور، ص ۸ تا ۹، ۸ ر مارچ
محمد شفیع، مفتی مولانا	امت ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے [5]	المنبر، ص ۵ تا ۸ + ۲۷، ۲۹ ر مارچ و ۲ ر اپریل
کوثر نیازی، مولانا	جدید مسائل کا متفقہ حل تلاش کرنے کے لئے علماء کا ایک انٹرویو [6].....	المنبر، ص ۱۲ تا ۱۳ + ۲۱، ۲۲ ر مارچ و ۲ ر اپریل
تمنا عمادی	ایلاء النبی	طلوع اسلام، ص ۱۴ تا ۱۵، مارچ

---

[1] جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور کے سالانہ اجلاس میں ایک تقریر۔
[2] جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور کے سالانہ اجلاس میں ایک تقریر۔
[3] قرآن کی ایک آیت کے مطالب مترجمین ومفسرین قرآن کی نظر میں۔
[4] منقول از ثقافت لاہور
[5] جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور کے سالانہ اجلاس میں ایک تقریر
[6] جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور کے سالانہ اجلاس میں ایک تقریر۔

مصنف	عنوان	ماخذ
جلال الدین عمری	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	زندگی، ص ۲۶ تا ۳۴، مارچ
حامد کوثر	اسلام اور گداگری	
محمد عمر، صاحبزادہ حافظ	حقیقت تصوف	تاج، ص ۹۷ تا ۱۰۲، مارچ
قیصر، محمود حسن، سید	اسلامی علوم کے ہندی مصادر	برہان، ص ۱۳۴ تا ۱۵۲، مارچ
محمد سرور	مولانا مودودی کے اجتہادات	فکر ونظر، ص ۵۸۴ تا ۵۹۶، مارچ
مریم جمیلہ	اسلام اور فنون لطیفہ	سیارہ، ص ۶۶ تا ۷۱، مارچ
معین الدین احمد ندوی، شاہ	اسلام میں دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب کی حیثیت	معارف، ص ۱۶۵ تا ۱۸۵، مارچ
نثار احمد	اسلام کا مفہوم از روئے لغت	ترجمان القرآن، ص ۴۹ تا ۶۴، مارچ
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	کیا ترقی یافتہ انسان کو مذہب کی ضرورت ہے؟	الجامعہ، ص ۱۳ تا ۱۷، فروری مارچ
	حضرت مسیح کی مصلوبیت اور یہود کا دعویٰ بریت	المنبر، ص ۱۳ + ۱۵، ۵ مارچ

نفسیات

مصنف	عنوان	ماخذ
	تصور، عقل سلیم، جرأت	گگن، ص ۳۳ تا ۳۸، فروری مارچ
گلزار احمد، صوفی	مسرت اور کامیابی کا راز	امروز، ص ۳، ۲۱ مارچ
	نفس اور جسم ــ مشین اور توانائی	جنگ، ص ۵، ۸ مارچ

وفیات

مصنف	عنوان	ماخذ
معین الدین احمد ندوی، شاہ	زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی[1]	معارف، ص ۱۶۴، مارچ
	حسن شاہد سہروردی انتقال کر گئے	جنگ، ص ۸، ۵ مارچ
	شاہ فاروق	امروز، ص ۳، ۲۰ مارچ

---

[1] معارف کا آخری شذرہ ــ صدیقی مرحوم نے فروری میں انتقال فرمایا۔

مطبوعات جدیدہ (نئی کتابوں پر تبصرے)

نام کتاب	نام مصنف و مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ و تاریخ وغیرہ
روان (قرآن کے مطالب نظم میں)	سید شمیم اختر	ر۔ا۔ج	ثقافت، ص ۶۸، مارچ
روان	سید شمیم اختر جاوید	م۔خ	انجام، ص ۴، یکم مارچ
روان (دوسرا حصہ) [1]	مترجم: سید شمیم اختر ایم اے	—	حریت، ص ۵، ۷ار مارچ
بیتی (حصہ اول)	ظفر حسن ایبک	—	״ ״ ״ ۱۷ار ״
بیتی (حصہ اول)	مظفر حسن ایبک	م۔خ	انجام، ص ۴، یکم مارچ
رہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ دہلی تاریخ اور کام	—	ا۔ص	سب رس، ص ۳۷، مارچ
ب اور تنقید	ڈاکٹر سید علی شاہ	ڈاکٹر شوکت سبزواری	سیپ، ص ۲۴۹،
دو ادب کی ترقی میں بھوپال حصہ	سید سلیم حامد رضوی	ایم عرفان	شعلہ حیات، ص ۱۰، او ۱۵ر مارچ
دو ڈائجسٹ (سالنامہ ۶۵ء)	—	—	نوائے وقت، ص ۳، ۱۰ر مارچ
دو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات	آفتاب حسن	م۔خ	انجام، ص ۴، یکم مارچ
دو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ	ع۔م	آج کل، ص ۴۴، مارچ
لام افریقہ میں (انگریزی)	پروفیسر محمود بریلوی	ش۔ن عثمانی	زندگی، ص ۵۹ تا ۶۲، مارچ
لام افریقہ میں	״ ״ ״	شین عین	جنگ، ص ۷، ۱۲ر مارچ
گفتہ بیانی	رشید احمد صدیقی	جلیل احمد خاں	مدینہ، ص ۴، ۱۳ر مارچ
ول تفسیر	ابن تیمیہ۔ مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی	مولانا عبدالماجد	صدق جدید، ص ۸، ۱۹ر مارچ

[1] قرآن کے دوسرے پارے کا منظوم ترجمہ

نام کتاب	نام مصنف یا مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ و تاریخ وغیرہ
حقائق اینڈ ریفلیکس آف اقبال			طلوع اسلام، ص ۶۷، مارچ
جھنگ (مجموعہ کلام)	نور بجنوری		نوائے وقت، ص ۳، ۱۰ مارچ
جوناگڑھ	محمد اسمٰعیل اے بیگ	الف - ز	حریت، ص ۸، ۲۴ مارچ
چہرے	شورش کاشمیری	—	〃 〃 ۶، ۱۵ ار 〃
سالنامہ حریم لکھنؤ	—	—	صبح امید، ص ۲۹، مارچ
حیات اقبال کا ایک جذباتی دور	پروفیسر محمد عثمان	—	نوائے وقت، ص ۳، ۱۰ مارچ
حیات امام حسن	پیام شاہجہانپوری	ماہر القادری	فاران، ص ۴۸ تا ۵۰، مارچ
حیات امداد (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)	محمد انوار الحسن، پروفیسر	—	مشرق، ص ۶، ۱۱ مارچ
ماہنامہ خاتون پاکستان کا قرآن نمبر	مرتبہ شفیق بریلوی —	—	لاہور، ص ۴ تا ۱۵، ۲۲ مارچ
خاتون پاکستان - قرآن مجید نمبر	مرتب شفیق بریلوی —	الف - ز	حریت، ص ۸، ۲۴ مارچ
خاتون دکن سالنامہ	—	ص - ا - ر	صبح امید، ص ۲۹، مارچ
خدائے سخن - میر تقی میر	ادریس صدیقی	ماہر القادری	فاران، ص ۵۱ تا ۵۳، مارچ
دعوت اسلام	پروفیسر سرٹامس آرنلڈ مترجم عنایت اللہ	—	طلوع اسلام، ص ۳۶ تا ۴۷، مارچ
دی بینی فیکٹر (انگریزی)	فقیر سید وحید الدین	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۲۵ مارچ
ذکر اردو	ناصر احمد پروازی		لاہور، ص ۱۵، ۲۲ مارچ
ذوق (سوانح اور انتقاد)	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	ع - م	آجکل، ص ۴۶، مارچ
روح اسلام — اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر عمر خاں	—	طلوع اسلام، ص ۶۸، مارچ
روح قرآن	عبداللہ یسین حسینی	—	حریت، ص ۵، ۱۷ مارچ
زبان کا مطالعہ	خلیل صدیقی	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۷ مارچ
〃 〃 〃	〃 〃	شین - عین	جنگ، ص ۷، ۱۲ مارچ

نام کتاب	نام مصنف و مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ تاریخ وغیرہ
سے افق تک	آغا اشرف	وقار عظیم، سید	چٹان، ص ۱۸، ۸ر مارچ
. فی مخلوقات اللہ	امام غزالی۔ مترجم محمد علی لطفی	س	برہان، ص ۱۹۱ تا ۱۹۲، مارچ
ائل القشیریہ	ابی القاسم عبدالکریم بن		
	ہوازن القشیری		
	مترجم عبدالرحمٰن طاہر سورتی	ماہر القادری	کتاب، ص ۷۴ تا ۸۴، مارچ
ئل القشیریہ (ترجمہ اردو)	امام ابوالقاسم عبدالکریم		طلوع اسلام، ص ۱۷ تا ۳۷، مارچ
خسروؒ اور ہندوستان	ڈاکٹر تاراچند	ع ۔ م	آج کل، ص ۴۵، ۱۵ر مارچ
فطرت (تفسیر سورۂ فاتحہ			
نظم میں)	دانش فرازی		طلوع اسلام، ص ۶۹، مارچ
کی دنیا (نظموں کا مجموعہ)	پروفیسر تلوک چند محروم	گ ۔ ا ۔ ن	آجکل، ص ۴۴، مارچ
۔ اینڈ انشورنس (سالنامہ ۶۳ء)	احمد بخش	الف ۔ ز	حریت، ص ۸، ۲۴ر مارچ
معاشیات	فیڈرک بنہم		
	مترجم عظمت اللہ خاں ایم اے	ـــــ	حریت، ص ۵، ۱۷ر مارچ
نانی کلچر	جمیل جالبی	عبدالسلام	سیپ، ص ۵۰۳ تا ۵۰۳،
"	" "	ر ۔ ل ۔ ج	ثقافت، ص ۶۶ تا ۶۸، مارچ
دریا (پنجابی ماہنامہ)	ایڈیٹر۔ محمد افضل خاں	ـــ	چٹان، ص ۱۶، ۲۲ر مارچ
بر (انگریزی)	زین العابدین راہ نما	ـــ	طلوع اسلام، ص ۷۰، مارچ
یخ مذاہب	رشید احمد	شین عین۔	جنگ، ص ۵، ۵ر مارچ
یخ مذہب	" "	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۷ر مارچ
ق سید سادات	محمود احمد عباسی	ـــ	طلوع اسلام، ص ۷۵، مارچ
ات اسلامی	صاحبزادہ محمد عابد حسن	ـــ	حریت، ص ۶، ۵ر مارچ
ی نفسیات	صوفی گلزار احمد	ـــ	امروز، ص ۳، ۲۸ر مارچ
۔۔ تجزیہ	ابو محمد سحر	ماہر القادری	فاران، ص ۵۳ تا ۵۴، مارچ

نام کتاب	نام مصنف یا مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ و تاریخ وغیرہ
زبان کا مطالعہ	خلیل صدیقی	—	امروز، ص ۳، ۲۸ر مارچ
زخم تمنا (مجموعہ کلام)	مظہر امام	س	برہان، ص ۱۹۰، مارچ
سب رس	ملا وجہی	شین - ہین	جنگ، ص ۵، ۵ر مارچ
سب رس ہاشمی نمبر	—	ع - ح	صبح امید، ص ۳۰، مارچ
سب رنگ (مجموعہ مضامین و کلام)	مختلف شعراء اور ادیب	نعیم آروی	سیپ، ص ۵۶، ۳،
سرو چراغاں - مجموعہ کلام	جویا آنولوی	ع - م	آجکل، ص ۴۷، مارچ
سیپ کراچی، سہ ماہی	—	—	حریت، ص ۸، ۱۷ر مارچ
سیرۃ الرسول	ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، مترجم مولانا محمد وارث کامل مرحوم	—	نوائے وقت، ص ۳، ۱۰ر مارچ
شانہ (مجموعہ کلام)	شفیق جونپوری	ع - م	آجکل، ص ۴۶، مارچ
شعلہ سنگ	کوثر چاندپوری	ع - م	″ ″ ۴۷، ″
طب یونانی کی سرگزشت	حکیم نیر واسطی	ماہر القادری	فاران، ص ۵۱، مارچ
عرب دنیا	مولانا محی الدین الوائی	مولانا عبدالماجد دریابادی	صدق جدید، ص ۷، ۵ر مارچ
علی و کعبہ	آغا مہدی لکھنوی	الف - ز	حریت، ص ۸، ۲۴ر مارچ
فارقلیط	عبدالعزیز خالد	حسن مثنیٰ ندوی	سیپ، ص ۵۵، ۳،
″ ″ (مجموعہ کلام)	″ ″	س (سعید احمد اکبر آبادی)	برہان، ص ۱۸۹، مارچ
فخر کونین	محشر رسول نگری	—	لاہور، ص ۵، ۲۹ر مارچ
قائم چاندپوری (انتخاب اشعار)	مرتب عابد رضا بیدار	س	برہان، ص ۱۹، مارچ
قران و حدیث	مولانا قاری محمد طیب	ماہر القادری	فاران، ص ۵۰، مارچ
قومی کتابیات شعبۂ اردو ۱۹۶۲ء	—	مولوی غلام رسول	سب رس، ص ۳۸، مارچ
کامل اکمل حقانی	سید عزیز اللہ حقانی	—	حریت، ص ۶، ۵ر مارچ
″ ″ ″	″ ″ ″		″ ″ ۵، ۱۷ر ″
کبیر اور انسانیت	پنڈت سندر لال	ع - م	آجکل، ص ۴۵، مارچ

نام کتاب	نام مصنف یا مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ و تاریخ وغیرہ
ب (لکھنؤ) علی عباس حسینی نمبر	—	نعیم آروی	سیپ، ص ۲۵۶،
ں (افسانے)	عصمت چغتائی	ارخم	کوہستان، ص ۶، مارچ
تے انسان	سراج بٹ		حریت، ص ۵، ۷ ارمارچ
وسنگ (مجموعہ کلام)	خضر برنی	گ۔ ۱۰۔ ن	آجکل، ص ۴۴ تا ۴۵، مارچ
منٹ کالج (لاہور) کی سو سالہ تاریخ گیرٹ، ایچ ایل او،	پروفیسر عبدالمجید	انتظار حسین	مشرق، ص ۸، ۷ رمارچ
(ترجمہ ہندوستانی نظم میں)	ست پرکاش مہتاب	ع۔م	آجکل، ص ۴۷، مارچ
ت آف امیر خسرو (انگریزی)	پروفیسر ایم حبیب	ع۔م	" " ۴۵ تا ۴۶، مارچ
ت افق (تذکرہ و کلام)	منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی	ع۔م	" " ۴۶، مارچ
رندیا گہری (مجموعہ اشعار)	زبیر رضوی	قیصر مظہر حسین	دور حیات، ص ۷، یکم مارچ
" " " "	" "	ع۔م	آجکل، ص ۴۶، مارچ
ع ادب	اظہر زیدی	—	امروز، ص ۳، ۲۸ رمارچ
ی سیف الملوک	مولوی لطف علی مترجم محمد بشیر احمد	شین عین	جنگ، ص ۷، ۱۲ رمارچ
یہ پاکٹ بک	محمد عبداللہ امرتسری، مولانا	عبدالماجد، مولانا	صدق جدید، ص ۶، ۵ رمارچ
امین فلک پیما	میاں عبدالعزیز	ر۔ل۔ج	ثقافت، ص ۶۵ تا ۶۶، مارچ
ب غم (مجموعہ کلام ہندی ایڈیشن)	یحییٰ بھائی جبل والا		گگن، ص ۷۰ تا ۷۱، فروری مارچ
ہ (مجموعہ کلام)	قتیل شفائی	شین۔عین	جنگ، ص ۵، ۵ رمارچ
ب کے عظیم فلسفی	عبدالرؤف ملک	" "	" " ۷، ۱۲ ر "
" "	" "	—	ادب لطیف، ص ۸۰، مارچ
ش شہاب (مجموعہ کلام)	شہاب دہلوی	ماہر القادری	فاران، ص ۵۴ تا ۶۰، مارچ
سرمد (رباعیات سرمد کا ترجمہ)	پنڈت بال مکند عرش ملسیانی	گ۔ ۱۰۔ ن	آجکل، ص ۴۴، مارچ

نام کتاب	نام مصنف یا مترجم	نام تبصرہ نگار	حوالہ رسالہ و تاریخ وغیرہ
نگار پاکستان کا تذکرہ نمبر	—	نسیم درانی	سیپ، ص ۳۵۵
نیرنگ معانی (نظموں کا مجموعہ)	تلوک چند محروم	ع۔م	آجکل، ص ۴۵، مارچ
وادیٔ گل (مجموعہ کلام)	رفعت سروش	—	گلگن، ص ۱۷، فروری مارچ
ہندو شعراء کا نعتیہ کلام	مرتب فانی مرادآبادی	ا رخم	کوہستان، ص ۶، ۲۸ مارچ
" " "	" "	س	برہان، ص ۱۹۰، مارچ
ہم نفسان رفتہ	رشید احمد صدیقی	—	امروز، ص ۳، ۲۸ مارچ

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۷ شمارہ ۴

اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

اُردو کی فریاد سید علمدار رضوی نے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور گورنر ملک امیر محمد خاں سے اپیل کی ہے کہ وہ انسٹی ٹیوٹ آف بینکرز کے معاملات پر توجہ فرمائیں سید علمدار رضوی نے اس سال انسٹیٹوٹ کے انتخابات میں اپنے جوابات اردو میں لکھے تھے ادارہ بنکاران پاکستان کے سکریٹری نے انہیں نتیجے کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے چونکہ جوابات اردو میں تھے۔ اس لئے کچھ عرصے سے عمال حکومت بھی اس بات کا اعتراف کرنے لگے تھے کہ ہمیں آہستہ آہستہ اردو اختیار کرنی چاہیے۔ مگر قول و عمل کے اس تضاد میں جو ذہنیت کارفرما ہے اس پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے یہ قومی زبان کی اہانت اور تذلیل ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان با صلاحیت افراد کی حوصلہ شکنی بھی ہے جو اپنے مافی الضمیر کو اردو میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں ہمیں امید ہے کہ ارباب اقتدار اس معاملے میں سخت ہدایات جاری کر کے ملک و قوم کی خواہشات کو پروان چڑھائیں گے۔

...یہ اندازِ گفتگو کیا ہے جشن آزادی کے سلسلہ میں بی۔ این۔ آر آڈیٹوریم لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں اتفاق سے غیر ملکی کوئی نہیں تھا۔ اور شرکا پاکستانی شہری تھے۔ اس جلسے کی صدارت بھی ایک پاکستانی سیاست داں کر رہے تھے صدر جلسہ نے انگریزی میں تقریر کر کے اہل جلسہ کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کیا ہمیں جشن آزادی پاکستان منانے کیلئے بھی غیروں کی زبان کا سہارا لینا ضروری ہے۔

تصویر کا دُوسرا رُخ

نقالی اور ترقی حکومت پاکستان کے چیف پارلیمانی سکریٹری جناب ظہیر الدین لال میاں نے لاہور میں فرمایا ہے کہ غیروں کی نقالی کرنے والی قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں اگر ارتقا اور ترقی کی منازل طے کرنی ہیں۔ تو ہمیں درس و تدریس کے لئے قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانا ہوگا۔ آپ ایک عشائیے میں ہومیو پیتھ ڈاکٹروں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے

وہ دن دور نہیں

وہ دن دور نہیں جب قومی زندگی کے ہر شعبہ میں اردو زبان کی حکمرانی ہوگی ۔ یہ بات ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سرگودھا نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سرگودھا کی انجمن ترقی اردو کے جلسے میں کہی ۔ آپ نے کہا کہ سرکاری دفاتر میں صرف انگریزی یا اردو انگریزی ملی جلی زبان اس لئے استعمال ہو رہی ہے کہ دفاتر میں ایسے اعلیٰ حکام موجود ہیں جنہیں اردو پر عبور حاصل نہیں ۔ چوہدری فضل حق ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولس نے مزید کہا کہ زندہ قومیں اپنی بقا اور استحکام میں قومی زبان کی ترقی اور اشاعت کو نہایت اہم سمجھتی ہیں ۔ لہذا اس کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دینے اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے ۔

اردو زبان کو رائج کیا جائے

کراچی کے طلبہ ادیبوں اور دانشوروں نے مطالبہ کیا ہے کہ اردو اور بنگالی کو انگریزی کی جگہ اعلیٰ ملازمتوں کے امتحانوں کا ذریعہ بنایا جائے یہ مطالبہ بزم امروز کے ایک جلسہ میں کیا گیا جلسہ میں جو قراردادیں پیش کی گئی ہیں ۔ ان میں سے ایک قرارداد میں کشمیری عوام پر بھارتی ظلم و بربریت کی مذمت کی گئی ہے اس اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہماری مضبوط افواج دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیں گی ۔ ایک اور قرارداد میں بلدیہ کراچی اور مغربی پاکستان کے ادیبوں اور دانشوروں کو اردو کے لئے علمی مہم چلانے پر مبارکباد دی گئی جلسہ میں مطالبہ کیا گیا کہ کراچی یونیورسٹی اپنے اعلان کے مطابق اس تعلیمی سال سے اردو کو ہر سطح پر ذریعہ تعلیم کا درجہ دے اور یونیورسٹی کے تمام اعلانات اور دفتری کارروائی میں اردو کو استعمال کیا جائے ۔

تعلیمی، تہذیبی اور علمی خبریں

ادارۂ مصنفین پاکستان کے اہم اعلانات

ادارۂ مصنفین پاکستان کی طرف سے مادر وطن پر ہندوستان کے بزدلانہ حملوں کے خلاف برابر اعلانات کئے جا رہے ہیں ۔ اور ملک کے تمام لکھنے والوں کی طرف سے حکومت کو ہر قسم کی امداد پیش کی جا رہی ہے ۔ کراچی میں ادارے کی طرف سے جملہ زبانوں کے ادیبوں شاعروں اور دانشوروں کا ایک جلسہ منعقد ہوا ۔ جس میں ادیبوں کی موجودہ دفاعی سرگرمیوں میں گہرے ارتباط اور طریق کار پر گفتگو کی گئی ۔ اس سے پہلے بھی کراچی ریجن کے معتمد کی جانب سے حکومت پاکستان کو تمام لکھنے والوں کی طرف سے ہر ممکن مدد کی یقین دہانی کرائی جا چکی ہے ۔

لاہور میں اہل قلم کا ایک جلسہ جناب اے ڈی ۔ اظہر کی صدارت میں ہوا ۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اہل قلم قوم کو اپنے قلم کے ذریعہ نئی ذمہ داریوں کے لئے تیار کریں گے ۔ اس مقصد کے لئے پانچ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے ۔ اجلاس نے ہندوستان کے خلاف اس کے جارحانہ حملے کی مذمت میں قرارداد منظور کی ۔ اور پاکستان کے تحفظ اور سالمیت کے لئے اپنے عزائم کا اظہار بھی قرارداد کی صورت میں کیا ۔

جسٹس رحمان کی اپیل

جسٹس ایس اے رحمان نے ادیبوں اور دانشوروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس آزمائش کی گھڑی میں اپنی تخلیقات سے جنگ میں اہم کردار ادا کریں۔ جسٹس ایس اے رحمان پنجاب یونیورسٹی لٹریری لیگ کے جلسہ میں تقریر کر رہے تھے جس کی صدارت وائس چانسلر یونیورسٹی جناب حمید احمد خاں نے کی۔ جسٹس رحمان نے کہا کہ ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ بھارتی جارحیت کا دندان شکن جواب دے اور بھارتی جارحیت کو بے نقاب کر دے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کام ملک کے ادیب اور دانشور بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر ملک میں انسانی حقوق کے محافظ ہوتے ہیں۔ انہوں نے ادیبوں کی توجہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی طرف بھی دلائی اور کہا کہ ادیب کا کردار ایک فوجی سے کم نہیں ہوتا۔

ایک اہم منصوبہ

ملک کے دونوں حصوں کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب لانے کیلئے مرکزی حکومت نے ایک اہم منصوبہ مرتب کیا ہے۔ جس کے مطابق دونوں صوبوں کے درمیان مصنفوں۔ سائنسدانوں اور ریسرچ اسکالروں کا تبادلہ ہوگا۔ اور انہیں ایک سال تک صدر کا عطا کیا ہوا وظیفہ ملتا رہیگا۔ اس دوران جو لوگ اپنے اپنے تحقیقاتی کاموں کو انجام دیں گے۔ ان کو کتابی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔ ان کے مطالعہ سے امید کی جاتی ہے کہ دونوں صوبوں کے عوام ایک دوسرے کے قریب بھی آجائیں گے اور معلومات بھی حاصل کر سکیں گے۔ اس کے لئے حکومت نے درخواستیں طلب کی ہیں۔

اس آئینہ خانے میں

قاضی نذرالاسلام کا یوم پیدائش

ہمارے ملک میں بنگلہ زبان کے عظیم باغی شاعر قاضی نذرالاسلام کا ۶۶ واں یوم پیدائش پورے تزک و احتشام سے منایا گیا۔ مغربی پاکستان کے دارالحکومت میں ان تقریبات کا اہتمام قومی وحدت کی پاکستانی کونسل اور مشرقی پاکستان ویلفیئر ایسوسی ایشن لاہور نے مشترکہ طور پر کیا۔ جلسے میں بنگال کے اس عظیم شاعر کی زندگی اور تخلیقات پر مقالے پڑھے گئے۔ تقاریر ہوئیں اور ان کی نظمیں پیش کی گئیں۔

صادقین کے اعزاز میں

۳۰ اگست کو کراچی میں یونین انشورنس کمپنی کے جنرل منیجر جناب عابد زبیری نے مشہور پاکستانی مصور صادقین کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا جس میں ادیبوں شاعروں اور صحافیوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ صادقین عالمی شہرت کے مصور ہیں اور کچھ دن ہوئے فرانس سے وطن واپس آئے ہیں۔ ان کی نئی تصاویر کی نمائش بھی ہو چکی ہے۔ یہ عشائیہ ان کے فن کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے دیا گیا تھا۔

یادوں کے چراغ

یوم بابائے اردو

۱۶ ستمبر کو کراچی میں بزم امروز کے زیر اہتمام اردو کالج میں ایک جلسہ بابائے اردو کی یاد منانے کیلئے منعقد ہوا جس میں کراچی کے ممتاز شہریوں۔ ادیبوں اور طلبہ نے شرکت کی جلسے کی صدارت نواب صدیق علیخاں کر رہے تھے

تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ حکومت بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم کی مضطرب و بے چین روح کو سکون پہنچانے کے لئے جلد از جلد اردو یونیورسٹی قائم کرے۔ آپ نے فرمایا کہ قیام پاکستان سے قبل دہلی میں بابائے اردو کی گفتگو قائد اعظم اور قائد ملت سے ہوئی تھی جس میں قائد اعظم نے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کی تشکیل کے بعد اردو مملکت کے واحد قومی زبان ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ اب جبکہ ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ ملک میں ایک کی بجائے دو قومی زبانیں ہوں گی اور مغربی پاکستان کی زبان اردو کو قرار دیدیا گیا ہے تو آخر اس پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ جلسہ سے حکیم اسرار احمد کریوی اور شاہ حسن عطا نے بھی خطاب کیا اور مولوی صاحب کے مشن کو پورا کرنے پر زور دیا۔ جلسہ نے اردو کے لئے قراردادیں منظور کیں۔ تقریریں کیں اور شعرائے منظومات سنا کر خراج تحسین پیش کیا۔

کیانی مرحوم کی تقریریں

پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور نے جسٹس ایم۔ آر کیانی مرحوم کی اردو تقاریر کا مجموعہ "افکار پریشان" شائع کردیا ہے۔ سوسائٹی اس سے پہلے کیانی مرحوم کی انگریزی تقاریر کا مجموعہ "ناٹ دی ہول ٹرتھ" بھی شائع کر چکی ہے۔ اب یہ سوسائٹی مرحوم کی تقاریر کا ایک اور مجموعہ انگریزی میں "ہاف ٹرتھ، سم مور ٹرتھ" بھی شائع کرنے والی ہے۔

یوم حسرت موہانی پر

اطلاعات و نشریات کے وزیر جناب خواجہ شہاب الدین نے یوم حسرت موہانی پر اپنے ایک پیغام میں کہا ہے کہ مولانا حسرت موہانی نے اس وقت مکمل آزادی کا نعرہ بلند کیا تھا جب برصغیر کی پوری قیادت بلاتخصیص ہندو و مسلم انگریز کے زیر سایہ محدود اختیارات کے حصول کی تمنا میں غرق تھی خواجہ صاحب نے مولانا کی شاعری کو ان کی زندگی سے ہم آہنگ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپنی ذات اور شاعری دونوں اعتبار سے عوامی امنگوں کے مظہر تھے۔ انھوں نے مولانا مرحوم کو بجا طور پر سید الاحرار اور رئیس المتغزلین قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ برصغیر کی جدوجہد آزادی کے سب سے ممتاز علمبردار تھے۔

آئینہ ہند

اردو کے لئے کوئی حکم نہیں

یوپی اسمبلی کے ایک رکن مسٹر ریاست حسین کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر انصاف سید علی ظہیر نے بتایا ہے کہ کسی بھی ضلع میں عدالتوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ وہ اردو میں بھی کام کریں۔ مسٹر ریاست حسین نے دوسرا سوال یہ کیا کہ اتر پردیش سرکار نے جن آٹھ اضلاع کو اردو اضلاع قرار دیا ہے کیا وہاں بھی عدالتوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا ہے۔ سید علی ظہیر نے جواب دیا کہ اردو کے ضلع صرف سرکاری اعلانات اور نوٹیفکیشن کے لئے قرار دیئے گئے ہیں۔

یہ ناانصافی اور دھاندلی جس زبان کے ساتھ کی جارہی ہے ایک دن تھا کہ وہ سارے ہندوستان میں رائج کررہی تھی۔ اور ساری کوششوں کے باوجود یوپی میں آج بھی اسی کا رواج ہے۔ خواہ کاغذ پر ہندی والوں کو ہندی ہی ہندی نظر آتی ہو۔

قومی انعام پانے والی کتابیں

ساہتیہ اکادمی نے ان کتابوں کی فہرست دی ہے جن کو اب تک قومی انعامات کا مستحق سمجھا گیا ہے ان کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔ انعامات کا یہ سلسلہ ۱۹۵۵ء سے شروع کیا گیا تھا۔ مآل وشیت۔ مصنف ظفر حسین خاں ۱۹۵۵ء قومی تہذیب کا مسئلہ مصنف ڈاکٹر عابد حسین ۱۹۵۶ء۔ میر تقی میر مصنف خواجہ احمد فاروقی ۱۹۵۷ء۔ آتش گل مجموعہ کلام جگر مرادآبادی ۱۹۵۸ء اردو ڈرامہ اور اسٹیج مصنف مسعود حسن رضوی ۱۹۵۹ء گل نغمہ انتخاب کلام فراق گورکھپوری ۱۹۶۰ء۔ دیوان غالب مرتبہ امتیاز علی عرشی ۱۹۶۱ء۔ یادیں۔ مجموعہ کلام اختر الایمان ۱۹۶۲ء۔ آندھی میں چراغ مصنف ڈاکٹر غلام السیدین ۱۹۶۳ء۔ میری حدیث عمر گریزاں انتخاب کلام آنند نرائن ملا ۱۹۶۴ء

انجمن ترقی اردو کی نئی مطبوعات

مقالات گارساں دتاسی گارساں دتاسی نے اردو زبان کے مراکز سے بہت دور رہ کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اردو کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ گارساں دتاسی کے مقالات میں اردو زبان و ادب کے ایک خاص دور کی مکمل تاریخ ملتی ہے۔ نیا ایڈیشن مشہور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے حصہ اول = /۱۰

خطباتِ عبدالحق یہ بابائے اردو کی صدارتی تقریروں اور لیکچروں کا مکمل مجموعہ ہے جس میں اردو زبان و ادب کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا پیش لفظ ہے

قیمت گیارہ روپے

کاروانِ صحافت اس میں مصنف نے اردو صحافت کی تاریخ کے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جن پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔ لیکن موضوع کی یکسانیت اسے مستقل تصنیف کا درجہ عطا کرتی ہے

قیمت چار روپے

سب رس یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے، اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت محنت اور تحقیق کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے۔ شروع میں بابائے اردو کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہیں۔ قیمت چھ روپے

سودا اردو تنقید و تحقیق میں شیخ چاند کی ذات شعلۂ مستعجل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرحوم نے بہت کم عرصے میں بعض ایسی تحریریں ہمارے ادب کو دیں۔ جو علمی و ادبی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں مرزا رفیع السودا کے حالات زندگی اور کلام پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی۔ اب دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ قیمت :- سات روپے

انتخاب جدید اس مجموعہ میں عہدِ حاضر کے پچاس سے زائد شعراء کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ اردو شاعری کے جدید ترین رجحانات کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قیمت پانچ روپے

محمد حسین آزاد یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند عطا کی ہے فاضل مصنف نے اس میں مولانا آزاد کے حالات زندگی اور ان کی ادبی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔ قیمت جلد اول آٹھ روپے۔ جلد دوئم بارہ روپے

وضع اصطلاحات یہ کتاب اردو کے نامور انشا پرداز و عالم مولوی وحید الدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی دوسری کتاب موجود نہیں ہے۔

قیمت :- سات روپے

اردو کے سپاہی

شمیم احمد

مولانا حامد علی خاں

کسی نے کہا ہے چہرہ شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے۔ مگر میں نے بہت سے آئینوں کو دھندلا اور جھوٹا دیکھا ہے اور جب سے لوگوں سے مل کر انہیں دیکھنے کا کام شروع کیا ہے۔ اس بات پر سے ایمان اٹھتا جا رہا ہے۔ ویسے بھی طرح طرح کی شخصیتوں کے آئینوں کو دیکھنا اور اس سے ان کی ذات کا پتا لگانا کوئی خوشگوار کام نہیں ہے لیکن اس سلسلے میں کچھ ایسے چہرے ضرور ملے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ اور نہ کہا جا سکے تو اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ان کو دیکھ کے خود پر اعتبار آجاتا ہے۔ بقول شاعر

عمر بھر باآسانی بارِ غم اٹھانے سے

"خود" پہ اعتبار آیا "اُن کو" آزمانے سے

ان چہروں میں دو چہرے ایسے ہیں۔ جن کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اتنے واضح ذہین اور خوبصورت چہرے جن کو اگر میں ثابت کرنا چاہوں تو نہ کر سکوں کیونکہ یہ ساری تعریفیں اضافی ہیں۔ ان دو چہروں میں مجھے حسن نظر آیا ہے اور وہ ہے اخلاص اور محبت کا حسن! مجھے یقین ہو گیا کہ جو چیز چہرے کی چاندنی بن جاتی ہے۔ رخِ زیبا کی تابانی کا باعث بنتی ہے وہ نقوش نہیں ہوتے بلکہ وہ خلوص کی دمک ہوتی ہے۔ ان دو چہروں میں ایک مولانا صلاح الدین مرحوم کا چہرہ تھا اور ایک مولانا حامد علی خاں کا ہے۔ ان میں اور حسین نقوش والے چہروں میں فرق یہ ہے کہ حسین نقوش والے چہرے صرف آئینہ دیکھنے کے کام آتے ہیں اور خود بینی تک پہنچتے ہیں۔ اور یہ چہرے دیکھنے والے کو زندگی پر اعتماد بخشتے ہیں۔ دوسرے کو بدل دیتے ہیں۔ جیسے وہ تاریخ کا صفحہ ہے جس سے دیانت، محنت اور لگن کی عالمگیر قدریں پھوٹ رہی ہوں۔ مولانا حامد علی خاں کے چہرے پر بھی مجھے طمانیت اور ٹھنڈی چاندنی ملی جس کو ان کا اخلاص اور انسانی محبت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ لہذا اگر اس مضمون کے ابتدائی جملے کو یوں لکھا جائے کہ خوبصورت چہرہ وہی ہے جو خلوص اور محبت سے تابناک ہے تو زیادہ اچھی بات ہوگی۔ یہی وہ چہرے ہیں جن کو خزاں نہیں آتی۔ کیونکہ وہ صرف جسم کا ایک حصہ نہیں ہیں! ورنہ صرف نقوش کا مجموعہ، وہ چند اقدار کے امین ہیں۔ جی ہاں اقدار جن سے ہمارا معاشرہ تہی ہو چکا ہے یہ چہرے ہمیشہ جوان رہتے ہیں۔ کیا مولانا صلاح الدین مر چکے ہیں؟ یقین کیجئے جس شخص نے مولانا کو دیکھا ہے وہ اس چہرے کی موت پر کبھی یقین نہیں کر سکتا وہ تو ہمارے ذہن اور ایمان کی روشنی بن چکا ہے جو ہماری زندگی تک نہیں بار بار اپنی تابناکی کا احساس دلاتا رہیگا اور اگر بدنصیبی سے ہمیں یہ توفیق نہ ہوئی تو ان

کے بہت سے پروانے اس روشنی پر صدیوں تک منڈلاتے رہیں گے کیونکہ یہ ابدیت کی روشنی ہے۔ مولانا حامد علی خاں کیا بوڑھے ہو چکے ہیں؟ یقین کیجئے کہ وہ چہرہ جو میں نے لاہور میں مکتبہ فرینکلنس کے دفتر میں دیکھا ہے۔ اتنا ہی تروتازہ اور جوان ہے جتنا زمانہ۔ روح عصر۔

عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

وہ کہہ رہے تھے۔

اب سے کچھ عرصے پہلے ہوٹل شاہ باغ میں۔ قائد اعظم اقبال اور لیاقت علی خاں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ مگر وہ تصویریں آج کیوں غائب ہو گئی ہیں۔ وہ کون سی چیز بدلی ہے۔ جس نے ان تصویروں کو وہاں سے غائب کر دیا ہے۔ اگر آپ اس کا پتہ چلالیں تو آپ کو یہ معلوم ہو جاتے گا کہ عندلیب شادانی صدر شعبۂ اردو ڈھاکہ اردو کے شاعر ناقد اور افسانہ نگار اور اقبال اکیڈیمی کی زبان انگریزی کیوں ہے اور اگر آپ نے اس رمز کو سمجھ لیا تو پھر آپ کو یہ سمجھانے کی بات نہیں رہیگی کہ پاکستان کی تحریک اصل میں کیا تھی۔ اور کیوں بیک وقت اردو اور قائد اعظم اس قوم کے قلب اور ذہن سے محو ہو رہے ہیں قصہ یہ ہے عزیزم کہ ہم اپنی قومیت اور اپنی منزل کو بھول رہے ہیں۔ ہمارا نصب العین ہماری نظر میں حقیر ہو چکا ہے اور ایسی صورت میں آپ مجھ سے انٹرویو لینے آئے ہیں۔

آپ نے قائد اعظم کا وہ بیان پڑھا ہے جو انہوں نے اردو کے سلسلے میں ڈھاکہ میں دیا تھا۔ اتنا مختصر اور جامع بیان آج تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ ایسا بیان جو بابائے اردو بھی نہیں دے سکتے تھے۔ یہ کلمہ توحید ہے ہماری قومیت کا۔ اور ہماری قوم جو کلمہ توحید کو بھول چکی ہے وہ قائد اعظم اور ان کے اس جامع بیان کو کیا یاد رکھ سکتی تھی۔

بنگال کے لوگ ہم سے زیادہ اردو سے واقف تھے۔ وہاں تمام اسلامی مدارس کا ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ وہ بھی اس پر ایمان رکھتے تھے کہ اردو کو کم و بیش پچاس سال پہلے انگریزی کی جگہ رائج ہو جانا چاہیئے تھا۔ انہیں بھی یہ احساس ستاتا تھا کہ آزادی کے بعد ایک غیر زبان اردو کی مسند پر تصرف کئے بیٹھی ہے۔

کراچی یونیورسٹی نے ایسے حالات میں جس ہمت اور جرأت سے کام لیا ہے میں کما حقہ اس کی داد دینے سے قاصر ہوں۔ اس کے ارباب اقتدار نے دراصل ایک بار اس صورت میں اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ ہم نے تحریک پاکستان کو فراموش نہیں کیا ہے۔ ہم نے قائد اعظم کو نہیں بھلایا ہے۔ ہم نے اردو کو یاد رکھا ہے یہ جرأت اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی جب تک اس جذبے کی بنیاد نہ ہو۔

ہے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں　　　جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہوئی ہے یہ کام پنجاب یونیورسٹی کو کراچی یونیورسٹی سے پہلے کرنا چاہیئے تھا۔ پنجاب ہی کیا مغربی پاکستان کی تمام یونیورسٹیاں اگر چاہیں تو اردو کو بہت آسانی سے اختیار کر سکتی ہیں۔ جب وہ ایک غیر زبان اور عہد غلامی کی نشانی سے کام چلا سکتی ہیں تو اردو سے ان کی غیریت اور نفرت کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔ صرف مسئلہ اس قدر ہے کہ انہیں قومی اتحاد کی علامتوں کی یاد آنی چاہیئے جو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ پاکستان قائد اعظم اور اردو ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اب بھی وقت نہیں گیا ہے اور اگر کوئی بڑی بدقسمتی ہماری منتظر نہیں ہے تو چار پانچ سال کے اندر اندر تمام یونیورسٹیوں کو کلاً اردو کو ذریعہ تعلیم بنا لینا چاہیئے۔

ایک بات مجھے خط نسخ کے بارے میں کہنی ہے کہ ہمیں فوراً نستعلیق کو ترک کر دینا چاہیئے۔ نسخ اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔ آپ باہر کے ملکوں پر نظر ڈالئے آپ کو ہر جگہ نسخ نظر آئے گا۔ مصر۔ ایران۔ ترکی ہر جگہ نستعلیق صرف آرائش کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مکتبۂ فرینکلن کی کتابیں اگر آپ کی نظر سے گزری ہوں تو وہ بھی ٹائپ کی وجہ سے بہت خوبصورت اور دیدہ زیب معلوم ہوتی ہیں محکمۂ تعلیم نے چاہیئے کہ وہ نصاب کی ہر کتاب نسخ ٹائپ میں چھاپے۔ عادت ایسی چیز نہیں ہے جسے بدلا نہ جاسکے اور جبکہ عادت بڑی حد تک مضر ہو یا ترقی میں حائل ہو رہی ہو تو اسے ترک کر دینا قومی فریضہ ہے۔ ویسے اس کی آسان صورت یہ ہے کہ چھوٹی جماعتوں سے نسخ میں کتاب پڑھائی جائیں تاکہ آئندہ نسلیں اس کو کشادہ دلی سے اور عادتاً قبول کرلیں اس سلسلے میں اخبارات اور رسائل بھی بہت جلد خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ اور اخبارات و رسائل کا نسخ میں نہ چھپنا سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ جبکہ ان کو اس میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ تھوڑی بہت دشواری کے بغیر تو معمولی گھریلو مسائل بھی حل نہیں ہوتے۔ ڈھاکا میں بھی ایک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ اردو کتابوں کو اگر بنگالی ٹائپ میں چھاپیں اور آسان بنگالی کتابوں کو اردو نسخ میں شائع کیا جائے تو یہ دونوں بانیں ایک دوسرے کے بہت قریب آسکتی ہیں۔ یہ کام دراصل آپ کی انجمن ترقی اردو کو کرنا چاہیئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس کس چیز کو رویا جائے۔ مغربی پاکستان میں تو حد یہ ہے کہ بورڈ اردو میں لکھوانے کیلئے بھی تحریک چلانی پڑتی ہے۔ آخر رائے عامہ کو کیا ہو گیا ہے۔ کبھی سوچا آپ نے میرے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعی طور پر پوری قوم بے حسی کا شکار ہو گئی ہے۔

یہ ہیں وہ خیالات جو مولانا حامد علی خاں صاحب نے بڑی دردمندی کے ساتھ ظاہر کئے تھے۔ مولانا حامد علی خاں کے سارے خاندان پر یہ مثل بالکل اسی طرح صادق ہوتی ہے جس طرح

این خانہ تمام آفتاب است

آپ مولانا ظفر علی خاں کے چھوٹے اور حمید احمد خاں صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ کے ایک اور بڑے بھائی محمود علی خاں صاحب عثمانیہ یونیورسٹی سے متعلق تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا تعلق ہمیشہ بابائے اردو سے بہت گہرا رہا ہے۔ آپ نے اپنی عمر ادب کی خدمت کرتے گزاری ہے۔ مخزن۔ الحمرا اور ہمالیوں جیسے پرچوں کے مدیر رہے۔ اس کے علاوہ آپ اس اردو سبھا کے بانیوں میں سے ہیں۔ جس میں پنڈت دتاتریہ کیفی۔ پطرس۔ بھٹناگر اور خواجہ دل محمد جیسے افراد شامل تھے اور جس نے پنجاب میں اردو کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

حامد علی خاں صاحب نے افسانے بھی لکھے ہیں اور مضامین بھی۔ آپ کے شعروں کا انتخاب منصور احمد مرحوم نے شائع کیا تھا۔ آپ اپنے افسانوں اور مضامین کے مجموعوں کو آج تک مرتب نہ کر سکے۔

مولانا حامد علی خاں صاحب کے پاس سے جب میں اٹھا تو انہوں نے قائداعظم کے الفاظ میں مجھے مخاطب کیا "پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہی ہوگی۔"

○

مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم

مثنوی کدم راؤ، پدم راؤ

۱۹۳۲ء میں لطیف الدین ادریسی صاحب میرے پاس ایک مثنوی لائے میں نے اس کا سرسری مطالعہ کیا اور مالک کتاب کی اجازت سے ایک مضمون تیار کیا تھا جو رسالہ "معارف" اکتوبر ۱۹۳۲ء میں حسب ذیل عنوان کے ساتھ شائع ہوا۔

"بہمنی سلطنت کا ایک شاعر"

اس کے بعد یہ مضمون میرے مجموعہ مضامین موسومہ "مقالات ہاشمی" میں شامل کیا گیا۔ اس طرح دو مرتبہ اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے علاوہ "دکن میں اردو" کی تیسری اشاعت میں اس کو شریک کر لیا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں ہی اس مثنوی کو مولانا ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے انجمن ترقی اردو کے لئے خرید فرمالیا جو آج تک کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی کی زینت ہے۔ ۱۹۵۴ء میں انجمن کے پندرہ روزہ رسالہ "قومی زبان" میں اس مثنوی کا مختصر تعارف شائع ہوا ہے چونکہ میرے مضامین سے مختلف بعض امور "قومی زبان" میں شائع ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے مولانا سے اس مثنوی کے متعلق چند استفسار کئے تھے۔ اس کے جواب میں مولانا نے جو خط مجھے تحریر فرمایا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۵۴ء　　　　اردو روڈ، کراچی

مکرمی مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب السلام علیکم

آپ کا خط پہنچا۔ یکم نومبر ۱۹۵۳ء کا "قومی زبان" دیکھا۔ منتظم نمائش نے بغیر کسی تحقیق کے مصنف کا نام خیر الدین لکھ دیا ہے۔ اور اسے سلطان ولی بہمنی کے عہد کی تصنیف قرار دیا ہے۔

"میں اس مثنوی کو اڈیٹ کر رہا ہوں فی الحال صحیح پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جب یہ مرحلہ طے ہو جائے گا تو اس کے بعد مصنف وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

۱۹۵۴ء کے بعد اس مثنوی کے متعلق کوئی جدید معلومات کا انکشاف نہیں ہوا اور نہ یہ مثنوی شائع ہو سکی۔

ہندوستان کے بعض مورخین ادب اور محققین نے اپنی تحقیقات میں اس مثنوی کا تذکرہ بلحاظ اہمیت کیا ہے۔ مگر جن اصحاب نے اس کا تذکرہ کیا اور انہوں نے نہ تو اصل مثنوی دیکھی اور نہ کسی اور ذریعہ سے اپنی معلومات کو وسیع کیا۔ صرف انہی معلومات پر اکتفا کی جو شائع

پی تھیں۔ آج تک اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بمدست نہیں ہوا ہے۔

مئی ۱۹۶۳ء میرے سفر پاکستان کے موقع پر معلوم ہوا کہ انجمن ترقی اردو نے اس مثنوی کو صاف خط میں لکھوانے کی کوشش کی تھی مگر میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے جناب جمیل الدین صاحب عالی معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو پاکستان نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ اس کا شائع کر دیا جائے گا۔ اس رائے سے میں نے بھی اتفاق کیا۔

یہ مثنوی (۵×۴ انچ) سائز کے ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن چند درمیانی اور آخری اوراق نہیں ہیں۔ اشعار کی موجودہ تعداد ۸۶۵ رہ گئی ہے۔

مثنوی کے آغاز میں کوئی نام درج نہیں ہے اور آخر حصے کے ناقص ہونے کی وجہ سے بھی کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔ چونکہ اس کدم راؤ اور پدم راؤ کی داستان ہے اس لئے میں نے اس کو اسی نام سے موسوم کیا تھا۔ اور یہ مثنوی اسی نام سے شہرت پا گئی ہے۔

مثنوی کے نام کے بعد اس کے مصنف کے متعلق تحقیق کرنی ہے۔ مثنوی میں کئی جگہ "نظامی" تخلص آیا ہے اس لئے اس کو نظامی تخلص کے شاعر سے منسوب کرنا درست ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

جو اداتھیں نہ چلی یون کوئی　　نظامی کدہیں سن برس نہ ہوئی

نظامی مے دھرو کر کیوں را نہے　　کہت ورت کن بات دھن ہوئے

کیوں سدسا ہی نظامی دھرم　　پدم سب منے بات یا بھی کدم!

نظامی کہنہار جیں یار ہوئے　　سہنار سن نغز گفتار ہوئے

شاعر کے تخلص کے بعد زمانہ تصنیف کی تحقیق ضروری ہے۔ میری رائے میں یہ بہمنی دور کی تصنیف ہے۔ اس کو بہمنی دور حکومت کی قرار دینے کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) اشعار ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بہمنی دور کی تصنیف ہے۔

شہنشاہ بڑا شاہ احمد کنوار　　پرتیال سینسا کر تارا دھار

دھنیں تاج کا کوں راج بھنگ　　کنور شاہ کا شاہ احمد بھنگ

لقب مرعلی آل بہمنی ولی　　ولی ستیں بہت ہدہ مدا کلی

(ب) مثنوی کے مختلف عنوان ہیں ان میں سے ایک عنوان حسب ذیل ہے۔

"مدح سلطان علاؤالدین بہمنی نور اللہ مرقدہ"

ان دونوں امور سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مثنوی بہمنی عہد کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد اس امر کی تحقیق ضروری ہے کہ یہ مثنوی کس سنہ میں تصنیف ہوئی ہے اور علاؤالدین اس خاندان کا کونسا بادشاہ تھا۔

اخبار" قومی زبان" میں اس کو احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد کی تصنیف قرار دیا گیا تھا مگر مجھے اس سے اختلاف ہے میں اس کو احمد شاہ ولی بہمنی کے دور کی تصنیف قرار نہیں دیتا بلکہ زمانہ مابعد کی تصنیف قرار دیتا ہوں۔ سنہ کی تحقیق کیلئے مثنوی کے دو امور تعین زمانہ کی رہبری کرتے ہیں۔

(۱) مثنوی سے یہ واضح ہے کہ ایک بہمنی حکمران سلطان علاؤ الدین اس مثنوی کے وقت فوت ہو چکا تھا۔ کیونکہ مثنوی کا ایک عنوان "مدح سلطان علاؤ الدین بہمنی نور اللہ مرقدہٗ" ہے۔

(۲) بعض اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ بادشاہ کے ولی عہد کا نام "احمد" تھا۔

ان دو امور کی روشنی میں ہماری تحقیق آگے بڑھتی ہے۔ اولاً اس امر کی تحقیق ہوتی ہے کہ خاندان بہمنی میں علاؤ الدین لقب کے کتنے بادشاہ گذرے ہیں۔ بہمنی سلطنت کی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ حسب ذیل پانچ بادشاہوں کا لقب علاؤ الدین تھا۔

(۱) علاؤ الدین بہمنی شاہ ←—— بانی خاندان سنہ ۷۴۸ تا ۷۵۹ھ
(۲) علاؤ الدین مجاہد شاہ ←—— تیسرا حکمران سنہ ۷۷۷ تا ۷۸۰ھ
(۳) علاؤ الدین احمد شاہ ثانی ←—— دسواں حکمران سنہ ۸۳۸ تا ۸۶۲ھ
(۴) علاؤ الدین ہمایوں شاہ ←—— گیارہواں حکمران سنہ ۸۶۲ تا ۸۶۵ھ
(۵) علاؤ الدین ←—— سولہواں حکمران سنہ ۹۲۷ تا ۹۲۹ھ

ان میں سوائے نمبر (۴) کے کوئی اور بادشاہ ایسا نہیں گذرا ہے جس کے شہزادہ کا نام "احمد" ہو۔ صرف یہی بادشاہ ایسا حکمران تھا جس کا فرزند احمد شاہ تھا۔

اگرچہ فرشتہ نے علاؤ الدین ثالث کے جانشین کا نام نظام شاہ لکھا ہے[1] مگر اس عہد کے جو سکے مضروب ہوئے ہیں۔ ان میں احمد شاہ ہی لکھا ہے[2]۔ اس بادشاہ احمد شاہ (نظام شاہ) کا زمانۂ حکومت ۸۶۵ھ سے ۸۶۷ھ تک ہے۔ اس لئے مثنوی کا زمانۂ تصنیف بھی یہی قرار دیا جائے تو غلط نہیں ہے۔ اس قیاس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شاعر کو بادشاہ کے دربار سے تعلق تھا چونکہ بادشاہ عام طور سے نظام شاہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ شاعر نے اپنا تخلص بادشاہ کے لقب پر قرار دیا ہو۔

جیسا کہ تذکرہ کیا گیا ہے مثنوی علاؤ الدین اور اس کے فرزند کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے مختصر طور پر ان سلاطین کے عہد کا تذکرہ ضروری ہے کیونکہ شاعری کے پس منظر کیلئے اس زمانے کے ماحول کی صراحت لازمی ہے۔

علاؤ الدین ہمایوں شاہ رابع اپنے باپ علاؤ الدین ثالث کے بعد بادشاہ ہوا۔ اس نے صرف ساڑھے تین سال تک حکومت کی۔ اس مختصر عرصہ میں ظالمانے

---

[1] ترجمہ تاریخ فرشتہ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ
[2] اردوئے قدیم طبع ثانی

ں کے اور کچھ نہ ہوا۔ بادشاہ کے ظلم وستم کے باعث اس کے ہمدرد بھی ناراض ہو گئے۔ شہزادہ حسن کی بغاوت پر اس نے جو ظلم وستم کیا وہ دکن کی ناقابل فراموش خونی داستان ہے۔ ۸۶۵ھ میں اس نے وفات پائی بقول بعض اس کو قتل کر دیا گیا۔[۱]

بادشاہ کو ادب سے دلچسپی تھی۔ ملا نظیری اس کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس نے بادشاہ کی موت کو حسب ذیل شعر میں بیان کیا ہے۔

ہمایوں شاہ مرد درست عالم

تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں[۲]

علاؤالدین ہمایوں کے بعد احمد شاہ المخاطب نظام شاہ کم سنی میں باپ کی جگہ مسند حکومت پر جلوہ گر ہوا خواجہ جہان ترک اور ملک التجار محمود گاوان نظم ونسق کے نگران کار رہے۔ بادشاہ کی ماں نرگس بانو مخاطب بہ مخدومہ جہاں کے مشورہ سے حکومت کے کاروبار چلتے رہے۔

کم سن بادشاہ کو حکمران دیکھکر ہمسایہ حکومتوں کو ملک گیری کی ہوس دامن گیر ہوئی۔ اولاً اڑیسہ کے راجہ نے تلنگانہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ بھاری تاوان دے کر صلح کر لی۔ ابھی اس سے فرصت نہیں ملی تھی کہ مالوے کے بادشاہ محمود خلجی نے حملہ کر دیا اور قندھار فتح کرے بیدر یعنی سلطنت بہمنی تک آپہنچا۔ ایسے وقت کئی امرا بھی حکومت سے باغی ہو گئے مگر مخدومہ جہاں نے ہمت نہیں ہاری۔ دارالسلطنت کو بیدر سے آباد منتقل کر دیا اور وہ مدافعت کا سامان کرنے لگی۔ گجرات کے بادشاہ سے مدد مانگی۔ والی گجرات مالوے کے حکمران کا مخالف تھا فوراً بہمنی کی مدد کو آپہنچا محمود خلجی کو دکن اور گجرات کی متفقہ طاقت سے مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور پسپائی ہو گئی مگر اس کے بعد پھر مالوے کے حکمرانوں نے پھر تیسری مرتبہ بھی دکن پر حملہ کیا۔ اس مرتبہ بھی والی گجرات کی مدد سے مالوے کی فوج کو شکست ہوئی اس فتح یابی سے دارالسلطنت بہمنی بیدر میں مسرت دوڑ گئی اور خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ مخدومہ جہاں نے اس مسرت کو دوبالا کرنے کیلئے بادشاہ کی شادی رچائی مگر یہ شادی راس نہ آئی۔

خاندان بہمنی کا یہ دستور تھا کہ بادشاہ وقت کی زوجہ اول ملکہ جہاں کا خطاب پاتی تھی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود بہمنی خاندان سے ہو۔ مخدومہ جہاں نے اپنے ایک عزیز کی لڑکی بادشاہ کی زوجیت کیلئے منتخب کی مخدومہ جہاں نے اپنے فرزند کی شادی کا عظیم الشان جشن منعقد کیا برات شب زفاف کی مقرر تھی اور قلعہ بہمنی کے باشندے عیش وعشرت میں مصروف تھے یک بیک محل شاہی سے آدھی رات کو نالہ و فغاں بلند ہوئی یعنی بادشاہ نے یک بیک اس دنیا سے کوچ کر دیا۔ تیرہ شب ذیقعد ۸۶۷ھ کو یہ واقعہ ہوا۔[۳]

جو اندرونی شہادتیں اس مثنوی سے معلوم ہوتی ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اس زمانہ یعنی ۸۶۵ھ ۸۶۷ھ کے درمیان تصنیف ہوئی۔

مثنوی کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں مل سکیں صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ درباری شاعر تھا۔ مثنوی میں ایک جگہ خیرالدین یا حسن کا لفظ آیا ہے۔ اس لحاظ سے بعض احباب کے خیال کے مطابق خیرالدین اس کا نام تھا۔

---

[۱] بہمنی سلطنت صفحہ (۱۲۳)

[۳] ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد سوم صفحہ (۱۸۰)

میرے خیال میں خیرالدین یا فخرالدین شاعر کا نام نہیں بلکہ اس کے دوست کا نام ہے جسکی تحریک سے اس نے یہ مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت اس میں منقبت صحابہ بھی ہے پھر علاؤالدین بہمنی شاہ کی تعریف ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

اب تک دکھنی ادب کی جس قدر نظم و نثر کی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان سے اس مثنوی کی زبان زیادہ مشکل اور ادق ہے۔ اس میں عربی اور فارسی کی بجائے پنجابی اور ہندی کے الفاظ زیادہ ہیں۔ اس امر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دکھنی زبان پنجابی اور ہندی سے بنی ہوگی۔

مثنوی میں جس قصہ کو نظم کیا گیا ہے وہ قدیم سنسکرت قصے سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک عشقیہ داستان ہے۔

دکھنی ادب کا جو منظوم ذخیرہ اب تک دستیاب ہوا ہے اس میں اگرچہ تمام اصناف سخن شامل ہیں لیکن مثنوی کا ذخیرہ سب سے زیادہ ہے ان میں فارسی سے ترجمہ کی ہوئی مثنویوں کے علاوہ طبع زاد مثنویاں بھی موجود ہیں۔ دکھنی مثنویوں کو کئی اقسام پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عشقیہ، اخلاقی، سوانحی، تاریخی اور رزمیہ مثنویاں وغیرہ۔

جملہ اصناف سخن میں مثنوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس میں تسلسل مضامین کا بڑا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اور اگر مثنوی میں داستان بیان کی گئی ہو تو پھر افراد کے کردار پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔

دکھنی ادب کا جو ذخیرہ زیر بحث مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے پہلے کا دستیاب ہوا ہے وہ تمام تر تصوف پر مشتمل ہے۔ مگر یہ مثنوی ایک داستان ہے۔ اس لحاظ سے اس مثنوی کو نہ صرف دکھنی کی پہلی مثنوی کے لحاظ سے اہمیت حاصل ہے بلکہ داستان ہونے کے لحاظ سے بھی خصوصیت دی جا سکتی ہے۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس مثنوی کا مطالعہ نہیں کر سکا کیونکہ اس کی زبان نہایت مشکل ہے اس میں نہ صرف ہندی و سنسکرت الفاظ زیادہ ہیں بلکہ پنجابی الفاظ کی بھی خاصی تعداد ہے۔ میں ان زبانوں سے ناواقف ہوں۔

اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم اردو یا دکھنی کے ابتدائی نمونوں میں فارسی سے زیادہ سنسکرت اور پنجابی کی آمیزش ہوا کرتی تھی۔

میں نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ انجمن ترقی اردو کا ارادہ تھا کہ اس مثنوی کو صحیح طور پر ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے مگر چونکہ اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اور پھر اس کا صحیح پڑھ کر ایڈٹ کرنا مشکل معلوم ہوا اس لئے انجمن ترقی اردو نے اس کو بجنسہ فوٹو کے ذریعے شائع کرنا مناسب تصور کیا تاکہ غلط شائع کرنے کی ذمہ داری سے انجمن کا دامن محفوظ رہے۔

گنج ہائے گراں مایہ

(انجمن کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست

مرتبہ افسر امروہوی

جلد دوم

گذشتہ دو سال سے قومی زبان میں انجمن ترقی اردو کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست شائع کی جارہی ہے، اس کی پہلی جلد کتابی شکل میں طبع ہورہی ہے۔ اب دوسری جلد پر کام ہو رہا ہے۔ دوسری جلد کے مندرجہ ذیل مخطوطات کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قومی زبان میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۔	وصیت نامہ	—
۲۔	مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۳۔	شفاعت نامہ	عبدالقادر
۴۔	قصۂ شاہ جمجمہ	کمترین
۵۔	تلقین الہدیٰ	عاصی
۶۔	تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۷۔	مثنوی گوہر	ابراہیم
۸۔	حملۂ حیدری	ذوالفقار علی صفاؔ
۹۔	محی الدین نامہ (دو نسخے)	—
۱۰۔	دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں
۱۱۔	گنج قدرت	اعزالدین خاں ناقیؔ
۱۲۔	فتح نامہ	یٰسین
۱۳۔	پندنامہ	میر جعفر زٹلی

اس بار حسب ذیل مخطوطات کی تفصیل پیش کی جارہی ہے

۱۔ تحفہ نامہ (نسخہ اول) مصنفہ وکی

۲۔ " " (نسخہ ثانی) "

۳۔ معجزہ حضرت فاطمہ مصنفہ فارغؔی

تنبیہ نامہ

سائز ۹×۵ ½ صفحات ۸۸ سطور ۱۲ سنہ تصنیف ۱۱۵۰ھ سنہ کتابت ۱۲۲۷ھ تنبیہ نامہ ایک مثنوی ہے۔ اس میں مصنف نے متعدد کتب احادیث سے مدد لی ہے چنانچہ وہ صفحہ ۱ پر لکھتا ہے ؎

بزرگاں کتاباں میں بولے جو ہیں　　میں لکھتا ہوں اب سربسر اس کے تیئں

کہ جیسا کہ عبداللہ انصار نے　　جو کہہ گئے ہیں اور دوسرے جنے

احادیث و آیات و تفسیر سو　　کہا ہوں قیامت کے مذکور کو

اگر شاہری واسطے وہ تمام　　جو لاتا تو ہوتا بڑا یہ کلام

کاتب نے مخطوطہ کے صفحہ اول پر لکھا ہے "کتاب تنبیہ نامہ از تصنیف عبداللہ انصار" لیکن مثنوی کے مطالعہ سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ عبداللہ انصار تنبیہ نامہ کے مصنف نہیں ہیں بلکہ جن کتب سے اس مثنوی میں مدد لی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب کے مصنف ہیں یہ بات خود مصنف نے مندرجہ بالا ابیات میں بیان کردی ہے۔ اس قبیل کا ایک اور شعر بھی ہے ؎

جو عبداللہ انصاری بولے سو کر　　کرم کی ہمارے اپر دھر نظر

عبداللہ ابن انیس جہنی ثم انصاری ایک جلیل القدر صحابی تھے جن سے جابر بن عبداللہ انصاری نے ایک حدیث دربارہ قیامت روایت کی ہے (ترجمہ اسد الغابہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۳) غالباً مصنف نے تنبیہ نامہ میں انھیں کی جانب اشارہ کیا ہے۔

تنبیہ نامہ کا سنہ تصنیف ۱۱۵۰ھ ہے اور اس کی ابیات گیارہ سو بیس ہیں۔ مصنف کا بیان ہے ؎

کیا بعد ازاں سن کتیس جب قیاس　　ہوئے سن گیارہ سو اوپر پچاس

یہ نامے کی بیتاں کیا جب شمار　　ہویا بیست اور یکصد و یک ہزار

لیکن اس نسخے کی ابیات کی تعداد ۱۰۲۴ ہے۔

تنبیہ نامہ ولی تخلص کے کسی شاعر کی تصنیف ہے جس کا اظہار ان ابیات سے ہوتا ہے ؎

ولی اب انھوں کے وسیلے سے تو　　مناجات کچھ مانگ اللہ سو

الٰہی بحق محمد نبی　　عفو کر ولی کے گناہاں سبھی

الٰہی ولی کے تئیں بخش اب　　کہ اس کے گناہوں کو ناچیز اب

آخری بیت کے مصرع ثانی میں سب کے بدلے اب شاید کاتب نے لکھ دیا ہے۔

دکن میں ولی تخلص کے تین شاعر گزرے ہیں۔

(۱) محمد ولی اللہ گجراتی احمد آبادی برہان پوری

(۲) سید محمد فیاض ویلوری

(۳) ولی اللہ قادری حیدر آبادی

اول الذکر ولی تو اس نسخے کے مصنف نہیں ہو سکتے کیونکہ تحقیق جدید کی روشنی میں ان کا انتقال ۱۱۱۹ھ میں ہو چکا تھا۔ باقی دونوں ولی ایک دوسرے کے ہمعصر تھے اور مصنف بھی مخطوطہ اس سلسلے میں بالکل خاموش ہے مزید براں کسی دوسرے کتب خانے میں تنبیہ نامہ کا ئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ تنبیہ نامہ کے مصنف ولی ویلوری ہیں یا ولی حیدر آبادی ہو سکتا ہے کہ بعد میں کسی صاحب قلم کو نبیہ نامہ کا کوئی نسخہ کہیں دستیاب ہو جائے یا کسی طریقے سے اس مثنوی کے مصنف کا تعین کیا جا سکے مناسب سمجھا گیا کہ ان دونوں بزرگوں کے ضروری الات درج کر دیئے جائیں۔

ولی ویلوری:۔ ان کا نام جیسا کہ دکن میں اردو اور مدراس میں اردو میں ذکر کیا گیا ہے میر ولی فیاض تھا وہ علاقہ مدراس کے ایک شہر ویلور کے رہنے والے تھے ساول سات گڑھ میں حراست خاں صوبہ دار کے ملازم رہے اس کے بعد سد ھوٹ آگئے اور وہاں کے معدار عبد المجید خاں کی ملازمت کی چٹ پٹ ان کی جاگیر میں تھا جہاں آخری زمانے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ نصیر الدین ہاشمی کا بیان ہے کہ ارکاٹ میں انتقال ہوا محلہ اسد پور میں مدفون ہیں (دکن میں اردو ص۲۸۲) لیکن مدراس میں اردو ص۱۹۲ میں وہ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ی جاگیر چٹ پٹ (علاقہ مدراس) چلا گیا اور وہیں انتقال کیا۔ ولی کے زمانے میں مولوی سید محمد ثانی معروف بہ دستگیر دو عالم خلف اکبر و سجادہ نشین سید علی محمد حسینی بیجاپوری ایک بزرگ تھے۔ ان کی ولادت ۱۱۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ یکم شوال ۱۱۷۰ھ تاریخ وفات ہے علاقہ یسور کے موضع تاج پورہ میں مدفون ہیں سید محمد ایک صاحب کرامات و جلیل القدر بزرگ تھے۔ اور عام طور پر ارکاٹ جاتے رہتے تھے۔ روضۃ الاولیائے بیجاپور ص۱۱) ولی اسی شخص کے معتقد تھے چنانچہ تنبیہ نامہ (ص۹) میں ان کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کی ہے۔

وہ سید محمد جو ہیں نیک نام　　کہا تا ہے جس کا ولی تے غلام

عجب عالم با عمل، بے ریا　　جو مارا ہے دنیا کے تئیں پشت پا

وہ رکھتا ہے اللہ سیتی مدام　　نت امید دیدار بس والسلام

ولی کو مثنوی کی طرف زیادہ رغبت تھی اب تک ان کی چند مثنویوں کا پتہ چل سکا ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور مثنوی روضۃ الشہدا ہے۔ جسے وہ مجلس بھی کہتے ہیں یہ ملا حسین واعظ الکاشفی کی فارسی مثنوی روضۃ الشہدا کا ترجمہ ہے۔ روضۃ الشہدا کے قلمی نسخے اکثر کتب خانوں میں ہیں اور طبع بھی ہو چکی ہے۔

ان کی دو مثنویاں "روضۃ الانوار" اور "روضۃ العقبیٰ" جو ۱۱۵۹ھ اور ۱۱۶۲ھ میں لکھی گئیں پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں صاحب حیدرآباد سندھ کے کتب خانے میں ہیں (رسالہ معارف نمبر ۴ جلد ۴۵)۔ ایک مثنوی کا نام "دعائے فاطمہ" ہے جس کا نسخہ انڈیا آفس میں ہے (یورپ میں دکنی مخطوطات) چار ہزار اشعار کی ایک اور طویل مثنوی "رتن پدم" کے نام سے تھی۔ جس کا ایک نسخہ کتب خانہ شاہان اودھ میں تھا (فہرست اسپرنگر) اس مثنوی میں راجہ رتن سین والی چتوڑ اور پدماوت والیہ سرندیپ کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ زورؔ مرحوم کا بیان ہے کہ رتن پدم ٹیپو سلطان کے کتب خانے میں بھی تھی۔ غلام علی عشرت بریلوی کی مثنوی کا نام بھی رتن پدم ہے ہو سکتا ہے کہ غلط فہمی سے عشرت کی مثنوی کو ولی کی مثنوی سمجھا گیا ہو۔ ولی کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ ایک صاحب علم اور کہنہ مشق شاعر تھے اور زیادہ تر مذہبی رنگ میں لکھتے تھے۔ کلام سے پختگی نمایاں ہے۔

ولی حیدرآبادی۔ شاہ ولی اللہ خلف شاہ حبیب اللہ قادری آپ کا نسب اٹھارویں پشت میں حضرت غوث الثقلین سے ملتا ہے۔ گلبرگہ کی رنگین مسجد میں چہل سال رہ کر حیدرآباد آگئے یہیں ۲۹ محرم ۱۱۵۶ھ کو وفات پائی۔ بیرون حیدرآباد متصل باغ گرد دہن بالائے چبوترہ مدفون ہوئے آپ کے مزار پر نواب محمد علی خاں سراج الدولہ والا جاہ حاکم ارکاٹ کا بنوایا ہوا سیاہ پتھر کا احاطہ ہے۔

آغاز کتاب۔ تنبیہ نامہ کا آغاز اس حمد سے ہوتا ہے ؎

خداوند شاہنشہی برقرار ۔۔۔ وہ سبحان سب کا ہے پروردگار
وہ خلاق عالم شہ بے نظیر ۔۔۔ وہ رحمان، گمراہ کا دستگیر
وہ قدرت سوں عالم کو پیدا کیا ۔۔۔ وہ کل خلق کو فضل سے جیو دیا
دیا عقل ہور ہوش ہور گوش دو ۔۔۔ کرتا اس سوں نا رہیں فراموش ہو

یہ (۲۷) اشعار ہیں آخری پانچ اشعار میں خلفاء راشدین رض حضرات حسنین رض حضرت فاطمہ کی منقبت ہے اس کے بعد مناجات بجناب باری تعالیٰ "آگاہ نمودن براں جملہ نصائح کتاب اور "آغاز کتاب دربابِ پند و نصیحت" ان تین عنوانوں میں (۶۹) اشعار لکھ کر اصل کتاب کے عنوان شروع کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) درباب مذمت تکبر
(۲) درباره توبه کردن و عقائد درست داشتن
(۳) درباره سلوک بر صراط مستقیم
(۴) دربیان احوال قیامت
(۵) دربیان روز قیامت چند گروه خواهد شد
(۶) دربیان پل صراط و گزشتن مردمان براں
(۷) دربیان انواع عیش و عشرت و اصناف ناز و نعمت که در بهشت است

(۸) دربیان بقیہ احوالِ جہنم

(۹) دربیان شفاعت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۰) خاتمہ کتاب بمناجات بدرگاہ قاضی الحاجات (۵۲) اشعار

خاتمہ :۔ تنبیہ نامہ کی دو آخری ابیات یہ ہیں ؎

یہ تنبیہ نامہ کیا جب تمام — نبی کے اسم سے کیا اختتام

ہزاروں درود اور ہزاروں سلام — پڑو بر صحابہ و یاراں کرام

ترقیمہ :۔ تمت الکتاب بعون الملک الوہاب تنبیہ نامہ بدست حسام الدین بن خیر الدین علی شاہ صاحب بتاریخ بستم دہم جمادی الثانی روز دوشنبہ ۱۲۳۷ ہجری۔

تنبیہ نامہ کے بعد آٹھ مختلف اشعار لکھے گئے ہیں جن کا تعلق قصہ ابراہیم ادہم سے ہے۔

تنبیہ نامہ (نسخہ دوم)

سائز ۹ × ۷ صفحات ۸۰ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۱۵۰ھ سنہ کتابت ×

اس مخطوطے میں تنبیہ نامہ نسخہ اول کے مقابلے میں (۸) ابیات زائد یعنی ۴۰۲ ہیں۔ پھر بھی مصنف کی بتائی ہوئی تعداد سے (۸) ابیات کم رہ جاتی ہیں۔

آغاز ؎

خداوند شاہنشہی برقرار — وہ سبحان ہے سب کا پروردگار

وہ خلاق عالم شہے بے نظیر — وہ رحمان ، گمراہ کا دستگیر

وہ قدرت سے عالم کو پیدا کیا — وہ کل خلق کوں فضل سوں جیو دیا

اختتام :۔

یہ تنبیہ نامہ کیا جب تمام — نبی کے اسم سوں کیا اختتام

ہزاروں درود اں ہزاروں سلام — پڑو در صحاب و آلِ کرام

ترقیمہ نہیں ہے۔

معجزۂ حضرت فاطمہ

سائز ۸ ½ × ۵ ½ صفحات ۲۰ سطور ۱۱/۱۱ سنہ تصنیف × سنہ کتابت ×

یہ وہی کتاب ہے جس کو محی الدین قادری زور مرحوم نے "معجزۂ خاتون جنت" کے نام سے متعارف کیا ہے (تذکرہ مخطوطات اول ص۱۱۶) اور اس کی ابیات کی تعداد ۲۲۵ بتائی ہے۔ زیر تبصرہ مخطوطے میں (۲۰۸) ابیات ہیں۔ آخر میں ایک بیت مکرر تحریر ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ابیات کی تعداد صحیح ۲۰۷ ہے۔

زور صاحب کہتے ہیں کہ مصنف نے اپنا نام کتاب کے آخری حصے میں اس بیت میں لکھا ہے ؎

اے قادر ثنا بول صبح و شام ‏ ‏ ‏ شفاعت بحق نبی السلام

اور اسی بنا پر شاہ امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ شاہ عبدالقادر عرف قادر لنگا کو جو ۱۱۰۰ہجری سے قبل گزرے ہیں معجزۂ خاتون جنت کا مصنف قرار دیا ہے لیکن زیر نظر مخطوطہ میں یہ بیت تبدیل شدہ ہے اس میں قادر کے بدلے فاروقی تخلص آیا ہے۔ بیت یوں ہے۔

اے فاروقیا بول توں صبح و شام

شفاعت بحق نبی السلام

اب یہ مسئلہ تحقیق طلب ہو جاتا ہے کہ معجزۂ حضرتِ فاطمہ کے مصنف قادر ہیں یا فاروقی اور تا وقتیکہ کسی دوسرے کتب خانہ میں اس تصنیف کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہ ہو۔ اس کا یصفیہ نہیں ہو سکتا۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری اور کتب خانہ سرسالار جنگ کی فہرستوں میں اس کا کوئی نسخہ درج نہیں ہوا۔

مثنوی معجزۂ حضرت فاطمہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی کے آغاز کی تصنیف معلوم ہوتی ہے عربی سے فارسی میں اور فارسی سے اردو میں منتقل کی گئی۔ مصنف کا بیان یہ ہے ؎

روایت یو ہے حضرت عباس سوں ‏ ‏ ‏ لکھے ہیں کتاباں میں اخلاص سوں

لکھے ہیں عربی میں یو در کتاب ‏ ‏ ‏ کئے ترجمہ فارسی سوں جواب

کیا فارسی کا میں دکھنی کلام ‏ ‏ ‏ یو معلوم ہونا کہ خاص و عام

زور صاحب نے لکھا ہے کہ کتاب کا نام اس مصرع میں درج ہے۔

ہے سنے معجزہ فاطمہ کا تمام

تعجب ہے کہ اس نام کی موجودگی میں تشریح معجزہ خاتون جنت کے نام سے درج کی ہے ... میں ایک کافر کے گھر میں شادی

ہونے کا بیان ہے جس میں حضرت فاطمہ کو محض اس مقصد سے مدعو کیا گیا تھا کہ مہمانوں کے سامنے ان کی غریبی اور مفلوک الحالی ظاہر ہو کر باعث ذلت ہو لیکن خاتون جنت کے معجزے نے ان کافروں کے ارادوں پر پانی پھیر دیا۔ اور دولہا دولہن دونوں مطیع اسلام ہو گئے

آغاز

روایت کتا ہوں سنو اے عزیز — سنو دل کے کانا سوں تم باتمیز

کہی یو روایت بوقت رسول — دلو جان سوں یو بات کرنا قبول

اختتام

گنہ بخش ہمارا طفیل نبی — ہمارا مناجات۔ تو ہے ربی

گناہ پر ہمارے نکو کر نظر — نظر کر تو اپنے محمد اپر

اے فاروقیا بول توں صبح و شام — شفاعت بحق نبی والسلام

ترقیمہ:۔ اگر کسے دعویٰ کند عاطل و باطل گردد تمت تمام شد۔

راقم ایں قصہ غلام محمد اشرف برائے برخوردار حسینی ولد مخدوم عرف ولی یو۔

موسن سفید مان ساکن پیٹھ عادل پور نوشتہ دادہ شد۔

× اسے شاہ پور بھی کہتے ہیں ضلع گلبرگہ۔

الہٰی کرم کن ایں ہرسہ را — مصنف وقاری نویسندہ را

الہٰی کرم کن ایں ہرسہ را — مصنف وقاری نویسندہ را

الہٰی کرم کن لکھنہار کوں — پڑھنہار کون اور سننہار کوں

نوشتہ بماند بخط غریب — کہ نصر من اللہ و فتح قریب

سالار جنگ کے کتب خانے میں بھی ایک کتاب "معجزہ حضرت فاطمہ" نام کی ہے جس کا ذکر ہاشمی مرحوم نے فہرست کے صفحہ ۵۰۲ پر کیا ہے لیکن اس کے مصنف کا نام محب اور سنہ تصنیف ۱۰۵۰ھ بتایا ہے اس مصنف کے متعلق ہاشمی صاحب کا خیال ہے کہ وہ شاہ بڑے کا مرید تھا۔ جو سید محمد گیسو دراز کے سلسلے میں تھے۔ اس کتاب میں سید محمد صاحب کی تعریف بھی ہے۔

ڈاکٹر ڈیوڈ۔ ڈی۔ اینڈرسن

پاکستان کی موجودہ شاعری[1]

قدرت نے نطق، زبان اور طبیعت کی موزونیت کی جو صلاحیتیں انسان میں ودیعت کی ہیں۔ وہ ان سے کرۂ ارض پر اپنے وجود کے تقریباً بالکل آغاز ہی سے کام لیتا رہا ہے اور مسلسل اس بات کی کوشش کرتا رہا ہے کہ ان صلاحیتوں سے کام لے کر وہ اپنے محسوسات کو بیان کر سکے، انکی وضاحت کر سکے اور ان سے لطف اندوز ہو سکے جب کبھی اس کی یہ کوشش پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور اس میں رمزیت، آہنگ ضبط اور فکر کا رچاؤ پیدا ہو جاتا ہے تو یہ شاعری بن جاتی ہے۔ تاہم اس حقیقت کو جسے بسا اوقات وہ لوگ فراموش کر دیتے ہیں جو خود شاعر نہیں ہوتے، ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ شاعری ایک مکمل تخلیق کا نام ہے اسے بندھے ٹکے ضابطوں اور قاعدوں کا ایک ایسا مجموعہ نہیں سمجھنا چاہیئے جسے معیار بنا کر کسی تخلیق کو پرکھا جا سکے۔ شاعری پیداوار ہے زندگی کی تخیل کی بصیرت کی اور شاعرانہ ذوق پر قدرت کی یہ کتابی اصولوں سے نہ تو پیدا ہوتی ہے اور نہ ہو سکتی ہے چاہے ان اصولوں پر نقاد عمل کریں یا معلم اور یا وہ لوگ جو اپنے آپ کو شاعر کہتے ہیں۔

چونکہ شاعرانہ ذوق کو ایک ضابطے کا پابند بنانے کی خواہش بہت قوی ہوتی ہے۔ اس لئے شاعروں کی ہر نسل کا یہ فرض ہے کہ وہ اسے من مانی پابندیوں سے ازسرِ نو آزادی دلائے اور ایسا کرنے کے بعد ہر نسل کی شاعری کو اس کے زمانے میں بجا طور پر "جدید شاعری" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پہلے تو رومان پسندانہ بے ساختگی کسالی پابندیوں اور ضابطوں سے سرتابی کرتی ہے اور پھر خود بندھے ٹکے ضابطوں کی پابند بن جاتی ہے جنہیں پھر حصولِ آزادی کی خاطر ختم کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس طرح جیسا کہ ایمرسن نے کہا تھا ہر نسل کو اپنی ہی شاعری تخلیق کرنا چاہیے۔ اور اس کے کوئی ایک سو سال بعد ای۔ ای۔ کمنگز نے کہا تھا "تخلیق کا اولین مقصد ہی اسے تباہ کرنا ہوتا ہے" شاعروں کی ہر نسل کو اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے کہ وہ اپنے محسوسات بیان کر سکے اور ان کی وضاحت کر سکے اور ان سے لطف اندوز ہو سکے۔ تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے کسی تجربے کے بارے

---

[1] ڈاکٹر اینڈرسن امریکہ کی مشیگن اسٹیٹ یونیورسٹی میں انگریزی ادب کے استاد ہیں وہ گزشتہ سال فلبرائٹ وظیفہ پر کراچی آئے تھے اور انہوں نے کئی ماہ تک کراچی یونیورسٹی میں "مہمان استاد" کی حیثیت سے کام کیا اس دوران میں انہوں نے پاکستانی ادبیات سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کی ان کا یہ مضمون اسی "واقفیت" کا غماز ہے۔ (ادارہ)

شخصی تاثرات کو ترتیب دے اور پھر اپنی بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر ان تاثرات کو اس شکل میں پیش کرے جو نہ صرف شخصی اور عارضی بلکہ آفاقی اور مستقل اثرات کو بھی دائمی بنا دیتی ہے۔

پاکستان کے موجودہ ادبی ماحول کا جو انتہائی نمایاں اور انتہائی اثر انگیز پہلو ایک غیر ملکی کو نظر آتا ہے۔ وہ یقیناً کئی زبانوں پر مشتمل اسکی ادبی روایات کا بے پناہ تنوع، گہرائی اور قوت ہے یہ روایات صدیوں پرانی ہیں اور نتیجۃً یہ ان موضوعات اور اسالیب کی وارث بن گئی ہیں جن کے ماخذ قدیم انسانی تاریخ میں ملتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان روایات نے ماضی کے ایک زیادہ قریبی ذریعے سے بھی موضوعات اور اسالیب حاصل کئے ہیں۔ یہ ذریعہ ان عظیم حریت پسندانہ بغاوتوں کا ہے جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہوئی تھیں اور جن کے نتیجے میں آزادی، برصغیر کی تقسیم اور ایک قوم اور قومی انفرادیت کی تعمیر کے روح پرور اور ولولا انگیز تجربے ہوئے۔

مختلف ماخذوں کا یہ امتزاج نچوڑ ہے انسان کی اس دائمی جستجو کا جس میں وہ اپنی زندگی کا مفہوم اور مقصد معلوم کرنے کیلئے سرگرداں رہتا ہے اور یہی جستجو ہے جو عظیم ادب پیدا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ نوجوان پاکستانی ادیب خصوصیت کے ساتھ خوش قسمت ہیں کہ انہیں انسان کی عظیم کوشش زندہ داستان کے تاثر کو پیش کرنے کا ذریعہ اور تحریک دونوں حاصل ہیں یہ داستان جو ابھی قلمبند نہیں کی گئی ہے لیکن اسے قلمبند کرنا ایک نصب العین ہے جسکے حصول کی سنجیدہ مزاج ادیبوں کو کوشش کرنا چاہیے اور اسے کوئی ایسی حقیقت نہیں سمجھنا چاہیے جو بالکل ان کی دسترس میں ہو جسے وہ جب چاہیں گے بیان کر دیں گے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے نوجوان پاکستانی ادیبوں نے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے اور وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ناول، مختصر افسانہ اور شاعری ادب کی وہ تین اصناف ہیں جو مجھے موجودہ ادب میں انتہائی کامیاب نظر آتی ہیں اور جن سے بڑی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ یہ وہ اصناف ہیں جن میں انگریزی، اردو اور بنگالی میں طبع آزمائی کی جاتی ہے اور یہ تینوں زبانیں مل کر پاکستان کی نئی ادبی روایات کو وجود میں لا رہی ہیں اور انہیں تقویت بھی پہنچا رہی ہیں۔ ایک زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان روایات کو اس حقیقت کی وجہ سے مزید استحکام حاصل ہو رہا ہے کہ بہت سے ادیب ان میں سے دو یا زیادہ زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ادب میں ایک ایسی گہرائی اور تنوع پیدا ہو رہا ہے جو چند ہی قومی ادبیات کو نصیب ہے۔ تاہم اس بات میں کوئی شبہہ نہیں کہ آگے چل کر ادب کی زبان کی اہمیت ثانوی رہ جاتی ہے۔ ادب اگر عظیم اور حقیقی ہو تو وہ لسانی حد بندیوں سے گزر جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں موجودہ پاکستانی ادب کے مقصد کو سمجھنے اور اس کی قدر و قیمت کو جانچنے کی کوشش کرتے ہوئے ادیبوں اور انکی تصانیف کو دیکھنا چاہیے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ موجودہ ادیبوں کی تصانیف کا جائزہ لینے کے سلسلے میں میرے واسطے بڑی دشواری یہ ہے کہ میں ادیبوں اور ان کے انفرادی معیار سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ چونکہ میں پاکستان میں نو وارد ایک غیر ملکی ہوں۔ اس لئے میں یہاں کی زبانوں اور مقامی روایتوں سے بھی واقف نہیں ہوں۔ ان خامیوں کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ میں پہلے ہی ان شاعروں سے معذرت کر دوں جن سے میں واقف نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں سے متعدد اونچے درجے کے شاعر ہیں اور ان سے میں بس اپنی لاعلمی کا عذر ہی کر سکتا ہوں۔

جب ہم پاکستان کی موجودہ جدید شاعری کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ شاعر افسانوی ادب لکھنے والوں

کے مقابلے میں زیادہ خوش قسمت ہیں۔ اقبال اور حالی کی ٹھوس فلسفیانہ فنکاری انکی پشت پر ہے اور انہیں یہ مسئلہ بھی درپیش نہیں ہے کہ وہ ایک نئی ادبی روایت قائم کریں۔ اسکی بجائے ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ موجودہ روایت کو برقرار رکھیں یہ ذمہ داری بھی کم نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ کئی اعتبار سے زیادہ بڑی ذمہ داری ہے۔ پھر نوجوان شعرا کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس روایت کے علمبرداروں میں شامل ہونے کا اہل ثابت کریں۔ تاہم یہ ذمہ داری معاشرے کی جانب سے یا ادبی طور سے ان پر عائد نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کی نوعیت محض شخصی ہے۔ اس طرح بہت ممکن ہے کہ یہ بار انہیں زیادہ گراں نہ محسوس ہوتا ہو لیکن صبر آزما پھر بھی ہوگا۔

موجودہ نوجوان پاکستانی شاعروں کا کلام اس لحاظ سے بے مثل ہے کہ جب یہ آہنگ، موزونیت اور تاثر سے بھرپور نظم کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اس میں روایاتی اور جدید موضوعاتی فضا میں، طرز ادا، نزاکت خیال اور شاعرانہ اسلوب کا بڑا لطیف امتزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ نئے شاعر جس طرح آزادی کیلئے انسان کی جبلی تڑپ سے کام لیتے ہیں اسی طرح وہ کسی پس و پیش کے بغیر مسلمانوں کی قدیمی شاعرانہ روایت سے بھی استفادہ کرتے ہیں جو فارسی اور عربی کے ذریعے اس برصغیر میں پہنچی تھی۔ تاہم انہوں نے اپنے آپ کو ماضی کا غلام بننے نہیں دیا ہے اور وہ نئے نئے تجربے کرتے، حسب منشا نئی باتیں اختیار کرنے اور اظہار خیال کے نئے نئے طریقے نکالنے کا حق استعمال کرتے رہے ہیں۔

نوجوان شعرا کے کلام کا خصوصیت کے ساتھ ایک دلچسپ اور اہم پہلو یہ ہے کہ یہ عموماً رجائی اور تصوراتی ہے اور اس پر اس خشکی اور مایوسی کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے جو اس صدی کی مغربی شاعری میں نمایاں ہے میرا خیال ہے کہ اس کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ موضوع کے اعتبار سے یہ شاعر برصغیر کی تقسیم، ایک نئی قوم کو وجود میں لانے اور قومی انفرادیت پیدا کرنے کے ولولہ انگیز تجربے سے قریب ہیں۔ یہ تجربہ اگر حقیقتاً نہیں تو معنوی اعتبار سے ان تجربوں سے مشابہ ہے۔ جن کی بنا پر مغرب میں الزبتھ اور رومان پسندانہ شاعری کے عظیم دور وجود میں آئے تھے۔ یہ نوجوان شعرا مستقبل پر اپنے اعتماد کا اظہار اسی بے ساختگی، جوش و خروش اور شادمانی کے ساتھ کرتے ہیں جو والٹ وھٹمین جیسے شاعروں کا طرۂ امتیاز ہے جن سے نوجوان پاکستانی شعرا معنوی طور پر بڑے قریب ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کی انفرادیت کی نشاندہی کرنے اور انہیں سربلند کرنے کی سعی کی تھی۔

پاکستان کی بیشتر نئی شاعری کی تصوراتی بنیاد کا دوسرا سبب مذہبی رجحان ہے پاکستانی شاعر اپنے مغربی ہم عصروں کے مقابلے میں معنوی اعتبار سے اپنی مذہبی بنیاد سے زیادہ قریب ہیں۔ انسانوں کے باہمی تعلق اور خدا سے انسان کے تعلق کے بارے میں ایک تصور ایک ایسے ایقان کے ساتھ ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جس سے اس تعلق کی قربت اور معنویت پر اعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔ جدید بے دین انسان دو ہستی انسانوں کے درمیان تعلق پر ہی اکتفا کر لیتی ہے لیکن نوجوان پاکستانی شاعر دونوں قسم کے تعلق کے طلبگار ہیں اور وہ یہ مطالبہ اتنے زور بیان کے ساتھ کرتے ہیں کہ آدمی اسے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ نوجوان شعرا نئی سائنس اور فلسفے کے معرکات سے ناواقف ہیں۔ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ موجودہ دور کی بہترین شاعری کے تمام نمونوں میں حقائق زندگی کے اظہار کا رنگ رچا ہوا ہے اور اس رنگ کو نظم کا جامہ پہنانا ہی موجودہ رومان پسندانہ شاعری کی جان ہے جیسا کہ ہونا بھی چاہیے۔ دوسرے الفاظ میں یہ رنگ اس موجودہ دور کے حقائق کو تسلیم کرتا ہے جو ڈارون،

مارکس اور فرائیڈ کے نظریات کو ماننے والے ادوار کے بعد آج ہر جگہ چھایا ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ شاعری کا یہ رنگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اظہارِ قنوطیت انسان اور اس کے گرد و پیش کی کائنات کی صحیح فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے بجائے یہ شاعر اپنے کلام میں روح کی اعلیٰ ترین حقیقت کو پیش کرنے اور اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دنیا کی موجودہ ناگزیر درشتی سے بلند ہو جاتے ہیں اور یہی ان کا فرض بھی ہے۔

آجکل کے نوجوان پاکستانی شاعروں کو کسی نئی شاعرانہ روایت سے ہم آہنگی پیدا کرنے یا اس کا آغاز کرنے کا کوئی مسئلہ در پیش نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ آزاد ہیں کہ وہ قبل از تقسیم کی قائم کی ہوئی بنیادوں سے استفادہ کریں۔ خود اپنی شاعرانہ انفرادیت قائم کریں اور اپنے کلام میں ماضی اور حال کا امتزاج پیش کریں۔ ان ہی باتوں پر عمل کر کے شاعر وہ رخ اختیار کر رہے ہیں جسے پاکستان کی رزمیہ داستان لکھنے کے لئے اختیار کرنا ضروری ہے چنانچہ پاکستان کے موجودہ نوجوان شعرا کی نظر میں وہ شاعر بڑی اہمیت رکھتا ہے جس نے بہت سا ایسا موضوعاتی مواد لسانی باریکیاں اور جدتیں پیش کی ہیں جو پاکستان کی ایک شاعرانہ روایت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اس شاعر کا نام نذرالاسلام ہے۔ وہ ایک باغی شاعر ہے۔ وہ حرکت اور عمل کا مبلغ ہے وہ آہنگ اور ترنم کا بادشاہ ہے۔ اس نے آزادی کیلئے انسان کی جبلی تڑپ کو مسلمانوں کی ان شاعرانہ روایات میں سمو کر جو فارسی اور عربی زبانوں کے ذریعے یہاں پہنچی تھیں، بڑے شاعرانہ انداز میں بڑی منفرد نوعیت کا نغمۂ آزادی گایا۔ یہ ایک ایسا نغمہ ہے جو اپنے مضمرات میں اتنا ہی آفاقی ہے جتنا کہ والٹ وٹمین کا 'سانگ آف مائی سیلف'۔

یہ تنوع اس صدی کے چوتھے اور پانچویں عشرے کے شاعروں کا خاصہ ہے۔ ان کی ایک مثال جسیم الدین ہے جسکی نظم "ناکشی کا نتھا" میں ترجیہ پاکستان کی بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان شاعروں کی ایک اور مثال فرخ احمد ہے جس نے وہیل لینڈ سے کی طرح مستقبل کے نئے اور انسان دوستانہ نظام کی پیش بینی کی ہے۔ یہ دونوں شاعر محض اتفاق سے مشرقی پاکستان کے ہیں لیکن اپنی شاعری کی روح، موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے ان کا مغربی پاکستان اور دنیا سے بھی قریبی تعلق ہے۔

ان کے بعد کے زیادہ نئے شاعروں کیلئے روایات کے ماخذوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے مسائل زیادہ بڑے نہیں ہیں اس کی بجائے وہ قبل از تقسیم کی ڈالی ہوئی داغ بیل پر اپنی شاعری کی عمارت تعمیر کر سکتے ہیں خود اپنی شاعرانہ انفرادیت قائم کر سکتے ہیں اور اپنے کلام میں ماضی اور حال کا امتزاج پیدا کر سکتے ہیں کلیم عمر جو ان نئے شاعروں میں سے ایک ہے جو عمل کے بڑے طلبگار ہیں اس نے اس موضوع کو بڑی حد تک اسی انداز میں پیش کیا ہے جس طرح ازرا پاونڈ نے جدید شاعری کے آغاز میں کیا تھا کلیم عمر نے اپنی نظم "شعراء نے ہزار سال" میں نئے شاعروں کو ایک چیلنج کے ساتھ ساتھ ایک خوشخبری بھی دی ہے۔ یہ خوشخبری ایک نئے معاشرے کی ہے جسمیں انسان کے دیرینہ تصورات حقیقی شکل اختیار کر لیں گے۔ اس خوشخبری میں اس نے ماضی اور حال، خوف اور امید سب کا امتزاج پیدا کر دیا ہے۔

اس انداز کے باوجود کلیم عمر گزشتہ صدی کے رومان پسند باغی شاعروں کی عظیم روایت سے تعلق رکھتا ہے اور انہی کی طرح وہ حقیقی شاعر بھی ہے چنانچہ جب کبھی وہ رواجی انداز کو مفید اور معنی خیز پاتا ہے تو اس سے استفادہ بھی کرتا ہے جیسا کہ اس نے یہاں کیا ہے لیکن جب کبھی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ایمیلی ڈکنسن کی طرح ان کا اتنی ہی آزادی اور اظہار اتنی ہی سادگی کے ساتھ مضحکہ بھی اڑاتا ہے۔ فنی اور موضوعاتی اعتبار سے کلیم عمر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ شاعر کی حیثیت سے بھی اور اجتماعی شاعرانہ شعور پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں بھی۔

خلیل الرحمٰن کی نظم "زندگی کے بیاباں میں" جسکا ایکو۔ نیاز نے بڑا حسین ترجمہ کیا ہے وہ بھی اتنی ہی تحریک انگیز اور تصوراتی نظم ہے۔ اس میں خلیل الرحمٰن نے اسی غیر متزلزل جذبے اور ایقان سے کام لیا ہے جو کلیم عمر اور ان دوسرے بہت سے شعرا کی خصوصیت ہے جنہوں نے اپنے پیشرووں کی جانشینی اختیار کی ہے۔

یہ بنیادی طور پر زندگی کے حقائق کا اظہار ہے اور جدید شاعر ان کو نظم کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ اسے کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ دنیا کی موجودہ ناگزیر درشتی سے بلند ہو کر روح کی ایک اعلیٰ تر نئی حقیقت کو پانے اور اسے واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے اس وقت اور بھی بہت سے نوجوان شاعر ہیں۔ جنھیں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ انکے پاس ایک پیغام ہے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اس میں رعایتی اور جدید اندازوں کا امتزاج ملتا ہے۔ ان شاعروں میں سے ایک ریاض قادری بھی ہے جس نے "فالنگ آف" نامی نظم میں جذبات پر قدرت کے ذریعے وہ یکرنگی حاصل کر لی ہے جسے ہر شاعر کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس نے یہ یکرنگی جذبات کی انتہائی جماکانی تصویروں میں پیدا کی ہے سید قمر الزماں کی شاعری بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ نئے رومان پسندانہ انداز میں لکھتا ہے جس کی نمایاں ترین مثال اس کی نظم "دی اسپرٹ آف سالیلوکوئی" جذبۂ خود کلامی ہے۔ ادیب سہیل ایک اور نوجوان شاعر ہے جو سادہ اور پُر زور انداز میں اردو میں لکھتا ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے کلام کا ترجمہ سنجیدگی کے ساتھ باصلاحیت انداز میں کیا جائے۔

ان شاعروں سے بحث کرتے ہوئے مجھے اپنی معلومات کے ناکافی ہونے کا احساس ہے تاہم یہ وہ شاعر ہیں جو اس وقت لکھ رہے ہیں اور جنہوں نے مجھے اپنے کلام کے زور اور روانی، اپنی قدرت کلام اور سب سے بڑھ کر انسانی وجود کے عظیم موضوعات سے پنجہ آزمائی کرنے کی خواہش سے بہت متاثر کیا ہے۔ شاعر اور ان کے ہمعصروں کی بڑی تعداد ایک بے مثل اور پُر از توقعات ادبی روایت کے قیام کے لئے ایک ٹھوس اور مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

بحیثیت مجموعی میں ایک ایسے آدمی کی حیثیت سے، جو ادب پر بڑا ایقان رکھتا ہے، پاکستان کے ادبی مستقبل کے بارے میں بڑا پر امید ہوں۔ اس وقت یہاں کے شاعر جو کلام پیش کر رہے ہیں اس میں خامیاں بھی ہیں جیسی کہ کسی بھی مقام پر کسی بھی ادبی دور میں ہوتی ہیں۔ گو یہ نقائص کبھی کبھی نمایاں نظر آتے ہیں لیکن اس کے باوجود نسبتہً کم اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم انسانوں میں اس بات کی صلاحیت موجود ہے کہ ہم اعلیٰ تر اور کمتر درجے کے ادب میں تمیز کر سکیں اور پاکستان میں یقیناً یہ عمل جاری ہے۔ ادب سے وابستگی رکھنے والے باصلاحیت مدیروں اور نقادوں اور بلند پایہ ادبی جرائد کی حیرت انگیز تعداد اور ادب سے ہمدردی رکھنے والے اخبارات اور حکومت کی مدد سے، اور انجمن مصنفین کی پشت پناہی کے ساتھ نوجوان پاکستانی شاعروں کو غیر یقینیت کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ وہ ایک روایت اور ایک ثقافت کے مالک ہیں اور ایک چیلنج ان کے سامنے ہے۔ اس تائید و حمایت کے ساتھ ایک حقیقی پاکستانی ادبی روایت کو وجود میں لانے کی آخری ذمہ داری ان شاعروں ہی کے سر ہے اور انہی کے سر اسے رہنا بھی چاہیئے۔

O

ابوسلمان شاہجہاں پوری

نئے خزانے

اپریل ۱۹۶۵ء میں شائع ہونے والے علمی و ادبی رسائل اور اخباروں کا موضوع وار اشاریہ

فہرست موضوعات

اس اشاریہ میں اپریل ۶۵ء کے مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل کے مضامین شامل ہیں۔

بعض رسائل پچھلے مہینوں کے ہیں اور ان کے سامنے ماہ یا شمارے کی تصریح کر دی گئی ہے

ماہنامہ آجکل دہلی اپریل ۶۵ء ماہنامہ ساقی کراچی اپریل ۶۵ء ماہنامہ مولوی دہلی اپریل ۶۵ء
،، ادب لطیف لاہور ،، ،، زندگی رامپور ،، ،، ماہ نو کراچی ،،
،، البلاغ بمبئی ،، ،، سات رنگ کراچی جنوری فروری ،، نقش ،،
،، الرسیم حیدرآباد ،، ،، ساقی کراچی اپریل سہ ماہی نوائے ادب بمبئی جنوری
،، الشجاع کراچی ،، ،، سب رس حیدرآباد ،، ماہنامہ نیرنگ خیال لاہور اپریل
،، انجمن اسلامیہ میگزین ،، ،، ،، سیارہ کراچی ،، ،، نیا دور کراچی شمارہ ۲۵، ۲۶
،، برہان دہلی ،، شاعر بمبئی سالنامہ ۶۵ء ،، ہمدرد صحت ،، ،،
،، پدنم حیدرآباد ،، شان ہند دہلی اپریل ہفت روزہ المنبر لائل پور
،، تران کراچی مارچ ۶۵ء نمبر ،، شن امید بمبئی ،، ،، چٹان لاہور
،، تجلی دیوبند اپریل ۶۵ء ،، صحیفہ لاہور ،، ،، صدف جدید لکھنؤ
،، تحریک دہلی ،، ،، طلوع اسلام ،، ،، لاہور لاہور
،، ترجمان القرآن لاہور ،، ،، عارسہ ،، ،، ملاپ حیدرآباد
،، تہذیب الاخلاق ،، ،، ،، فاران کراچی ،، ،، ہماری زبان علی گڑھ
،، ثقافت ،، ،، ،، فروغ اردو لکھنؤ ،، سہ روزہ مدینہ بجنور
،، جامعہ دہلی ،، ،، فکر و نظر کراچی ،، روزنامہ انجام کراچی
،، جائزہ کراچی ،، ،، فنکار حیدرآباد نمبر ۱ ،، امروز لاہور
،، جوار بھاٹا دہلی ،، ،، کتابی دنیا کراچی اپریل ،، جنگ کراچی
،، خاتون پاکستان کراچی قرآن مجید نمبر (۲) سہ ماہی مجلۃ الجامعہ ربوہ جنوری ۔ مارچ ،، حریت ،،
،، خاتون دکن حیدرآباد اپریل ،، مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ جون ۔ دسمبر ،، کوہستان لاہور
ماہی خرام چاٹگام ج ۱ ش ۳ دوماہی محور دہلی شمارہ ۱۲۰ ،، مشرق ،،
ماہنامہ رہنمائے تعلیم دہلی اپریل ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اپریل ،، نوائے وقت ،،

اردو ادب وزبان

اردو ادب، تحقیق وتنقید

آئینکو، یوجین		
مترجم خیرالنساء	ادیب کے مسائل	ادب لطیف، اپریل، ص ۹ تا ۲۴
ابوشاہد خاں	مکتوبات سلیمانی — دیباچہ پر ایک نظر	چٹان، ص ۹ تا ۱۰، ۱۲؍اپریل
احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد	انشائیہ	نیا دور، ص ۸۳ تا ۹۶،
اسلوب احمد	ادیب کی نئی ذمہ داریاں [1]	نقش، ص ۱۰۰ تا ۱۲۲،
اصغر بٹ	سمت کی تلاش	نیا دور، ص ۷۶ تا ۸۴،
اطہر، غلام حسین	جوہر کی غزل	ماہ نو، ص ۸ تا ۱۳، اپریل
" "	نظم جدید کی کروٹیں	سیارہ، ص ۵۹ تا ۶۷، اپریل
اکبر علی	ایک مشہور ترین شعر استفادہ یا توارد	آجکل، ص ۳۷ تا ۳۹، اپریل
الفت، ہنس راج	اکبرآباد کی ادبی فضاؤں کی سیر	رہنمائے تعلیم، ص ۱۲ تا ۲۲، اپریل
بروہی، اے کے	ادیب بنیادی سچائیوں کو پیش کریں	نوائے وقت، ص ۳، ۱۴؍اپریل
" " "	دور جدید میں ادیب کی صلاحیت اور ذمہ داری	کوہستان، ص ۳، ۱۲؍اپریل
بیخود، پروفیسر علی عباس خاں	رابعہ سلطانہ ناشاد عظیم آبادی	شان ہند، ص ۶ تا ۷، مارچ اپریل
پرواز، ریاض احمد	سید سلیمان ندوی کی شاعری	معارف، ص ۳۹ تا ۴۱، اپریل
تسکین قریشی	جگر کی غزلیہ شاعری — ہماری نظر میں	فاران، ص ۳۸ تا ۴۰، اپریل
جمیل جالبی	نئے ادب کا مسئلہ	نقوش، ص ۱۰۵ تا ۱۱۹،
" "	ادب یا مابعد الادب	نیا دور، ص ۴۶ تا ۵۵،
جوگندر پال، پروفیسر	نئے ادب سے توقعات	الشجاع، ص ۶۴ تا ۸۴، اپریل
حالی، پروفیسر علیم اللہ	بوطیقا اور ارسطو کا نظریۂ تنقید	نوائے ادب، ص ۴۹ تا ۵۵، جنوری

---

[1] ہماری زبان سے ماخوذ

یسین، ڈاکٹر سید	معاصرانہ تنقید	شاعر، ص ۲۲تا۲۵، سالنامہ
غزنوی	ریڈیو ڈرامہ — اردو ادب کی ایک نئی صنف	امروز، ص ۲، ۱۸ اپریل
ی، عبدالستار	مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات اور مدح حضرت شاہ عالم	نوائے ادب، ص ۹۹تا۱۰۷، جنوری
شعیب	قطب مشتری — دکنی مثنویوں کی روشنی میں	جائزہ، ص ۸۹تا۱۰۰، اپریل
یسین خاں۔	امیر مینائی کے ادبی خطوط — جائزہ	صحیفہ، ص ۲۲تا۳۹، اپریل
،	قاموس الاغلاط پر ایک نظر	فاران، ص ۸تا۱۲، اپریل
قریشی	ایک عظیم ڈرامہ نویس (ماما وریرکر) مرہٹی زبان کا	خاتون دکن، ص ۱۳تا۱۵، اپریل
ـــ مرحوم	مولانا سالک کا خط الطاف مشہدی کے نام	نیرنگ خیال، ص ۸، اپریل
ید احمد مرحوم	زبردستی کا سلام	تہذیب الاخلاق، ص ۲۳تا۳۶، اپریل
م احمد	تلاش منزل	نیا دور، ص ۵۷تا۶۱،
بل بخاری، ڈاکٹر	اردو داستانوں میں ہندوستانی زندگی کا عکس	خرام، ص ۷تا۱۲
ب اکبرآبادی، علامہ	شاعری دور انقلاب میں	شاعر، ص ۱۱تا۱۵، سالنامہ
د، نریش کمار	میری غزلیہ شاعری	پونم، ص ۱۵تا۱۹، اپریل
یب، ضیاء الدین احمد	محمد قلی کی غزل	سب رس، ص ۱۳، اپریل
یل احمد صدیقی، محمد	زمن کی فارسی رباعیاں	نیرنگ خیال، ص ۱۷تا۲۴، اپریل
م احمد	غزل کے شگونے غزل کے معاملات	خرام، ص ۲۶تا۲۹،
،	آپ شہتیر نہیں ہیں کہ چرلے جاتے ہیں	نیا دور، ص ۳۴تا۴۱،
مد حسین، ڈاکٹر سید	اردو مرثیے کی تشکیل جدید	صحیفہ، ص ۹تا۳۲، اپریل
ادیب	سحر عشق آبادی — اور ان کا فن	لاہور، ص ۸تا۹+۱۴-۱۵، ۲۶ اپریل
ر نظامی	شاہ نیاز بریلوی کی شاعری	نیرنگ خیال، ص ۳۳تا۳۶، اپریل
یزیط، نثار	جدت و روایت کی کشمکش	نیا دور، ص ۲۶تا۳۲
رت رحمانی	آغا حشر — ان کا فن اور ان کے نقاد	نوائے وقت، ص ۳، ۲۸ اپریل
اکبر، پروفیسر سید	خطبہ صدارت ادبی اجلاس یوم محمد قلی قطب شاہ	سب رس، ص ۱۳تا۱۶، اپریل
م رسول، مولوی	دکنی ادب میں تلگو کا عنصر	، ، ۲۰تا۲۴، ،

غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر	چند علمی نکات	فنکار، ص ۳۱ تا ۳۴
فراق گورکھپوری	اردو شاعری میں تصورِ گناہ	نیا دور، ص ۷۰ تا ۷۷
فرغ، امتہ المالک	اوستا	مجلۃ الجامعہ، ص ۷۵ تا ۷۶، جنوری تا مارچ
مفتون کوٹوی	راجستھان کی ادبی فضاؤں کی سیر	شان ہند، ص ۳۲ تا ۳۴، مارچ اپریل
منیر فاروقی	پرانی بحث کا نیا پہلو	ادب لطیف، ص ۵۲ تا ۵۳، اپریل
مہندر راج سکسینہ، ڈاکٹر	خیر مقدمی تقریر یوم محمد علی قطب شاہ	سب رس، ص ۵ تا ۸، اپریل
میر حسن	محمد قلی کا کلام اور اس کے محرکات	سب رس، ص ۲۷ تا ۳۰، اپریل
ناصر، سید میر محمود احمد	ابتدائی مسیحی دور کی تحریرات	مجلۃ الجامعہ، ص ۸۲ تا ۹۷، جنوری تا مارچ
نصیر الدین ہاشمی مرحوم	شاہان دکن کی اردو شاعری	نوائے ادب، ص ۳۰ تا ۸۴، جنوری
نظر، محمد انصار اللہ	چند نادر مخطوطات	ہماری زبان، ص ۹ + ۱۰، ۱۵ اپریل
" "	تیر لکھنؤ میں	" " ص ۳ تا ۴ + ۸، ۲۲ اپریل
نعیم الدین، پروفیسر سید	غلام حسین ایلچپوری کا اشتغال نامہ	نوائے وقت، ص ۵ تا ۹، ۲ جنوری
نقی، ابوالحسن	دبستان لکھنؤ	الشجاع، ص ۴۹ تا ۵۲، اپریل
وارث میر	ڈرامے کو نئے عزم کی ضرورت ہے	نوائے وقت، ص ۲، ۹ اپریل
وحید قریشی، ڈاکٹر	یوسف زلیخا (مولانا غلام رسول عالم پوری)	ماہ نو، ص ۳۷ تا ۴۲، اپریل
وزیر آغا، ڈاکٹر	گیت کیا ہے؟	شاعر، ص ۱۹ تا ۲۱، سالنامہ
یوسف حسن	آغا حشر کی مخالفت کیوں اور کیسے؟	نیرنگ خیال، ص ۴۹ تا ۵۴، اپریل

ادب، دیگر زبانوں کا (ترکی، عربی، فارسی اور ہندی)

اکمل ایوبی، ڈاکٹر	نوائی کے ترکی اشعار	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۹۲ تا ۲۰۰، جولائی تا دسمبر
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	ایک جن شاعر کا (عربی کلام)	چٹان، ص ۱۱ + ۱۴، ۱۲ اپریل
اشفاق علی خاں	فارسی زبان میں علم بدیع کی تاریخ و تدوین	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱۵۵ تا ۱۹۹، جولائی تا دسمبر
شکیل احمد صدیقی، محمد	فارسی زبان کی اہمیت	فروغ اردو، ص ۹۲ تا ۹۳، اپریل
محمد افضل غفاری	سلطان العارفین حضرت باہوؒ کی فارسی شاعری	عارف، ص ۹۲ تا ۹۳، اپریل

زیدی جعفر رضا	ہندی شاعری کا ایک تاریخی جائزہ	معارف، ص ۲۷۱ تا ۲۸۸، اپریل
محمود الٰہی، ڈاکٹر	ہندی ادب کی پہلی تاریخ	ہماری زبان، ص ۳، ۱۵ اپریل
ندا فاضلی	ہندی نئی نظم	شاعر، ص ۲۶ تا ۳۱، سالنامہ

ادبی مجلسیں اور مشاعرے

ادیب، شیخ رجب	شب غزل	انجام، ص ۵، ۱۶ اپریل
ساحر، ایم جمیل	خان پور کا مشاعرہ	" " ۵، ۱۶ ر "
سرور تونسوی	مشاعرہ جشن جمہوریت ۱۹۶۵ء	شان ہند، ص ۹ تا ۲۰، مارچ اپریل
شجاع حکیم احمد	لاہور کی پرانی ادبی مجلسیں	چٹان، ص ۵ تا ۶ + ۲۰، ۱۹ اپریل
ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر	ہمارے مشاعرے	ساقی، ص ۱۷ تا ۲۰، اپریل
گمنام ہجرت پوری	ترقی اردو اور مشاعرہ	شان ہند، ص ۳۸ تا ۳۹، مارچ اپریل
نجم آفندی	ایک یادگار ادبی محفل	ملاپ، ۲۸ اپریل
وقار خلیل	یوم محمد قلی قطب شاہ کا آنکھوں دیکھا حال	سب رس، ص ۴۳ تا ۴۵، اپریل
یوسف علی خاں	لاڑکانہ کا مشاعرہ	جنگ، ص ۳، ۲۵ اپریل
	میرپور ڈھاکہ کا مشاعرہ	انجام، ص ۵، ۲ اپریل
	باب ایوب محفل مشاعرہ (سکھر)	جنگ، ص ۳، ۲۰ اپریل
	محفل شعر و سخن (احمد پور شرقیہ میں)	انجام، ص ۵، ۱۴ اپریل
	جشن نقوش	نیرنگ خیال، ص ۹ تا ۱۰، اپریل

اردو زبان اور اس کے مسائل

انصار اللہ، محمد	جاپان میں اردو	امروز، ص ۳، ۱۰ اپریل
" "	جاپان میں اردو کی ترویج	انجام، ص ۳، ۲۹ اپریل
سورج تنویر	پنجاب کے اخباروں میں اردو کی حمایت	ہماری زبان، ص ۷ تا ۸، ۸ اپریل
مائل نقوی	قومی زبان کا فروغ	مشرق، ص ۳، ۸ اپریل
نہرو، جواہر لال	اردو — قومی یکجہتی کی آئینہ دار	فنکار، ص ۴۴ تا ۴۰

ڈاکٹر	اردو بحیثیت قومی زبان	لاہور، ص ۳تا۷، ۲۶ر اپریل
	زبان کے مسائل	نیرنگ خیال، ص ۵، اپریل

آپ بیتی

ڈ	میرے جیل کے دو سال	چٹان، ص ۱۲تا۱۶+۲۰، ۵ر اپریل
رسپوری		
مد احمد دہلوی	ایسی پستی ایسی بلندی [1]	انجام، ص ۹، ۵ر اپریل
	ایسی پستی ایسی بلندی (۱۶)	" " ۴، ۱۲ر "
	" " " (۱۸)	" " ۹، ۱۷ر "
	" " "	" " ۱۲، ۱۹ر "
	" " " (۴۹)	" " ۲۴ر "
ر، صدر جمال	جنگ فلسطین (۱)	" ۴، ۳ر "
"	جب میرے سینے میں گولی لگی (۲)	کوہستان، ص ۴، ۱۱ر اپریل
"	مجھے جنگ سے نفرت (آخری قسط)	" " ۶، ۱۸ر "

اقتصادیات

الدین، سید	بنک دولت پاکستان	جنگ، ص ۳، ۲۹ر اپریل
ہ	ہماری معیشت کے گزشتہ اور آئندہ پانچ سال	انجام، ص ۳، ۶ر اپریل

تاریخ

حیدر مولانا	یزید کی حکومت کے خلاف حضرت امام حسین کا نعرہ انقلاب	مولوی، ص ۹تا۱۳، اپریل
جلیس	تہذیب کا معمار — محمد علی	سب رنگ، ص ۳۰تا۳۹، اپریل

---

[1] پین کے آخری شہنشاہ کی خودنوشت سوانح حیات

ارشاد، سید نقوی احمد	مہابت جنگ اور خاندانِ مہابت جنگ کی ادبی مجلسیں	شاعر، ص ۴۳ تا ۵۰، سالنامہ
اسرار احمد سہاروی، پروفیسر	غلام قادر (روہیلہ) پر کیا گزری	سیارہ، ص ۴۰ تا ۵۴، اپریل
ایوبی محمد اسحٰق	انسانی تواریخ کا ایک سرے	صبح امید، ص ۳۵ تا ۴۱، اپریل
بزمی انصاری، اے ایس	کشمیر کے مغلیہ باغات	نیرنگِ خیال، ص ۲ تا ۱۴، اپریل
پیام شاہجہانپوری	کیا حضرت ابراہیم آزر کے بیٹے تھے؟	مشرق، ص ۵، ۰ر اپریل
تابش صدیقی	سمرقند و بخارا	نوائے وقت، ص ۱۰، ۲۵ر اپریل
جعفر بلگرامی، سید	اقدام متحدہ اور ہندوستان	جامعہ، ص ۱۸۹ تا ۱۹۵، اپریل
حاصل عباسی اعظمی	تاریخی عمارتیں اور درگاہ اجمیر شریف	صبح امید، ص ۳۱ تا ۴۳، اپریل
حبیب اشعر، حکیم	سعودی عرب کے مقامات مقدسہ	مشرق، ص ۶، ۱۱ر اپریل
خلیل صحافی	امارت کے بعد افلاس — کروڑپتی کی داستان (آخری قسط)	امروز، ص ۳، ۴ر اپریل
رشید قریشی	قومی یکجہتی کا تاریخی پس منظر	شاعر، ص ۲۳ تا ۲۴، سالنامہ
سعید احمد اکبرآبادی	انڈونیشیا کی افرو ایشیائی اسلامی کانفرنس	برہان، ص ۲۳۲ تا ۲۵۳، اپریل
شرما، دیویندر ناتھ	کیلنڈر کی ایجاد	جوار بھاٹا، ص ۱۴۳ تا ۱۵۳، اپریل
شفقی، مسعود انور	پشاور ایک تاریخی شہر	انجام، ص ۱، ۱۲ر اپریل
شمس تبریزی	ہندوستان کے مغلیہ بادشاہوں کا ذوق علم	عارف، ص ۳۱ تا ۳۸، اپریل
شہلا عاصمہ	مدفون داستانیں — گمشدہ بھنبور کی تاریخ پر ایک نظر	جنگ، ص ۵، ۰ر اپریل
شہلا عاصمہ	مدفون داستانیں ...... آخری قسط	" " ۱۱، ۳ر "
ضیاء الحق، سید	گولکنڈہ	سب رس، ص ۴۰ تا ۴۳، اپریل
ظ۔ ل۔ چودھری	کشمیر کی کہانی — تاریخ کشمیر کے چند پوشیدہ اوراق کی زبانی (۳)	لاہور، ص ۲ تا ۱۴، ۵ر اپریل
	کشمیر کی کہانی .... (۴)	" " ۲ تا ۱۳، ۱۲ر "
ظ۔ ل۔ چودھری	" " .... (۵)	" " ۸ تا ۹۱۵، ۱۹ر "
" "	" " .... (۶)	" " ۲ تا ۱۳، ۲۶ر "

الحق انصاری ایم۔اے، ڈاکٹر	پاکستان کا صدارتی انتخاب اور عورت کی سربراہیٔ مملکت کا مسئلہ	زندگی، ص ۶۴تا ۷۳، اپریل
الوحید خاں، محمد	قطب شاہیوں کا طرز تعمیر	سب رس، ص ۷تا ۱۹، اپریل
ی، عبدالمجید (حکیم)	ایک زیر زمین مسجد	کوہستان، ص ۶، ۲۵ر "
رت رحمانی	عید کے روز پروانوں پر کیا گزری تھی (۱۸۵۷ء میں)	نوائے وقت، ص ۱۰، ۱۳ر "
"	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک — سرسید ایک اعلیٰ . . . مفکر	کوہستان، ص ۶، ۱۴راپریل
رت رحمانی	۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک	" " ۶، ۲۰ر "
"	" " "	" " ۶، ۲۲ر "
"	" " "	" " ۶، ۲۷ر "
اختر	گولکنڈہ کے ہیرے	انجام، ص ۴، ۵راپریل
مرتضیٰ ایم اے، حافظ	مولانا نور ترک دانشمند اور قرامطہ	معارف، ص ۲۸۹تا ۳۰۰، اپریل
ی، شبیر احمد خاں	عربوں کا علم المثلثات	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۱تا ۴۷، جون - دسمبر
گلزار احمد	کشمیر میں تحریک پاکستان کا تدریجی ارتقا	نوائے وقت، ص ۳، ۲۹راپریل
جالندھری، ولی محمد	سردار جگت سنگھ کا قیام شاہجہانپور	رہنمائے تعلیم، ص ۴تا ۵، اپریل
جیون لالی	گوالیار گھرانہ	آجکل، ص ۳تا ۱۵، اپریل
ایوب قادری ایم۔اے، پروفیسر	خانوادۂ شاہ ولی اللہ دہلوی کا تذکرہ	الرحیم، ص ۸۴تا ۹۰، "
صابر، ڈاکٹر	عثمانی سلاطین میں شیخ الاسلام کا عہدہ	فکر و نظر، ص ۵۳۳تا ۶۴۱، اپریل
ظر احسن گیلانی، مولانا	امام حسین کی شہادت کا راز	مولوی، ص ۵تا ۱۸، اپریل
عسکری، عبدالرحمٰن	مدینہ منورہ — اسلامی تاریخ کے آئینہ میں	المنبر ص ۴۴ تا ۵۲، مجلہ اپریل
فخر	سوویت یونین کی اسلامی ریاستیں	امروز، ص ۱۱، ۹راپریل
صابری	مکہ اور جوار مکہ کی چند تاریخی عمارتیں	انجام، ص ۴، ۱۴راپریل
احمد، ڈاکٹر	تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل	جوار بھاٹا، ص ۲۹۹تا ۳۱۳، اپریل
شفیع بیدی	شطرنج — تاریخ اسلام کی روشنی میں	جنگ، ص ۶، ۲راپریل
دلن خاں شروانی	سرسید احمد خاں اور ہندو مسلم اتحاد	تہذیب الاخلاق، ص ۴۴تا ۵۰، اپریل

مصنف	عنوان	ماخذ
یقین الدین	جہاں پتھر بولتے ہیں (ایک عجائب خانہ)	کوہستان، ص ۱، ۱۸ اپریل
ایک نازی افسر کے قلم سے	ہٹلر پر قاتلانہ حملہ	" " ۱۴ "
	قتل کی سازش — جب ہٹلر کو بم سے اڑانے کی کوشش کی گئی	جنگ، ص ۱۳، ۱۴ اپریل
	مسجد قرطبہ	ماہ نو، ص ۱۲ تا ۲۲، اپریل
	جلیانوالہ باغ	امروز، ص ۳، ۱۶ اپریل
	چاول کی پانچ ہزار سال طویل تاریخ	" " ۳، ۱۶ "
	ایک راجہ جو گیارہ سال جوگی بنا رہا[1]	" " ۴، ۱۱ "
	دلا بھٹی — عہد اکبری کا ایک زندہ جاوید کردار	" " "
	مکہ معظمہ — قدیم و جدید	مشرق، ص ۸، ۱۳ "
	شاہ ایران کے تئیس سالہ دور حکومت کی داستان	کوہستان، ص ۳، ۷ اپریل
	ایک حسین شہر (اسپین)	جنگ، ص ۹، یکم اپریل
	وسطی ایشیا	" " ۱۱، ۱۰ "
مترجم اسرار زیدی	۱۸۹۷ء میں سرحدی قبائل پر انگریزی فوجوں کی یلغار	انجام، ص ۵، ۵ "
	برطانوی سلطنت کے معمار	" " ۱۳، ۱۴ "
	سمرقند کا تاریخی مینار	" " ۸، ۱۴ "
	سمرقند کی تاریخی یادگاریں	" " ۲، ۱۷ "
	پشاور — ایک تاریخی شہر	" " ۹، ۱۷ "
مترجم فاروق پراچہ	فاروق — عروج سے زوال تک	" " ۲۴ "
	اورنگ زیب عالمگیر کے شب و روز	نوائے وقت، ص ۲، ۱۴ اپریل
	شاہ فاروق	کوہستان، ص ۳، ۵ اپریل
	بھوپال کیسے بنا (۲)	شعلۂ حیات، ص ۵، ۱/۱۵ اپریل
	نازیوں کا دشمن — مسٹر ایکس (۳)	جنگ، ص ۱۲، ۳ اپریل

---

[1] ریاست بھوپال کے راجہ کا قصہ

	نازیوں کا دشمن — مسٹر ایکس (آخری قسط)	جنگ، ص ۱۲، ۱۷ر اپریل

تعلیم اور تعلیمی ادارے

الطاف حسن قریشی	طلبا کا معاشرے کے ساتھ گہرا تعلق ہونا چاہیئے (ڈاکٹر رضی الدین صدیقی سے انٹرویو)	کوہستان، ص ۳، ۳۰ر اپریل
المنور	تعلیم کا صرف ایک بنیادی مقصد — تشکیل کردار	مشرق، ص ۳، ۱۴ر اپریل
انیس الدین انصاری، پروفیسر	صنعتی تعلیم	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۱۲ تا ۱۴، اپریل
خالد یار خاں	علوم کی تعلیم — قومی زبان میں ہونی چاہیئے	مشرق، ص ۳، ۱۲ر اپریل
سلیم احمد	تعلیم کا مسئلہ اور دل گداز تقریریں	نیا دور، ص ۷۸ تا ۸۲،
شریف، پروفیسر ایم ایم	سائنس اور ٹکنالوجی کا تعلیم پر غلبہ	تہذیب الاخلاق، ص ۲۳ تا ۲۷، اپریل
محمد طفیل قریشی ایم اے	عربی مدارس کا موجودہ نصاب تعلیم	الرحیم، ص ۱۷ تا ۲۲، اپریل
محمد یاکین، ڈاکٹر اے ایم (ملایا) مترجم رفیع الدین اعظمی	جامعاتی نظام میں اسلامی علوم کا مطالعہ (۲)	البلاغ، ص ۲۴ تا ۲۹، اپریل
مجیب، پروفیسر محمد	ایک تعلیمی خطبہ	جامعہ، ص ۱۵۹ تا ۱۶۵، اپریل
منظور حسین خاں نعمانی ایم۔اے علامہ	پاکستان کے قومی نظام تعلیم کے تقاضے	الجامعہ، ص ۳۷ تا ۴۴، اپریل
ہاشم مہاجر	اردو کالج (حیدرآباد) — ایک تحریک ایک ادارہ	خاتون دکن، ص ۱۶ تا ۱۹، اپریل
	پشاور یونیورسٹی — مینارۂ نور	مشرق، ص ۶، ۱۴ر اپریل
	علی گڑھ یونیورسٹی	امروز، ص ۳، ۳۰ر "

تمدن و معاشرت

احمر، منظور	مادھولال حسین اور میلہ چراغاں	چٹان، ص ۶ + ۲۲، ۵ر اپریل
خالد محمود	مسلمانوں کا سب سے بڑا تہوار	کوہستان، ص ۷، ۱۳ر اپریل
رزاقی، شاہد حسین	دکن کے مسلمانوں میں شادی بیاہ کی رسمیں	ثقافت، ص ۴۴ تا ۵۵، اپریل
سید محمود، پروفیسر	عہد محمد قلی قطب شاہ کا تمدن	سب رس، ص ۲۵ تا ۲۶، اپریل
لطیف انور، علامہ	اسلامی معاشرے میں عورت کا درجہ	امروز، ص ۲، ۹ر اپریل

محمد حسین ہیکل، مرحوم	عربوں کے قدیم میلے	مشرق، ص ۷+۸، ۱۳ راپریل
محمد منصور علی	عائلی زندگی کا مقدس منشور	البلاغ، ص ۴۳ تا ۴۸، اپریل
ناز، ایس ایم	پنجاب کے لوک کھیل	امروز، ص ۴، ۱۴ راپریل
مترجم۔ محمد سلیم علوی	جاپان — کل اور آج	نوائے وقت، ص ۱، ۵، ۲۰ راپریل
———	انسان کا لباس	" " " ۱+۱۰، ۱۸ ر "
———	جشن بہاراں (ایران میں)	ماہ نو، ص ۲۳ تا ۳۰، اپریل

سائنس

ارشاد احمد خاں	زمین سے چاند تک	انجام، ص ۱۰، ۱۴ راپریل
ا۔ د۔ ش	خطرناک ہتھیاروں کے چند پرامن اور تعمیری استعمال	حریت، ص ۶، یکم اپریل
بادگزا ذرف	فضائے بسیط میں اگلا قدم	امروز، ص ۳، ۹ راپریل
———	ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند (آخری قسط)	جنگ، ص ۴، ۵ ر "
———	" " " [1]	" " ۲ ر یکم "
———	لاکھوں سال پرانے خوابوں کی نئی تعبیر — انسان کی خلا میں پرواز	حریت، ص ۶، ۸ راپریل

سفرنامے

دریا بندری	پاکستان — ایک ایرانی سیاح کی نظر میں	نوائے وقت، ص ۳، ۹ راپریل
زیڈ۔ اے۔ ایس	وسطی ایشیا میں مسلمان	" " " ۳، ۲۶ ر "
سلطان رفیع	لے کاسۂ دل فقیر آرہے ہیں (ارض مقدس میں کیا دیکھا کیا محسوس کیا)	صبح امید، ص ۲۵ تا ۳۰، اپریل
عالی جمیل الدین	دنیا میرے آگے (۹۱)	جنگ، ص ۲، ۵ راپریل
" "	" " (۹۲)	" " ۲، "

---

[1] روسی سائنسدانوں کی نئی خلائی فتح کی داستان

مصنف	عنوان	ماخذ
جمیل الدین	دنیا میرے آگے (۹۳)	جنگ، ص ۲، ۱۷ر اپریل
〃	〃 〃 (۹۴)	〃 〃 ۲، ۲۶ر 〃
الماجد	چند گھنٹے دلی میں	صدق جدید، ص ۵ تا ۶، ۹ر اپریل
ہت علی سید	۷۰ روپے میں سیر جہاں (۹)	انجام، ص ۲، ۵ر اپریل
〃 〃	سیر جہاں (۱۰)	〃 〃 ۱۲ر 〃
〃 〃	〃 〃	〃 〃 ۲، ۱۹ر 〃
〃 〃	〃 〃	〃 〃 ۲، ۲۶ر 〃

سیاسیات

مصنف	عنوان	ماخذ
سجاد	میں کمیونسٹ نہیں ہوں — صدر ناصر کے سوشلزم کی کہانی خود ان کی زبانی	مشرق، ص ۵، ۸ر اپریل
سجاد	کشمیر — خود ارادیت کے لئے صدر ایوب کا جہاد	جنگ، ص ۳، ۱۳ر 〃
〃	کیا عربوں اور اسرائیل میں جنگ چھڑ سکتی ہے	مشرق، ص ۶، ۱۶ر 〃
نصر خاں	صدر پاکستان کا دورہ روس	حریت، ص ۴، ۴ر 〃
سان بی اے	روس میں آٹھ دن (۱)	کوہستان، ص ۳، ۱۹ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲)	〃 〃 ۳، ۲۰ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳)	〃 〃 ۳، ۲۱ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۴)	〃 〃 ۳، ۲۲ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۵)	〃 〃 ۳، ۲۳ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۶)	〃 〃 ۳، ۲۴ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۷)	〃 〃 ۳، ۲۵ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۸)	〃 〃 ۳، ۲۶ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۹)	〃 〃 ۳، ۲۷ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۱۰)	〃 〃 ۳، ۲۸ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۱۱)	〃 〃 ۳، ۲۹ر 〃

مصنف	عنوان	ماخذ
آصف جیلانی	دلی سے ایک خط — پاکستان، چین اور بھارت	جنگ، ص ۲، ۲/اپریل
" "	" " " — کانگریسی رہنماؤں کی بدعنوانیاں	" " ۲، ۲۸/ "
امینی، مولانا محمد تقی	جدید دور میں جدید رہنمائی کی ضرورت	الرحیم، ص ۲۵ تا ۳۱، اپریل
جعفری، فضل الرحمٰن	پاکستان کے سیاسی و اقتصادی معاہدے	انجام، ص ۳، ۱۸/اپریل
" "	پاکستان کی خارجہ پالیسی پر ایک نظر	" " ۳، ۲۷/ "
خالد محسن، سید	آزاد خارجہ پالیسی	مشرق، ص ۳، ۵/ "
" "	صدر ایوب کی کامیاب غیر جانبدار پالیسی	انجام، ص ۳، ۱۱/ "
راشدی، علی محمد (پیر)	مشرق و مغرب	جنگ، ص ۱۲، ۳/ "
" "	" "	" " ۱۲، ۱۰/ "
" "	" "	" " ۱۲، ۱۷/ "
" "	" "	" " ۱۲، ۲۴/ "
سلہری، زیڈ اے	صدر ایوب کا دورۂ روس	" " ۳، ۲۱/ "
" "	" " "	" " ۵، ۲۶/ "
" "	" " "	" " ۳، ۲۷/ "
طارق وارثی	آزادیٔ فلسطین کی نئی تحریک	کوہستان، ص ۳، ۸/ "
غازی، عبدالحمید	شیخ عبداللہ اور مسئلہ کشمیر	لاہور، ص ۶ تا ۸، ۱۲/ "
غلام ربانی، شیخ	بھارت سیاسی انتشار کی راہ پر	انجام، ص ۳، ۱۲/اپریل
" "	" " " " (۲)	" " ۳، ۱۳/ "
کلیم اختر	کشمیر، چین اور بھارت	مشرق، ص ۳، ۳/ "
" "	کشمیر کا مسئلہ — عالمی امن کا مسئلہ	" " ۳، ۹/ "
محمد زبیر خاں آفندی، راجہ	بھارت کے خطرناک عزائم	انجام، ص ۳، ۲۱/ "
ناصر الیاس	پاکستان اور روس کے تعلقات کا نیا دور	" " ۳، یکم "
نذیر حق	مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے پاکستان کی کوشش	مشرق، ص ۶، ۴/ "
" "	روس اور پاکستان کے دوستانہ مراسم	" " ۱۰/ "
" "	جنوب مشرق ایشیا میں امریکی حکمت عملی کی شکست	" " ۳، ۲۰/ "

نذیر حق	شاستری کا دورۂ نیپال	مشرق، ص ۳، ۲۷ اپریل
" "	رن کچھ کا قضیہ	" " ۳، ۲۸ "
" "	رن کچھ میں پسپائی ...... بھارت کو نازک حالات کا سامنا ہے	" " ۵، ۲۹ "
	رائے شماری کی تاریخی قرارداد	امروز، ص ۳، ۱۳ "
	اسلامی قومیت کا مقصد اور صدارتی نظام حکومت	کوہستان، ص ۲، ۷ "
	پاکستان کو صحیح اسلامی مملکت بنانے کے کس پارٹی میں شامل ہونا چاہیئے	المنبر، ص ۵۳ تا ۵۸، ۲۴ اپریل
	رائے شماری کی قرارداد قرارداد (۲)	امروز، ص ۳، ۱۵ اپریل
	شیخ عبداللہ کا دورۂ لندن	نوائے وقت، ص ۳، ۱۴ اپریل
	شیر کشمیر کے دورۂ انگلستان کا ایک	حریت، ص ۳، ۳ اپریل
	ایک جزیرہ ..... ماریشس جسے بھارت اپنی نوآبادی بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے	حریت، ص ۲، ۱۱ اپریل
	متحدہ عرب جمہوریہ میں ایک پارٹی سسٹم	نوائے وقت، ص ۳، یکم اپریل

شخصیات

آزاد، مولانا ابوالکلام

آزاد، مولانا ابوالکلام	قصۂ یوسف علیہ السلام	خاتون پاکستان، ص ۸۶ تا ۸۸، قرآن مجید نمبر (۲)
" " "	مقاصد حج	شعلۂ حیات، ص ۷، ۱۶ اپریل
" " "	عظیم قربانی	جنگ، ص ۳ و ۱۴، ۱۴ اپریل
" " "	(ایضاً)	نوائے وقت، ص ۱، ۱۰ "
ابو سلمان شاہجہانپوری	مولانا ابوالکلام کا ایک اہم خط (ایم اے زکریا کے نام)	جامعہ، ص ۱۶۶ تا ۱۷۱، اپریل
جنرل سکرٹری (مرتب، آل محمد)	مولانا آزاد کی یادیں [1]	ہماری زبان، ص ۹ تا ۱۰، یکم "

---

[1] ۲۰ فروری ۶۵ء کو مولانا آزاد کی یادیں انجمن ترقی اردو ہند کے زیر اہتمام جلسہ کی روداد اور مقررین کے خیالات کا خلاصہ

ابو اعلیٰ اعظم گڑھ	مولانا ابوالکلام آزاد	چٹان، ص ۱۱ تا ۱۴، ۱۲ اپریل
عبدالماجد	دعویٰ و جواب دعویٰ [1]	صدق جدید، ص ۶، ۲۳ر "

اقبال، علامہ

احمد ہمیش	علامہ اقبال اور ہندوستان	آئینہ، ص ۲ تا ۵، ۲۰-۲۲ اپریل
ارشاد الحق قدوسی	اقبال کا نظریۂ حیات	انجام، ص ۲، ۲۲ اپریل
اسلم جدون	شاعر مشرق کا نظریۂ حسن	امروز، ص ب، ۲۱ر "
اظہر، افضل حسین	اقبال کی شاعری میں روحانیت اور مادیت کا تصور	" " الف ج، ۲۱ر "
افتخار حسین شاہ	علامہ اقبال کی اردو نثر	" " د ، ۲۱ر "
اقبال، علامہ	شاعر مشرق علامہ اقبال کی ایک نایاب تحریر [2]	حریت، ص ۶، ۲۲ر "
اکرام رانا	فکر اقبال	کوہستان، ص ۱۰، ۲۱ر "
انور قدوائی	اقبال اور تصور پاکستان	نوائے وقت، ص ۶، ۲۱ر "
انیس احمد اعظمی	اقبال — شاعری و پیغام	سیارہ، ص ۷۷ تا ۸۰، اپریل
بشیر احمد میاں	اقبال کا آسان کلام	نوائے وقت، ص ۳، ۲۱ر "
بشیر الحق، محمد (عظیم آبادی)	شاعر مشرق علامہ اقبال کا ایک نایاب خط — (مولوی انشاء اللہ خاں کے نام)	جنگ، ص ۹، ۲۲ اپریل
بشیر حسین زیدی، کرنل	اقبال کی سادگی	آئینہ، ص ۱۱، ۲۰-۲۲ر "
بقار، محمد شریف	اقبال کے تصور کائنات کی بنیاد	مشرق، ص ۶، ۲۱ر "
پیام شاہجہانپوری	اقبال کا مرد حر	کوہستان، ص ۱، ۲۱ر "
تحسین سروری	علامہ اقبال کی سات نئی تحریریں	جنگ، ص ۲، ۲۲ر "
جاوید اقبال، ڈاکٹر	علامہ اقبال اور قومی کردار	نوائے وقت، ص ۲، ۲۴ اپریل
جمالی، طفیل احمد	علامہ اقبال (اداریہ)	انجام، ص ۵، ۲۱ اپریل
جمیل ملک	اقبال کی شاعری میں عورت کا مسئلہ	خرام، ص ۲۱ تا ۲۴،

---

[1] مولانا ابوالکلام کے سلسلے میں مولانا دریابادی کے نام شورش کاشمیری کا خط اور اس کا جواب بسلسلۂ "مغفوریت مسلم"

[2] ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک خط

—	اقبال قائد کی نظر میں	امروز، ص د، ۲۱ اپریل
حامد کوثر	عورت — اقبال کی نظر میں	انجام، ص ۱۱، ۲۲ اپریل
حسن نظامی، خواجہ	دہلی میں یوم اقبال	نیرنگ خیال، ص ۴ تا ۷، اپریل
حمود الرحمٰن، جسٹس	شاعر مشرق کو حقیقی نذرانہ عقیدت ....[1]	نوائے وقت، ص ۱، ۲۲ اپریل
حیدر، مفتی	اقبال ایک بذلہ سنج انسان کی حیثیت سے	مشرق، ص ۷، ۲۱ اپریل
(ساقی، ف م)	اقبال[2]	ساغر، ص ۳، ۲۱ ر "
سالک، عبدالمجید	۳۰ مارچ سے ۲۱ اپریل تک — علامہ اقبال کے آخری لمحات	انجام، ص ۲، ۲۲ اپریل
سردار علی صابری	اقبال اور مسلم لیگ	" " ۵، ۲۲ ر "
شورش کاشمیری	دانش گاہ پنجاب میں مسند اقبال	چٹان، ص ۵ تا ۶ + ۲۰، ۲۱ اپریل
شوکت حریم	علامہ اقبال کی گھریلو زندگی .... (باجی رشیدہ سے انٹرویو)	امروز، ص ۵، ۲۲ اپریل
صادق ضیائی	خودی کیا ہے راز درون حیات	مشرق، ص ۷، ۲۱ ر "
" "	دگر دانائے راز آید کہ نہ آید	امروز، ص الف + ج، ۲۱ اپریل
ضیاء، پروفیسر	فلسفۂ تعلیم علامہ اقبال کی نظر میں	عارف، ص ۵۵ تا ۶۱، اپریل
" "	تعلیم — اقبال کی نظر میں	لاہور، ص ۲ تا ۱۴، ۱۹ ر "
عاشق حسین بٹالوی	تین شعر	نوائے وقت، ص ۱+۸، ۲۱ اپریل
عبادالله فاروقی، حافظ	اقبال اور شعور نفس	سیارہ، ص ۱۸ تا ۲۳، اپریل
عبدالله قریشی، محمد	اقبال اور محمد اقبال — حیات اقبال کا ایک گمشدہ ورق	امروز، ص ج، ۲۱ اپریل
عبدالله، محمد	اقبال بنگلہ میں	ماہ نو، ص ۲۴ تا ۲۷، "
عبدالواحد، ڈاکٹر سید	اقبال اور علاقہ واریت	" " ۳۰ تا ۳۴ + ۳۶، اپریل

---

[1] مرکزیہ مجلس اقبال کے زیر اہتمام جلسہ میں مقررین کا حضرت علامہ کو خراج عقیدت

[2] یوم اقبال پر اداریہ

عرفان چغتائی	دل کی زبان — اقبال کی مجلس	نوائے وقت، ص ۴، ۲۵ر اپریل
عشرت رحمانی	حکیم الامت علامہ اقبال — طب مشرقی پران کے افکار کا جائزہ	ہمدرد صحت، ص ۸ تا ۲۳، اپریل
عنایت اللہ، ملک محمد	نظریۂ اقبال	جنگ، ص ۵، ۲۲ر اپریل
شعلان، صادق (مصری)	النشید الاسلامی[1]	امروز، ص ۷، ۲۱ر "
شورش کاشمیری	اقبال کے ساتھ ایک سانحہ (نظم)[2]	چٹان، ص ۷، ۱۲ر "
غلام السیدین، خواجہ	اقبال کا پیغام	مشرق، ص ۵، ۲۱ر "
فراق گورکھپوری	اقبال فراری تھے	آئینہ، ص ۱۱، ۲۰ر "
کسری منہاس	اقبال کا مزاحیہ کلام	تہذیب الاخلاق، ص ۱۴ تا ۲۰، اپریل
مائل نقوی	اقبال بھوپال میں	امروز، ص ۷، ۱۲ر اپریل
محفوظ عابد	اقبال کا تصور فن	انجام، ص ۱۱، ۲۲ر "
محمد احمد خاں	جمہوری پارلیمانی حکومت اور اقبال	مشرق، ص ۳، ۲۱ر "
محمد حسن قریشی، شفاء الملک حکیم	علامہ اقبال — کفایت شعار — سادہ منش	نوائے وقت، ص ۱۰، ۸، ۲۱ر اپریل
" " "	اقبال ایک طوفان	کوہستان، ص ۱۰۰، ۲۱ر اپریل
" " "	تذکرہ اقبالؒ	امروز، ص ج، ۲۱ر اپریل
" " "	علامہ اقبال کی چند یادیں	مشرق، ص ۱۰، ۲۱ر "
" " "	علامہ اقبال — میری نظر میں	انجام، ص ۱۲، ۲۲ر "
محمد سرور	تاریخ فکر اسلامی میں اقبال کا مقام	فکر و نظر، ص ۲۱۳ تا ۲۲۳، اپریل
"	" " " "	چٹان، ص ۲ تا ۱۴، ۱۹ر "
محمد شفیع، میاں	میں موت کا سامنا کرنا چاہتا ہوں — حکیم الامت کا آخری ارشاد	نوائے وقت، ص ۹، ۳، ۲۱ر اپریل
محمد عثمان، پروفیسر	سورۂ اخلاص اور اقبال	" " " ۹، ۲۱ر اپریل

---

[1] علامہ اقبال کے ترانہ "چین و عرب ہمارا ...." کا عربی منظوم ترجمہ

[2] پنجاب یونیورسٹی میں مسند اقبال کے ایک قادیانی پروفیسر کے حوالے کئے جانے پر

محمد یحییٰ	اقبال — وطنیت کے متعلق ان کا نظریہ کیا تھا؟	مشرق، ص ۶، ۲۱ر اپریل
مراتب علی ایم اے	لاہور میں اقبال کی شایانِ شان یادگار قائم کی جائے	" " ۵، ۲۲ر "
کوہکن، مبارک علی	جو پردوں میں ہے پنہاں[1]	ساغر، ص ۱۰۰۲، ۱۲ر "
مرغوب صدیقی	اقبال کا فلسفۂ خودی	کوہستان، ص ۸، ۲۱ر "
" "	اقبال پر تحقیق کی ضرورت	نوائے وقت، ص ۳، ۲۱ر "
مزدک	اقبال اور ہم لوگ	آئینہ، ص ۳۰۰۵، [illegible] ر "
مسعود سلمان	اقبال کا پیام	الرحیم، ص ۱۴ تا ۱۷، اپریل
مصطفیٰ، اے ٹی ایم	علامہ اقبال کے نزدیک پاکستان کا مقصد	نوائے وقت، ص ۲، ۲۳ر اپریل
ممتاز حسن	اقبال اور ملت	ماہِ نو، ص ۱۷ تا ۱۸، اپریل
م ۔ ی	علامہ اقبال ۔ پیدائش ۔ حالات زندگی اور وفات	مشرق، ص ۷، ۲۱ر "
نادم سیتاپوری	اقبال کے چند نادر خطوط	تہذیب الاخلاق، ص ۷ تا ۱۳، اپریل
نظر زیدی	اقبال اور ہماری عملی زندگی	سیارہ، ص ۸۷ تا ۹۰، اپریل
نیر واسطی، پروفیسر	ایران بھی شاعرِ مشرق کا پرستار ہے	مشرق، ص ۲، ۲۱ر اپریل
وحید الدین، فقیر سید	استنبول چلے جاؤ اور ایٹمی توانائی پر ریسرچ کرو ۔	
" "	(علامہ اقبال کا مشورہ)	نوائے وقت، ص ۱، ۲۱ر اپریل
" "	ایک عظیم انسان — سیرت اقبال کی چند جھلکیاں	مشرق، ص ۵، ۲۱ر اپریل
" "	علامہ اقبال کے ارشادات	جنگ، ص ۱۰، ۲۲ر "
ولی بخش قادری، عبداللہ	شاعرِ مشرق علامہ اقبال اور اردو کی درسی کتاب	ہماری زبان، ص ۶، ۸ر اپریل
————	لمعات ۔ (اقبال کے متعلق)	طلوعِ اسلام، ص ۷۰ تا ۸۰، اپریل
————	جب علامہ اقبال نے میرزائیوں کو انجمن حمایت اسلام سے	
	نکالا	چٹان، ص ۴، ۱۹ر اپریل
————	کلام اقبال[1]	ساغر، ص ۸ تا ۹، ۱۲ر "
نوائے وقت	قاضی محمد اسلم اور مسند اقبال	چٹان، ص ۴، ۱۹ر اپریل
————	شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو	نوائے وقت، ص ۸، ۲۱ر اپریل

[1] حضرت علامہ اقبال کے کلام پر ایک نظر

غالب

ادیب وشعرا

---

[۱] حضرت علامہ کا منتخب کلام نظمیں اور رباعیات

[۲] روزنامہ نوائے وقت کا اداریہ بعنوان "غلط بخشی" مورخہ ۱۹ر اپریل ۱۹۶۵ء

مصنف	عنوان	ماخذ
قاسم غنی	ابن سینا	
مترجم جالسی، کبیر احمد	ابن سینا بحیثیت ادیب	ثقافت، ص ۵۶ تا ۶۵، اپریل
گوپال متل	خواجہ حسن نظامی	کوہستان، ص ۶، ۱۸ر اپریل
مائل نقوی	امرائو علی عیش — دنیائے ادب کا سب سے بڑا....	امروز، ص ۲، ۷ر اپریل
محمد احمد اصلاحی	داغ — شاعر بزم نگاری	جامعہ، ص ۱۹۶ تا ۲۰۶، اپریل
محمد لیسین	ٹی - ایس - ایلیٹ	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، یکم اپریل
————	شاعروں کے شاعر — جگر	انجام، ۶، ۲۶ر اپریل
————	امیر خسرو دہلوی — ایک ہمہ پہلو شخصیت	نوائے وقت، ۳، ۴ر اپریل

سیاست داں

مصنف	عنوان	ماخذ
ابو سلمان شاہجہانپوری	نشاط النساء بیگم (حسرت موہانی کی اہلیہ)	چٹان، ص ۱۶، ۱۲ر اپریل
روحہ بنت کشفی شاہ نظامی، سیدہ	ظفر — میرا بھائی [1]	کوہستان، ص ۴۸، ۱۱ر "
طاہر علی رضوی	راجہ غضنفر علی خاں مرحوم	نوائے وقت، ص ۶، ۱۸ر "
عبداللطیف اعظمی	خالدہ ادیب خانم کے تاثرات — ہندوستانی مشاہیر کے متعلق	جامعہ، ص ۱۷۲ تا ۱۸۸، اپریل
————	مولوی فضل الحق مرحوم	امروز، ص ۳، ۲۷ر اپریل

خطاط

مصنف	عنوان	ماخذ
انور محمد شفیع	صوفی عبدالمجید پروین رقم (مرحوم)	کوہستان، ص آخری صفحہ، ۴ر اپریل
محمد عالم مختار حق	خطاط مشرق — صوفی عبدالمجید پروین رقم	مشرق، ص ۱۲، ۴ر اپریل
————		امروز، ص ۲، ۳ر "

صوفیا، علما اور مفکرین و مشاہیر اسلام

مصنف	عنوان	ماخذ
ابو بکر شبلی، مولانا	ابو حیان التوحیدی	الرحیم، ص ۵ تا ۱۶، اپریل

---

[1] جناب ایس ایم ظفر پاکستان کے نئے وزیر قانون و پارلیمانی امور

احمد، ڈاکٹر مختار الدین	صدر الدین علی بن ابی الفرج البصری	مجلہ علوم اسلامیہ، ص ۷۷ تا ۱۱۴، جون دسمبر
احمد حسین، صوفی	حضرت شاہ نعیم	نوائے وقت، ص ۲، ۸ اپریل
جعفری، فضل الرحمٰن (سید)	مولانا حسین احمد مدنی	انجام، ص ۲، ۲۴ اپریل
رضوی، بی کام، شہزادہ	حضرت مخدوم شاہ ابن بدر چشتی	″ ″ ۲، ۱۷ ر ″
سیف فیروز پوری، محمد اسلم	مولانا سید محمد داؤد غزنوی	المنبر، ص ۱۳ تا ۱۴+۱۷، ۱۴/۱۵ اپریل
طفیل، ایم (ایم اے)	ابوالخیر نونکھ ہزارہ	کوہستان، ص ۴، ۲۹ اپریل
عبد الحلیم چشتی، مولانا	علامہ جلال الدین سیوطی	معارف، ص ۲۴۵ تا ۲۷۰، اپریل
فرقت کاکوروی، غلام احمد	مولانا مظہر الحق	آجکل، ص ۳۱ تا ۳۶، اپریل
فضل الرحمٰن	قاسم بن قطلو بغا الحنفی	مجلہ علوم اسلامیہ، ۱۴۵ تا ۲۰۰، جون دسمبر
محمود الحسن ایم اے	عبدالرحمٰن بن الاشعث (ایک مطالعہ)	برہان دہلی، ص ۲۱۷ تا ۲۲۵، اپریل
محمد یحییٰ	حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ	مشرق، ص ۹ اپریل
معزالدین، ڈاکٹر	آقا احمد علی اصفہانی	ساقی، ص ۴۹ تا ۵۰، اپریل
ممتاز علی، سید	امام احمد ابن تیمیہ	مشرق، ص ۴، ۸ اپریل
	ابن بطوطہ	نوائے وقت، ص ۲، ۸ اپریل
مترجم: ملک امداد علی گھلو	″ ″ (۲)	″ ″ ۲، ۱۴ ر ″
	جیالا سید (سرسید احمد خاں)	بونم، ص ۱۰ تا ۱۴، اپریل
	حضرت مولانا محمد لکھنوی	المنبر، ص ۷ تا ۲۴، ۲۲/۲۳ اپریل
	حضرت مولانا محمد یوسف — آخری لمحات	″ ″ ۹ تا ۱۱، ۱۶/۱۷ ر ″
	مجاہد کبیر مولانا محمد یوسفؒ	″ ″ ۷ تا ۸+۱۸، ۱۶/۱۷ ر ″

صحافت

اشفاق علی خاں، پروفیسر	صحافت کی اہمیت	نوائے وقت، ص ۵، ۲۵ اپریل
″ ″	صحافی قوم کا سپاہی (۲)	″ ″ ۶، ۲۶ ر ″
امداد صابری	برصغیر میں سب سے پہلے انگریزوں نے اخبار جاری کیا	مشرق، ص ۳، ۱۳ اپریل
″ ″	مراۃ الاخبار — برصغیر کا پہلا فارسی اخبار	″ ″ ۳، ۱۵ ر ″

امداد صابری	اردو کا پہلا اخبار — دہلی اردو اخبار	مشرق، ۳+۶، ۱۶ر اپریل
تمنا مظفر پوری	ہفتہ وار بمبئی پنچ بہادر	شاعر، ص ۵۱ تا ۶۰، سالنامہ
زاہدہ حنا	اردو صحافت کا ورق گم شدہ	انجام، ص ۷، ۱۹ر اپریل

طب

محمد سعید دہلوی، حکیم	صوفیائے کرام کا طبی فیضان	انجام، ص ۷، ۱۴ر اپریل
" " "	" " " "	ساغر، ص ۱۱ تا ۱۳، ۲۱ر "

کتابیات وکتب خانے

برنی، ضیاء الدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر (خاص مضامین کا تعارف)	کتابی دنیا، ص ۸ تا ۱۲، اپریل
ساحل، عبدالحلیم و دیگر مرتبین	مقالہ "	نوائے ادب، ص ۱ تا ۱۸، جنوری
خالدہ شیخ	پنجاب پبلک لائبریری	مشرق، ص ۵، یکم اپریل

مذہبیات

اخلاق وتصوف

ابوالاعلیٰ مودودی	تعمیر اخلاق کیوں اور کیسے ہو؟	ترجمان القرآن، ص ۳۵ تا ۴۹، اپریل
محمد حنیف ندوی	تصوف کے مابعد الطبیعی مسائل	ثقافت، ص ۷ تا ۲۲، اپریل
منشور، محمد عبدالصبور بیگ	عشق الٰہی	کوہستان، ص ۲، ۱۳ر "

سیرت اور حدیث وفقہ

اقبال اسد	علم فقہ ایک علمی جائزہ	امروز، ص ۳، ۹ر اپریل
حسن علی جامعی، ملک	سیرت رحمۃ اللعالمینؐ	چٹان، ص ۱۰+۲۳، ۵ر اپریل
حسن علی بی اے، ملک	" "	" " ۱۵، ۱۲ر "
" " "	" "	" " ۹ تا ۱۰، ۱۹ر "

مصنف	عنوان	ماخذ
خورشید احمد، حکیم شیخ	علم الحدیث	مجلتہ الجامعہ، ص ۱۵ تا ۵۶، جنوری تا ما
صابری، مولانا حبیب الرحمٰن خاں	ولادت خیر الانام[1]	برہان، ص ۲۲۶ تا ۲۳۴، اپریل
محمد صادق، مولانا	حجۃ الوداع میں رحمت دو عالم کے خطبات	امروز، ص ۴، ۱۳ اپریل
محمد صادق سیالکوٹی، مولانا	سرور کائنات کے مرض الموت کے خطبات	چٹان، ص ۷ تا ۸ + ۱۹، ۵ اپریل
ــــــــ	انسانیت کے لئے منشور اعظم ـــ سرور کائنات کا آخری خطبہ	مشرق، ص ۱، ۱۱ اپریل

عبادات

مصنف	عنوان	ماخذ
ابوالاعلیٰ مودودی	حج	جنگ، ص ۱۵، ۱۴ اپریل
" "	رسول اکرمؐ کی عید	کوہستان، ص ۷، ۱۳ "
ابوطالب نظامی	عید قرباں	" " ۹، ۱۳ "
اطہر مبارک پوری، قاضی	عہد رسالت میں مدینہ منورہ کی عید	البلاغ، ص ۱۲ تا ۲۲، "
پرویز	ہم عید الفطر کیوں مناتے ہیں ؟	طلوع اسلام، ص ۱۷ تا ۲۲، اپریل
خالد علوی	حج ـ انسانی اخوت کے فروغ کا ذریعہ	مشرق، ص ۶، ۱۱ اپریل
طفیل، ایم	عید الضحیٰ	کوہستان، ص ۸، ۱۳ "
عبدالخالق	قربانی کی حقیقت	امروز، ص ۳، ۱۳ "
فاتح قائد آبادی	قربانی ـ تحقیق کی روشنی میں	" " ۴، ۱۳ "
محمد شاہ، سید	حج اور عید کی اہمیت	کوہستان، ص ۸، ۱۳ "
محمد شفیع، مولانا مفتی	قربانی	جنگ، ص ۲، ۱۴ "

قرانیات

مصنف	عنوان	ماخذ
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید	قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے دلائل	خاتون پاکستان، ص ۵ تا ۱۲، قرآن مجید
" "	سورۃ الشوریٰ (۴)	ترجمان القرآن، ص ۷ تا ۱۴، اپریل

---

[1] پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت نظریہ علوی کی روشنی میں

ابوالاعلیٰ مودودی	الزخرف	ترجمان القرآن، ص ۳۳ تا ۳۶، اپریل
ابوالجلال ندوی	۲۹ — سورتوں کا آغاز	خاتون پاکستان، ص ۲۸ تا ۱۴۷، قرآن مجید نمبر (۲)
اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد	قرآن مجید — آئین ملت محمدیہ	" " " ۵ تا ۶، " "
پروین کاظمی، بیگم	قرآن مجید پڑھنے کے بنیادی اصول	" " " ۲۲۷ تا ۲۳۲، " "
تمنا عمادی، علامہ	جمع القرآن	" " " ۱۳۱ تا ۱۸۱، " "
جناح، قائد اعظم محمد علی	قرآن مجید ایک ہمہ گیر ضابطہ حیات	" " " " " "
حسن مثنیٰ ندوی، مولانا سید		" " " ۱۶۱ تا ۱۸۵، " "
عباس ندوی	تفسیر و مفسر	" " " ۱۲۸ تا ۱۴۰، " "
عندلیب زہرا کانپوری	سورہ نبا (سرسری تبصرہ)	" " " ۲۱۵ تا ۲۱۶، " "
" " "	قرآن مجید نے تحقیق و نظر کا شوق پیدا کیا	" " " ۲۲۵ تا ۲۲۶، " "
فضل، مولانا محمد حبیب الرحمٰن	وحی و الہام	" " " ۲۲ تا ۳۰، " "
محمد جعفر شاہ پھلواری	قرآن مجید اور جمالیات	" " " ۱۴۲ تا ۱۴۴، " "
عبدالماجد	ایک ناتمام انگریزی ترجمہ قرآن اور مولانا شبلی (۱)	صدق جدید، ص ۴ تا ۵، ۱۶ اپریل
"	" " " " " (۲)	" " " ۴ تا ۵، ۲۳ "
خالد بزمی ایم اے، پروفیسر	فن تفسیر کی ابتدا اور ارتقا	تہذیب الاخلاق، ص ۳۷ تا ۴۴، اپریل
جلال الدین عمری، مولانا	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	زندگی، ص ۹ تا ۱۲، اپریل
محمد صادق	قرآن مجید	مجلۃ الجامعہ، ص ۹ تا ۵۰، جنوری تا مارچ
محمد مصطفےٰ، مولانا	فوائد القرآن	فاران، ص ۳۶، اپریل
منظور حسین خاں نعمانی ایم۔ اے مولانا	التفکر فی القرآن	الجامعہ، ص ۹ تا ۱۳، اپریل

مسائل و مباحث

ابوالاعلیٰ مودودی	اسلام کے اصول حکمرانی	ترجمان القرآن، ص ۳۷ تا ۵۰، اپریل
امینی، مولانا محمد تقی	احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	برہان، ص ۲۰۸ تا ۲۱۶، اپریل
پرویز	قانون کی حکمرانی	طلوع اسلام، ص ۳۳ تا ۴۶، "

تنزیل الرحمٰن	اسلام کا نظام عدل	فکر ونظر، ص ۷۴۶ تا ۷۴۸، اپریل
خالد محمود	تعمیر کعبہ اور حضرت ابراہیم	کوہستان، ص ۱۰، ۱۲ اپریل
سلطان داؤد	بیت اللہ شریف	نوائے وقت، ص ۱، ۱۱ ر "
شاد فاروقی	کائنات کا مقصد اور ضابطۂ حیات	فاران، ص ۳۴ تا ۳۵، اپریل
عباد اللہ فاروقی	عالم مثال	الرحیم، ص ۲۴ تا ۲۷، "
عبدالماجد دریابادی	عشرہ رحمت	کوہستان، ص ۸، ۱۳ ر "
غلام احمد بلتستانی	اسلامی سوشلزم کیا ہے؟	مشرق، ص ۳، ۶ ر "
غلام سرور فریدی	بیت ایل (۱)	صدق جدید، ص ۹ ر "
"	" (۲)	" " " ۷ تا ۸، ۱۶ ر "
"	" (۳)	" " " ۷، ۲۳ ر "
"	"	" " " ۷ تا ۸، ۳۰ ر "
فاروقی، کمال اے	عائلی قوانین (۲)	فکر ونظر، ص ۷۲۶ تا ۷۳۳، اپریل
فضل الرحمٰن، ڈاکٹر	معاشرتی تغیر اور سنت اولیٰ	" " " ۷۰۴ تا ۷۱۲، "
قیصر امروہوی، سید محمود حسن	اسلامی علوم کے ہندی مصادر (۴)	برہان، ص ۱۹۷ تا ۲۰۷، "
مجاہد الحسینی	حجر اسود	مشرق، ص ۶، ۷ ر اپریل
محمد جعفر پھلواروی	شیعہ سنی فرقوں کی متفق علیہ روایات (۹)	ثقافت، ص ۳۵ تا ۴۱، "
محمد یوسف اصلاحی، مولانا	آخرت	زندگی، ص ۲۲ تا ۳۷، اپریل
محمود حسن گنگوہی، مولانا مفتی	حکومت کے سودے قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم	المنبر، ص ۹ تا ۱۸ + ۶۰ - ۶۱، [illegible]
مظفر النسا، صدیقی	قیامت کی بات	خاتون پاکستان، ص ۲۹ تا ۳۱، [illegible]
ممتاز خالد، بیگم	حضرت ہاجرہؓ کا ایثار	کوہستان، ص ۱۰، ۱۳ اپریل
ممتاز علی میر	خدا کا گھر	مشرق، ص ۶، ۱۳ ر "
ناز، ایم ایس	حجر اسود	امروز، ص ۳، ۱۳ ر "
نعمانی، مولانا محمد منظور	مسلمانوں کے عروج و زوال کا الٰہی قانون	المنبر، ص ۱۹ تا ۲۳، [illegible] ر "
ہٹی، پروفیسر	اسلام مغربی لٹریچر میں	معارف، ص ۳۰۱ تا ۳۱۲، اپریل

	خانہ کعبہ — عالم گیر تحریک اسلامی کا مرکز	مشرق، ص ۳، ۱۱ر اپریل
	تربیت اور اسلامیت	ثقافت، ص ۳ تا ۱۰، ″
	علم اور اسلام	انجام، ص ۳، ۱۲ر ″

نفسیات

، حامد اللہ	قوت حافظہ	امروز، ص ۴، ۱۱ر اپریل
حسین، ڈاکٹر سید	ہنسی	″ ″ ۳، ۱۰ر ″
	اب جی کے کیا کریں گے — خودکشی کرنے والوں کا نفسیاتی جائزہ	انجام، ص ۴، ۱۴ر اپریل
	تنہائی کا جہنم (ٹینیسی ولیمز کے خیالات)	جنگ، ص ۹، ۵ر ″

وفیات

ی، ضیاء الدین احمد	اے آر خاتون	کتابی دنیا، ص ۴، اپریل
ید احمد اکبر آبادی	مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت	برہان، ص ۲، ″
	ابراہیم نور کا قتل (سکاؤٹ لیڈر اور سماجی کارکن)	نوائے وقت، ص ۱، ۲۶ر ″
	شیخ التبلیغ (مولانا محمد یوسفؒ) کی وفات	صدق جدید، ص ۲، ۲۳ر ″
	شاہد رزاقی (دہلی کا ایک صحافی)	صبح امید، ص ۱، اپریل

مطبوعات جدیدہ (نئی کتابوں اور رسالوں پر تبصرے)

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
۔۔ (مجموعہ کلام)	رئیس امروہوی	مغنی تبسم	پونم، ص ۴۴ تا ۴۶، اپریل
اد — بہاری ہار	ڈوگلس پاؤنڈ مترجم جے کے شرما	ع۔م	آجکل، ص ۴۵، اپریل

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
ادبی دنیا (صلاح الدین نمبر)	مدیر:- حامد علی خاں	مشفق خواجہ	انجام، ص ۴، ۵ راپریل
اردو ڈائجسٹ لاہور	" الطاف حسین قریشی	—	حریت، ص ۲، ۱۲ر "
اساس کتب مقدسہ	مولوی غلام علی نائطی	عبدالمجید صدیقی	سب رس، ص ۵۵، "
اسلام اور فطرت	مولانا جعفر شاہ پھلواری	م - ج	معارف، ص ۳۱۷ تا ۳۱۸، اپریل
اسلام نامہ	مسلم الحریری	م - ج	" " ۳۲۰، اپریل
اسلامک کلچر (انگریزی)	—	م - س (محمد سرور)	فکر و نظر، ص ۶۵۴ تا ۶۵۵، اپریل
اسلام کے بعض معاشی پہلو (انگریزی)	—	م - س (محمد سرور)	" " ۶۵۶ تا ۶۵۷، "
افضلیت شیخین	شاہ عبدالعزیز		
	مترجم محمد سلیمان انصاری	ش - ز	لاہور، ص ۱۲، ۲۶ راپریل
اقبال اور اس کے تصورات	پروفیسر ایم ایم شریف	جیلانی کامراں	صحیفہ، ص ۲۲ تا ۳۰، "
الدراسات الادبیہ	—	—	معارف، ص ۳۱۹، "
البلال کے افسانے	مرتب:- عمر فریدی علیگ	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۱۱ر "
انتخاب غزلیات شاد عارفی	" عابد رضا بیدار	حرمت الاکرام، سید	محور، ص ۱۵۲،
انتخاب کلام راز یزدانی	" " " "	" "	" " ۱۵۱ تا ۱۵۲،
اے ببلیوگرافی آف اقبال (انگریزی)	خواجہ عبدالوحید	مشفق خواجہ	انجام، ص ۴، ۵ راپریل
آجکل (جواہر لال نہرو نمبر)	—	—	خاتون دکن، ص ۴۲، اپریل
آیات فطرت (ایک طویل نظم)	دانش فرازی		" " " ۴۸، "
بنت حرم (ناول)	ایم اسلم	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۲۵ر "
" "	" "	شین - عین	جنگ، ص ۵، ۳۰ راپریل
بنیادی اسالیب بیان	عزیز احمد قاسمی	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۲۰۷، "
پاکستانی کلچر	جمیل جالبی	س	برہان، ص ۲۵۴ تا ۲۵۶، اپریل
پریذیڈنٹ ایوب (انگریزی)	جہاں زیبی	—	امروز، ص ۳۰۴، ۴ راپریل
پنج دریا (سالنامہ)	—	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۲۵ر "

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
دل اور کانٹے (مجموعہ کلام)	موہنی زتشی	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۲۱۰، اپریل
سی بیل (افسانوں کا مجموعہ)	ساکشالہ	〃	〃 〃 ۲۱۱، 〃
ام تعلیم (حالی نمبر)	ایڈیٹر: محمد حسین حسان ندوی	عبداللطیف اعظمی	〃 〃 ۲۰۶ تا ۲۰۸، 〃
〃 〃 (〃 〃)	〃 〃 〃	شہر یار	ہماری زبان، ص ۱۲، ۸ر 〃
یخ مذاہب	رشید احمد		امروز، ص ۳، ۴ر اپریل
یغی خطوط	مرتبہ: محمد سلطان نظامی	عبدالمجید صدیقی	سب رس، ص ۵۵ تا ۵۶، اپریل
لیات المعروف حیات جاوید (مجموعہ کلام)	آسی محمدی	ع۔م	آجکل، ص ۴۷، اپریل
ذ فۃ الفلاسفہ (اردو ترجمہ)	امام غزالی مترجم: میر ولی الدین	—	الرحیم، ص ۷۷ تا ۸۰، اپریل
دارت کے پیکر	جان ایف کینیڈی مترجم: محمد مسعود	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۱۱ر 〃
دارت کے پیکر	جان ایف کینیڈی مترجم: محمد مسعود	شین۔عین	جنگ، ص ۵، ۳۰ر اپریل
ان لاہور، مولانا ابوالکلام نمبر	ایڈیٹر: شورش کاشمیری	—	آجکل، ص ۴۸، اپریل
اغ دیر و حرم (غزلوں کا مجموعہ)	ڈاکٹر سید صفدر حسین	ع۔م	〃 〃 ۴۴، 〃
〃 〃 (غزلیات)	〃 〃	عابد، عابد علی	صحیفہ، ص ۷۵ تا ۷۸، 〃
ہند عظیم علمائے جراثیم	پال ڈی کرائف مترجم: عبدالمجید قریشی	ناظر حسین زیدی	صحیفہ، ص ۷۶ تا ۷۷، اپریل
ماہ نامہ حور (سلور جوبلی نمبر)		ارخم	کوہستان، ص ۸، ۹ر 〃
حیات امداد	مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی	ا۔س	الرحیم، ص ۷۲ تا ۷۷، 〃

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
حیات امداد (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)	محمد انوار الحسن انور	س	برہان، ص ۲۵۶، اپریل
حیات بندہ نواز	احمد ادریس قادری	مشفق خواجہ	انجام، ص ۴، ۵ر "
حیات حسن	پیام شاہجہانپوری	م - ج	معارف اعظم گڑھ، "
خاتون پاکستان (قرآن مجید نمبر)	ایڈیٹر: شفیق بریلوی	محمد سرور	فکرونظر، ص ۶۵۹، "
خرمن (مجموعہ کلام)	شفیق جونپوری	ع ۔ م	آجکل، ص ۴۳، "
دس ولی	بشیر احمد سعدی	—	کوہستان، ص ۴، ۱۱ر "
دساتیر عالم	پروفیسر محمد خلیل اللہ		جنگ، ص ۵، ۳۰ر "
" "	" "	—	نوائے وقت، ص ۳، ۲۷ر اپریل
دیدہ بینا (مجموعہ مضامین)	کوثر چاندپوری	سنی تبسم	پونم، ص ۶۲ تا ۶۳، اپریل
دیدہ بینا	" "	ع ۔ م	آجکل، ص ۴۶، اپریل
رقص طاؤس (نظمیں)	سید صفدر حسین	عابد، سید عابد علی	صحیفہ، ص ۵۷، "
رنگ بہار (مجموعہ کلام)	قاضی غلام کبریا راحل	—	آجکل، ص ۴۴ تا ۴۵، اپریل
روزگار فقیر (جلد دوم)	فقیر سید وحید الدین	شین ۔ عین	جنگ، ص ۵، ۳۰ر اپریل
زرگل (مجموعہ کلام)	عظمت عبد القیوم خاں	ع ۔ م	آجکل، ص ۴۶ تا ۴۷، اپریل
سفینہ چاہیئے (انتخاب کلام)	شاد عارفی ۔ مرتبہ: سلطان اشرف	شہریار	ہماری زبان، ص ۱۲، ۱۵ر اپریل
سلطان جمہور ٹیپو سلطان	مولانا مسلم دیلوری	م ۔ ج	معارف، ص ۳۱۷، اپریل
شررِ دعا تجلی (مسدس)	کاوش بدری		خاتون دکن، ص ۴۸، "
شعلۂ حیات (مدھیہ پردیش اردو نمبر)	ایڈیٹر: ایم عرفان	عبد اللطیف اعظمی	جامعہ، ص ۲۰۸، اپریل
شعلۂ سنگ (افسانوں کا مجموعہ)	کوثر چاندپوری	شہریار	ہماری زبان، ص ۱۲، ۸ر اپریل
شعلۂ نوا	تلوک چند محروم	ع ۔ م	آجکل، ص اپریل

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
جواہرلال نہرو نمبر	—	—	آجکل، ص ۴۸، اپریل
ول کا شہر (مجموعہ کلام)	سہیل احمد زیدی	م - ج	معارف، ص ۳۱۹ تا ۳۲۰، اپریل
سے سخن	محمد عبدالحی	شین - عین	جنگ، ص ۵، ۳۰ راپریل
تیں (شعری مجموعہ)	قمر ساحری	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۲۱۰، اپریل
" (مجموعہ کلام)	" "	ع - م	آجکل، ص ۴۴، "
انی کی سرگزشت	حکیم نیر واسطی	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۱۸ راپریل
انی	پروفیسر حکیم نیر واسطی	—	چٹان، ص ۱۵، ۱۹ ر "
اور خلافت علی	پیام شاہجہانپوری	ر - ا - ج	ثقافت، ص ۶۶ تا ۶۷، اپریل
بل اسلام	طاہرہ کشفی	—	حریت، ص ۶، ۲ راپریل
سے معذرت کے ساتھ			
پر مزاحیہ مضامین کا مجموعہ)	احمد جمال پاشا	ع - م	آجکل، ص ۴۳، اپریل
ط (نظم)	عبدالعزیز خالد	—	سیارہ، ص ۹۱ تا ۹۴، "
ریہ	مظاہر حسن	ع - م	آجکل، ص ۴۳، "
عری	ارسطو		
	مترجم: عزیز احمد بی۔ اے	ا - ط - ف	لاہور، ص ۱۶، ۲۶ راپریل
معہ برعجالہ نافعہ	شاہ عبدالعزیزؒ		
	ترجمہ: عبدالحلیم چشتی	م - ج	معارف، ص ۳۱۶ تا ۳۱۷، اپریل
نت جان	اسعد گیلانی	—	نوائے وقت، ص ۶۶۳، ۲۷ راپریل
(ناول)	ایم اسلم	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۴ راپریل
ن ودل	ملا وجہی		
	مرتب: جاوید وششٹ	—	جوار بھاٹا، ص ۳۵۳، اپریل
بان بابائے اردو نمبر	ایڈیٹر: مشفق خواجہ	ع - م	آجکل، ص ۴۷ تا ۴۸، اپریل
ر انسانیت	پنڈت سندر لال	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۲۱۱، اپریل

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
کردار	سید صفی مرتضیٰ	ع۔م	آجکل، ص ۴۴، اپریل
گلشن راز جدید اور بندگی نامہ (انگریزی ترجمہ)	اقبال، مترجم: ڈاکٹر بشیر احمد	جیلانی کامران	صحیفہ، ص ۶۰ تا ۶۱، ″
گلگونہ (ناول)	قمر نقوی	ارخم	کوہستان، ص ۸، ۱۹ ″
گل نغمہ (گیتانجلی کا منظوم ترجمہ)	مترجم: عبدالعزیز	ط۔ا۔ب	کتابی دنیا، ص ۱۲ تا ۱۵، اپریل
گھونگھٹ میں گوری جلے	کرشن چندر	—	امروز، ص ۳، ۴ اپریل
گیسوئے شب (مجموعہ کلام)	نورس خیامی	—	خاتون دکن، ص ۷۴، ″
محمل (سالنامہ)	—	ارخم	کوہستان، ص ۸، ۹ ″
مسلمان ملکوں کی دولت مشترکہ کے مسائل	—	م۔س (محمد سرور)	فکر و نظر، ص ۶۵۸، ″
مسلمان ملکوں کے معاشی وسائل	—	م۔س (″ ″)	″ ″ ″ ۶۵۸ تا ۶۵۹، ″
مطائبات شبلی	آر۔ ایس جالب مظاہری	م۔ج	معارف، ص ۳۱۸، اپریل
مطربہ (نظمیں)	قتیل شفائی	عابد، سید عابد علی	صحیفہ، ص ۵۶، اپریل
معارف الحدیث	محمد منظور نعمانی	—	صدق جدید، ص ۲، ۱۶ اپریل
معیاری طبیعی وغیر نامیاتی کیمیا	محمد طاہر و محمد مسعود حسن خاں	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۴ اپریل
معیاری نامیاتی کیمیا	″ ″ ″	ارخم	″ ″ ۶، ۴ ″
مغرب اور اسلام	محمد عباس طالب صفوی	ع۔م	آجکل، ص ۶۴، اپریل
مغرب کے عظیم فلسفی	عبدالرؤف ملک	مشفق خواجہ	انجام، ص ۴، ۵ ″
من سمجھاون	مرتبہ: سید جعفر	—	آجکل، ص ۵۴، ″
″	″ ″	ع۔ح	صبح امید، ص ۱۰، ″
مینائے مصطفیٰ حصہ اول و دوم	—	محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر	نقاد، ص ۹۹ تا ۱۰۰،
نسیم مغرب (چھبیس منتخب انگریزی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ)	مترجم: بہار، امیر چند	جیلانی کامران	صحیفہ، ص ۵۸، اپریل
نشان راہ	مظہر الدین	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۱۸ ″

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
نقد اقبال	میکش اکبرآبادی	—	صدق جدید، ص ۴، ۲؍اپریل
نقوش شہاب	شہاب دہلوی	—	حریت، ص ۶، ۳؍اپریل
نوائے پریشاں	آزاد، جگن ناتھ	محمد منور	صحیفہ، ص ۶۵ تا ۶۶، "
نوائے سینہ (بھوپال نمبر)	—	عبداللطیف اعظمی	جامعہ، ص ۲۹، اپریل
وطن میں اجنبی (ایک طویل نظم)	آزاد، جگن ناتھ	محمد منور	صحیفہ، ص ۶۵، "
دین ڈائجسٹ - لاہور	—	ص - ح - ن	لاہور، ص ۱۹، ۲۶؍"
" "	—	ارخم	کوہستان، ص ۸، ۹؍"
یادگار جگر (مجموعہ مجموعہ ہائے کلام جگر)	محمد اسلم	ع - م	آجکل، ص ۴۳، اپریل
یادگار جگر	محمد اسلام ایم - اے	ضیاء الحق فاروقی	جامعہ، ص ۲۱۰، "
ہمدرد صحت - کراچی	ایڈیٹر: محمد سعید دہلوی	ق - س	صبح امید، ص ۱۰ تا ۱۱، اپریل
" " (ماہنامہ کراچی)	مدیر: محمد سعید، حکیم	—	حریت، ص ۶، ۲؍اپریل
ہم نفسان رفتہ	رشید احمد صدیقی	ر - ا - ج	ثقافت، ص ۶۷ تا ۶۸، اپریل
ہندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں	ڈاکٹر سید عابد حسین	فضل تابش	شعلہ حیات، ص ۲، ۱۶؍"

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

کتاب	مصنف	قیمت
قاموس الکتب	بابائے اردو	۴۰/-
قدیم اردو	" "	۵/۵۰
مرحوم دہلی کالج	" "	۴/-
نصرتی	" "	۵/-
اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام	" "	۱/۸۷
سید احمد خاں، حالات و افکار	" "	۴/-
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-
تلخیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی	گارساں دتاسی	۱۰/-
خطبات گارساں دتاسی اول	" "	زیر طبع
" " " دوم	" "	زیر طبع
اردو وتھیٹر اول	ڈاکٹر نامی	۷/-
" " دوم	" "	۷/-
" " سوم	" "	۷/-
سعادت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵/۷۵
محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی ۲ جلد	۲۰/-
جلال لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
سودا	شیخ چاند مرحوم	۷/-
نیا ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
آرٹ ان اردو پوئٹری انگریزی	شہاب الدین رحمت اللہ	۷/۷۵
فن شاعری، بوطیقا ارسطو	ترجمہ عزیز احمد	۲/۵۰
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	۴/-
مقالات حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمی نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعہ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۴/-
اردو تنقید کا ارتقاء	" " " "	۷/۵۰
روایت کی اہمیت	" " " "	۷/۵۰

ادبیات

کتاب	مصنف	قیمت
خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۱۱/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۶/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشاء	۱/۵۰
مضامین سلیم اول	مولوی وحید الدین سلیم	۴/۵۰
" " دوم	" " " "	۴/-
" " سوم	" " " "	۴/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۳/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جولیٹ	شکسپئر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ گوئٹے	ترجمہ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو	(نظم)	۱/۵۰
" "	(نثر)	۳/-
مثنوی قطب مشتری۔ ملا وجہی	مرتبہ بابائے اردو	۳/۷۵
مثنوی من لگن	قاضی محمود بحری مرتبہ سخاوت مرزا	۳/۷۵

مثنوی پھول بن	ابن نشاطی مرتبہ شیخ چاند مرحوم	۴/-
انتخابِ جدید	عزیز احمد آل احمد سرور	۵/-
دیوان وصف	عبدالحی وصف	۱/۵۰

لسانیات و لغات

اسٹینڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری۔ بابائے اردو (زیر طبع)		
اسٹوڈنٹس " " " ۲۷/- و		۱۵/-
پاپولر انگریزی " "		۶/۵۰
داستان زبان اردو	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-

تاریخ و سیاسیات

کابل و باغستان	مولوی محمد علی قصوری	۲/۷۵
تذکرۂ اہل دہلی	سرسید احمد خاں	زیر طبع
جغرافیۂ قرآن	مفتی انتظام اللہ شہابی	۱/۵۰
تاریخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو۔ سید ہاشمی فرید آبادی		۳/۵۰
داس کیپٹال۔	مارکس ترجمہ سید محمد تقی	۷/۵۰
جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے	ایئر شکیب ارسلان نجم الدین احمد	۴/۵۰
چین و عرب کے تعلقات۔ مولوی بدر الدین		۶/۵۰
تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت اول سید ہاشمی فرید آبادی		۷/۵۰
" " " " دوم " " "		۸/۵۰

سلسلۂ اصطلاحات

اصطلاحات بنکاری	۴/۵۰
" فلکیات	۱/۵۰
" کیمیا	۲/۵۰
" جغرافیہ	۱/-

وضع اصطلاحات	مولوی وحید الدین سلیم	۷/-
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، بابائے اردو		۵۰/-
" " " " " " " (انگریزی)		۵۰/-

سائنس

اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس۔ بابائے اردو		۱/-
اضافیت	ڈاکٹر رضی الدین صدیقی	۳/-
طبیعیات کی داستان	پروفیسر نصیر الدین عثمانی	۸/۷۵
قوائے طبیعیہ	ڈاکٹر صادق حسین	۲/۲۵
جدید معلومات سائنس	میجر آفتاب حسن	۹/-
جراثیمیات	پروفیسر محمد احمد حامی	۲/-
حیوانیات	پروفیسر محشر عابدی	۳/-
نباتی دباغت	سید امداد علی	۵/۵۰
سیر افلاک	مرزا محمد رشید	۴/۷۵
مہ و انجم	مارٹن ڈیویڈسن نثار الحق صدیقی	۴/۵۰

فلسفہ تصوف

جیتا جاگتا	ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف	۳/۵۰
فلسفۂ نفس	ضامن نقوی	۳/-
در و جواہر	حضرت عبداللہ بن ابو بکر	۰/۷۵

معلوماتِ عامّہ

اردو کی فضیلت	اہل بنگال کی نظر میں	۱/-
تقویم ہجری و عیسوی		۱/۵۰
اردو کا قاعدہ		۲۵/-
جمال یار		۳۷/-

انجمن ترقی اردو۔ اردو روڈ کراچی ۱

اتنا تازہ اس قدر لطیف
مجھے اس کے پینے میں
لطف آتا ہے !

۳۷ پیسے میں
اس سے بہتر مجھے
سگریٹ نہیں ملتا !
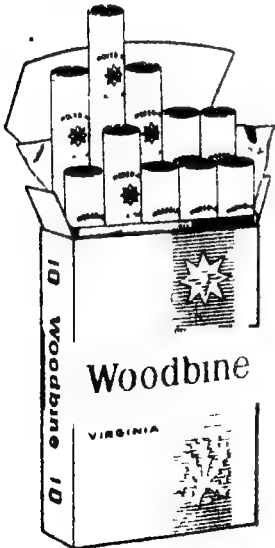
یہ بڑا سگریٹ مجھے
مکمل تسکین
دیتا ہے !

پیکٹ پر سیلوفین چڑھا ہے۔ تاکہ تازگی برقرار رہے

10 Woodbine 10

Woodbine

VIRGINIA

وُڈبائِن

ایک لاجواب سگریٹ

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED, SUCCESSORS TO W D & H O WILLS, BRISTOL & LONDON

WT-65

PTC - 273

آپ
اور اس کا مستقبل
آپ کے بچے کا مستقبل آپ کی اہم ذمہ داری ہے۔
اپنے بچے کے لئے ایک ایسے مستقبل کی فکر کیجئے جس میں
تعلیم، مکان، علاج اور دیگر بنیادی ضروریات کی ضمانت ہو سکے۔
ہر ماہ کچھ پس انداز کیجئے اور حبیب بینک
میں جمع کرتے جائیے
فیملی سیونگ اکاؤنٹ کی خصوصیات:-
صرف پانچ روپے سے اکاؤنٹ کھولا جا سکتا ہے
پچاس ہزار روپے تک ۳½ فیصد منافع
ادائیگی بذریعہ چیک
آج ہی
حبیب بینک میں فیملی سیونگ اکاؤنٹ کھولئے
جس کی مشرقی و مغربی پاکستان میں
۳۰۰ سے زائد شاخیں ہیں۔
حبیب بینک لمیٹڈ
کو بہتر خدمت کا موقعہ دیجئے

جمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۷ شمارہ ۵

نومبر سنہ ۱۹۶۵ء

یت
س روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست مضامین

جناب اختر حسین
صدر انجمن ترقی اردو

موجودہ ہنگامی حالات اور ہمارا قومی کردار

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہماری مقدس سرحدوں پر ہندوستان کے جارحانہ حملے کے فوراً بعد ہمارے محترم صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن نے ایک ایسی قوم کو للکارا ہے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر ایمان رکھتی ہے۔ صدر کی اس آواز پر پوری قوم فرد واحد کی طرح متحد ہو گئی اور پورے ملک میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ سترہ روز تک ہماری بری، بحری اور ہوائی فوجوں نے جس استقلال، جواں مردی اور ثابت قدمی سے دشمن کو پے در پے شکستیں دی ہیں، وہ ہماری تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ میں اس کامیابی کے لئے اپنی بری، بحری اور ہوائی فوجوں کے سربراہوں اور ان کے زیر قیادت ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے جوانوں کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالےٰ انھیں آئندہ اس سے بھی بڑی کامیابیاں عنایت فرمائے۔

اگر ہم اپنی قومی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہر مرحلے پر ایک عظیم رہنما نظر آتا ہے جس نے اپنی بصیرت سے قوم میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مملکت پاکستان کا تخیل ہمیں مشرق کے عظیم شاعر اقبال نے دیا تھا، اس تصور کو بیسویں صدی کے جلیل القدر رہنما قائد اعظم محمد علی جناح نے عملی جامہ پہنایا۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کی کوششوں سے جو مملکت قایم ہوئی اُسے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے مستحکم بنایا اور یہ انھیں کی خوش تدبیری کا نتیجہ ہے کہ دشمن کی اُمیدوں پر خاک پڑ گئی اور کشمیری عوام پر بھارتی حکومت جو مظالم کر رہی ہے ان سے پوری دنیا اچھی طرح واقف ہو گئی، صدر ایوب نے اس مسئلے کو از سر نو زندہ کر کے کشمیر کی آزادی کی منزل کو قریب تر کر دیا ہے۔ صدر ایوب نے آزادی کے بعد جس محنت اور جاں فشانی کے ساتھ ہماری فوج کی تنظیم کی اور اس کے لئے ایک اعلیٰ معیار قایم کیا وہی آج ہمارے کام آیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رُخ کرتا ہے، بھارتیوں نے بھی ہمارے دو اہم شہروں کی طرف رُخ کیا اور اس کا جو خمیازہ اسے بھگتنا پڑا وہ ساری دنیا پر واضح ہے۔ لاہور اور سیالکوٹ کے زندہ دل شہریوں نے جس ہمت و جرأت سے ان حالات کا مقابلہ کیا اس پر پوری قوم نازاں ہے۔ پاکستانی سرحدوں پر بھی ہماری فوجوں اور شہری آبادیوں میں ہمارے عوام نے جس ثابت قدمی اور استقلال سے ہندوستانی جارحیت کا مقابلہ کیا اس سے یہ

روشن حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہم پاکستانی بہ حیثیت ایک قوم کے اپنے تحفظ کے لئے بڑے سے بڑے دشمن کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور اسے ایسا سبق سکھا سکتے ہیں کہ آئندہ وہ کبھی ہم پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہ کرسکے۔ ہمارے عوام نے پورے اتحاد اور تنظیم کے ساتھ حکومت کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹایا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ایک زندہ قوم کا ہر فرد ضرورت کے وقت جانباز سپاہی کا روپ دھار لیتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے ہر طبقے نے ان ہنگامی حالات میں حب الوطنی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ سرکاری ملازمین نے معمول سے زائد اور تعطیلات کے دنوں میں بھی کام کرکے اور طالب علموں نے شہری دفاع کی تنظیموں میں شامل ہوکر قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ تاجر پیشہ حضرات نے اعلیٰ کردار کی جو روشن مثال قائم کی ہے وہ بھی قابل تحسین ہے۔ عام طور پر ہنگامی حالات میں ضرورت کی اشیاء کی قیمتیں بہت بڑھ جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ اشیاء بالکل ہی غائب ہوجاتی ہیں، لیکن ہمارے بازاروں میں جنگ کے دنوں میں بھی اشیاء، جنگ سے پہلے کی قیمتوں پر دستیاب ہوتی رہیں اور کوئی چیز کم یاب نہ ہوئی۔ اسی طرح ہمارے ڈاکٹروں اور نرسوں نے چوبیس چوبیس گھنٹے مصروف رہ کر دشمن کے ہوائی حملوں سے متاثرہ عوام کی خدمت کی۔ گزشتہ دنوں بلیک آؤٹ کے دوران میں بھی ہمارے شہریوں نے اعلیٰ تنظیم کا ثبوت دیا، انھوں نے نہ صرف یہ کہ شہری دفاع کے تمام قوانین کی پابندی کی بلکہ معمول کے مطابق تمام کاروبار بھی جاری رکھے۔

ہنگامی حالات میں کسی قوم کے کردار کی بلندی جانچنے کا صرف یہی ایک معیار ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس قوم کے افراد میں جذبۂ ایثار کہاں تک ہے؟ اس معیار پر بھی ہمارے شہری ہر اعتبار سے پورے اترتے ہیں، اب تک کروڑوں روپے قومی دفاعی فنڈ میں جمع ہوچکے ہیں، ضرورت کی اشیاء بھی بڑی تعداد میں فراہم ہوگئی ہیں اور اس وقت لوگوں کی یہ حالت ہے کہ معمولی استطاعت کے لوگ بھی اپنی زندگی کا تمام اندوختہ قوم کی نذر کررہے ہیں۔

ہم نے خدا کے فضل وکرم سے دشمن کے حوصلے پوری طرح پست کردئے ہیں اور ہماری قوم نے متحد ہوکر صدر محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی قیادت میں دشمن کے ہر وار کا بھرپور جواب دیا ہے، یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہمیں ایک ایسا رہنما میسر ہے جس کے سیاسی فہم وتدبر نے عالمی سطح پر پاکستان کا نام بلند کردیا۔

پاکستان پائندہ باد

اردو کے سپاہی

شمیم احمد

سیّد امتیاز علی تاج

اب تک میں نے اردو کے جن سپاہیوں کے خیالات آپ کی خدمت میں پیش کئے وہ بنیادی طور پر لکھنے والے تو تھے مگر ان کی شخصیت اردو کی تحریک سے اس طرح وابستہ ہوگئی تھی کہ ان کا شمار ادیب سے بڑھ کر رہنماؤں میں کیا جاتا ہے۔ مگر اس بار میں جس ادیب کے حالات اور خیالات پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں وہ اردو کی تحریک سے کبھی وابستہ نہیں رہے ہیں مگر اردو کا سپاہی ہر وہ شخص ہے جس نے اردو زبان و ادب اور اس کی ترویج و اشاعت کیلئے نمایاں خدمات انجام دی ہوں۔ سید امتیاز علی تاج نہ صرف ایک مشہور ڈرامہ نگار اور ادیب ہیں بلکہ ان کا پورا خاندان اردو کی ترویج و اشاعت کا مرکز رہا ہے۔ پنجاب میں اردو کی اشاعت اور اردو ادب کے فروغ میں دارالاشاعت لاہور کا جو حصہ رہا ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ دارالاشاعت پنجاب مولوی ممتاز علی صاحب نے ۱۸۹۸ء میں قائم کیا تھا۔ اور تقریباً ۲۵ سال تک اس ادارہ نے پنجاب میں تنہا علمی و ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ اس ادارہ کی کامیابی ہی تھی جس نے کتابوں کی اشاعت کو وہاں کی تجارتی دنیا میں ایک اہم مقام بخشا اور جس کی دیکھا دیکھی بیسیوں ادارے قائم ہوئے آج بھی جب کوئی پنجاب میں کسی تجارت میں روپیہ لگانے کا منصوبہ بناتا ہے تو اس کے سامنے پہلے جو تین تجارتی منصوبے آتے ہیں۔ ان میں کتابوں کا کاروبار ضرور شریک ہوتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں اردو کے اشاعتی کاروبار میں پنجاب چھایا ہوا ہے۔ اور یہ ایک اس سے بھی بڑی حقیقت ہے کہ اگر دارالاشاعت پنجاب خدانخواستہ اتنا کامیاب نہ ہوتا تو اردو ادب پاکستان میں اس قابل کبھی نہ ہو سکتا تھا کہ ہم اس کو ہر وقت حرزِ جاں بنائے رکھتے دارالاشاعت پنجاب کی تاریخ پاکستان میں اردو ادب کی ترویج و اشاعت اور ترقی کی تاریخ ہے اور تاج صاحب کے حالات زندگی اس تاریخ کا جیتا جاگتا مرقع ہیں کیونکہ تاج صاحب عمر میں دارالاشاعت سے صرف دو سال چھوٹے ہیں۔ ان کی ذات کئی روایات اور اہم واقعات کا سبب بنی ہے۔ دارالاشاعت کی شہرت اگلے ہی سال سارے برصغیر میں پھیل گئی کیونکہ ۱۸۹۹ء میں تہذیب نسواں جاری کیا گیا۔ تاج صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء ہے۔ تہذیب نسواں کا اجرا اردو کی مقبولیت کا ایک اہم موڑ اور برصغیر کی معاشرتی زندگی اور

قومی بیداری کا سنگ میل ہے۔ کیونکہ یہ پہلا رسالہ تھا جس نے مسلمانوں کی آدھی مگر بنیادی آبادی یعنی عورتوں کی تعلیم اور بیداری میں سب سے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ورنہ اس زمانے میں عورتوں کو تعلیم دینا اور ان کے حقوق کو مردوں کے برابر سمجھنا ایک ایسا گناہ تھا جس کی تلافی ممکن نہیں تھی۔ تہذیب نسواں کی ادارت تاج صاحب کی والدہ محترمہ کے سپرد تھی۔ مسلمانوں نے اس رسالے کی ہر ممکن طریقے سے مخالفت کی اور "تہذیب نسواں" کو ایک ایسی جسارت تصور کیا گیا جو برصغیر میں مسلمانوں کو مٹانے کی "سازش" کے مترادف تھی۔ اس زمانے میں شاید ہی کسی مسئلے پر اتنی مخالفت کا اظہار کیا گیا ہو جتنا تہذیب نسواں کے اجراء پر کیا گیا تھا۔ اس کے خلاف روزانہ پوسٹر لگائے جاتے تھے جس میں عجیب و غریب الزامات عائد کئے جاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسالے جیسے جاتے تھے ویسے واپس آجاتے تھے یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے خیال میں عورتوں کو تعلیم دینا سخت مضر اور مہلک کام تھا۔ اور عورتوں کو ایسی آزادی کی طرف لیجانا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کی تہذیب کو پارہ پارہ کردیگی۔ اس بات کے پیش نظر یہ بات بہت وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جیسے جیسے تہذیب نسواں مقبول ہوتا گیا ویسے ویسے عورتوں کی تعلیم اور حقوق کیلئے راہ ہموار ہوتی گئی اور یہ کارنامہ صرف تہذیب نسواں کا ہی قرار دیا جاسکتا ہے جس نے وہ کام کیا جو بڑی بڑی تحریکیں نہیں کرسکتی تھیں۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو ابھی تعلیم نسواں اپنی ابتدائی منزل میں ہوتی۔ یہ بہت بڑی خدمت تھی جس کا سہرا اس پوری نسل کے سر باندھا جاسکتا ہے۔ جو سب ایک ہی جنون میں مبتلا تھے کہ کس طرح مسلمانوں کی پسماندگی دور ہو اور کیسے وہ عرصۂ زندگی میں ایک باشعور قوم کی طرح حصہ لے سکیں۔ یہ نسل سرسید احمد خاں کی تھی جنکی قسمت میں گالیاں تھیں مگر جن کے راستے پر اسلامیان ہند کا قافلہ بالآخر چلا اور بہ فخر و ناز چلا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ تہذیب نسواں کا نام سرسید احمد خاں کا ہی تجویز کیا ہوا تھا۔ اس رسالے کے اجراء سے کچھ عرصہ قبل مولوی ممتاز علی صاحب اور سرسید احمد خاں صاحب کے درمیان اختلافات موجود تھے۔ مولوی صاحب کا خیال تھا کہ تعلیم صرف مردوں کو ملنی چاہئیے۔ عورتوں کو گھر میں مذہبی تعلیم دینا ہی سب سے بڑی خدمت ہے۔ ان اختلافات کے باوجود مولوی صاحب کو سرسید سے بے پناہ عقیدت بھی تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب عیسائیت کا تعارف بہت موثر انداز سے سارے ہندوستان میں کرایا جارہا تھا۔ اور اس کے خلاف رد عمل بھی شدت پکڑ رہا تھا۔ مولوی صاحب نے اس رجحان کے متعلق کئی مضامین لکھے اور اپنے ان خیالات سے سرسید احمد خاں کو بھی آگاہ کیا۔ سرسید اس زمانے میں کلکتہ میں تھے انھوں نے مولوی صاحب کو وہیں بلالیا۔ ملاقات ہوئی اور مولوی صاحب نے سارے شکوک رفع کئے۔ اور عقیدت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ تاج صاحب کہتے ہیں کہ والد صاحب نے اپنے شبہات کو قلم بند بھی کیا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ تحریر کہیں کھوگئی۔ تہذیب نسواں کے اجراء کے وقت عورتوں کے حقوق اور فرائض اور خانہ داری اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر ایک سرے سے کتابیں ہی نہیں تھیں۔ مگر اس کے بعد نہ صرف ان موضوعات پر نہایت کثرت سے کتابیں لکھی گئیں بلکہ رفیق عروس۔ سگھڑ بیٹی وغیرہ موضوعات پر بہت دلچسپ انداز میں لکھی ہوئی تصانیف نے پورے برصغیر میں دھوم مچادی۔

سید امتیاز علی کا پیار کا نام تاج تھا ۔ ماں باپ نے ان کی تعلیم و تربیت کیلئے عجیب عجیب ڈھنگ اختیار کئے۔ انہیں خوشنویسی کی تعلیم دی گئی ۔ ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کیلئے انگریزی کتابوں اور رسالوں سے تصویریں کاٹ کر ان کے لئے ایک ایسی کتاب بنا دی جاتی جن پر ان سے مضمون لکھنے کو کہا جاتا ۔ اپنے لخت جگر کیلئے کہانیوں کی کتاب مرتب کی جسکا نام امتیاز پچیسی رکھا گیا ۔ اس کتاب کو بچوں کے ادب میں سنگ میل بنتا تھا یہ بچوں کیلئے پہلی سادہ آسان اور خوبصورت کتاب تھی جس سے پورے ملک کے بچوں نے خود کو پہچاننا سیکھا ۔ تاج صاحب کی والدہ اپنے ہونہار بیٹے کے لئے تمام سہولتیں اور دلچسپیاں بہم پہنچا دینا چاہتی تھیں جس کا مقصد بیٹے کی تعلیم و تربیت تھا ۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے لئے ایک رسالہ جاری کیا جائے ۔ مگر اس سے ملک کے تمام بچوں کو کیسے محروم رکھا جا سکتا تھا چنانچہ ۱۹۰۹ء میں تاج صاحب کی سالگرہ کے موقعہ پر پھول کا اجرار کیا ۔ ہمارے بزرگوں کی نسل یعنی تاج صاحب کی عمر اور ان سے ۱۵ سال چھوٹے افراد تک میں شاید ہی کوئی بدنصیب ایسا ہو جس نے بچپن میں پھول کو اپنی زندگی کا پھول نہ سمجھا ہو ۔ یہ برصغیر کی تاریخ میں پہلا ہفتہ وار اخبار تھا ۔ پھول ۴۰ سال تک جاری رہا اور تقسیم کے وقت بند ہو گیا ۔ مولوی ممتاز علی صاحب کے سید سجاد حیدر صاحب سے بہت تعلقات تھے ۔ اور ان کی بیوی مسز سجاد حیدر گھر کی ایک جزو سمجھی جاتی تھیں ۔ اس زمانے میں وہ بنت عبدالباقر کے نام سے مشہور تھیں ان کو پھول کا پہلا ایڈیٹر مقرر کیا گیا ۔

یہ تھا وہ پس منظر جس میں امتیاز علی تاج کے ابتدائی شعور نے آنکھیں کھولیں ۔ اردو اور تخلیقی صلاحیت انہیں ورثہ میں ملی تھیں چنانچہ ابھی ان کی عمر دس سال کی ہی تھی کہ انہوں نے پھول کے لئے لکھنا شروع کیا ۔ پھول ان ہی کے لئے جاری کیا گیا وہ اس کی آبیاری اپنا فرض سمجھتے تھے ۔ اس کے ساتھ وہ خود کو اس کی ادارت سے بھی منسلک سمجھتے تھے ۔ چنانچہ اس کی ڈاک اور موصولہ کہانیاں وہ خود سب سے پہلے کھولتے تھے ۔ اور پڑھ کر آگے بڑھا دیتے تھے سب سے پہلے انہوں نے ایک کہانی لکھی "موت کا راگ" موت اور پر اسرار چیزوں سے تاج صاحب کو خاص تعلق ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ حجاب میں بھی یہ چیز قدر مشترک کے طور پر موجود ہے ۱۹۱۴ء میں جب تاج صاحب میٹرک کے طالب علم تھے ایک کہانی لکھی سمندری شہزادی جو بہت مقبول ہوئی لہذا اسی سال انہوں نے اپنا پہلا مضمون شمع پروانہ لکھا ۔ سالک صاحب اس زمانے میں آئے تو انہوں نے تاج صاحب کے ذوق کا اندازہ لگا لیا ۔ اس وقت خیالستان زیر مطالعہ تھی اس پر تبصرہ بھی زبانی ہوا ۔ شمع پروانہ اسی تعلق سے سالک صاحب کو دکھایا ۔ جنہوں نے سرخ روشنائی سے اس پر اصلاح کی اور تاج صاحب کہتے ہیں کہ "سارا بدل دیا — نقاد آگرہ میں پہلی بار میں اسی مضمون کے ساتھ چھپا تھا" اصلاح پر افسوس تو ہوا مگر نام کی اشاعت سے جو خوشی ہوئی ۔ اس نے اس افسوس کو کم کر دیا ۔ اس کے بعد پپیہے کی کوک لکھا اور یہ بھی سالک صاحب کو دکھایا ۔ سندر مرلی تاج صاحب کا پہلا افسانہ بھی نقاد میں چھپا ۔ اس کے بعد بھی جو مضامین لکھے جاتے وہ سالک صاحب کو دکھاتے مگر پھر اصلاح کم سے کم ہوتی گئی ۔ اسی زمانے میں پہلا ترجمہ بھی کیا یہ گولڈ اسمتھ کی ایک کہانی تھی جسکا ابتدائیہ طبع زاد تھا ۔ سالک صاحب نے ان کا تعارف آغا حشر صاحب سے کرایا

انہیں یہ ترجمہ دکھایا بہت خوش ہوئے گلے سے لگایا ابتدائیہ کی بے حد تعریف کرکے تاج صاحب کے حوصلوں کو دوچند کردیا۔ تاج صاحب کہتے ہیں کہ ایک مضمون میں نے والد صاحب کو بھی دکھایا تھا۔ فرمایا کہ بھوسی ہی بھوسی ہے دانہ ایک بھی نہیں۔ اسوقت تو بات سمجھ میں نہیں آئی اور نہ سمجھنا چاہا مگر بعد میں احساس ہوا کہ اس کے کیا معنی تھے۔

تاج صاحب نے سنٹرل ماڈل اسکول سے میٹرک کیا۔ اور گورنمنٹ کالج میں ایف ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بھائی صاحب تاج صاحب کو ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تابڑ توڑ فیل ہوئے۔ اسی زمانے میں یعنی سنہ ۱۹۱۸ء میں پہلا باقاعدہ ادبی رسالہ جاری کیا "کہکشاں" اس کے لکھنے والوں میں سجاد حیدر یلدرم، پریم چند، عبدالحلیم شرر۔ سر عبدالقادر۔ نیاز فتحپوری۔ عبدالمجید سالک اور رمانی جالسی جیسے پائے کے لوگ ہوتے تھے۔ تاج صاحب نے بہت فخریہ بتایا کہ وہ میں ہی تھا جس نے سب سے پہلے ادیبوں کو معاوضہ دینے کی طرح ڈالی تھی۔ کہکشاں کے لئے تخلیقات وی۔ پی کے ذریعہ بھی آتی تھیں۔ خواجہ حسن نظامی اور علامہ راشد الخیری ہمیشہ وی۔ پی ہی کے ذریعے اپنی تحریریں بھیجا کرتے تھے۔ اس زمانے میں کہکشاں کا شمار ملک کے بہترین ادبی رسائل میں ہوتا تھا۔ معارف نے اس پر نہایت شاندار تبصرہ بھی کیا تھا۔ اور مولوی حقؔ کے ایک مضمون ارتقا کی بے حد تعریف کی تھی۔ ایف ایس سی پاس کرنے کے بعد ڈاکٹری کے خیال سے توبہ کی اور بی۔ اے میں داخلہ لے لیا۔ فارسی مضمون لیا اور اسی میں آنرز کیا۔ کہکشاں زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ ایک تو کالج کی مصروفیات نے اپنی طرف کھینچا اور دوسرے سالک صاحب کو جو ان کے لئے مہمیز کا کام دیتے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں اڑا کر لے گئے۔ مگر اس کی کمی کالج کی مصروفیات نے پوری کردیں۔ اس کا ایک ڈرامیٹک کلب تھا۔ اس میں حصہ لینے لگے۔ یہیں پطرس صاحب سے تعلقات ہوئے۔ کلب کے لئے سب سے پہلے برنڈ شا کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد جو ترجمے کئے ان میں پطرس شامل ہوتے تھے۔ پہلے دونوں مل کر پڑھتے تھے۔ پھر ترجمہ کرنے بیٹھ جاتے اور دس دس منٹ صرف No کا ترجمہ کرتے گزر جاتے کہ اس کا ترجمہ نہ ہوگا کہ نہیں کہ اونہوں۔ یہ تمام ڈرامے بہت چلے اور خوب مقبول ہوئے یہ ڈرامیٹک کلب لاہور کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

پطرس صاحب کے ساتھ خوب سیریں ہوتی تھیں۔ اور جب وہ نہ ہوتے تو تاج صاحب تنہا لاہور کی سیرگاہوں کی سیر کرتے اور اسی دوران کئی تخلیقات کے ہیولے ابھرتے۔ اسی زمانے میں زبیدہ نامی کہانی لکھی بی۔ اے کا امتحان دے رہے تھے کہ انارکلی کا موضوع سوجھا۔ امتحان کے اگلے ہی روز لکھنے کا آغاز کردیا۔ خاکہ پورا ایک ساتھ لکھا۔ اس کے بعد ایک تھیٹریکل کمپنی میرٹھ سے لاہور آئی۔ بشمبر مہاتے بیاکل کی یادگار ہیں اس کمپنی کے اداکار بڑے اعلیٰ درجے کے تھے۔ ان کو دیکھا تو انارکلی کے تمام کردار ابھرنے شروع ہوگئے۔ سید علی اطہر کو دیکھ کر اکبر کا کردار لکھا۔ چنی لال کو جہانگیر کے تصور میں دیکھا اور راجبیش کو دیکھ کر انارکلی کا خیال آیا۔ کمپنی کے جانے کے بعد انارکلی لکھنی شروع کردی۔ اور لکھ لکھ کر تپش صاحب کو دکھاتے رہتے۔ پھر ایک بڑا وقفہ آگیا کچھ عرصے بعد دہلی جانا ہوا وہاں الفرید تھیٹریکل کمپنی کے کھیل دیکھے۔ سہراب جی اوگرا ڈائرکٹر تھے۔ نہایت عمدہ کھیل ہوتے تھے۔ ان کے ایک اسسٹنٹ تھے بھوکی رام

سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنا شوق ظاہر کیا۔ انارکلی سنایا انہیں بے حد پسند آیا۔ مگر کوئی معاملہ طے نہیں ہو سکا۔ لاہور
ئے تو سر پہ ڈرامہ سوار تھا۔ انارکلی کی تکمیل کر ڈالی۔ اس وقت کا خیال آتا ہے تو تاج صاحب کہتے ہیں کہ اب بھی وہ سرشاری
سوس ہوتی ہے جو کسی تخلیق کے وقت ہی محسوس ہو سکتی ہے۔ میں نے انارکلی کو جس جذبہ کے ساتھ مکمل کیا وہ جنون ہی کہلایا جا سکتا
ہے۔ بعض اوقات والد صاحب کو یہ شبہ ہونے لگتا تھا کہ گھر میں کوئی دوسرا شخص بھی موجود ہے جو مختلف مکالمے بولتا ہے۔
بورات کو چلتا پھرتا ہے اور پراسرار قسم کی حرکات کرتا ہے۔ یہ سب باتیں انارکلی کے کردار کرتے تھے جو تاج صاحب پہ اپنی اپنی
پڑ طاری ہوتے رہتے تھے۔ ان کے اس جنون کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ کرداروں کے لباس اور آرائش و تزئین
اری کیلئے لاہور کے میوزیم میں ہفتوں جاتے رہے اور وہاں سے لباس وغیرہ کا انتخاب کیا۔ انارکلی کی تیاری کے دوران
کورنتھین کمپنی لاہور آئی۔ اس کے محمد اسحاق شباب سے ملاقات ہوئی۔ انارکلی بن کر بے حد متاثر ہوئے۔ ایک اور ڈرامہ
بھی لکھا تھا دولہن وہ بھی بہت پسند کیا۔ مگر اسٹیج کیلئے ان سے بھی بات چیت نہ ہو سکی۔

انارکلی جب مکمل ہو گیا تو خیال آیا کہ آغا محمود صاحب کے پاس لے کر الہ آباد چلنا چاہیئے۔ آغا محمود صاحب
سے عبداللطیف تپش کے ذریعہ تعارف ہوا تھا وہ اسٹیج کے بہت بڑے اداکار تھے۔ تپش صاحب سر عبدالقادر
کے داماد تھے۔ اس کے علاوہ آغا محمود صاحب آغا حشر کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت دلچسپ آدمی
تھے۔ الہ آباد میں تاج صاحب کا قیام آغا حشر کے ساتھ تھا اور کھانا کھانے
کے بعد وہ آغا محمود صاحب کے پاس چلے جاتے تھے۔ انھوں نے پہلے پہل تاج صاحب کو خوب رعب
میں لیا خود کو لکھنے والا ظاہر کرتے تھے۔ اداکاری کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس زمانے میں سورداس اور بلوا منگل دکھائے گئے
آغا صاحب دکھانے لگے اور اپنے پارٹ کے سلسلے میں کہا کہ اتفاق سے جو شخص یہ کردار ادا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا ہے لہذا
مجھے یہ کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ غرض کہ عجب آدمی تھے۔ انارکلی آغا حشر صاحب کو سنایا بے حد تعریف کرتے رہے مگر اکثر
جگہ یہ کہتے رہے کہ یہ ڈرامہ اسٹیج نہیں ہو سکتا ان کا خیال تھا کہ انارکلی اکثر جگہ خالص انٹلکچول کلاس کیلئے ہو گیا ہے جبکہ
ڈرامہ کی تعریف یہ ہے کہ چونی والا گلا پھاڑ کر داد دے۔ ان کا خیال تھا کہ کھیل اور ڈرامہ کا فلسفہ یہ ہے کہ اس سے
چونی والا بھی اسی طرح محفوظ ہو جس طرح پڑھا لکھا طبقہ۔ ۱۹۲۶ء میں آغا حشر پر تاج صاحب نے ایک مضمون لکھا جو تین
اقساط میں نیرنگ خیال میں چھپا۔ اس وقت تک آغا حشر سے ان کے تعلقات اور عقیدت بہت منازل طے کر چکی تھی۔ لوگوں
نے اس مضمون کی وہ تعریف کی کہ بقول تاج صاحب آسمان پر چڑھا دیا۔ خود آغا حشر صاحب کو بھی بہت پسند آیا۔ آغا حشر
کا انتقال لاہور میں ہوا تھا۔ تاج صاحب جنازے میں شریک تھے اور بہت پژمردہ تھے۔ اس کے بعد ڈرامہ پر ایک اور
مضمون اردو ڈرامہ کی مفاہمتیں شائع ہوا ہے کارروان میں شائع ہوا تھا اور بہت مقبول ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا
جب حجاب سے رشتے کی بات چل رہی تھی۔ اس کے محرک سید سجاد حیدر یلدرم تھے۔ عباسی بیگم سے والد صاحب کی ملاقات

ہوئی تھی اور انھوں نے حجاب کو دکھایا بھی تھا۔ تاج صاحب کی خط و کتابت حجاب سے شروع ہوئی اور کافی عرصہ تک جاری رہی۔ اچانک لڑائی ہوگئی اور خط و کتابت بند ہوگئی ۔۔ انارکلی کا مسودہ تاج صاحب کے سرہانے رکھا رہتا تھا۔ پطرس صاحب کی نظر پڑگئی۔ انہوں نے بے حد اصرار کیا کہ اس کو پڑھنے والوں کیلئے شائع کردو۔ ان کی فرمائش ٹالنا۔ تاج صاحب کی سرشت میں نہ تھا۔ انارکلی کو چھاپنے کی تیاری شروع ہوئی۔ والد صاحب نے اسی زمانے میں اسے پڑھا۔ اور اس کا تیسرا باب بے حد پسند کیا۔ ان کا ایک جملہ تاج صاحب کی ساری محنت کی داد تھا۔ "کیسے لکھ لیتے ہو"۔ انارکلی کا انتساب حجاب کے نام کیا۔ انارکلی پڑھنے کے بعد حجاب نے صلاح کرلی۔ سر محمد یعقوب تاج صاحب کے بہنوئی تھے۔ ان کے ذریعہ حجاب کے لئے رشتہ بھجوایا گیا اصل وجہ یہ تھی کہ حجاب اس زمانے میں مدراس میں تھیں اور دوری کی وجہ سے رشتہ وغیرہ کی بات میں بڑی دقتیں پڑنے کا امکان تھا۔ سر محمد یعقوب کے ساتھ تاج مدراس گئے۔ اور موقع غنیمت جان کر شادی کے لئے اصرار کیا۔ مگر یہ ممکن نہ ہوا اور رشتہ ہوگیا۔ شادی بلاری میں ہوئی۔ لاہور پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ حجاب کے والد سر محمد اسمعیل کا انتقال ہوگیا۔ واقعات سے قطع نظر کرکے میں اس جگہ حجاب کے بارے میں ایک تازہ خبر سے آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ تاج صاحب نے بتایا کہ آجکل حجاب کو ایک عجیب کیفیت سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ آئینہ نہیں دیکھ سکتیں۔ آئینہ دیکھتے ہی وہ شدید اعصابی دباؤ کا شکار ہوجاتی ہیں۔ مظفر قریشی صاحب نے جو اس وقت لاہور کے بہت بڑے ماہر نفسیات شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی تحلیل نفسی کی تو پتہ چلا کہ اس مرض کا تعلق حجاب کے والد کے انتقال سے ہے۔" حجاب ان کے مرنے کی خبر سن کر جب واپس مدراس پہنچیں تو ان کو ایک ایسے کمرے میں لایا گیا۔ جہاں ایک بڑا آئینہ نصب تھا اور اس کے سامنے سر مرزا اسمعیل کی میت رکھی ہوئی جس کے چہرے کا عکس آئینے میں پڑ رہا تھا۔ اتنے عرصے بعد اس نفسیاتی گرہ کا پیدا ہونا ہوسکتا ہے دوسروں کیلئے حیرت انگیز ہو۔ مگر مجھے حجاب کی اس بیماری پر سخت رنج کے باوجود اس پر حیرت نہیں ہوئی۔ حجاب جیسی حساس اور نازک احساسات کی خاتون سے یہ بعید نہیں۔ وہ جس تصوراتی دنیا کی عادی ہیں اس میں ایک ایک کردار زندہ اور سانس لیتا ہے۔ میں یہ بات دو وجوہ سے بہت وثوق سے کہہ رہا ہوں۔ لاہور میں جب میں تاج صاحب سے انٹرویو کا وقت لینے گھر گیا تو حجاب صاحبہ نے مجھے جس کمرہ میں بٹھایا وہ ان کے کسی بھی ناول اور افسانے کا ایک جیتا جاگتا مرقع تھا۔ وہی خوابناک سی فضا۔ وہ حبشی بچیاں اور کالی ایرانی بلی ۔۔ تو جو لکھنے والا اپنے تخلیق کئے ہوئے ماحول میں اپنی نجی زندگی میں بھی سانس لیتا ہو۔ اس کی نزاکتِ احساس کو ہم لوگ آسانی سے محسوس نہیں کرسکتے دوسری بات یہ کہ خواہ آج کے لکھنے والوں کو حجاب کا مخصوص طرز تحریر کتنا بھی مصنوعی معلوم ہوتا ہو مگر وہ پڑھنے والوں پر جس طرح اثر انداز ہوتا ہے وہ تاثر مصنوعی یا جھوٹی فضا کبھی نہیں پیدا کرسکتی۔ وہ بالکل سچی اور حقیقی فضا ہے اور حجاب کے لئے وہ ایک عملی زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے تمام خاندان جہاں حجاب کی کتابیں بیس سال پہلے پہنچی تھیں۔ آج تک اس کے سحر سے خود کو آزاد نہیں کراسکے ہیں۔ مثال کے طور پر میری خالہ جنھوں نے مجھے پالا پوسا ہے آج تک حجاب کی تحریروں کو پسندیدہ ترین تحریریں قرار دیتی ہیں۔ اور حجاب کے کرداروں کا اس انداز سے ذکر کرتی ہیں جیسے وہ ہمارے خاندان ہی کے

نے پہچانے اور مانوس کردار ہوں ۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ سمجھئے میں پھر تاج صاحب کی سرگزشت کی طرف آتا ہوں ویسے خدا
شکر ہے کہ مظفر قریشی اپنے علاج میں کامیاب ہو چکے ہیں ۔

تاج صاحب کہتے ہیں کہ ان کی زندگی تین چیزوں سے عبارت رہی ہے ۔ پریس ۔ اسٹیج اور ریڈیو ۔ رسالے
ہیں ان کی زندگی کا لازمی جزو ہیں ۔ بطور مصنف بھی اور بطور ناشر بھی ۔ ریڈیو سے بھی ان کا تعلق بہت گہرا رہا ہے ۔ قرطبہ کا
ضی ریڈیو کی تاریخ کا سنگ میل ہے ۔ ابتدا میں جب ریڈیو کی باقاعدہ کوئی عمارت نہ تھی اور وائی ایم سی اے سے پروگرام نشر
ہوتے تھے ۔ اس زمانے میں انہوں نے ٹاکس اور ڈرامے لکھے مگر ۴۷ء کے بعد ان کی خدمات قومی خدمات میں بدل جاتی ہیں ۔
ظفر الحسن نے ان سے کہا تھا کہ مہاجرین کی ہمت بڑھاؤ ۔ اور یہی بعد میں ان کے تمام ریڈیو تحریروں کا موضوع بن گیا ۔ شوکت تھانوی
کے ساتھ مل کر انہوں نے ریڈیو کے لئے ایک جنون کے ساتھ کام کیا ۔ ایک بچی کی موت پر ایسا ردّ عمل ہوا کہ فلم دیکھنا چھوڑ دیا ۔ گاندھی جی
را انہوں نے پروگرام کیا تھا وہ یادگار پروگرام تھا ۔ اس زمانے میں اگر کوئی پروگرام ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتا تھا تو اس کا نام
تھا پاکستان ہمارا ہے اور پروگراموں میں مقبولیت اور اس کے موثر ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ گاندھی جی نے اس کا ذکر اپنی
پرارتھنا میں کیا اور ہندو عورتیں تک اس کو سن کر چیخیں اور چیزیں بھیجتی تھیں ۔ راجہ غضنفر علی خاں سے بھی تعلقات کی بنا یہی
پروگرام بنے ۔ کے ایل پنجابی نے ان کو سن کر کہا تھا تاج تقسیم ہو گیا ۔ مس سارا بالی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں اگر کوئی پروگرام
سن کر روئی ہوں تو وہ یہی پروگرام تھے ۔ تاج صاحب اس مقبولیت کا تجزیہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آل انڈیا ریڈیو
نے جس زبان میں اپنے پروگرام شروع کئے تھے وہ ہندی زبان تھی ۔ جو ایک مصنوعی زبان کے طور پر ٹھونس دی گئی تھی ۔ اس کا
تعلق دراصل عوام سے نہیں تھا ۔ اور ہمیشہ وہی تحریر دوسروں پر اثر چھوڑتی ہے جو دل کی زبان ہو ۔ اردو ہندوستان
کے تمام باشندوں کے دل کی زبان تھی اس کا تعلق ہندی کی طرح مصنوعی یا اوپری نہیں تھا ۔ اغوا شدہ عورتوں کے سلسلے کے پروگرام بھی
اسی لئے بہت مقبول ہوتے اور ان کا اتنا اثر ہوا کہ ہزاروں مغویہ عورتوں کی بازیافت ممکن ہو گئی ۔ میاں انور کمشنر سی آئی ڈی نے
ایک بار اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس مہم میں ہم ناکام ہو گئے تھے اس کو تاج صاحب کے پروگرام نے کامیاب کرا دیا ۔ لوگ خود اغوا شدہ
عورتوں کو پہنچا جاتے تھے ۔ یہ ایک اعجاز ہی کہا جا سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ سوشل اور سیاسی حالات پر بھی تاج صاحب نے بلا تکان
لکھا ۔ نیشنل پروگرام میں ان کی خدمات فراموش نہیں کی جا سکتیں ۔ مگر بلڈ پریشر کی وجہ سے ریڈیو کا یہ سلسلہ ختم کرنا پڑا ۔

تاج صاحب کا تعلق فلم سے بھی رہا ہے ۔ پنچولی آرٹ سے ان کا تعلق اس زمانے میں ہوا تھا ۔ جب اس کے لئے انہوں
نے فلم خاندان کی کہانی لکھی ۔ یہ پہلی مسلم سوشل تصویر تھی ۔ جس نے برصغیر میں بزنس کا ریکارڈ قائم کیا ۔ اس پر بھی مسلمانوں کی
طرف سے بہت شدید ردّ عمل ہوا ۔ محبوب لاہور آئے تو تاج صاحب کو اصرار کر کے ساتھ لے گئے ۔ پربھارت سے وی شانتا رام
چلے گئے تھے ۔ ان کی جگہ لینا چاہا ۔ لیکن کانگریس اور مسلم لیگ کی چپقلش اس زمانے میں بہت تیز ہو گئی تھیں ۔ اس وجہ سے معاملہ
آگے نہ چلا ۔ تعصب بھی اس زمانے میں بہت تھا پھر پنچولی نے اصرار کر کے دہلی بلا لیا ۔ مگر مغربی موسیقی اور قتل و غارت گری کے

موضوعات ایسے حاوی تھے کہ کوئی معقول موضوع پر فلم بنانے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ پھر بمبئی گئے۔ پگڈنڈی بنائی تین لاکھ میں تصویر بنی تھی۔ آٹھ لاکھ میں فروخت ہوئی۔ پھر فسادات شروع ہوگئے اور تاج صاحب کو واپس آنا پڑا۔ تاج صاحب کو فلم انڈسٹری کی روزافزوں پستی کا احساس بہت اذیت دیتا ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے فلم سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ کبھی کبھی خورشید انور قسم کے حضرات کیلئے کچھ ڈائیلاگ لکھ دیتے ہیں۔ ان کو سب سے بڑی شکایت موجودہ فلم انڈسٹری سے یہ ہے کہ ان کے لئے اب زندگی کی اعلیٰ قدروں میں دلچسپی نہیں رہی ہے اور ایک لکھنے والے کے لئے جب تک تخلیقی تسکین کا سامان نہ ہو وہ کسی قسم کی چیز نہ لکھ سکتا ہے اور نہ اس سے تسکین حاصل کرسکتا ہے۔ تاج صاحب کا کہنا ہے کہ اب فلم کا مفہوم یہ ہوگیا ہے کہ عوام کے جذبات سے کھیل کر چاندی بنائی جائے لہذا ہر اچھی سے اچھی کہانی میں اپنے ان مقاصد کیلئے تبدیلی کرنا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ جس سے کسی بھی معقول لکھنے والے کو خوشی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسے لوگ سامنے آگئے جو فلم بنانے والے کی مرضی کے مطابق کہانی لکھ سکیں۔ اس کی وجہ سے ہماری فلم انڈسٹری زوال پذیر ہوتی چلی جارہی ہے۔ مغربی دنیا میں فلمیں بہترین تخلیقات پر بنائی جاتی ہیں۔ اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ اصل کے مطابق رہے۔ مگر یہاں اول تو پیسے کتنے ملتے ہیں پھر اس کو بھی اپنا خرید مال سمجھکر ذبح کردیا جاتا ہے تاج صاحب کہتے ہیں ان حالات سے ناامید ہوکر میرے لئے کسی اور طرف نکلنا ضروری تھا۔ چنانچہ پھر وہی بنیادی کام آئی جس سے کام کا آغاز ہوا تھا۔ یعنی دارالاشاعت کو از سرنو زندہ کیا۔ بھائی صاحب سے حصہ مانگ کر کام شروع کیا۔ پرانی کتابیں چھاپیں۔ ملٹری کے لئے ٹیکسٹ بک لکھی۔ میٹرک کے اسٹینڈرڈ کے لئے چار حصوں میں سول ٹیکسٹ بک لکھی۔ اسی دوران ڈکومنٹری فلمیں بھی لکھیں۔ یہ کام جاری تھا کہ مجلس ترقی ادب میں ایک جگہ نکلی اور یہاں ملازم ہوگئے۔ دن رات کام کیا خدا کا شکر ہے کہ اس کی آمدنی آٹھ ہزار سالانہ سے اسی ہزار ہوگئی تین سال کا ابتدائی کنٹریکٹ ہوا تھا۔ مگر اب تاج صاحب اس ادارے کیلئے لازم وملزوم ہوگئے ہیں۔ اس وقت ادارے کی آمدنی ڈیڑھ لاکھ سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔

تاج صاحب کی سرگزشت کے یہ جستہ جستہ ٹکڑے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کی ساری زندگی صرف علم وادب کی آبیاری میں گزری ہے۔ حکومت پاکستان نے بھی اس کا اعتراف کیا اور ان کی خدمات کے صلے میں انہیں "ستارۂ امتیاز" کا اعزاز بخشا گیا۔

تاج صاحب نے کتابیں لکھیں۔ کتابیں چھاپیں تر جمے کئے۔ انتخابات شائع کئے۔ ان میں سے چند اہم کارناموں کے نام یہ ہیں۔ انارکلی۔ چچا چھکن۔ محاصرۂ غرناطہ ہیبتناک افسانے۔ شاہکار تصاویر، پردہ احکام قرآنی کی روشنی میں تہذیب نسواں۔ بچوں کیلئے سستی کتابیں پھول کی کہانیوں کا انتخاب وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایم۔ اے میں ان کا ڈرامہ پڑھایا جاتا ہے۔ ڈرامے پر مجلس ترقی ادب سے ایک کتاب بھی شائع ہو رہی ہے۔

تاج صاحب کے خیال میں اردو ایک مکمل زبان ہے اور اس کی اہمیت کو نظر انداز کرنا غلط ہے۔ اردو قومی اور سرکاری زبانوں کے طور پر اختیار کیجا سکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ اردو کو یہ حیثیت ملتے ہی انگریزی بالکل ختم ہوجائیگی

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لسانیات سے ذرا بھی واقف نہیں ہیں۔ تاج صاحب نے کہا کہ اس سلسلے میں کبھی میں نے ہزاروں اصلاحیں شائع کی ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اب اس مسئلہ کو مزید ٹالا جائے۔ تاج صاحب نے اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ اعلیٰ افسروں کی یہ ذہنیت ہے کہ وہ اردو میں کام نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ایمانداری سے اگر وہ اپنا جائزہ لیں تو انھیں انگریزی بھی اتنی نہیں آتی کہ وہ اس قسم کا دعویٰ کر سکیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صرف ذہنیت ہی کا تو ماتم ہے اور جس روز، غلامانہ ذہنیت بدلی اردو کو اپنا مقام خود بخود مل جائے گا۔ انھوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان میں نسخ رسم الخط رائج کرنے کی تجویز پیش کی ہے اور خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم سب پاکستانی برادرانہ قوت سے کام کرنے کی کوشش کریں تو ہم لوگ لسانی معاملات میں بھی ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ البتہ زبردستی کسی پر بھی کوئی چیز نہ ٹھونسنا چاہیئے محبت ہی ہر مسئلہ کا حل ہے اور اتحاد پیدا کرنے کی کلید۔ انہوں نے تمام یونیورسٹیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سب سے پہلے اس طرف عملی قدم اٹھائیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے کراچی یونیورسٹی کے جذبے کو بہت سراہا ہے۔

میں تاج صاحب کا خاصا وقت برباد کر چکا تھا۔ جب میں اٹھا تو وہ مولوی عبدالحق کے بارے میں فرما رہے تھے کہ ان کے تعلقات میرے والد مولوی ممتاز علی سے کافی گہرے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ افسردہ ہو گئے "مگر اب ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں"۔

سید امتیاز علی تاج۔ ایک ادیب ہیں اور اس سے زیادہ ایک عملی ادیب و ادب نواز شخصیت مگر جب میں باہر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں تو دراصل اردو کی ترقی اور اس کے مستقبل کی نوید کو مجسم دیکھ کر باہر نکلا تھا جب تک ایسے کام کرنے والے اس زبان میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ اسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔

گردوپیش

دل کی آواز

ایک بار پھر ساری قوم کے دل ایک ساتھ دھڑکنے لگے ہیں۔ ایک بار پھر ملتِ اسلامیہ آہنی چٹان بن کر دشمنوں کے ہر وار کا اسی طرح منہ توڑ جواب دے رہی ہے جس طرح اس نے ۱۹۴۷ء میں اپنے پاک وطن کے قیام کیلئے سازشی اور مکار دشمنوں کے خلاف دیا تھا۔ اس وقت بھی آگ اور خون میں نہا کر قائداعظم کے دل کی آواز پاکستان کے کروڑوں عوام کی آواز کا رنگ روپ بن کر ظاہر ہوئی تھی اور قائداعظم زیادہ تر اردو میں خطاب کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ اور آج جب سرفروشان وطن نے دشمن کے ناپاک حملوں کو کچل کر اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب جرات کا اضافہ کیا ہے اور ملتِ اسلامیہ کے فرزند اپنے خون سے نئے پاکستان کی تزئین کرنے میں پیش قدم ہیں تو اس کے صدر کے دل کی آواز قوم کی آواز میں شامل ہوگئی ہے صدر نے پہلی بار اپنی ماہانہ نشری تقریر اردو میں کی ہے۔ اس طرح انہوں نے عوام کے دلوں کو براہِ راست متاثر کیا ہے۔ عوام سے عوام کی زبان میں گفتگو کرنا صرف ملک و قوم کے کسی لمحے کی افادیت کو ہی مستحکم نہیں کرتا ہے بلکہ وہ قومی خودداری اور وقار اور ملک کی عزتِ نفس کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ صدر نے اردو میں تقریر کر کے اس جذبے کو ایک اٹوٹ رشتے میں تبدیل کر دیا ہے۔ جس کا اظہار ملک اور قوم کے ہر فرد نے پچھلے ہفتوں میں کیا ہے اور اب بھی کر رہی ہے۔ افواج پاکستان ہمارے انہی جذبات کی ایک ایسی علامت بن چکی ہیں جن سے ہم خود کو پہچاننا سیکھ رہے ہیں اور یہ کیسے ممکن تھا کہ جب قوم اپنی جانباز فوج کے ایک ایک قدم کو اپنے لئے فخر و ناز بنانے پر تلی ہوئی ہو تو فوج اس کا جواب نہ دے۔ صدر پاکستان کے ساتھ افواجِ پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے بھی افسروں کو اعزازات تقسیم کرتے ہوئے اپنے دل کی گہرائیوں سے اسی زبان میں خطاب کیا جسے ملت پاکستان کے قائد نے اس کی زبان قرار دیا ہے۔ ہم جذبات کی اس زبان کو سلام کرتے ہیں اور صدر پاکستان اور افواج پاکستان کے سربراہ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ دوسرے افسران اور عہدیداران اس سے کوئی سبق لینگے۔

ضمیرِ عالم کے علم بردار

پاکستان پر بھارت کے جارحانہ اور وحشیانہ حملے نے تمام دنیا کے امن پسند شہریوں کو جنگ بازوں کی بربریت پر ایک بار پھر چونکا دیا ہے۔ اور انہیں حق و انصاف کے اصولوں کو وحشت اور بربریت سے نجات دلانے کا احساس ہوا ہے۔ ادیب، دانشور اور فن کار امن، حق، انصاف اور محبت کے پیغامبر

ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے جب بھی دنیا میں کہیں جنگ ہوتی ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور وہ ضمیر عالم کو جھنجھوڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پاکستان تو اس وقت خود اس وحشت اور بربریت کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اس موقع پر پاکستان کے دانشور دوہری ذمہ داریاں نبھا کر ایک طرف تمام دنیا کے ضمیر کو آواز دے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے پاک وطن اور سرفروش قوم کے ایک فرد کی حیثیت میں قوم کے شانہ بشانہ ہر مرحلے پر کھڑے رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اور ملک کے ہر حصے اور ہر مقام سے وہ قوم اور ملک کیلئے سینہ سپر کرنے کا عہد کر رہے ہیں۔ اپنے پیغام محبت اور امن کو ساری دنیا کے جنگ بازوں کے خلاف اپنا سب سے بڑا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ کراچی میں مصنفین اور دانشوروں کا ایک ایسا جلسہ ہوا۔ جس کو نمائندہ ترین جلسہ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں لکھنے والوں نے یہ متفقہ فیصلے کئے کہ وہ ملک کی دفاعی خدمات کیلئے اپنا ایک بریگیڈ بنا رہے ہیں جو محاذِ جنگ پر وحشیوں اور خونخواروں کے خلاف اپنی سرفروش افواج کے ساتھ لڑے گا اور اپنی جانیں مادر وطن کیلئے نچھاور کر دینے میں کوئی دریغ نہیں کرے گا۔ ایک اور قرارداد میں مصنفین نے اپنی آمدنی کا دس فیصد حصہ دفاعی فنڈ میں دینے کا فیصلہ کیا۔ ایک اور قرارداد میں ملک کے دانشوروں کی طرف سے حکومت کو تمام خدمات بلا معاوضہ پیش کی گئیں اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا ان سے ملک اور قوم کے لئے ہر خدمت لینے میں کوئی پس و پیش نہ کرے انہی جذبات اور احساسات کا اظہار ملک کے تمام اہم مقامات اور مراکز کے ادیبوں نے اپنے جلسوں میں کیا اور دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے ادیبوں شاعروں نے اپنے خطوط سے تعاون کا یقین دلایا۔ علاقائی زبانوں کی تنظیموں نے بھی نہ صرف دفاعی فنڈ میں گراں بہا عطیات دیئے بلکہ اپنی تمام خدمات حکومت کو پیش کر دیں۔ ملک کے شاعروں ادیبوں اور ریڈیو فنکاروں کے اس جذبۂ حب الوطنی اور خلوص کو تمام ملک میں سراہا گیا۔

آدم جی ادبی انعام ادارہ مصنفین پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ آدم جی ادبی انعام اور داؤد ادبی انعامات کے لئے کتابوں کے داخلے کی آخری تاریخ ۳۰ ستمبر سے بڑھا کر ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء کر دی گئی ہے۔ ملک کے ہنگامی حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

نسخ رسم الخط کمیٹی سپریم کورٹ پاکستان کے جج اور نسخ رسم الخط کمیٹی کے چیئرمین جناب جسٹس ایس۔ اے رحمان نے لاہور میں ۲۴ ستمبر کو صوبائی گورنر جناب ملک امیر محمد خاں کو اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے اس موقع پر صوبائی وزیر تعلیم ملک خدا بخش، پروفیسر حمید احمد خاں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور جناب ایس ایم۔ الہیٰ معتمد محکمۂ تعلیم مغربی پاکستان موجود تھے۔ یہ کمیٹی اس لئے قائم کی گئی تھی کہ وہ جائزہ لے سکے کہ نستعلیق کو کس طرح آسانی سے نسخ میں بدلا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کم از کم کتنی مدت درکار ہے۔ اس کمیٹی کا قیام صدر پاکستان کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے بعد عمل میں لایا گیا تھا۔ جس کا اظہار انھوں نے اردو کالج کراچی کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کیا تھا صدر نے کہا تھا کہ نسخ رسم الخط کو اردو کی طباعت و تحریر کے لئے اپنانا ملکی اور قومی استحکام اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔

کی یہ رپورٹ ایک سو صفحات اور سات ابواب پر مشتمل ہے۔

دارتی ایوارڈ ۶۵ء

۳ اکتوبر کو راولپنڈی میں بچوں کیلئے صدارتی ایوارڈ کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ یہ انعام ہر سال سولہ برس سے کم عمر کے بچوں کو اعلیٰ جرات مندی، مصوری اور مضمون نویسی پر
ئے جاتے ہیں۔ ان انعامات کی تعداد چھ ہوتی ہے اور عالمی دن کے سلسلے میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ امسال یہ انعام چار
رقی پاکستان کے بچوں اور دو مغربی پاکستان کے بچوں کو دیئے گئے ہیں۔ کراچی کے جس طالب علم کو اردو میں مضمون
یسی پر انعام دیا گیا ہے۔ اس نے "خدمت خلق ہمارا قومی و اخلاقی فریضہ ہے" کے عنوان پر مضمون لکھا تھا۔ ملک میں
ﻗﺎمی حالات کی وجہ سے امسال انعامات کی تقریب منسوخ کر دی گئی ہے۔

میر کی آواز

برطانیہ کے مشہور فلسفی اور ادیب برٹرینڈرسل نے ۷ ستمبر کو اپنے ایک بیان میں پاکستان پر بھارت کے حملے کو کھلی جارحیت قرار دیتے ہوئے اس کی پر زور مذمت کی ہے۔ آپ نے بھارتی لیڈروں
اس دھاندلی کو امن عالم کے لئے نہایت خطرناک قرار دیا ہے۔ برٹرینڈرسل ان دانشوروں میں شمار کئے جاتے ہیں جنھوں
نے ہمیشہ حق و انصاف کی حمایت کی ہے۔ اور دنیا کو پر امن اور بھائی چارے سے رہنے کی تلقین کی ہے۔

روہی کا پیغام

ملک کے مایہ ناز ماہر قانون اور سابق مرکزی وزیر قانون جناب اے کے بروہی نے آئیڈیل اسپیکنگ فورم ناظم آباد کے ایک مذاکرہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ ہنگامی حالات میں عوام کی بہترین صلاحیتیں
وری طرح بروئے کار آچکی ہیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ موجودہ رجحانات کی جڑیں جذبات کے
بجائے نظریات میں پختہ کی جائیں۔

انجمن ترقی اردو خواتین کا اجلاس

انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان کا ایک ہنگامی جلسہ بتاریخ ۱۱ اگست ۶۵ء بوقت ۵ بجے شام مرکزی انجمن کے دفتر میں زیر صدارت بیگم
حسن فیروز صاحبہ نائب صدر انجمن منعقد ہوا۔ جس میں ایک تجویز بالاتفاق رائے منظور کی گئی جو مندرجہ ذیل ہے۔

انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان کا یہ اجلاس "ام الاردو" کے اس خطاب کی تجدید کرتا ہے جو کہ انجمن نے بیگم محمد
شریف صاحبہ صدر انجمن ترقی اردو خواتین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں دیا تھا۔ اب یہ اجلاس طے کرتا ہے
کہ بیگم محمد شریف صاحبہ (جمیلہ خاتون) کے نام کے ساتھ تمغۂ خدمت کے علاوہ "ام الاردو" کا خطاب لازمی طور پر
لکھا جائے۔ بیگم شریف پاکستان کی واحد خاتون ہیں۔ جنہوں نے بابائے اردو کے دوش بدوش اردو کے خلاف ہر تخریبی
کارروائی کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا نیز جلسوں اجلاسوں اور ہمہ گیر دوروں کے ذریعہ اردو کی تبلیغ کی اور تحریر و تقاریر کے ذریعہ
اردو کی مہم کو چلایا اور بابائے اردو کے بعد ان کے مشن کو جاری رکھا۔ اردو کو سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم بنانے کے سلسلہ
میں جگہ جگہ شاخیں قائم کر کے نہایت لگن اور جوش و خروش سے جدوجہد کی۔ اس تجویز کی تائید مندرجہ ذیل خواتین نے کی۔
بیگم رشیدہ حاجی افتخار احمد۔ بیگم نواب صدیق علی خاں۔ بیگم سہروردی عرفان اللہ۔ بیگم رضیہ پراچہ

کنیز فاطمہ حیا۔ بیگم مسیح الدین۔ بیگم صلاح الدین۔ ڈاکٹر نسیم قریشی۔ بیگم سید حسن فیروز بیگم کرار حسین قزلباش بیگم عبدالرسول بیگم نیاز الدین۔ بغدادی بیگم۔ مسرت جہاں صدیقی۔ بیگم عثمانی۔ بیگم نہال الدین۔ شمیمہ مرتضیٰ بیگم احمد تمیز الدین بیگم بشیر حسین بیگم شمیم الطاف حسین۔

یوم مالی جالسی

۱۴ر ستمبر کو کراچی میں ملک الشعرا حضرت مانی جالسی کی دوسری برسی منائی گئی۔ ہنگامی حالات کی وجہ سے اس تقریب کا اہتمام بڑے پیمانے پر نہیں کیا جاسکا۔ پھر بھی نواب سید ابوالحسن صاحب بلگرامی کے دولت کدے پر صاحبان ذوق کا خاصا وسیع اجتماع ہوگیا۔ قرآن خوانی کے علاوہ محفل شعر وسخن بھی ہوئی۔

ریڈیو آرٹسٹ عبدالماجد کا انتقال

اس وقت جب کہ ملک عزیز کے دفاع کے لئے ہزاروں فرزندان وطن نے اپنی جانیں قربان کرکے حیات جاوید حاصل کرلی ہے۔ وہیں ایک ممتاز فنکار بھی شہید ہو گئے۔ اس دوران وہ ریڈیو پاکستان میں نہایت اہم خدمات انجام دے رہے تھے۔ ریڈیو پاکستان کے مایہ ناز آرٹسٹ عبدالماجد صرف ریڈیو آرٹسٹ ہی نہیں تھے بلکہ ہر میدان میں ایک تخلیقی فنکاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ وہ صداکار تھے اور ایسے کہ قدرت بہت مشکل سے ان کی جگہ پر کرسکیگی۔ وہ ڈراما نویس تھے۔ طنز نگار تھے۔ پروڈیوسر اور ایک اعلیٰ درجے کے اسٹیج اداکار بھی تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک نیک طینت شریف اور محبوب شخصیت تھے۔ عبدالماجد ۱۲ر ستمبر کو بجلی کا جھٹکا لگ جانے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ اس وقت جب ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی ان کی اس اچانک رحلت پر ملک کے ہر طبقے کی طرف سے اظہار افسوس کیا گیا۔ ادارۂ مصنفین پاکستان (کراچی شاخ) کی مجلس عاملہ کے ایک ہنگامی اجلاس میں ملک کے اس ممتاز ہردل عزیز ریڈیو آرٹسٹ اور فنکار کی ناگہانی موت پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا گیا۔ ۵ر اکتوبر کو کراچی میں ماجد مرحوم کی یاد میں ملک کی ممتاز انجمنوں، ریڈیو پاکستان، آرٹس کونسل، پاکستان یمن انجمن، انجمن ترقی اردو، آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن، ادارہ مصنفین پاکستان، اسٹوڈینٹس ویلفیر ایسوسی ایشن اور کئی دیگر انجمنوں کی طرف سے ایک مشترکہ اجلاس تھیوسوفیکل ہال میں منعقد ہوا۔ جس میں ادیبوں فنکاروں اور صاحبان ذوق نے اپنے قابل فخر فنکار کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور ایک میموریل فنڈ قائم کیا۔ جلسے کی صدارت جناب ممتاز حسن مینجنگ ڈائرکٹر نیشنل بینک کر رہے تھے۔ ادارہ قومی زبان عبدالماجد جیسے فنکار کی اچانک موت پر دلی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور پسماندگان کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

مولوی محمد یحییٰ تنہا

احسن مارہروی

آج کل یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ خود اپنے متعلق اپنے دوستوں اور عزیزوں کی تحریروں سے تعریفوں کے صفحات پُر کر دیئے جائیں تاکہ واہ واہ کے نعروں سے صحیفوں اور کتب و رسائل کے ذخیرے گونج اٹھیں اور پڑھنے والے مبہوت و حیران ہو جائیں اور خیال کریں کہ ممدوح کس قدر بڑا شخص ہے۔ برعکس اس کے اگلے زمانے کے لوگ انکسار کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے اور اپنے ہنر اور فن کو چھپایا کرتے تھے اور اپنے بزرگوں کی صفات کو اچھالتے تھے اور ان کے بالمقابل اپنے کمال کو ہیچ سمجھتے تھے تاکہ یہ کوشش جاری رہے کہ بزرگوں کے جملہ اوصاف ان میں پیدا ہو جائیں۔

جب سے آزادی کا سودا سر میں سمایا ہے سب حالات بدل گئے ہیں۔ ہر چیز نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ جس نے بغاوت کو جنم دیا ہے اپنی ہیچمدانی کو ہمہ دانی سے تعبیر کرتے ہوئے آمریت کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ برے بھلے کی تمیز باقی نہیں رہی۔ محبت کی جگہ نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے اور اچھی چیزوں کی بجائے بری چیزوں کو پسند کیا جانے لگا ہے۔

یہ انقلاب اردو ادب میں بیحد نمایاں اور زوروں پر ہے۔ نہیں معلوم یہ بے راہ روی ہم کو کہاں لے جا کر ڈبوئے گی۔ شاید ہمارا نام و نشان بالکل مٹا دے۔ افسوس ہمارا یہ حال ہو گیا ہے۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند		در جہل مرکب ابدالدہر بماند

لیکن زمانے کا دستور یہ بھی رہا ہے کہ جب ظلمت محیط ہو جاتی ہے تو روشنی کے چراغ بھی کہیں کہیں ٹمٹماتے ہوئے گم کردہ راہ کو صراط مستقیم کی طرف اشارہ کرتے رہتے ہیں اور آہستہ آہستہ پھر قوم کا رجحان نیکی اور خوبی کی طرف مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ احسن مارہروی بھی ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو علم و ادب کے لئے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کی زندگی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ وہ قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ کے مشہور و معروف خاندان سادات میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور شاہ میاں کے نام سے پکارے جانے لگے۔ ان کا خاندانی سلسلہ حضرت زید شہید تک پہنچتا ہے آپ کے والد سید علی احسن، شاہ عبدالجلیل اور شاہ برکت اللہ واصلی جامع شریعت و طریقت اور صاحب رشد و ہدایت کی اولاد میں سے تھے۔ شاہ صاحب عالم صاحب مارہروی بھی اسی خاندان کے آخری بزرگوں میں سے تھے۔ جن کا مرزا غالب بیحد

احترام کرتے تھے اور غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کے قصائد فارسی ان کی شان عبودیت و للہیت اور فارسی زبان پر قدرت کا اظہار بدرجۂ اتم کرتے ہیں۔

حاجی حافظ شاہ علی احسن نے اردو فارسی اور عربی کی تعلیم خانقاہ برکتیہ کے مکتب میں حاصل کی۔ نیز خانقاہ کی عمدہ اور نادر الوجود کتابوں کے مطالعہ سے بھی فیض پایا۔ اسی زمانے میں شعر و شاعری کی طرف طبیعت راغب ہوگئی اور جہاں حضرت داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔ ان کی صحبت و کرم نوازی سے ان کے ذوق ادب میں چار چاند لگ گئے۔ چنانچہ مرزا داغ ان الفاظ میں اعتراف قابلیت فرماتے ہیں

"میں نے ضرور لکھا تھا کہ فصیح اللغات؟ کا کام نہ خود کرتے ہو نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام تمہارے سوا میرے شاگردوں میں دوسرا نہیں کرسکتا" ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء زبان داغ صفحہ ۱۸۸۔ ایک اور جگہ نواب فصیح الملک فرماتے ہیں۔

سید احسن جو میرے دوست بھی شاگرد بھی ہیں۔ ان کو اللہ نے دی فکر رسا طبع رسا

جلوۂ داغ جب شائع ہوئی تو ارشاد فرمایا۔

زندگی کے مرے احسن نے سوانح لکھے — عمر کے باغ کا کیا خوب یہ نقشہ دیکھا
داغ نے مصرع تاریخ کہا برجستہ — جلوۂ داغ کا یہ آنکھ سے جلوہ دیکھا

جو خدمت اردو آپ کے قلم سے ظہور میں آئی اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جلوۂ داغ۔ استاد داغ کی سوانح عمری جو استاد کی حیات ہی میں حیدرآباد دکن میں مرتب اور شائع ہوئی۔
(۲) فصیح اللغات۔ تحقیق الفاظ و محاورات اردو غیر مطبوعہ۔ اس کی اقساط رسالہ فصیح الملک میں شائع ہوتی تھیں۔
(۳) مجمع البرکات: دیوان فارسی حضرت شاہ برکت اللہ مع دیگر رسائل مرتبۂ احسن۔
(۴) قصائد فارسی از حضرت سید صاحب عالم مرتبۂ احسن۔
(۵) مثلث مثلاً امثال اردو۔
(۶) یادگار داغ آخری دیوان داغ مرتبہ احسن۔
(۷) کلیات ولی جو انجمن ترقی اردو کی فرمائش پر ترتیب دیا گیا۔ یہ مفصل مقدمہ کے ساتھ اورنگ آباد سے شائع ہوا تھا
(۸) تاریخ نثر اردو (دو حصوں میں) یہ آغاز نثر اردو کی نہایت تحقیق اور جامع تاریخ ہے جس میں احسن صاحب نے کمال جاں فشانی و عرق ریزی سے ہر طبقے اور ہر عہد کے نثری نمونے یکجا کر دیئے ہیں اور نمونوں کے ساتھ ہر ایک پر تبصرہ اور کیفیت درج کی ہے اس قابل قدر تالیف کا صرف پہلا حصہ شائع ہوا ہے۔
(۹) منتخب داغ۔ مرزا داغ کی غزلوں کا ایسا انتخاب جو فارسی عطف و اضافت سے خالی ہے۔
(۱۰) انشائے داغ۔ داغ کے خطوط۔
(۱۱) شاہکار عثمانی۔ نظام حیدرآباد دکن کی ایک فارسی عبارت کا اردو منظوم ترجمہ۔

، احسن الکلام ۔ مولانا احسن مارہروی کا مجموعۂ شعری جواب تک نہیں چھپا ۔

الحاصل مولانا نے نصف صدی تک اردو زبان و ادب کی خدمت کی ہے ۔ ان کی تاریخ نثر اردو ہمیشہ یادگار رہے گی ۔ سنتا ہے

کا دوسرا حصہ ہنوز پردۂ اخفا میں ہے ۔ ان کے قدر دانوں کو سب سے پہلے یہ حصہ طبع کرانا چاہیئے ۔

میری اور ان کی ملاقات بالکل اتفاقیہ طور پر عمل میں آئی جبکہ میں کل ہند مشاعرہ منعقدہ قصبہ ہاپڑ ضلع میرٹھ (یو ۔ پی) میں

ی کی غرض سے مدعو کیا گیا تھا یہ ۱۹۲۵ء کا زمانہ تھا اس وقت تک قدیم شاعری کے دلدادگان جدید شاعری سے متنفر تھے ۔ سچ پوچھئے

نے صرف اس خاص وجہ سے شرکت مشاعرہ گوارا کی کہ میں اسے ابنائے جنس کے رجحان شعر کو نیچرل شاعری کی طرف مبذول کراؤں یا

نا دیگر نظمیں کہنے کی ترغیب دوں ۔ چنانچہ میں نے غزل کی طرح مشاعرہ پر ہی ایک قطعہ داستانِ عشق کے نام سے لکھا ۔ کثرت شعرا

زل خوانی سے تمام شب یہ موقع نہ ملا کہ قطعہ پڑھنے کی نوبت آتی ۔ اگلے دن کی نشست میں بھی ہجوم شاعراں کی غزل خوانی نے

وقت لے لیا ۔ اور آخر کار وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ لوگ بغیر بلائے یکے بعد دیگرے میر مشاعرہ کے تخت پر جا دھمکنے لگے ۔ بعض بڑے بڑے

دوں کی بھی اس وقت تک باری نہیں آئی تھی ۔ آخر کار میں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا اور ایک قدم مار کر تخت پر جا بیٹھا اور

قطعہ پڑھنا شروع کر دیا ۔ جب پہلا مصرع پڑھا ، "تغزل کیوں نہ ہو محبوب اصناف سخن میں اب" تو شعرائے عظام کے چہروں پر

ں کی لہر دوڑ گئی ۔ لیکن مصرع ثانی پڑھنے پر

سمجھتے ہیں کہ فن شعر میں ہم ہو گئے کامل ۔۔۔ اگر اصلاح ہم نے کی کسی نامی سخن داں سے

غزل پر ہم غزل استاد کی لکھتے ہیں یہ کہکر ۔۔۔ وہ آخر کام کیا ہے جو نہ ہو سکتا ہو انساں سے

تو بن جاتے ہیں ہم شاعر کوئی دن میں غزل خوانی سے

ے کے چہروں پر افسردگی کے آثار نظر آنے لگے پھر ان اشعار پر

ولی سے داغ تک جو کچھ بھی سرمایہ بہم پہنچا ۔۔۔ اضافہ کرنا اب اس صنف میں باہر ہے امکاں سے

بلہ شعرا پر غصے اور آشفتگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے ۔ پھر جب یہ شعر پڑھا ۔

وہی اک داستانِ عشق سو سو طرح کہتے ہیں ۔۔۔ نئی تعمیر بنتی ہے پرانے ساز و ساماں سے

تو خوب داد دی گئی اور کہا گیا کہ ایک ہی بات کو سو سو طرح کہنا بھی قابل تعریف ہے ۔ ہر آیندہ شعر پر جو شعرائے

م نے مبارک چہروں سے اظہار غضب کیا تو نوجوان شعرا نے مقطع پڑھنے کی رٹ لگا دی ۔ جواب میں شاعر کو

در کہنا پڑا کہ اس قطعے میں مقطع نہیں ہے ۔ مشاعرے میں باغ ۔ سائل دہلوی اور احسن مارہروی وغیرہ جیسے شاعران

زل گو موجود تھے ۔ جناب احسن گورے چٹے آدمی تھے ان کے چہرے پر طیش و غضب کی سرخی پھیلی ہوئی تھی لیکن قطعے کے

خری شعر پر ان کا غصہ فرو ہونے لگا تھا اور جب خاکسار سب سے آخری شعر پڑھ کر اٹھا ۔

ورق الٹا زمانے کا مگر کروٹ نہیں لیتے ۔۔۔ اٹھیں گے ہم خدا جانے کہاں خواب پریشاں سے

تو احسن صاحب نے جن سے احقر روشناس نہ تھا ہاتھ اٹھا کر فرمایا "ذرا ٹھہریئے" اور میری کل نظم کو وقت کی ضرورت سمجھ کر
ی جرأت رندانہ پر داد دی اور کہا کہ میں علی گڑھ کالج میں ایک جدید شاعری کا مشاعرہ کروں گا اس کے عنوان مضمون سے آپ
بذریعہ دعوت نامہ اطلاع دی جائے گی۔ آپ ضرور شرکت کریں۔ چلئے یہ پہلی ملاقات تھی جو احسن صاحب سے ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ء
علی گڑھ کالج جانے کا اتفاق ہوا۔ اور وہاں بے تکلفی سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ان کے برتاؤ اور حسن سلوک سے نیازمند نہایت
اثر ہوا۔ بہرحال ان کی انصاف پسندی اور میانہ روی کا جو نقش دل پر جم گیا تھا وہ بدستور قائم ہے۔
افسوس ہے کہ ان کا انتقال ۱۹۴۸ء میں ہوگیا اور وقیع اللغات کی تکمیل نہ ہونے پائی نیز ان کی ذات سے جو تحقیقات علمی
سانی کو مزید ترقی ہوتی وہ بھی رک گئی۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی

پاکستانی کلچر

یہ کتاب ایک ایسی ہستی کی تصنیف ہے جو جدید اردو نثر میں اپنا مقام متعین کرا چکی ہے۔ جمیل جالبی صاحب کی تصانیف طرز ادا کے علاوہ خیال انگیزی اور معنی خیزی کے لئے ہر دلعزیز ہو چکی ہیں۔ زیر نظر تصنیف اسی دائرے کی چیز ہے جسے خیال انگیز ادب کہا جاتا ہے اور جس کی امتیازی صفت ایک اہم فلسفی، سوشل یا اقتصادی مسئلے پر تمام موجودہ علم کو یکجا کر کے انفرادی نظر ڈالنا اور عام فہم طریقے پر بیان کرنا ہوتا ہے۔ کتاب کا موضوع "کلچر" ہے جس پر آجکل دنیا کے تمام ادیب غور کرنے میں مصروف ہیں۔ ہم پاکستانیوں کے لئے کلچر کا مسئلہ اور بھی زیادہ اہم یوں ہے کہ پاکستان بنانے کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے کلچر کے تحفظ کیلئے ایک الگ ملک ہو۔ اس لئے ہمارے لئے یہ امر نہایت درجہ برمحل ہے کہ ہم اپنے کلچر کا مکمل جائزہ لیں اور اس کے وہ اصول متعین کریں جن کو بنیادی مان کر ہمارا کلچر اپنے نقوش ابھار سکے اور ترقی کی راہ پر لگ جائے۔ جمیل جالبی نے زیر نظر تصنیف میں اس اہم کام کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ تصنیف نو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب آزادی۔ تہذیبی مسائل اور تضاد کی سرخی کے ماتحت یوم آزادی سے کر آجکل کے حالات کا نہایت تحلیلی نقشہ پیش کرتا ہے۔ یہاں یہ دکھایا گیا ہے کہ سیاسی جغرافیے کے بدلتے ہی ہمارے ذہن کا جغرافیہ بھی اسی طور پر بدلا کہ ہمارا سارا تہذیبی سرمایہ اور ورثہ واگہ پر رک گیا۔ یہ پہلا باب کتاب کے موضوع کا پاکستان کے ماحول کو سامنے رکھ کر تعارف کراتا ہے اور کلچر کا مسئلہ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے نہایت واضح شکل اختیار کر لیتا ہے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کا مقصد اس کو ایک وسیع پیمانے پر جانچنا ہے۔ چنانچہ دوسرے باب میں "کلچر کیا ہے؟" کا سوال اٹھایا جاتا ہے اور اس کا مکمل جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کلچر پر یورپ کے معروف مفکرین کے خیالات سے استفادہ اس کا خاص وصف ہے اور جمیل جالبی صاحب اس سلسلے میں صاف مربوط اور تشفی بخش بیان پیش کر سکتے ہیں۔ تیسرا باب کلچر کے سب سے اہم مسئلے یعنی قومی یک جہتی سے بحث کرتا ہے اور اس کے وجود اور اس کی ضرورت پر ہر پہلو سے روشنی ڈالتا ہے۔ چوتھے اور پانچویں ابواب میں مذہب اور روحانیت سے کلچر کا تعلق دکھایا گیا ہے اور ہمارے یہاں کی جدید ترین مذہبی تحریکوں پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔ جمیل صاحب مذہب اور کلچر کے تعلق کو تاریخی اور فلسفی دونوں نقطہ ہائے نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے پورے جائزے کی بنیاد اس تصور پر مبنی ہے کہ زندگی مستقل

بھی ہے اور متحرک بھی ہے یعنی ارتقا کر رہی ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں کے معنی بھی یہی ہیں
اور پاکستانی معاشرے کی نئی فکر کا تعلق بھی اسی مسئلے سے ہے۔ چھٹے باب میں قدرتی طور پر مادّی ترقی اور کلچر کے ارتقا کی طرف گریز
جاتا ہے۔ اس باب کو شاہ ولی اللہ کے قول سے شروع کیا گیا ہے اور روحانی اور مادی امور کی کشمکش کو جو ہمارے معاشرے کا خاص
حصہ ہے واضح کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں مشترکہ زبان اور مشترکہ کلچر کا موضوع اٹھاتے ہوئے زبان کے تعلق سے پاکستان کا
کا جائزہ لیا گیا ہے۔ علاقائی زبانوں کی اہمیت جتاتے ہوئے ان کا قومی زبان کی تعمیر میں حصہ واضح کیا گیا ہے۔ آٹھویں باب میں ذہنی آزا
اور تہذیبی عوامل کی تشریح کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوا ہے کہ "جب تک ذہنی آزادی کو ہم ایک بنیادی قدر کے طور پر زندگی کی ہر سطح پر قبول
کریں گے۔ قومی یک جہتی اور قومی کلچر کا مسئلہ سراب کی شکل میں اسی طرح موجود رہے گا"۔ نواں باب نئے شعور کے مسئلے کو لیتا ہے۔ اسے
پوری کتاب کا خلاصہ اور حاصل بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصنف نے اپنے پورے مقصد کو آخری پیراگراف میں یوں رکھ دیا ہے: "میں نے خیا
اور مسائل کے اس جنگل میں تنہا سیر کی ہے اور اس سیر کے وہ اثرات جو میری روح پر مرتب ہوتے ہیں اور وہ روح جو میں نے اس
جنگل میں دیکھی ہے۔ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔ اگر اس روح کے مطالعے سے آپ کے اندر قومی سطح پر فکری مسائل کے اس جنگل کا شعور پ
ہو گیا اور آپ سوچنے کی طرف مائل ہو گئے تو ہم دیکھیں گے کہ سارا جنگل انگڑائی لے کر بیدار ہو جائے گا اور اسی جنگل سے ہماری قومی رو
کے خدوخال ابھاریں گی۔"

جب ہم اس تصنیف کے مجموعی اثر پر غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مخصوص طور پر ادبی چیز ہے یعنی اس میں مواد سے
زیادہ اہم وہ انفرادی نظر ہے جس سے مواد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سارے مواد کو ایک زندہ شکل حاصل ہو گئی ہے یہ کتاب ہمیں
تخیل کی دنیا میں لے جاتی ہے اور ایک ایسے فرد سے ہمکنار کرتی ہے جو مفکر بھی ہے اور ادیب بھی اور جو نہایت خلوص کے ساتھ ہمیں
اپنے کلچر کی تعمیر پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ بیان کی سادگی اور روانی میں ہر جگہ رنگین شگوفے کھلتے ہیں اور مزاح کی چاشنی
دل کو لبھاتی ہے۔ نثر کی دلکشی موضوع کو دلچسپ بناتی ہے اور ایک ایسا آہنگ وجود میں لاتی ہے جو اردو زبان کو اپنی انفرادیت
سے مالامال کرتا ہے۔ یہ تصنیف اردو نثر نگاری میں گراں قدر اضافہ ہے۔ میتھو آرنلڈ کی تصنیف "کلچر اینڈ انارکی" اور جدید
دور میں ٹی ایس۔ ایلیٹ کی "نوٹس ٹوارڈز اے ڈیفنیشن آف کلچر" کی طرح یہ کتاب بھی کلچر کو ایک ادیب کے منفرد نقطۂ نظر سے اس کے منفر
طرز میں پیش کرتی ہے اور اردو نثر نگاری کی تاریخ میں اپنا مقام بنا لیتی ہے۔

تحسین سروری

اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ

(۵)

منظر الکرام تالیف مولوی سید منظر علی صاحب اشہر

سابق ریاست حیدر آباد کے ۱۱) ایسے مشاہیر کا یہ تذکرہ ہے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنی اعلیٰ کارکردگی کے باعث شہرت و ناموری کے حامل تھے۔ ان مشاہیر حیدر آباد کے اسمار کو بلحاظ عہدہ یا پیشہ مختلف عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس میں فضلاء و شعرائے کے ذیل میں (۲۴) مشاہیر کا علاحدہ تذکرہ موجود ہے۔ لیکن بعض ایسے فضلاء و شعرا بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ ان کے عہدے یا پیشے کی مناسبت سے دوسرے عنوانات کے تحت آیا ہے۔

یہاں میں ایک ضروری معروضہ پیش کروں گا کہ سابق ریاست حیدر آباد کے "منظر الکرام" جیسے ادبی ماخذ کا جائزہ لیتے وقت کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اکثر ایسے مشاہیر ادب جو اپنے اصلی نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ وہ حیدر آبادی خطابات واعزازات کے بعد نامانوس سے ہو جاتے ہیں اور ہم یہ سمجھ کر انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ کوئی حیدر آبادی رئیس ہوں گے۔ مثال کے طور پر یہ نام ملاحظہ ہوں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر، نواب حیدر یار جنگ بہادر اور نواب مسعود جنگ بہادر علی الترتیب اپنے حسب ذیل اصلی ناموں سے علمی دنیا میں مشہور ہیں۔

(۱) مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی

(۲) علامہ علی حیدر نظم طباطبائی (لکھنوی)

(۳) سر سید راس مسعود

مولوی سید منظر علی اشہر ایک مشہور اہل قلم ہیں۔ جن سے متعدد کتابیں یادگار ہیں۔ جنوبی ہند کے مسلمانوں میں سر سید تحریک کو پھیلانے میں انہوں نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ حیدر آباد سے علیگڑھ یونیورسٹی کیلئے چندہ کی فراہمی میں بھی وہ پیش پیش رہتے تھے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے حیدر آباد سے ایک رسالہ "اولڈ بوائے" بھی جاری کیا تھا جو علی گڑھ کے طلبائے قدیم کا ترجمان تھا۔ اشہر صاحب کے اکثر مشاہیر علم و ادب سے ذاتی مراسم تھے، اور وہ خود بھی نامور اہل قلم میں شمار کئے جاتے تھے۔

منظر الکرام ۱۳۴۵ھ (م ۱۹۲۶ء) میں حیدر آباد دکن کے عماد پریس میں چھپ کر شائع ہوئی یہ کتاب (۲۶۵) صفحات پر

مشتمل ہے۔ شروع میں (۴) صفحات کی فہرست ہے۔ اس کے بعد مولف نے عرض حال کے عنوان سے ۲ صفحات کا دیباچہ تحریر
دیباچے کی آخری سطروں میں مولف نے اس کتاب کے مقصد تالیف کی وضاحت ان الفاظ میں کردی ہے ۔

"تاہم خدا حیدرآباد، آدمیوں کی کان ہے۔ کوئی محنت کرے تو ایک ایک شعبہ کے کئی کئی جلدات تیار کرسکتا ہے، اگر ہم نے اپنے اس تذکرے کیلئے صرف ان لوگوں کو چن لیا، جن کی شہرت قلمرو آصفیہ سے گزر کر وسیع مملکت ہند کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی ہے۔ ان میں سبھی علمی و عملی اعتبار سے بعض ایسے ہیں جو بجائے خود فرد فرید ہیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا۔ ان حضرات کے حالات کی تلاش میں لوگ سرگرداں نظر آئیں گے۔"

کتاب جن جن عنوانات میں تقسیم کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مدارالمہامان

صدراعظمان

مشیرخاص

معین المہامان

صدرالمہامان

صدرالصدور

چیف کمانڈر

معتمدین

ارکان عدالت العالیہ

نظار (ڈائرکٹرز)

صوبہ داران

تعلقدار (کلکٹرز)

آخر میں فضلا وشعرار کا باب ہے۔ ادبی ماخذ کے سلسلے میں جو اسمار آتے ہیں۔ ان کی تعداد (۶۵) ہوتی ہے۔

(۱) راجہ کراجلیان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت شاد ص۵

(۲) نواب عمادالملک بہادر مولوی سید حسین بلگرامی ص۲۷

(۳) نواب امین جنگ بہادر مولوی احمد حسین صاحب ص۴۱

(۴) عبداللہ یوسف علی ص۵۲

(۵) نواب لطف الدولہ بہادر لطف ص۵۹

لے نواب افسر جنگ افواج آصفی کے سپہ سالار اور نظام وقت کے ایڈی کانگ تھے۔ علمی دنیا میں ان کی اس حیثیت کو فراموش نہیں کیا جائے گا کہ

ڈاکٹر ڈیوڈ ڈی۔ اینڈرسن

یوجین اونیل اور موجودہ امریکی ڈراما[1]

"جدید" کی اصطلاح کسی اور صنف ادب پر اتنی صادق نہیں آتی جتنی بیسویں صدی کے تھیٹر پر۔ شاعری اور افسانہ نگاری میں بھی انقلابی اسلوب وجود میں آئے ہیں اور ان دونوں صنفوں میں جدید فنکاروں کو جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا وہ بنیادی طور پر یہ تھا کہ ایک جدید مادہ پرستانہ اور صنعتی نظام میں انسانی زندگی کا مفہوم کس طرح از سر نو متعین کیا جائے کہ اس میں اور موجودہ روایات میں دوبارہ ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ چنانچہ شاعری اور افسانہ نگاری کی تکنیک، موضوعات اور فلسفے میں جو انقلابی تبدیلی واقع ہوئی ہے وہ تبدیلی کے اس سلسلے کا نقطۂ عروج ہے جو ۱۷۹۸ء میں ورڈس ورتھ کے کلام اور کالرج کی "لرکل بیلیڈس" (غنائی نظمیں) کی اشاعت کے ساتھ شروع ہو چکا تھا تعینیت پسندی کے اس دور میں جب کہ معاشرہ بڑی وسعت اختیار کر چکا تھا جدید ڈرامہ نگاروں کیلئے یہ مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا اور ابھی تک ہے۔

چنانچہ جدید تھیٹر اس پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے کی کوشش میں معروف ہے۔ اس مسئلے کی پیچیدگیوں کا سبب یہ حقیقت ہے کہ انسان نے اپنے وجود کی ماہیت کو ادب میں واضح انداز میں پیش کرنے کی جتنی کوششیں کی ہیں ان میں تھیٹر اگرچہ سب سے قدیم اور انگلستان میں نشاۃ ثانیہ کے زمانے میں سب سے قوی کوشش تھی۔ لیکن کوئی ڈیڑھ سو سال تک اس کی حالت نہایت ابتر رہی اور یہی وجہ تھی کہ انیسویں صدی کے آخر تک کوئی اعلیٰ ڈرامائی روایت وجود میں نہ آسکی۔

تھیٹر کے اس انحطاط کے اسباب مغرب کی معاشرتی اور مذہبی تاریخ میں پوشیدہ ہیں اور اسی وجہ سے ان کی پیچیدگی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب وہ ہمارے لئے کسی خاص دلچسپی کا باعث نہیں رہے ہیں تاہم صورت حال کی نزاکت کا اس بات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انیسویں صدی کے بہت سے ممتاز شعرا نے جن میں انگلستان کے ٹینی سن اور امریکہ کے لانگ فیلو بھی شامل ہیں اسٹیج کیلئے ڈرامے لکھے ہیں لیکن

---

[1] ڈاکٹر ڈیوڈ ڈی اینڈرسن، مشیگن اسٹیٹ یونیورسٹی (امریکہ) میں انگریزی اور امریکی ادبیات کے مددگار پروفیسر ہیں، وہ کراچی یونیورسٹی میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔ ان کا ایک مقالہ جو پاکستانی شاعری سے متعلق تھا "قومی زبان" میں شائع کیا جا چکا ہے۔

وہ لئے بے جان تھے کہ اب انہیں اپنے علم کا فخریہ اظہار کرنے والے ادبی مورخین کے سوا سب ہی فراموش کر چکے ہیں۔ انیسویں صدی میں اسٹیج کو تماشے اور اخلاقی پیغام دینے کی جگہ سمجھا جاتا تھا اس کی تائید اکل تامس کیبن کی کامیابی سے بڑے پرزور انداز میں ہوتی ہے حالانکہ یہ ڈرامہ پروپیگنڈے کا تو شاہکار ہے لیکن ناقابل یقین حد تک گھٹیا درجے کا ڈرامہ ہے۔

غرض انیسویں صدی کے آخری زمانے تک ڈرامہ نگاروں میں کوئی ٹھوس ادبی روایت وجود میں نہیں آئی تھی۔ ہاں گذشتہ صدی کے آخر میں جاکر چار ڈرامہ نگاروں کے تذکرے ہونے لگے تھے۔ ابتداء میں تو یہ لوگ اختلافی مباحثوں کا موضوع بنے رہے لیکن بعد میں نہ صرف اسٹیج میں از سر نو جان ڈالنے بلکہ ڈرامہ کی ایک نئی روایت کو وجود میں لانے کے ضمن میں بھی انھیں مسلم الثبوت حیثیت حاصل ہو گئی ڈرامہ نگار یورپ کے ابسن اور اسٹرنڈ برگ، ان کے کچھ عرصہ بعد برطانیہ کے برنارڈ شا اور ان کے بھی بعد امریکہ کے اونیل تھے۔

ابسن اور شا کو جدید ڈرامے کے پیشرو کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ اس ادبی انقلاب کے بڑے دھارے میں شامل تھے جو مغرب میں بڑی تیزی کے ساتھ آرہا تھا۔ موضوعات اور فلسفے کے ضمن میں انہوں نے اسٹیج کو، نظریات پیش کرنے کے ایک مرکز میں تبدیل کر دیا لیکن انہوں نے اسٹیج کی یہ عمارت بنیادی طور پر ماضی کے محدود ابعادی اسٹیج ہی کی بنیاد پر تعمیر کی تھی۔

شا اور ابسن نے جدید تھیٹر کی ترقی میں جو حصہ لیا میرا مقصد اس کی اہمیت کو کسی طرح کم کرنا نہیں ہے ان کا یہ کام بڑی اہمیت کا حامل ہے تاہم اس کارنامہ کو سر انجام دینا یوجین اونیل ہی کے ذمہ رہا کہ وہ موضوعات اور تکنیک میں ان دونوں پیشرووں کے کارناموں کو آگے بڑھائیں اور اس کے ساتھ ہی روایتی اسٹیج کی محدودیت اور پابندیوں کو بھی ختم کر دیں تاکہ ڈرامہ نگاری کی ایک ایسی نئی حقیقت وجود میں آسکے جس میں نئے موضوعات اور نئے فلسفے نئی ڈرامائی تکنیکوں کے ساتھ کچھ اس طرح ہم آہنگ ہوں کہ روایتی اسٹیج ایک نئی ڈرامائی وحدت بن جائے۔

یہ ڈرامائی وحدت کسی بھی سنجیدہ ڈرامے کی جان ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم جدید تھیٹر کی تعریف کرنے چلیں تو ہمیں اس وحدت کو ضرور دیکھنا چاہئے۔ ضرورت اس بات پر زور دینے کی ہے کہ ڈرامہ کسی دوسری صنف کی طرح کی چیز نہیں ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم ڈرامے کو ایک ڈرامے کی حیثیت سے دیکھیں تو وہ روایتی مفہوم میں ادب بھی نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایسی صنف نگارش ہے جس کے حقیقی تاثر کا انحصار بصری اور صوتی اثرات پر ہوتا ہے۔ الغرض ڈرامہ ایک تماشہ ہے اور اسے یہی رہنا بھی چاہیئے۔

تھیٹر کی بنیادی نوعیت کے بارے میں اس تصور کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب ہم جدید ڈرامے پر اپنی توجہ مبذول کر سکتے ہیں اس کا بطور تماشے اور صنف ادب دونوں حیثیتوں سے جائزہ لے سکتے ہیں اور جدید امریکی ڈرامے کی نوعیت کی تعریف اس کے مقصد، منشا اور کارناموں کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔ چونکہ یوجین اونیل اور ان کے کام نے جدید ڈرامے کو اس کی موجودہ شکل دی ہے اس لئے موضوعات، فلسفے اور تھیٹر کی تکنیک کو ہم آہنگ بنانے کے ضمن میں نئی نئی راہیں نکالنے کے لئے منطقی طور پر ان کی تصنیف ہی ہماری کوششوں کا نقطۂ آغاز بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں اہم ترین بات یہ ہے کہ ان کے ڈراموں میں تھیٹر کے تشکیلی ایام سے لے کر اب تک کے ارتقاء کا بخوبی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اونیل کی ایک ڈرامہ نگار کی حیثیت پر غور کرنے کے ذیل میں یہ حقیقت خصوصیت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے کہ وہ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور انیسویں صدی کے اواخر کے جاں بلب تھیٹر کے درمیان بڑھے پلے تھے وہ مشہور اداکار جیمز اونیل کے لڑکے تھے جنہوں نے "دی کاؤنٹ آف مانٹی کرسٹو" میں "مانٹی کرسٹو" کا کردار ایک ہزار سے زیادہ مرتبہ ادا کیا تھا۔ اونیل اپنے کنبے کے دباؤ کے تحت مجبوراً تھیٹر کا رآموز کی حیثیت سے کام کرنے کے باوجود اس زمانے کے تھیٹر سے متنفر تھے وہ اپنے باپ سے متنفر تھے اور اس رومان پسندی سے متنفر تھے جس کا اس وقت کے تھیٹر اور ان کے والد دونوں پر غلبہ تھا۔ نوجوانی میں وہ آوارہ ملاح بن گئے تھے لیکن ۲۴ سال کی عمر میں تپ دق میں مبتلا ہونے کے بعد انہوں نے ڈرامہ نگاری شروع کی۔ انھیں ابتدا ہی میں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ وہ ایسے ڈرامے لکھ سکتے ہیں جن میں پرانی رومان پسندی کو چھوڑ کر نئی حقیقت پسندی کو اپنایا گیا ہو۔

اسی زمانے میں انھوں نے اور پراونس ٹاؤن نامی تھیٹر نے ایک دوسرے کو دریافت کیا۔ یہ بلند عزائم رکھنے والا ایک چھوٹا سا تجرباتی تھیٹر تھا جو کیپ کاڈ میں قائم کیا گیا تھا۔ پراونس ٹاؤن تھیٹر کو اونیل اور نئے امریکی تھیٹر کے ارتقا میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تھیٹر ان دونوں کیلئے بڑی تحریک اور حوصلہ افزائی کا باعث بنا۔ تاہم نئے ڈرامہ نگاروں کے لئے سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس تھیٹر نے ایک تھیٹر بھی فراہم کیا اور ناظرین بھی ـــ اور یہ دونوں چیزیں ڈرامہ پیش کئے جانے کیلئے ضروری ہیں۔

اونیل نے پراونس ٹاؤن کے لئے ابتدا میں جو ڈرامے لکھے ـــ وہ تمام ایک ایکٹ والے ڈرامے تھے جنہیں بعد میں "دی لانگ وائیج ہوم" کے نام سے شائع ہونے والے مجموعے میں یکجا کر دیا گیا۔ یہ ڈرامے ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۹ء کے درمیان لکھے گئے تھے۔ اس مجموعے کے بہترین ڈرامے "دی مون آف کیریبیز" اور "دی لانگ وائیج ہوم" ہیں۔ یہ دونوں ڈرامے اونیل کے اس تصور کی وضاحت کرتے ہیں کہ جدید تھیٹر کس نوع کا ہونا چاہیئے۔ یہ ڈرامے خارجی حقائق پر مبنی ہیں اور ان میں زیادہ تر سمندری ماحول پیش کیا گیا ہے اور میلویل اور کونراڈ کی عظیم سمندری روایات کے مطابق ان میں عام ملاحوں کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بالکل یہی صورت افسانہ نگاری میں بھی اس وقت پیش آئی تھی جب اس میں حقیقت پسندانہ رجحانات نمایاں ہو رہے تھے اور زندگی کے عام ناخوشگوار اور تکلیف دہ پہلوؤں پر زور دیا جانے لگا تھا۔ اونیل کے ڈراموں میں بھی یہ رجحان عرصہ تک رہا تا آنکہ انہوں نے ایک اعلیٰ تر حقیقت پسندی کو اپنانے کا عزم نہیں کیا۔

اونیل نے اپنے ان ابتدائی ڈراموں ہی میں تکنیکی اعتبار سے اشاریت کے تجربوں کا آغاز کر دیا تھا۔ یہ اشاریت بعد میں ان کے ڈراموں میں ناولوں کی سی گہرائی اور تاثیر پیدا کرنے کا باعث بنی۔ انہوں نے اپنے ڈراموں کے مکالموں میں جس محاکاتی انداز سے کام لیا اور اسٹیج پر روشنی اور منظر بندی کے ضمن میں جو حقیقت پسندانہ انداز اختیار کیا وہ اس تاثریت کی جانب ایک قدم تھا جسے اب اتنی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

یہ بات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اونیل نے اپنے ان ابتدائی ڈراموں میں تعینیت پسندی کے فلسفیانہ مقدمات کو قبول کر لیا تھا۔ یہ کامل فطرت پرستی پر مبنی زاویہ نظر تھا جس پر وہ آخر تک قائم رہے۔ انہوں نے موضوع، تکنیک اور فلسفہ کے درمیان جو امتزاج پیدا کیا اس کے نتیجے میں انہوں نے ایک ایکٹ والے اچھے اچھے ڈرامے لکھے۔ لیکن اس زمانے میں ان کے قلم سے کوئی عظیم ڈرامہ وجود میں نہیں آیا۔ تاہم اس زمانے کو اس لحاظ سے اہمیت حاصل ہے کہ اس سے اونیل کو ابتدائی تربیت مل گئی یہ تربیت اونیل کو مسلسل ایک اعلیٰ تر

حقیقت پسندی کے کھوج پر اکساتی رہی اور امریکی تھیٹر کا عظیم ترین دور درحقیقت اس کھوج اور جستجو کا ہی نتیجہ ہے۔ اس دور میں جس کی قیادت اونیل کر رہے تھے۔ اسٹیج کی محدودیت کو ختم کرنے اور انسانی زندگی کا مفہوم از سر نو پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں اونیل اور پراونس ٹاؤن کے دوسرے ارکین نیویارک چلے گئے کیونکہ وہ اس بات کا عزم کر چکے تھے کہ وہ تھیٹر میں مطلوبہ زور اور توانائی پیدا کر کے رہیں گے۔ یہ لوگ اپنی اس کوشش میں شاید اونیل کی ذہانت کے سوا ان دوسرے نوجوان فنکاروں سے کچھ زیادہ مختلف تھے جو خود بھی اسی انداز پر کام کر رہے تھے لیکن ان فنکاروں کے برعکس پراونس ٹاؤن کے لوگوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کا سبب غالباً یہ تھا کہ انہوں نے اپنی سرگرمیوں کے لئے صحیح وقت اور صحیح جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ یہی زمانہ تھا جب اونیل کے زور قلم اور مقبولیت کو انتہائی عروج حاصل ہوا۔

اس زمانے یعنی سنہ ۱۹۲۰ء سے شروع ہونے والے عشرے میں اونیل کی تربیت مکمل ہو گئی اور انہوں نے وہ ڈرامے سپرد قلم کئے جو آج بھی ان کے عظیم ترین ڈراموں میں شمار ہوتے ہیں اس زمانے کے ابتدائی ڈرامے (جن میں "بیانڈ دی ہورائزن" سے "دی ہیری ایپ" تک کے ڈرامے شامل ہیں) ان کی تربیت میں تکملے کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے عظیم ڈراموں کا دور وہ ہے جس میں "ڈیزائر انڈر دی ایلمس" سے لے کر "مورننگ بیکمس الیکٹرا" تک لکھے گئے "بیانڈ دی ہورائزن" نیویارک میں ان کا پہلا ڈرامہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ ان کا پورے طول کا پہلا ڈرامہ بھی تھا اور وہ اتنا کامیاب ثابت ہوا کہ اس پر اونیل کو پہلا پلٹزر انعام بھی ملا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اونیل نے نیویارک میں اپنی تربیت کی تکمیل کے دوران تھیٹر میں "حقیقت پسندی" کو المیہ سے زیادہ ارفع اور صداقت آمیز قرار دیا تھا لیکن جب وہ تاثریت سے زیادہ قریب پہنچ گئے تو ان کے اس طرز عمل میں تبدیلی آ گئی۔ چنانچہ اس دور کے ڈراموں — "بیانڈ دی ہورائزن"، "اینا کرسٹی"، "دی ایمپر رجونز" اور "دی ہیری ایپ" — میں ان کا یہ تصور بالکل اسی طرح نمایاں نظر آتا ہے جس طرح سنہ ۱۹۱۲ء اور سنہ ۱۹۲۳ء کے دوران اونیل کے خیالات میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

موضوعات کے اعتبار سے یہ تمام ڈرامے درحقیقت ان کرداروں کے شاعرانہ انداز میں حقیقت پسندانہ مطالعہ پر مشتمل ہیں جن کی زندگی بڑی پست اور مصائب سے بھری ہوئی تھی اور جن پر ایک انتہائی غیر ہمدرد معاشرہ مسلط تھا۔ ان کا پہلا ڈرامہ ظلم اور ناخوشگوار ازدواجی تعلقات کا مطالعہ ہے۔ اس میں سمندر کو صرف پس منظر میں رکھا گیا ہے۔ دوسرے ڈرامے میں سمندر کو جو نسبتاً زیادہ نمایاں ہے۔ ایک علامت کی حیثیت دی گئی ہے۔ پہلے ڈرامے کی طرح تیسرے ڈرامے میں بھی پس منظر میں سمندر موجود ہے اور اس میں بھی فرار کی ایک علامت کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ آخری ڈرامے میں سمندر، مقبولیت کی اس بنیادی قوت کی نمائندگی کرتا ہے جس سے انسان کو محروم رکھنے کا رجحان معاشرے میں موجود رہتا ہے۔ اس دور کے تمام ڈراموں میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اونیل فطرت اور معاشرے کے ذیل میں اپنے گرد و پیش کے لوگوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان ڈراموں میں خاص بات یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ان کے کردار کو شکست دیتی ہے۔

ناگزیر شکست کو قبول کر لینا بعض صورتوں میں اتنا نمایاں ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کردار گویا شکست کے حصول کی باقاعدہ کوشش کر رہے ہیں۔ یہ صورت اس بات کی واضح طور پر نشاندہی کرتی ہے کہ اونیل نے فطرت پرستی کے فلسفیانہ مقدمات کو قبول کر لیا تھا۔ یہ تنظیم

تھیئٹر میں حقیقت پسندی سے کام لینے کے بارے میں ان کے ایقان سے قریبی مماثلت رکھتا ہے۔ اس زمانے میں فطرت اور معاشرے کی قوتوں کے ہاتھوں انسان کے ایقان سے ان کے لئے ایک حقیقت تھی۔ چنانچہ اس دور کے ڈراموں سے بہت سے نقادوں کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فنون لطیفہ کے مختلف شعبوں کے فنکاروں کی طرح اونیل بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ انسانی زندگی کے مفہوم کو قطعی انداز میں بیان کرنے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے گوناگوں مضمرات کی چھان بین کی جائے۔

لیکن اونیل کے ڈراموں میں ایک خاص بات ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلیہ جسے بہت سے نقادوں نے پیش کیا ہے غیر منصفانہ نوعیت کا ہے۔ یہ خاص بات اسٹیج کی تکنیک کے اس ارتقاپذیر انداز سے تعلق رکھتی ہے جسے اونیل نے اپنے ڈراموں میں اختیار کیا ہے۔ اپنے ڈرامہ "بیانڈ دی ہورائزن" میں انہوں نے کھیل کی جو ترتیب رکھی ہے اور صورت، رنگ اور کھیل کے پورے ڈھانچے کا جو اہتمام کیا ہے وہ لازماً مروجہ طور پر حقیقت پسندانہ ہے تاہم "اینا کرسٹی" میں انہوں نے حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے الفاظ کے ذریعے نقشہ کھینچنے کے بجائے مطلوبہ منظر کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ان کی اس کوشش کا مظاہرہ بہ طور خاص اس موقع پر نمایاں ہے جب وہ سمندر کا منظر پیش کرتے ہیں۔ "دی ایمپرر جونز" میں اس تجربے کو اور آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس ڈرامہ میں خارجی حقیقت اور بطور خاص نفسیاتی پہلوؤں کی طرف بڑے اہم اشارے بھی ملتے ہیں۔ یہ دونوں تجربے "اعلیٰ حقیقت پسندی" یا تاثریت سے متعلق اونیل کے اپنے نظریہ کے ارتقا کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہیں اسٹیج کی مروجہ حدود کو وسعت دینے کی ذہنی تحریکیں بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ "دی ہیری ایپ" نامی ڈرامہ کے پہلے منظر میں اونیل غایت درجہ حقیقت نگاری اور آخری منظر میں انتہائی تاثریت کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

اونیل کے مذکورہ بالا ڈراموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے مشاہدہ کے مطابق نئی حقیقت نگاری کی تکنیک کو پوری طرح اپنانے اور اس تکنیک کی تعریف کی وضاحت میں بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ یہ تکنیک اب جدید تھیئٹر میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس قسم کے جدید اصولوں نے وہ تمام مصنوعی حدود توڑ دی ہیں جن کی وجہ سے ڈرامہ روایتی طور پر ایک "تماشہ" بن کر رہ گیا تھا۔ اب اس تکنیک یا طریق فن کی بدولت تماشہ بینوں کی حیثیت محض ناظرین کی نہیں رہی بلکہ وہ خود اپنے آپ کو ڈرامہ میں شریک تصور کرتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ بھی اس کے کرداروں میں شامل ہیں۔ یہ محسوس کرانے کیلئے بڑی فنی مہارت سے کام لیا گیا ہے۔

مذکورہ ڈراموں میں سے ہر ایک ڈرامہ میں زبردست معاشرتی شعور کا ثبوت دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں محض احتجاج کے علاوہ بھی کچھ اور ہے۔ ہر ڈرامہ میں تخیلی شاعری سے کام لیا گیا ہے اور اس کا مقصد زندگی کے خارجی تاثرات کے بجائے اس کے داخلی احساسات کو پیش کرنا ہے۔ جیسا کہ روایتی انداز کی حقیقت نگاری میں زور دیا جاتا ہے لیکن جسے اونیل پہلے ہی مسترد کر چکے تھے۔ اونیل کے جن ڈراموں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ مہتم بالشان ڈرامے تو نہیں ہیں البتہ انھیں اچھے ڈراموں میں ضرور شمار کیا جائیگا۔ یہ ڈرامے اس اعتبار سے علی الخصوص گراں بہا ہیں کہ ان کی وجہ سے اسٹیج اور تھیئٹر کے امکانات وسیع ہو گئے ہیں۔ ان ڈراموں میں کہیں کہیں جذباتیت بھی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ ڈرامہ کی حیثیت سے اور اس اعتبار سے کہ ان میں اداکاروں کو اپنے غیر معمولی فنکارانہ کمال پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اچھے ڈرامے ہیں۔ آخر الذکر خوبی کی وجہ سے اونیل کی قدر و منزلت میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا۔

اگر اونیل مذکورہ ڈراموں کے علاوہ اور کچھ نہ لکھتے جب بھی نئے تھیٹر کے لئے ان کی یہی ایک خدمت بہت کافی ہوتی۔

اس کے بعد کے دور میں اونیل نے یکے بعد دیگرے کئی ڈرامے لکھے۔ یہی وہ دور تھا جس میں انھوں نے بہترین ڈرامے لکھے جن کے نام یہ ہیں: "ڈیزائر انڈر دی ایلمز" (۱۹۲۴ء) دی گریٹ گاڈ براؤن" (۱۹۲۶ء) "اسٹرینج انٹرلیوڈ" (۱۹۲۸ء) اور "مورننگ بیکمس الیکٹرا" یہ نہ صرف اونیل کی ڈرامہ نویسی کا بلکہ امریکی تھیٹر کا بھی ایک اعلیٰ ترین دور تھا" وائٹ پرائس گلوری"، "دی فرنٹ ٹیبج" اور اس قسم کے دوسرے ڈراموں کے باوجود ۱۹۲۰ء کے بعد کے دس سالوں میں اونیل تھیٹر کی دنیا پر چھائے رہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ان کی غیر معمولی صلاحیت کا ناگریز نتیجہ تھی۔ اس دور میں انھیں جو شہرت نصیب ہوئی اور جس غیر معمولی صلاحیت کا انہوں نے ثبوت دیا۔ اس کی ایک انتہائی نمایاں وجہ یہ تھی کہ وہ مسلسل ایک اعلیٰ تر "حقیقت پسندی" کی تلاش میں سرگرداں رہے اور جس نے بالآخر انہیں فرائڈ اور نئے علم نفسیات سے قریب تر کر دیا۔

"ڈیزائر انڈر دی ایلمز" نامی ڈرامہ میں اونیل نے انیسویں صدی عیسوی کے نیو انگلینڈ کی دیہی زندگی کے تشدد اور خواہش نفسانی کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے انسان کی داخلی المناکی کی اس کیفیت کو ظاہر کیا ہے۔ جس سے وہ اپنی غیر محسوس خواہش نفسانی کی تسکین کے سلسلے میں دوچار ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس تسکین کا سامان کس طرح بہم پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس ڈرامہ میں اونیل نے حقیقی المیہ کے معاملے میں فلسفیانہ فطرت پسندی سے کام لیا ہے اور اسے حقیقت پسندی اور تاثریت کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ "دی گریٹ گاڈ براؤن" نامی ڈرامہ میں انھوں نے "وقت" اور "اظہار حقیقت" کے معاملہ میں عام مروجہ اصولوں کو مسترد کر دیا ہے۔ اس طرح دو آدمیوں کے درمیان شدید مقابلہ کی جو داستان بیان کی گئی ہے وہ اس حقیقت و تصور کی باہمی کشمکش اور اس سے پیدا ہونے والے ناگریز المیہ کی داستان بن جاتی ہے جو انسانی فطرت میں دائمی طور پر جاری و ساری ہے۔

ایک موقعہ پر اونیل نے اپنے ایک تبصرہ میں واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ انہیں انسان کے درمیان رسمی اور غیر طبعی تعلقات سے کوئی دلچسپی نہیں البتہ انہیں انسان اور خدا کے درمیان ابدی اور دائمی تعلق سے دلچسپی ہے۔ اونیل کے اس قول میں بلاشبہ خدا کے بارے میں ان کا اپنا نظریہ مضمر ہے۔ اونیل کے نزدیک خدا اور "حقیقت مطلق" ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اپنے اس نظریے کی روشنی میں وہ عقیدۂ جبر اور مادیت سے ماورا خدا کی تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ انہیں اس حقیقت کا واضح طور پر اعتراف ہے کہ خدا کے بارے میں قدیم رومانی اور تصوراتی نظریہ اب جائز نہیں۔ انہیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ نئی مادہ پرستی اس کا کوئی نعم البدل پیش کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ غرض مذکورہ دور میں اونیل نے جو ڈرامے لکھے ہیں وہ معاشرتی اعتبار سے تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ لیکن ان کا فکری انداز نہ تو محدود ہے اور نہ ان ڈراموں کی تخصیص کی جا سکتی ہے۔ یہ ڈرامے ہمارے زمانے کے ہمہ گیر معاشرتی مسئلہ کی وضاحت ہیں یہ مسئلہ خدا کی اس تلاش کے مادہ پرستانہ انکار کی پیداوار ہے جس میں انسان جبلی طور پر مصروف رہتا ہے۔

خدا کی تلاش "اسٹرینج انٹرلیوڈ" اور "مورننگ بیکمس الیکٹرا" میں بہت ہی نمایاں ہے۔ ان میں سے پہلا ڈرامہ ان کا انتہائی متنازعہ فیہ ڈرامہ ہے۔ جس کا بڑا سبب اس کا طول اور خود کلامی میں تصرف کا وہ تجربہ ہے جس سے انہوں نے کام اور

ال کا فرق ظاہر کرنے کیلئے کام لیا ہے اور جو ظاہر اور باطن میں تفریق کرنے کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ تاہم میری رائے میں یہ ان
بہترین ڈراموں میں سے ایک ہے اور اس کی وجہ اس کے متذکرہ عناصر ہیں جن سے کام لیکر انہوں نے اپنے کرداروں کے تمام پہلو
ں کر دیئے ہیں اور اس طرح وہ قریب قریب مکمل صداقت کو سامنے لے آئے ہیں۔ "اسٹرینج انٹرلیوڈ" میں انہوں نے حقیقتاً پہلی بار اسٹیج
پرانی حدود کو عبور کیا ہے جس کی وجہ سے اس ناول کی شاندار روایات کے مطابق بڑی گہرائی اور گیرائی پیدا ہو گئی ہے۔

"مورننگ بیکمس الیکٹرا" ایک زیادہ رواجی نوعیت کا ڈرامہ بھی ہے اور ایک حقیقی المیہ ڈرامے کی ناگزیر جامعیت سے بھی قریب ہے۔
ڈرامہ الیکٹرا اور کلائیٹمنسٹرا کی یونانی روایت پر مبنی ہے اور اسے انیسویں صدی کے نیو انگلینڈ کے ماحول میں پیش کیا گیا ہے یہ اونیل کا
عظیم ترین ڈرامہ ہے اور اس میں انہوں نے اپنے عظیم ترین موضوع کو پیش کیا ہے۔ یہ ڈرامہ نہ تو فرائڈ کے نظریات پر مبنی ہے نہ
فطرت پرستانہ ہے، نہ حقیقت پسندانہ ہے اور نہ ہی معاشرے پر نکتہ چینی کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اسمیں یہ تمام عناصر اسی طرح سموئے ہوئے
ہیں جس طرح انسانی فطرت کی کسی آفاقی تعریف میں ان کا امتزاج ملتا ہے، انسان عظیم بھی ہے اور ہولناک بھی اور یہی صورت اس
کے جذبات کی بھی ہے اور ان کو پیش کئے جانے کا منظر المناک بھی ہوتا ہے، شرافت پیدا کرنے والا بھی اور پاکیزہ بنانے والا بھی۔

اس عظیم پیش کش کے بعد بھی اونیل نے لکھنے کا مشغلہ مزید ایک چوتھائی صدی تک جاری رکھا لیکن اسے ان کے عظیم ترین ڈرامے کی سی حیثیت
حاصل رہی کیونکہ اس میں انہوں نے المیہ ڈرامے کی وہی تعریف پیش کی تھی جو ابھی تک قائم ہے اور بیسویں صدی میں اس کی یہی تعریف
ہونی بھی چاہیئے تھی اس تعریف میں نہ صرف اس بات کو تسلیم کیا جانا ضروری ہے کہ پرانے نظریات اور تصورات مٹ رہے ہیں بلکہ اس
میں جدید المیہ ڈرامے کی حقیقی نوعیت کی نشاندہی بھی ضروری ہے یعنی اس وضاحت کی ضرورت ہے کہ انسان کسی زمانے میں حرمت و
عظمت اور حقیقی قدر و منزلت کے جن تصورات کے لئے سعی و جہد کیا کرتا تھا۔ ان کی جگہ اب مادہ پرستانہ مطمح نظر نے لے لی ہے
انسان میں فی نفسہ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے لیکن اب اور اپنے عالیشان خوابوں کو عملی جامہ پہنانے کی جد وجہد نہیں کرتا ہے کیونکہ اب
اس کی جبلت کے سوا کوئی چیز اسے یہ نہیں بتاتی ہے کہ ان خوابوں کا کوئی وجود بھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک مادہ پرست اور
لغیت پسند معاشرے کی بے ثباتی ہی میں ثبات و دوام ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہ اونیل کی نظر میں جدید انسان کی بڑی افسوسناک خامی ہے۔

اس زمانے میں یعنی اونیل کی ڈرامہ نگاری کے عظیم دور کے اختتام پر جدید تھیٹر بڑی حد تک ان کے ڈراموں کے نتیجے میں وجود
میں آچکا تھا۔ جدید تھیٹر کی تشکیل میں ان کی خدمات، جن میں سے کئی ان کی مخصوص یگانہ انداز کی ہیں، یہ ہیں:- (۱) موضوع اور تکنیک
میں نئی معاشرتی حقیقت پسندی کو جاری رکھنا اور وسعت دینا اور (۲) فطرت پسندانہ اور مادہ پرستانہ سطح سے بلند ہو کر تفحص و اکتشاف
سے کام لینا تاکہ خدا سے انسان کا ابدی تعلق معلوم کیا جا سکے اس میں شبہ نہیں کہ یہ دونوں باتیں اب بیسویں صدی کے ادب کے بڑے
دھارے کا ایک جزو بن گئی ہیں۔ جب ہم اونیل کو تھیٹر سے متعلق آدمی کی سی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے وہ کارنامے نظر آتے
ہیں۔ جنہوں نے جدید تھیٹر کے قیام کو ممکن بھی بنا دیا اور ناگزیر بھی۔ اس ذیل میں ان کے یہ کارنامے بھی شامل ہیں (۱) اداکاروں کے
حقیقی کمال کو پیش کرنا ماضی کی ہیجان انگیزی کی روایت کو جاری رکھتے ہوئے نہیں بلکہ اداکار کو اس بات کا موقعہ دے کر کہ وہ انسانی

زندگی، انسانی جذبات اور انسان کی کامرانیوں اور الناکیوں کی ہمہ جہتی تصویر میں جان ڈال سکے، اور نہ ان نئی تکنیکوں سے تھیٹر کی فضا کو وسعت دینا۔ اس ضمن میں ان کی کچھ تکنیکیں ناکام بھی رہیں۔ لیکن ان کی بیشتر تکنیکوں کی وجہ سے اسٹیج کے تمام امکانات کو بروئے کار لانے میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اب جدید اسٹیج میں انسانی خیالات کی طرح وقت سے کام لیا جانے لگا ہے اور روایتی انداز میں منظر بندی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اور اس کی جگہ ان تکنیکوں نے لے لی ہے۔ جن میں روشنی اور صوت کے تاثرات سے کام لیا جاتا ہے اور جنہوں نے ڈرامے کو حقیقی انسانی تجربے کا قائم مقام بنا دیا ہے۔

اونیل نے جدید تھیٹر کو جس سے کہ ہم اب واقف ہیں، ممکن بنایا لیکن فی الحال اس کا مستقبل کچھ مشکوک معلوم ہوتا ہے اس ہر طرف سے ٹیلیویژن، ریڈیو، فلم کی یلغار ہو رہی ہے۔ نیز ڈرامے پیش کرنے کے اخراجات میں بھی زبردست اضافہ ہو گیا ہے غرض جن باتوں کی بنیاد پر کوئی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے وہ سب بڑی مایوس کن ہیں۔ اس مایوسی کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ان رکاوٹوں کی وجہ سے ڈرامے کی پیش کش میں بڑی دشواری پیش آتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ ان کی وجہ سے ڈرامے کی پیش کش کی مالی اعتبار سے کامیابی بہت ضروری ہو جاتی ہے۔

تاہم اس وقت امریکہ میں ایک بڑی صحتمندانہ تحریک چل رہی ہے جس کے تحت موسم گرما میں کام کرنے والے تھیٹر قائم کئے جائیں گے، بستیوں کے تھیٹروں کی تعداد بڑھائی جائے گی اور سب سے بڑھ کر تھوڑے دنوں میں متعدد ڈرامے پیش کرنے والے تھیٹروں کو ترقی دی جائے گی نیویارک کا لنکن سنٹر تھیٹر اسی نوع کا ہے (جس کی پہلی دو پیشکشوں میں سے ایک اونیل کے ڈرامے "مارکو ملینز" پر مشتمل تھی) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تھیٹر کا مستقبل اتنا تاریک نہیں ہے جتنا کہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے اگر نئے ڈرامہ نگار اونیل کی طرح جرأتمند اور قوت تخیل کے مالک ثابت ہوئے تو جدید تھیٹر اب بھی جدید ناول کی سی عظمت حاصل کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسلم فرخی

نگارستان فارس[1]

نگارستان سخن آزاد کے شغف فارسی کا وہ مرقع ہے جو ایک مدت تک کٹے پھٹے کپڑوں میں سوتا رہا اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ آزاد نے اپنی کسی تحریر میں اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا جس کی بنا پر اس کی تصنیف کا صحیح زمانہ متعین کیا جاسکے آغا محمد طاہر نے اس سلسلے میں متضاد خیالات کا اظہار کیا ہے۔ نگارستان کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں۔ "یہ حضرت آزاد ہی کا جگرا اور حوصلہ تھا کہ سفر کی تکلیف اور مصیبتیں جھیل کر فارس کی سرزمین میں پہنچے۔ وہاں کے دستورا ور مدبروں سے ملے زند پازند۔ دری پہلوی سغدی زابلی۔ کابلی فارسی زبانوں کی الگ الگ جدا جدا چھان پھٹک کی ایرانی۔ تورانی قوموں کے میلے ٹھیلے۔ ان کی شادی غمی کی مجلسوں میں شریک ہوئے اور سخن دان فارس کا ایسا تحفہ بنایا کہ دانایان فرنگ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے وطن کو لے گئے اس سے بہت پہلے دوسرا حصہ بھی تیار کر لیا تھا اور نگارستان فارس اس کا نام رکھا۔[2] سخن دان کی ابتدا ۱۸۷۲ عیسوی میں ہوئی تھی۔ ایران سے واپس آنے کے بعد ۱۸۸۷ عیسوی میں آزاد نے اس پر نظر ثانی کی تھی۔ اگر نگارستان سخن دان سے پہلے کی تصنیف ہے تو اس کا زمانہ تصنیف ۱۸۷۲ عیسوی سے پہلے ماننا پڑے گا۔ دوسری جگہ آغا محمد طاہر صاحب رقم طراز ہیں کہ "تمام کتاب پڑھ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آب حیات کے ساتھ ساتھ ہی لکھی گئی تھی جیسا کہ شیخ سعدی کے حال میں فرینکلن صاحب کی زبانی ان کے مزار کی کیفیت بیان کرتے ہیں[3] ـــ" آب حیات کا سال اشاعت ۱۸۸۰ عیسوی ہے اگرچہ اس کی داغ بیل بہت پہلے پڑ چکی تھی۔ آب حیات کے ساتھ ساتھ لکھے جانے کا مطلب یہ ہوا کہ نگارستان سخن دان کے بعد معرض تحریر میں آئی ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا اس کی وجہ نگارستان کا اسلوب

---

[1] ڈاکٹر اسلم فرخی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ محمد حسین آزاد کے بارے میں ہے۔ یہ مقالہ انجمن نے دو جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔ زیر نظر مضمون دوسری جلد کا ایک باب ہے (ادارہ)

[2] نگارستان فارس دیباچہ ص ۳

[3] نگارستان فارس　　ص ۲۲۹

ہے جس میں طرز آزاد کی نمایاں خصوصیات اپنی ابتدائی شکل میں ملتی ہیں۔ اس سلسلے کی تفصیلی بحث آگے آئے گی لیکن نگارستان میں ایک بیان ایسا ملتا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب سفر ایران کے بعد لکھی گئی ہوگی۔ وہ بیان یہ ہے کہ "تعجب ہے کہ پند نامہ یعنی کریما ایران میں نہیں۔ وہاں کے اکثر اہل کمال سے دریافت کیا انہوں نے کہا کلام سعدی کا معلوم ہوتا ہے شاید ہندوستان میں آکر کہی اور یہیں چھوڑ گئے۔[1] اس ایک بیان کے علاوہ پوری کتاب میں کوئی اور ایسی شہادت نہیں جس سے آزاد کا ایران جانا ثابت ہو۔ بعض جگہ ذاتی شہادت کے اظہار کے پورے پورے امکانات بھی تھے۔ لیکن آزاد نے ایسے مواقع پر دوسروں کے بیان نقل کئے ہیں۔ سعدی کے مزار کے سلسلے میں آزاد نے مفتاح التواریخ کے حوالے سے فرنیکلن کا بیان نقل کیا ہے یہاں اس امر کا پورا پورا موقع تھا کہ آزاد اپنے چشم دید حالات لکھتے اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا غلط نہیں کہ آزاد نے نگارستان ایران جانے سے بہت پہلے مرتب کی تھی اور گمان غالب یہ ہے کہ اس کی تصنیف ۱۸۸۳ء عیسوی سے پہلے عمل میں آئی تھی۔

نگارستان فارس کی بازیافت کے متعلق آغا محمد طاہر لکھتے ہیں "مجھے یہ تو عرصے سے معلوم تھا کہ باوا میاں نے نگارستان فارس بھی ایک تذکرہ لکھا ہے مگر لیسے میں نے دیکھا نہ تھا۔ میرے والد ماجد مرحوم کو بھی اس تذکرہ کی جستجو رہی۔ کئی بار تلاش کیا۔ مگر تصانیف اور مسودات کے انبار میں پتہ نہ چلا اور حضرت والد ماجد دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم باقی کی طرف رہ گذر ہوئے۔ اور باوا میاں کی تصانیف کی درستی میرے سر پر آپڑی۔ ایک دن کاغذات الٹ پلٹ کر رہا تھا جو ایک مندراسی کپڑے میں بندھا بندھایا۔ نگارستان کا نسخہ مل گیا۔[2] لیکن دوسری جگہ آغا صاحب ایک دوسری ہی داستان سناتے ہیں۔ نگارستان کے خاتمے میں وہ لکھتے ہیں: "نگارستان کا قلمی مسودہ مختلف بستوں میں سے ملا۔ ایک جگہ جمع کیا تو تقریباً مکمل ہو گیا۔ صفحوں کے نمبر بھی مل گئے۔ اگرچہ ایک ایک کاغذ الگ الگ ہے مگر ۔ ۔ ۔ ۔ ہر آئندہ صفحے کا پہلا حرف پچھلے صفحے کے آخر میں لکھا ہوتا ہے۔ مسودہ تمام خوش خط لکھا ہوا تھا۔[3]" ایک طرف آغا صاحب کہتے ہیں کہ مندراسی کپڑے میں بندھا بندھایا نگارستان کا نسخہ مل گیا اور دوسری طرف یہ کہ نگارستان کا قلمی مسودہ مختلف بستوں سے ملا۔ ان دونوں بیانوں میں جو تضاد ہے وہ ظاہر ہے۔ بہر حال آغا صاحب نے مسودہ جوں کا توں کسی تبدیلی کے بغیر حرف بحرف شائع کروا دیا اور ۱۹۲۲ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔

نگارستان اگر اپنے زمانہ تصنیف کے فوراً بعد شائع ہو جاتی تو شاید اردو ادب میں اس کی اہمیت دو چند ہوتی لیکن اس کی اشاعت اس وقت ہوئی جب اردو میں شعر العجم جیسی کتاب شائع ہو چکی تھی۔ اور شعر العجم کے علاوہ بھی اس موضوع پر ۔

---

[1] نگارستان فارس ص ۷۱-۷۲

[2] نگارستان فارس ص ۹۸

[3] نگارستان فارس ص ۴

دوسری تصانیف وجود میں آچکی تھیں۔ ادبی تاریخ تذکرۂ شعرا کی حدود سے آگے بڑھ کر واضح خط و خال میں سامنے آچکی تھیں۔ اس وجہ سے نگارستان کی اہمیت بہت کم ہو گئی اور اسے محض آزاد کا ایک تبرک سمجھا گیا۔ نگارستان میں تذکرۂ شعرا کو ادبی تاریخ کے روپ میں ڈھالنے کی ایک واضح کوشش ملتی ہے۔ آب حیات میں یہ عمل تکمیل کو پہنچا ہے۔ نگارستان قدیم و جدید کے درمیان ایک کڑی ہے۔ اشاعت میں تعویق ہونے کے سبب سے یہ کڑی اپنی معنویت کھو بیٹھی ہے اور اب اس کی حیثیت محض تاریخی ہے۔

نگارستان پینتیس شعرا کے حالات اور نمونۂ کلام پر مشتمل ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ابوالفضل کو بھی آزاد نے زمرۂ شعرا میں جگہ دی ہے۔ ابوالفضل کے موزوں طبع اور سخن فہم ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن آزاد کے علاوہ کسی اور نے اسے زمرۂ شعرا میں جگہ نہیں دی۔ اس فروگذاشت کی بنا پر نگارستان کو صحیح معنوں میں مشاہیر شعرائے فارسی کے سوانح نہیں کہا جا سکتا آزاد کو فیضی اور ابوالفضل سے بڑی عقیدت تھی۔ دربار اکبری میں اس عقیدت کا ثبوت جا بجا ملتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے انھوں نے مشاہیر شعرائے فارسی کے سوانح میں ابوالفضل کو بھی جگہ دے دی اور کتاب کی بے ربطی پر کوئی غور نہیں کیا۔

تذکرہ شعرا کی ترتیب عام طور پر یا تو ابجد کے اعتبار سے ہوئی ہے یا طبقات کے اعتبار سے۔ شعرائے اردو کے تذکرہ نگاروں میں شیفتہ نے اس روش سے انحراف کیا ہے۔ لیکن وہ اپنے انحراف میں تنہا ہیں۔ آزاد نے نگارستان میں کسی ترتیب کا خیال نہیں رکھا ہے۔ ابتدا رودکی سے ہوتی ہے۔ فردوسی۔ ناصر۔ خسرو۔ سنائی۔ انوری۔ ظہیر فاریابی۔ خاقانی۔ نظامی۔ سعدی۔ حافظ۔ ابواسحاق اطعمہ۔ امیر خسرو۔ جامی۔ عرفی۔ فیضی اور ابوالفضل تک ترتیب ٹھیک چلتی ہے اور پھر کمال اسمٰعیل، سلمان ساوجی، رشید وطواط اور عبید زاکانی کا تذکرہ ملتا ہے۔ خدا معلوم آزاد نے ان لوگوں کو کس مصلحت کی بنا پر عرفی اور فیضی کے بعد جگہ دی ہے۔ زاکانی کے بعد ظہوری۔ طالب آملی۔ شیدا۔ ناصر علی سرہندی اور نظرت کا تذکرہ ہے۔ پھر صائب کا تذکرہ آجاتا ہے۔ صائب کے بعد بیدل کا تذکرہ ہے۔ غنی کاشمیری کو بیدل کے بعد جگہ ملی ہے۔ بیدل کے بعد کلیم۔ سلیم۔ قدسی اور سرمد کا تذکرہ ہے حالانکہ بیدل کا تذکرہ ان کے بعد آنا چاہیے تھا سرمد کے بعد حزیں اور آرزو کے تذکرے ہیں اور واقف پر خاتمہ کلام ہو گیا ہے۔ اس ترتیب میں کوئی ربط اور نظم نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نے شعرا کے حالات لکھنا شروع کئے۔ ابوالفضل تک پہنچے تو خیال آیا کہ کمال اسمٰعیل۔ سلمان ساوجی۔ رشید وطواط اور عبید زاکانی کے حالات بھی شامل ہو جائیں تو مناسب ہو۔ چنانچہ ترتیب کے خیال کے بغیر ان شعرا کے حالات ابوالفضل کے بعد شامل کر دیئے گئے۔ صائب۔ غنی کلیم۔ سلیم۔ قدسی اور سرمد کا بھی یہی حال ہوا ان شعرا کے حالات دراصل خیال مابعد (after thought) کا نتیجہ ہیں آزاد اگر نگارستان پر نظر ثانی کرتے تو ممکن تھا کہ وہ ترتیب بدل کر اس خامی کی اصلاح کر دیتے۔ ترتیب کی اس خامی کے علاوہ آزاد نے بعض جلیل القدر شعرا کا تذکرہ بالکل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ مشاہیر شعرائے فارسی میں ان کا مرتبہ اور حیثیت مسلم ہے۔ شیخ فریدالدین عطارؒ، مولانا رومؒ اور عمر خیام اگر مشاہیر شعرا میں شمار نہیں کئے جائیں گے تو مشاہیر شعرا

کی فہرست نامکمل رہے گی۔ دراصل نگارستان آزاد کے نقش ناتمام کی حیثیت رکھتی ہے۔ آزاد نے شعرائے فارسی کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ بہت سے شعرا کے حالات بھی لکھ لئے تھے لیکن وہ کتاب کو مکمل نہ کر سکے اور نہ نظر ثانی کی نوبت آئی۔ دوسری معروفیتوں کی وجہ سے نگارستان جوں کی توں رکھی رہی۔ دوسری کتابیں تصنیف ہوتی رہیں آزاد کی معروفیت بھی بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ عالم ہوش ہی سے آزاد ہو گئے۔

نگارستان کے حاشیوں پر آزاد نے اپنے اکثر ماخذ کے نام تحریر کئے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی اس تصنیف میں انہوں نے مرات الخیال۔ تذکرہ دولت شاہی۔ ہفت اقلیم۔ آتش کدہ۔ نفحات الانس۔ نفائس المآثر۔ کلمات الشعرا اور (Flower of Persian Literature) سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حزیں کے ترجمے میں ان کے ذاتی مشاہدے کی جھلک بھی ملتی ہے۔ مزار حزیں کے سلسلے میں لکھتے ہیں "راقم نے بھی مزار کی زیارت کی ہے۔ سرہانے چراغ دان پر خاص اسی کی تحریر سے منقوش ہے [1]

اے روشن از جمال تو شب ہائے تار ما صبح قیامت است چراغ مزار ما"

لیکن ماخذ کی اس طولانی فہرست کے باوجود نگارستان تحقیقی خامیوں سے مبرا نہیں۔ مثال کے طور پر سرمد کے ترجمے میں عبرت کے عنوان سے یہ حکایت ملتی ہے "سرخوش کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ناصر علی سرہندی اور مرزا عبد القادر بیدل آوتی کی جامع مسجد میں حوض کے کنارے پر بیٹھے شعر پڑھ رہے تھے کہ سامنے سے سرمد آیا۔ ہمیں دیکھ کر ہنسا اور یہ شعر پڑھا

دیر است کہ افسانۂ منصور کہن شد

اکنون سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن قتل ہوا"[2] یہ واقعہ سرخوش کی تصنیف کلمات الشعرا میں سرے سے موجود ہی نہیں خدا معلوم آزاد نے یہ سارا بیان سرخوش سے کس طرح منسوب کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آزاد نے بیدل کو بھی اس مجلس میں لا بٹھایا ہے۔ سرمد کا سال قتل آزاد کے بقول ۱۰۷۱ ہجری ہے اور بیدل کا سال وفات ان کے بقول ۱۱۹۳ ہجری ہے۔ گویا بیدل اس واقعہ کے ایک سو بائیس سال تک زندہ رہے۔ آزاد نے بظاہر بیدل کی اس طول عمری پر غور نہیں کیا ورنہ وہ ایسی بات نہ لکھتے۔ بیدل کا صحیح سال وفات ۱۱۳۳ ہجری ہے۔ قاضی عبدالودود کی رائے یہ ہے کہ سرمد کے قتل کے وقت تک نہ ناصر علی دہلی پہنچے تھے نہ بیدل موخر الذکر کا سال ولادت اور سال عزم دہلی بقول خود علی الترتیب ۱۰۵۴ ہجری اور ۱۰۷۵ ہجری ہے[3] اس قسم کی ضعیف روایتوں اور تضاد کی مثالیں نگارستان میں بکثرت ہیں۔ آزاد سنی سنائی باتوں

---

[1] نگارستان فارس ص ۲۱۷

[2] نگارستان فارس ص ۱۹۸-۱۹۹

[3] آزاد بحیثیت محقق

پر بھی اعتبار کر لیتے تھے۔ اور انہیں روایت کی کسوٹی پر پرکھے بغیر اپنی تصانیف میں شامل کر لیتے تھے۔ اس کی واضح مثال بیدل کے ترجمے میں ملتی ہے۔ آزاد نے بیدل کا سال وفات ۱۱۴۳ ہجری لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "بڈھے بڈھے آدمیوں سے (جو اس کے قریب کے زمانے میں موجود تھے) سنا گیا کہ بیدل بہت قوی ہیکل آدمی تھا۔ ایک جریب یعنی عصا لوہے کا بہت بھاری ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اسے فولادی کہتے تھے۔"[1] اگر بیدل کا سال وفات ۱۱۴۳ ہجری ہوتا تو آزاد کا بیان صحیح مانا جا سکتا تھا لیکن بیدل کی وفات آزاد کی پیدائش سے ایک سو بارہ برس پہلے ہو چکی تھی۔ وہ کسی ایسے آدمی سے نہ ملے ہوں گے۔ جس نے بیدل کو بچشم خود دیکھا ہو۔ یہ ممکن ہے کہ بیدل کے دیکھنے والوں کو آزاد نے دیکھا ہو گا۔ اور یہ روایت بھی انہیں کی زبانی سنی ہو گی مگر اس تاویل کی روشنی میں بھی ان کے بیان کا پہلا حصہ محل نظر ہے۔ نگارستان کی تحقیقی خامیوں۔ ضعیف روایتوں اور تضاد کی صراحت و تفصیل اردو ادب کے بجائے فارسی شاعری کی تحقیق و تدقیق سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے نگارستان میں جو شعرا شامل ہیں۔ ان میں کوئی تاریخی ترتیب نہیں ملتی۔ اس خامی کے علاوہ ایک اور خامی بھی کھٹکتی ہے۔ آزاد نے ہر شاعر کیلئے عام طور پر چھ سات صفحے لکھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ تین شاعر ایسے ہیں جن کا تذکرہ آزاد نے خصوصیت کے ساتھ کیا ہے فردوسی کے حالات میں سترہ صفحے لکھے گئے ہیں۔ فردوسی یقیناً اس اعزاز کا مستحق تھا۔ شبلی تو براؤن سے اس بات پر ناراض ہو گئے تھے کہ اس نے فردوسی کا تذکرہ سرسری طور پر کیا ہے امیر خسرو کا ترجمہ گیارہ صفحوں پر محیط ہے۔ امیر خسرو خاک ہند کے سب سے بڑے فارسی گو شاعر تھے۔ ان کے تذکرے میں تفصیل ہونا ضروری تھی ابوالفضل کا ترجمہ تیرہ صفحات پر مشتمل ہے اس کی وجہ عقیدت و شیفتگی ہے اور علی حزیں کے ترجمے میں آزاد نے انیس صفحے صرف کئے ہیں۔ حزیں کا تذکرہ انہوں نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے لیکن اس مرقعے میں سعدی کے حالات میں صرف چھ صفحے اور حافظ کے حالات میں صرف تین صفحے ملتے ہیں۔ حافظ کے حالات تین صفحے میں لکھنا اور حزیں کے ذکر میں انیس صفحے سیاہ کرنا کچھ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے حزیں اتنے بڑے شاعر نہ تھے کہ انہیں سعدی اور حافظ پر بھی ترجیح دی جاتی یہ تو ایک طرح کی ادبی ناانصافی ہے۔

آزاد نے "آبحیات" میں ذوق کا تذکرہ بڑے اہتمام اور کاوش سے لکھا تھا۔ لیکن اس کی وجہ ظاہر تھی۔ آزاد ذوق کے شاگرد اور عقیدت مند تھے ذوق کے حاضر باش تھے۔ ذوق نے کسی نہ کسی حد تک ان کے مذاق سخن کی تربیت بھی کی تھی اس وجہ سے ان کے تذکرے میں لذیذ و حکایت دراز تر گفتم والی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن حزیں کے سلسلے میں آزاد کی غیر ضروری طوالت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے علاوہ حزیں کے بیان میں آزاد نے بعض ایسی حکایتیں

---

[1] نگارستان فارس ص ۱۷۷

اور باتیں بھی لکھدیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ آزاد لکھتے ہیں "خان آرزو کے طرفدار شاہ لدھا بلگرامی نے شیخ کے پاس جاکر بے اظہار نام یہ شعر بہ بہانۂ اصلاح پیش کیا۔

بتے دارم کہ باشد از حیا مشاطگی تنگش   حنا گو پائے او بوسد ز شوخی می پرد رنگش"

شیخ نے سن کر کہا "معلوم می شود کہ از کاستہ لیسان حرامزادہ اکبر آباد است"۔ شاہ لدھا بلگرامی کا شاعر ہونا ثابت نہیں ہے۔ قاضی عبدالودود کے بقول ان کا سال وفات ۱۱۴۳ ہجری ہے حزیں آزاد کے بقول ۱۱۴۶ ہجری میں ہندوستان آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں ملاقات کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آزاد کی اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خان آرزو سے مناقشے کے سلسلے میں حزیں دشنام طرازی پر اتر آئے تھے۔ لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ مناقشے کی نوعیت محض علمی و ادبی تھی۔ نہ حزیں نے دشنام طرازی سے کام لیا نہ آرزو نے۔ یہ محض علمی و ادبی حسن کلام اور زور بیان ہے۔ اسی طرح آزاد نے حزیں کی ایک تصنیف رجم الشیاطین کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر منوہر سہائے انور کے بقول یہ کتاب وجود خارجی سے محروم ہے[1]

آزاد نے بعض حکایتیں ایسی بھی لکھی ہیں جن کی روشنی میں حزیں کی کشف و کرامات کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ ابتدا میں لکھتے ہیں کہ "لوگ جو باتیں اس کی نسبت بیان کرتے ہیں ظاہرا خلاف قیاس معلوم ہوتی ہیں مگر چوں کہ خاص و عام کی زبانی ہیں اس واسطے مجملاً لکھی جاتی ہیں[2] آزاد اگر ان باتوں کو خلاف قیاس سمجھتے ہیں تو پھر کتاب کا دامن ایسی باتوں سے آلودہ کرنا کیا معنی۔ دراصل اس قسم کی تمہید جس میں اعتذار کا پہلو نمایاں ہو آزاد کی خصوصیات میں سے ہے وہ اپنے "تمام ممدوحین کے سلسلے میں اس قسم کی معذرتی تمہید ضرور پیش کرتے ہیں اور پھر خلاف قیاس باتیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ بیان کرجاتے ہیں۔ ذوقؔ اور اکبر کے سلسلے میں انہوں نے یہی کیا ہے۔ حزیں کے ترجمے میں بھی یہی خصوصیت ملتی ہے آزاد پہلے معذرت کرتے ہیں اور پھر خلاف قیاس حکایتوں کا ایک دفتر کھول دیتے ہیں۔ اس سے کلام میں زور یقیناً پیدا ہوجاتا ہے لیکن مصنف کے تحقیقی وقار کو صدمہ پہنچتا ہے۔

ترتیب اور توازن کے اعتبار سے نگارستان کو اعلیٰ پائے کی تصنیف نہیں کہا جاسکتا۔ آزاد نے بعض شعرا مثلاً حافظؔ۔ عرفیؔ۔ کمالؔ۔ اسمٰعیل وغیرہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ حافظ کا ترجمہ تو محض ٹالنے والی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدا معلوم آزاد نے ان شعراء کے ذکر میں غیر معمولی اختصار کیوں برتا ہے۔ بظاہر اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ان خامیوں سے قطع نظر نگارستان کی نمایاں خصوصیت اس کا تنقیدی پہلو ہے۔ تنقید نگارستان میں ضمنی حیثیت رکھتی ہے لیکن آزاد کے تنقیدی رجحان کو سمجھنے میں اس سے مدد ملتی ہے اور ان کی عملی تنقید کے ابتدائی انداز کا احساس بھی ہوتا ہے۔ آب حیات میں یہ انداز اپنی پختہ اور استوار شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ نگارستان میں اس انداز

---

[1] آزاد بحیثیت محقق

[2] نگارستان فارس ص ۲۱۵

کی ابتدا ملتی ہے۔ مثلاً آزاد فردوسی کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں" بنائے کلام اس پہلوان فن اور مرد میدان سخن کی بہادری اور شجاعت اور پند و نصیحت عقل و حکمت اور دعوائے ہمت پر ہے۔ اس کے کلام کو پڑھ کر طبیعت میں آزادی اور دل میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ سیف زبان اگر حسن کی تعریف میں بھی زبان آوری کرتا ہے تو شجاعت کے ضلع کو نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ رستم کی بیوی کی تعریف میں کہتا ہے

دو ابرو کمان و دو گیسو کمند

زبانش چو خنجر دہانش چو تند

شعرائے فارسی کی وضاحت و نازک خیالی مضمون عشق پر منحصر ہے۔ لیکن اس کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کے آئینۂ دل میں یہ عکس بالکل نہ پڑا تھا اور طبیعت حکیمانہ میں اس قسم کے خیال گویا پیدا ہی نہ ہوتے تھے۔ باوجود اس قدر پرگوئی اور آمد مضامین کے جہاں چاہتا ہے کلام کو ایسا مختصر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک جگہ جلسہ مشورت و اجماع اہل دانش و برخاست محفل کے بارے میں کہتا ہے۔

چو از تیرہ شب بہرہ در گزشت	شب آہنگ ہر چرخ چارم بگشت
پئے مصلحت مجلس آراستند	نشستند و گفتند و برخاستند[1]

پہلوان فن اور مرد میدان سخن کا تلازمہ۔ اسلوب آزاد کے ابتدائی انداز کی وضاحت کرتا ہے۔ اختصار کے باوجود آزاد نے فردوسی کی خصوصیات اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے فردوسی کے فن پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ اور اس کی خصوصیات بھی نمایاں کی ہیں۔ اس تنقید میں وہ تحلیل و تشریح اور وضاحت نہیں جو آب حیات میں ملتی ہے۔ نہ آب حیات کی سی مرصع کاری اور جوش ہے تاہم ان کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ورنہ اس رائے سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ آزاد نے چند جملوں میں فردوسی اور نظامی کے فن کا موازنہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ "نظامی نے جو شاہ نامے پر سکندر نامہ کہا ہے فرق یہ ہے کہ فردوسی کے مضامین مع الفاظ زبردست ترکیب چست اور محاورہ صاف روزمرہ ہے اور نظامی مضامین کو سنبل و نسرین سے رنگین اور مشک و عنبر سے معطر کرتا ہے[2] یہ موازنہ بہت مختصر ہونے کے باوجود آزاد کی تنقیدی صلاحیت کا بڑا اچھا ثبوت ہے۔ انہوں نے چند جملوں میں فردوسی اور نظامی کے شاعرانہ مزاج اور فن کے فرق کو بڑی خوبی سے واضح کر دیا ہے۔ یہ موازنہ تحلیلی ہے نہ تشریحی۔ آزاد نے اس میں ایمائیت اور اشاریت سے کام لیا ہے۔ ایمائیت اور اشاریت آزاد کا فن ہے۔ سلمان بلکہ

---

[1] نگارستان فارس ص ۱۵ - ۱۹

[2] نگارستان فارس ص ۱۹

کی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ سلمان کے کلام میں چند باتیں خاص ہیں۔ اول یہ کہ فصیح اور صاف ہے۔ دوسرے اس میں صنائع بدائع اس طرح سہل ممتنع ہو کر بے تکلف آتے ہیں کہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔ تیسرے کلام عاشقانہ و رنگین زیادہ تر کہتا ہے جو کلمات اس کا ایسا ہے کہ طلب گار شاعری کو اس سے ہر قسم کا لطف حاصل ہو سکتا ہے" اس رائے میں تجزیے کی کوشش نمایاں نظر آتی ہے۔ انداز قدیم ہے اور خیالات سے بھی قدامت ہویدا ہے۔ لیکن تجزیے کی کوشش نئی چیز ہے۔ اس تجزیے سے آزاد کی تنقید کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

ناصر علی سرہندی کی نازک خیالی کو آزاد نے نازک خیالی ہی کے پیرائے میں ظاہر کیا ہے یہاں انھوں نے اپنے اسلوب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ نازک خیالی اور معنی یابی میں بے عدیل تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ خیالی باتیں کرتے کرتے ایسا خیال میں غرق ہوا ہے کہ بعض جگہ بالکل شیخ خیالی ہو گیا ہے۔ اور اکثر معنی کی تلاش میں ایسا ڈوبا ہے کہ بے معنی ہو گیا ہے" رنگ بہار ایجادی بیدل کے سلسلے میں آزاد کی تنقید حقیقت سے کچھ دور ہو گئی ہے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "کلام ان کا فقط استعارہ اور خیال محض تصوف کے رنگ میں ہوتا ہے۔ باوجود پرگوئی کے نظم و نثر زبردست لکھتا ہے مضامین اس قدر باریک باندھتا ہے کہ اکثر اشعار میں سے معنی بھی بمشکل نکلتے ہیں" آخری جملے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ بیدل کے اکثر اشعار مہمل ہیں اور ان میں کوئی معنی نہیں۔ یہ بہت بڑا دعوٰی ہے اور اس دعوے کی وجہ سے آزاد کی سخن شناسی معرض بحث میں آسکتی ہے۔ پھر یہ کہ بیدل کے خیال کو محض تصوف کا رنگ قرار دینا اور تصوف کا تذکرہ اس انداز سے کرنا جس میں تحقیر کا پہلو صاف ظاہر ہو اصلیت اور صداقت کے منافی ہے۔ خیال کا تصوف کے رنگ میں ہونا روح شاعری کے منافی نہیں تصوف کی تر کتازانہ فضا میں جو وسعت ہے۔ اس نے مولانا روم کے کلام کو حیات جاوید عطا کی ہے۔ دراصل آزاد نے بیدل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے اپنے تاثرات یا ذاتی رائے نہیں بلکہ تذکرہ نگاروں نے جو کچھ بیدل کے متعلق لکھا ہے آزاد نے اسی کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ تجزیے اور تبصرے کی کوشش نہیں کی۔

نگارستان فارس کی بعد از وقت اشاعت نے اس کی تنقیدی اہمیت کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ شبلی نے شعر العجم میں جس عالمانہ انداز سے فارسی شعرا کے فن پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے اس کے سامنے آزاد کی کوشش محض تنقید زیر لب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ آزاد نے نقش اول مرتب کیا تھا۔ نقاش ثانی نے دوسرا نقش بڑی محنت اور پوری تفصیل کے ساتھ مرتب کیا اگر نقش اول نقش ثانی سے پہلے منظر عام پر آجاتا تو یقیناً اس کی اہمیت مسلم ہوتی لیکن بد قسمتی سے نقش ثانی کے منظر عام پر آجانے کے بعد اس کی اشاعت ہوئی۔ جس کی وجہ سے اس کی رہی سہی عظمت بھی ختم

سلہ نگارستان فارس ص ۱۲۹

سلہ نگارستان فارس ص ۱۵۹

سلہ نگارستان فارس ص ۱۲۸

ہو گئی۔ کسی تصنیف کا قبل از وقت شائع ہونا یا بعد از وقت اشاعت پانا دونوں ہی اس تصنیف کے حق میں برے ہوتے ہیں۔ نگارستان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

نگارستان اپنی موجودہ شکل میں نقش ناتمام کی حیثیت رکھتی ہے۔ خود آزاد کی تصانیف میں اس کا کوئی خاص مرتبہ نہیں۔ یہ بات بظاہر بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کا سبب ظاہر ہے۔ بعض کتابیں اپنی تاریخی اور تحقیقی حیثیت کی وجہ سے زندہ رہتی ہیں بعض اپنے ادبی اسلوب کی وجہ سے حیات جاوید حاصل کرتی ہیں اور بعض کو یہ مرتبہ جدت خیال اور طرفگی مضمون سے ملتا ہے۔ نگارستان تاریخی اور تحقیقی اہمیت کی حامل نہیں۔ تنقیدی اعتبار سے اسے معمولی سی اہمیت حاصل ہے۔ جدت خیال اور طرفگی مضمون کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ادبی اسلوب کے اعتبار سے بھی اس کا پایہ بلند نہیں۔

نگارستان آزاد کی تصنیفی زندگی کے اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب ان کا اسلوب پختگی کی منزل تک نہیں پہنچا تھا۔ لطافت۔ شعریت اور مرصع نگاری جو طرز آزاد کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ نگارستان میں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ آزاد اردو کے سب سے بڑے صناع ادیب تھے۔ انہوں نے اپنے اسلوب پر بڑا ریاض کیا تھا اور آخر کار وہ گنجینۂ الفاظ کا ایک ایسا طلسم وضع کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جس میں معنی آفرینی کے ساتھ دقت نظر بھی پائی جاتی ہے۔ نگارستان میں گنجینۂ الفاظ کا یہ طلسم نمایاں نہیں ہے۔ جوش۔ تازگی اور ولولہ بھی برائے نام ہے۔ نگارستان اسلوب آزاد کے تدریجی ارتقا کو سمجھنے میں ضرور مدد دیتی ہے لیکن اس خصوصیت کے علاوہ اس میں اور کوئی خصوصیت نہیں۔ اکثر بیان خشک بے رنگ اور بے کیف ہیں شاید اسی وجہ سے آزاد نے اس کی اشاعت کو اہم نہ سمجھا تھا اور دوسری تصانیف کی اشاعت کو مقدم جانا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کی وہ تصنیف جسے وہ "گلدستۂ طاق نسیاں" بنا چکے ہیں شائع ہو کر معرض بحث میں آئے گی اور اس کی ادبی حیثیت میں شک و شبہ کا اظہار کیا جائے گا۔

اسلوب کی پختگی اور کسی طرز خاص کا مستقل ہو کر معراج کمال کو پہنچنا ایک دن کی بات نہیں۔ اسلوب کے پختہ ہونے طرز خاص کے نکھرنے اور انفرادیت کے بروئے کار آنے میں ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ نگارستان آغاز کار کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس کی اہمیت صرف یہی ہے۔ آزاد طول کلامی کے دلدادہ تھے اور فروعات کے بیان میں بھی خاص تفصیل سے کام لیتے تھے بلکہ بعض اوقات فروع کو اصل سے بڑھا بھی دیتے ہیں۔ لیکن نگارستان میں ان کا اختصار اکثر گراں گذرتا ہے۔ انہوں نے ضروری معلومات کو بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس میں حسن اور فنکاری کے عناصر معدوم ہیں۔ معمولی واقعات میں ڈرامائی اثر انگیزی پیدا کرنا آزاد کی خصوصیت ہے لیکن نگارستان میں یہ خصوصیت بھی واضح نہیں۔ امیر خسرو اور بیدل کے ترجموں میں ڈرامائی کیفیت کا ہلکا سا عکس ملتا ہے۔ بعض جگہ اور بھی یہ کیفیت نظر آتی ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سب آگے بڑھنے کی تیاری ہے۔ منزل ابھی نہیں آئی۔

آزاد کی انشاپردازی ان کی شخصیت کا موثر اظہار بھی ہے۔ ان کی تحریروں میں ان کی شخصیت پوری طرح نمایاں ہے

سخن دانِ فارس ہو یا نیرنگ خیال۔ آبِ حیات ہو یا دیوانِ ذوق یہ خصوصیت ان کی ہر تصنیف میں نظر آتی ہے۔ آزاد کی انشا پردازی کو ان کی شخصیت کہیں نظر نہیں آتی۔ پوری کتاب غیر شخصی انداز کی حامل ہے۔ آزاد اپنے فن سے ہمارے تخیل کو براہ راست متاثر کو ان کی شخصیت سے علاوہ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا لیکن نگارستان میں آزاد کی شخصیت کہیں نظر نہیں آتی۔ پوری کتاب غیر شخصی انداز کی حامل ہے آزاد اپنے فن سے ہمارے تخیل کو براہ راست متاثر کرتے ہیں۔ مگر نگارستان کا اسلوب تخیل سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نگارستان میں آزاد کے فن کی کوئی خصوصیت نمایاں ہے پھر یہ کہ ناتمام اور نامکمل بھی ہے ترتیب اور توازن کے اعتبار سے بھی اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اب اس کا شمار محض تبرکات آزاد میں ہے۔

سید یعقوب بزمی

برہان قاطع کا پہلا ناقد

فرہنگ برہان قاطع گولکنڈہ علاقۂ دکن میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھی گئی جس کا سن وفات ۱۰۸۳ھ ہے[1] اس کا مولف محمد حسین ابن خلف تبریزی ہے اور تخلص اس کا برہان جو خود اس نے فرہنگ کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ دکن کی کسی تاریخ میں برہان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے اور نہ اس کے فارسی دیوان کا اب تک پتہ چل سکا۔ اس کے اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

چو برہان از رہ توفیق یزداں   مرایں مجموعہ را گردید جامع

پے تاریخ اتمامش قضا گفت   کتاب نافع برہان قاطع[2]

چوتھے مصرعہ سے فرہنگ کا سن تالیف ۱۰۶۲ھ نکلتا ہے۔

مولف برہان قاطع کے معاصر محمد بن علی بن خاتون نے اپنی تالیف شرح جامع عباسی[3] کے مقدمہ میں برہان تبریزی کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

"برہان تبریزی بخواہش مولف حواشی جامع عباسی را بہ شکل کتاب جمع کرد و سال ترتیب یک ہزار و پنجاہ و چہار ہجری راست گشت۔"

اس سے ظاہر ہے کہ برہان قاطع کی تالیف سے آٹھ سال قبل ہی برہان نے حواشی جامع عباسی کتاب کی صورت میں جمع کر لئے تھے۔

برہان کے معاصر ابن خاتون کا سٹیٹ ایرانی ہونا تو کتاب ریحانۃ الادب سے ثابت ہے لیکن برہان کا سٹیٹ ایرانی ہونا برہان قاطع سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ وہ لفظ پن کو لیکن کے معنی میں لکھتا ہے۔ برہان قاطع کی عبارت یہ ہے۔

[1] تاریخ محبوب السلاطین ص ۳۴۹   [2] برہان قاطع (طبع کلکتہ) ص ۱

[3] ریحانۃ الادب (طبع ایران) جلد پنجم ص ۳۳۲   [4] فرہنگ نظام جلد پنجم (دیباچہ) ص ۲۹

پہن ۔ بفتح اول وسکون ثانی بمعنی امداد بمعنی لیکن باشد[1]

حالانکہ لفظ پہن نہ فارسی نثر میں مستعمل ہے نہ فارسی نظم میں اور نہ فارسی تکلم میں ۔ یہ تو مرہٹی زبان کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ برہان اگر سخت ایرانی ہوتا تو لفظ پہن کو فارسی لغت نہ ٹھیراتا۔ دکن میں اب بھی ایسے خاندان ہیں جو اپنے نام کے ساتھ کرمانی مشہدی وغیرہ لکھ لیتے ہیں حالانکہ ان کی کئی پشتیں دکن میں گزر چکی ہیں ۔

بہرحال برہان قاطع کو ہندوستان اور ایران میں غیر معمولی قبول عام حاصل ہوا چنانچہ موئف فرہنگ نظام نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کے پاس برہان قاطع کا ایک ایسا نسخہ ہے جو تالیف کے چھتیس سال بعد اصفہان میں نقل کیا گیا ہے ۔

برہان قاطع کے قبول عام کا بڑا سبب اس کے مندرجہ لغات کی ترتیب بہ حروف تہجی ہے، اس لئے اس کے مندرجہ لغات سہل الحصول ہو گئے ۔

اس سے قبل جس قدر فارسی فرہنگیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ ترتیب نہیں ہے مثلاً فرہنگ جہانگیری میں لفظ ابر و بیرباب "ب" کے تحت مندرج ہے۔ اس کے برعکس برہان قاطع میں ابر حرف الف کے تحت اور ببر حرف "ب" کے ذیل میں درج کیا گیا ہے ۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اس نے مندرجہ ذیل فرہنگوں کے تمام الفاظ بہ حذف شواہد اپنی فرہنگ میں درج کر لئے ہیں۔ فرہنگ جہانگیری۔ مجمع الفرس سروری۔ سرمۂ سلیمانی۔ صحاح الادویہ حسین انصاری ان میں سے ہر فرہنگ بجائے خود کئی فرہنگوں پر محتوی ہے۔ اس طرح برہان قاطع کو ایک قسم کی جامعیت حاصل ہو گئی ۔

برہان قاطع کی تالیف کے تقریباً ایک سو سال بعد سراج الدین علی خان آرزو اکبرآبادی نے سراج اللغات لکھی۔ آرزو کی ولادت گیارہویں صدی ہجری کی انتہا پر ہوئی۔ اور ان کا سن وفات ۱۱۶۹ھ ہے جیسا کہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے بیان کیا ہے[2] میر غلام علی آزاد، خان آرزو کے معاصرین میں سے ہیں، انہوں نے خان آرزو کی تصانیف میں سراج اللغات کا اس طرح ذکر کیا ہے "فرہنگ سراج اللغۃ بر طور برہان قاطع" آزاد نے کچھ تفصیل نہیں دی کہ سراج اللغات کس ڈھنگ پر لکھی گئی ہے آزاد بلگرامی کی وفات (سنہ ۱۲۰۰ھ) کے اٹھائیس سال بعد غیاث اللغات کی تالیف شروع ہوئی اور یہ تالیف ۱۲۴۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ مولوی غیاث الدین نے غیاث اللغات کے دیباچہ میں سراج اللغات کو بھی اپنا ماخذ بتایا ہے اور الفاظ کے معنی بیان کئے ہیں تو متعدد مقامات پر سراج کا حوالہ دیا ہے، اس سے مراد وہی سراج اللغات خان آرزو کی تالیف ہے ۔

مختصر یہ کہ خان آرزو پہلا شخص ہے جس نے برہان قاطع کے مندرجہ لغات کی تنقید کی ہے چنانچہ اپنی فرہنگ کے دیباچے میں یہ لکھا ہے ۔

"اما بعد می گوید واقف زبان گفتگو سراج الدین علی خان متخلص بہ آرزو۔ ۔ ۔ ۔ خصوصاً برہان قاطع کہ تصحیف و تحریف لغات و معانی را بیش از تنقیح دخل است"

---

[1] سرو آزاد ص ۲۲۷ و ص ۲۲۸

یعنی برہان قاطع میں خاص طور پر تتبع سے زیادہ لغات و معانی کی تصحیف و تحریف کو دخل ہے۔

ذیل میں حروف الف "رومی" سے دو مثالیں دی جاتی ہیں۔ تاکہ ناظرین پر یہ واضح ہو جائے کہ سراج اللغات میں برہان قاطع پر شروع سے آخر تک جہاں جہاں ضرورت محسوس کی گئی تبصرہ کیا گیا ہے۔

آرنج۔ بوزن تارنج یندگاہ ساعد و بازو کہ بتازی مرفق خوانند و در برہان بمعنی بازو نیز آوردہ کہ از مرفق باشد تا دوش لیکن ایں معنی در ہیچ کتاب دیدہ نشدہ۔

خان آرزو نے یہاں یہ تصریح کر دی ہے کہ آرنج کے معنی کہنی ہے۔ مولف برہان قاطع کا اس کو بمعنی بازو (یعنی کہنی سے کندھے تک) لینا صحیح نہیں اور کسی کتاب میں اس معنی میں نہیں دیکھا گیا۔

یارہ۔ بوزن چارہ دست برنجن و یارق معرب آن و بمعنی طوق گردن چنانکہ در برہان آوردہ در ہیچ نسخہ نظر نیامدہ۔

خان آرزو نے یہاں یہ تصریح کی ہے کہ یارہ بمعنی کنگن ہے اور صاحب برہان قاطع کا اس کو "طوق گردن" کے معنی میں لینا صحیح نہیں۔ مختصر یہ کہ خان آرزو نے نہایت عالمانہ اور شائستہ پیرایہ میں برہان قاطع کے مندرجات پر تبصرہ کیا ہے۔

خان آرزو کی وفات ۱۱۶۹ھ کے ایک سو نو سال بعد مرزا غالب نے قاطع برہان ۱۲۷۸ھ[1] شائع کیا، قاطع برہان کی تائید و تردید میں جو رسالے شائع ہوئے ہیں ان کا سلسلہ غالب کی وفات سے ڈیڑھ سال قبل تک جاری رہا چنانچہ مولوی عطا حسین نے مقدمہ دیوان باقر میں یہ لکھا ہے۔

"خواجہ سید فخر الدین حسین سخن نے آرہ کے اسی مطبع میں ہنگامۂ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں شائع کیا، حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوئی یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا۔ اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اس پر ختم ہو گیا"[2]

لیکن مولف سراج اللغات نے برہان قاطع کے مندرجہ لغات پر جو تبصرہ کیا ہے اس کا کسی نے ذکر تک نہیں کیا۔

مختصر یہ کہ مرزا غالب اور ان کے موئدین اور مخالفین کو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ خان آرزو برہان قاطع کا پہلا ناقد ہے۔

۱۔ قاطع برہان، طبع نولکشور ص ۹۶

۲۔ دیوان باقر مع مقدمہ طبع حیدر آباد، ص ۱۳۶

مراسلات

بہاء الدین بشیر

مجھے بہاؤ الدین بشیر کے بارے میں جو شاہ نصیر دہلوی کے فرزند شاہ نجم الدین صفیر کے نواسے تھے، بعض معلومات درکار ہیں۔ اگر اہل علم حضرات اس سلسلے میں رہنمائی فرما سکیں تو ممنون ہوں گا۔

۱۔ بشیر کے مفصل حالات زندگی کہاں مل سکتے ہیں؟ "خم خانۂ جاوید" میں لالہ سری رام نے جو کچھ لکھا ہے کہ وہ ناکافی ہے۔

۲۔ لالہ سری رام نے یہ بتایا ہے کہ بشیر نے ایک تذکرہ شعرا بھی لکھا تھا جو مکمل نہ ہو سکا۔ اس کا نامکمل مسودہ کہاں ہے؟

۳۔ "نگارستان بشیر" کے نام سے بشیر نے اردو قطعات کا ایک انتخاب کیا تھا، اس کے چند ابتدائی اوراق میرے پیش نظر ہیں۔ اس کا مکمل مخطوطہ کہاں ہے؟

۴۔ بشیر کا مجموعہ کلام شائع ہوا یا نہیں؟ اس کے قلمی نسخے کہاں کہاں ہیں۔ لالہ سری رام نے جس مخطوطے سے کلام کا انتخاب کیا تھا وہ کہاں ہے؟

۵۔ بشیر کی کسی اور تصنیف کے بارے میں اگر کسی کو معلومات ہوں تو مجھے مطلع فرمایا جائے۔

مدیر "قومی زبان"

انجمن ترقی اردو۔ کراچی

آہستہ بولو یا کوئی نہ بولو

اس وقت میرے پیش نظر مولانا محمد حسین آزاد کے تذکرے آب حیات کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ جو ۱۸۸۳ء میں وکٹوریا پریس میں چھپا تھا۔ اس میں سودا کی "واہ" اور میر کی "آہ" کے ضمن میں میر صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع یوں لکھا ہے ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

کلیات میر کا وہ اولین نسخہ جو ۱۸۱۱ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ میں چھپا تھا، اور جس کی ترتیب کے فرائض

کاظم علی جوان نے انجام دیئے تھے۔ اس میں پہلا مصرع یوں ہے ع

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو

دہلی کے مطبع اکمل المطابع میں سید فخر الدین کے زیر اہتمام "منتخب کلیات میر تقی میر" کے نام سے ۱۰۰ صفحے کا ایک انتخاب ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں طبع ہوا تھا۔ اس میں بھی "کوئی نہ بولو" لکھا ہے کلیات میر کے دو ایڈیشن جو ۱۹۰۷ء اور ۱۹۱۲ء میں مطبع منشی نولکشور میں چھپے تھے ان میں بھی "آہستہ بولو" کی جگہ "کوئی نہ بولو" لکھا ہے۔ ممکن ہے کلیات میر یا انتخاب کلام میر کے کچھ ایسے نسخے بھی ہوں گے جن میں "آہستہ بولو" چھپا ہو گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم صحیح کس کو مانیں۔؟

کلیات میر کا سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ۱۸۱۱ء کا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، اس کا مرتب میر صاحب کے قریبی زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے لازماً ہم اس کے لکھے کو مستند سمجھیں گے۔ لیکن مولانا آزاد نے جو "آہستہ بولو" تحریر کیا ہے۔ تو کیا ان کے پیش نظر ایسا کوئی نسخہ تھا جس میں "آہستہ بولو" لکھا تھا یا کہیں ایسا تو نہیں کہ آزاد سے چوک ہو گئی ہو۔

۱۹۵۴ء میں خواجہ احمد فاروقی صاحب کی جو کتاب "میر تقی میر" شائع ہوئی ہے۔ اس کے آخر میں ایک طویل فہرست مآخذ بھی دے دی گئی ہے۔ اس فہرست میں دو ایسے قلمی نسخوں کے نام بھی موجود ہیں جو بڑے اہم ہیں ایک میر کا دیوان اول ہے جو ۱۷۸۸ء کا مکتوبہ ہے۔ یہ نسخہ ادارہ ادبیات اردو (حیدر آباد دکن) کا مخزونہ ہے (میر کا زیر بحث شعر سوء اتفاق سے دیوان اول ہی کی ایک غزل کا ہے) اور دوسرا کلیات میر ہے جو رضا لائبریری رامپور کی ملکیت ہے۔ فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ میر کے جو شعر نقل کئے ہیں ان میں یہ شعر بھی ہے، لیکن انھوں نے ع

سرہانے میر کے آہستہ بولو

لکھا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کلام میر کے مذکورہ قلمی نسخوں میں یہ مصرعہ ایسا ہی لکھا ہے یا فاروقی صاحب نے آب حیات کے تتبع میں "آہستہ بولو" لکھ دیا۔ اس سلسلے میں کوئی اور صاحب اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے تو دلچسپی کا باعث ہو گا۔

تحسین سروری

حیدر آباد کا ایک مشاعرہ

ماہ جولائی کا "قومی زبان" موصول ہوا۔ اس اشاعت میں ایک مضمون "حیدر آباد کا ایک مشاعرہ" دیکھا۔ اس مضمون میں چند اشعار ایک ہی بحر کے دیکھ کر ایک بھولا ہوا واقعہ یاد آ گیا جو محض بغرض تفریح طبع آپ کے گوش گذار کرنے کو جی چاہا تو یہ خط لکھنے بیٹھ گیا۔ میں غالباً نویں درجے میں پڑھتا تھا۔ دسمبر کی تعطیلات میں اپنے وطن مارہرہ میں مقیم تھا۔ ایک بزرگ

خاندان کو یہ خیال تھا کہ ہم چند لڑکے جو مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں وہ کسی سے لکھوا لاتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے ہم سب کو ایک جگہ دیکھ کر کہا کہ اگر تم لوگ خود شعر کہتے ہو تو ۱۵ منٹ میں کم از کم ۵ شعر اس طرح پر کہو۔ مصرع طرح یہ تھا۔

کوئی شعر ہم سے کہا جائے نا

میں نے ان کی مقرر کردہ میعاد میں ۱۱ شعر کی پوری غزل کہہ کر پیش کر دی۔ یہ واقعہ اور وہ غزل ایک قصہ پارینہ ہو گیا جو کبھی یاد بھی نہ کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ غزل ایک نہایت بوسیدہ ڈائری میں مرحوم کے خاندان کے ایک صاحب کے پاس چند ماہ ہوئے برآمد ہوئی۔ انہوں نے وہ بوسیدہ ورق میرے حوالے کیا۔ غزل دیکھ کر مجھے یہ واقعہ یاد آگیا۔ میں نے وہ غزل ایک کاغذ پر نقل کر کے رکھ لی مگر بہت لطف آیا۔ اب "قومی زبان" میں جب اسی زمین میں کچھ شعر دیکھے تو اپنا پرچہ نکالا لیجئے وہ غزل آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

اگر تجھ سے، ہم سے ملا جائے نا — تو ہم سے کبھی پھر تو جیا جائے گا

نقاہت کا عالم ہے یہ ہجر میں — کوئی تار ہم سے گنا جائے نا

پلائے نہ ساقی جو خود ہاتھ سے — تو ساغر بھی ہم سے پیا جائے نا

ملے آج ہم تم بہت دن کے بعد — کہیں کوئی اس وقت آجائے نا

وہ اس شرط پر آج راضی ہوئے — شب وصل شکوہ کیا جائے نا

یہی غم ہے اب زندگی میں مجھے — غم زندگی مجھ کو کھا جائے نا

شب وصل مجھکو یہ دھڑکا رہا — کہ وہ صبح ہوتے چلا جائے نا

ہوئیں باتیں سننے میں ڈرتا رہا — کوئی بات میں بات آجائے نا

اسی شرط پر خیر کر دیں وہ قتل — کہ پھر ان پہ دعویٰ کیا جائے نا

شب وصل باتیں محبت کی ہوں — کہا جائے نا اور سنا جائے نا

غزل تو نے میناؔ کہی اب نہ کہہ
کوئی شعر ہم سے کہا جائے نا

متقدمین کے رنگ میں یہ غزل غالباً اس وجہ سے ہو گئی کہ ردیف نے مجبور کر دیا ورنہ شاید قصد کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ متعدد جگہ چند الفاظ پابند شئیں اب اصلاح طلب معلوم ہوتی ہیں۔ مگر میں انہیں تبدیل نہ کروں گا۔

میناؔ زبیری

انجمن ترقی اردو کی نئی مطبوعات

مقالاتِ گارساں دتاسی گارساں دتاسی نے اردو زبان کے مراکز سے بہت دور رہ کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اردو کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ گارساں دتاسی کے مقالات میں اردو زبان و ادب کے ایک خاص دور کی مکمل تاریخ ملتی ہے۔ نیا ایڈیشن مشہور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ حصہ اول ۱۰/-

خطباتِ عبدالحق یہ بابائے اردو کی صدارتی تقریروں اور لکچروں کا مکمل مجموعہ ہے۔ جس میں اردو زبان و ادب کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا پیش لفظ ہے۔ قیمت گیارہ روپے

کاروانِ صحافت اس میں مصنف نے اردو صحافت کی تاریخ کے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے جن پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔ لیکن موضوع کی یکسانیت اسے مستقل تصنیف کا درجہ عطا کرتی ہے۔ قیمت چار روپے

سب رس یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت محنت اور تحقیق کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے۔ شروع میں بابائے اردو کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہیں۔ قیمت چار روپے

سودا اردو تنقید و تحقیق میں شیخ چاند کی ذات شعلۂ مستعجل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرحوم نے بہت کم عرصے میں بعض ایسی تحریریں ہمارے ادب کو دیں۔ جو علمی و ادبی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں مرزا رفیع السودا کے حالاتِ زندگی اور کلام پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب تھی ب دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے۔ قیمت سات روپے

انتخابِ جدید اس مجموعہ میں عہد حاضر کے پچاس سے زائد شعراء کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ اردو شاعری کے جدید ترین رجحانات کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قیمت پانچ روپے

محمد حسین آزاد یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند عطا کی ہے۔ فاضل مصنف نے اس میں مولانا آزاد کے حالات زندگی اور ان کی ادبی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔ قیمت جلد اول آٹھ روپے۔ جلد دوم بارہ روپے

وضع اصطلاحات یہ کتاب اردو کے نامور انشاء پرداز و عالم مولوی وحید الدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے۔ یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے اصول وضع کئے گئے ہیں۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی دوسری کتاب موجود نہیں ہے۔

قیمت :- سات روپے

گنجہائے گراں مایہ

انجمن کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست

مرتبہ :- افسر امروہوی ——— جلد - دوم

دوسری جلد کے مندرجہ ذیل مخطوطات پر قومی زبان میں حواشی شائع ہو چکے ہیں :-

۱ - وصیت نامہ	....
۲ - فتح المجاھدین	مسکین
۳ - شفاعت نامہ	عبدالقادر
۴ - قصہ شاہ جمجمہ	کمترین
۵ - تلقین الہدیٰ	عاصی
۶ - تنبیہہ العوام	غوث محی الدین
۷ - مثنوی گوہر	ابراہیم
۸ - حملہ حیدری	صفا بریلوی
۹/۱۰ - محی الدین نامہ دو نسخے	....
۱۱ - دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں
۱۲ - گنج قدرت	اعزالدین نامی
۱۳ - فتح نامہ	یٰسین
۱۴ - پند نامہ	جعفر زٹلی
۱۵ - دیوان تمنا	اسد علی خاں تمنا
۱۶ - تاریخ فیض عام	ہدی
۱۷ - حشر نامہ	....
۱۸ - قصیدہ غوثیہ	رحمت اللہ
۱۹ - نصائح الاطفال	رضا
۲۰ - نصیحت نامہ	....
۲۱ - مذمت بے نمازاں	....
۲۲/۲۶ - شمائل نامہ پانچ نسخے	عبدالمجید تریں
۲۷/۲۸ - تنبیہہ نامہ دو نسخے	ولی
۲۹ - معجزہ حضرت فاطمہ	فاروقی

دیوان فراق

سائز ۹×۶ صفحات ۸۰ سطور ۱۵ سنہ تصنیف قبل از ۱۲۲۶ سنہ کتابت ۱۲۲۶ یہ دیوان فراق دہلوی کا ہے یہ وہی فراق ہیں جن کے منتخب اشعار میں یہ شعر بھی شامل ہیں ؎

تم گالیاں دو چٹکیاں کیونکر کسی نہ لوں　　پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

بعض تذکرہ نویسوں نے اس شعر کے پہلے مصرع کو تبدیل کر کے اس صورت میں لکھا ہے ؎

تم گالیاں جو دو تو میں چٹکی بھی کیا نہ لوں　　پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

فراق کا نام ثناء اللہ خاں تھا کسی تذکرے سے ان کے والد کے نام کا پتہ نہ چل سکا البتہ انھیں مشہور شاعر ہدایت اللہ خاں ہدایت کا برادر زادہ بتایا گیا ہے۔ مجموعہ نغز کے مصنف نے فراق کو از افاغنہ لودھی ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے جد کلاں ایک شریف النسب سید زادی کے بطن سے تھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ فراق نے علوم متداولہ کس سے حاصل کئے البتہ طب میں وہ غلام ہمدانی مصحفی کے شاگرد تھے۔ خود مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں حالات فراق کے سلسلے میں لکھا ہے۔

"آخر پیش چشم فقیر تحصیل طلب کردہ نام لبلبابت برآوردہ" ص ۱۵۷

فراق کو نہ صرف خواجہ میر درد سے ارادت تھی بلکہ ان کے بھائی محمد میر اثر سے بھی اتنی ہی عقیدت رکھتے تھے کلام میں جا بجا اس عقیدت و ارادت کا اظہار کیا ہے ؎

آسرا اور کسی کا نہیں درکار فراق!　　بس ہے دو جگ میں مجھے دردؔ و اثرؔ کا تکیا

کیا غم محشر ہے مجھکو گلشن فردوس میں　　کھینچکر لے جائیں گے دردؔ و اثرؔ میرے تئیں

سایۂ بال ہما کچھ نہیں درکار مجھے　　حضرت درد کا سایہ رہے سر پر میرے

اے فراق احوال درد یار اثر سے ذکر کر　　اس قدر مت ہو تو محبوس خیال آئینہ

ایک شعر میں ابن خواجہ دردؔ صاحب میر المؔ کا ذکر بھی کیا ہے ؎

سلسلہ دردؔ و اثرؔ کا نت رہیگا اے فراق　　غم نہ کھا حضرت الم اب صاحب سجادہ ہے

فراق نے شعر و سخن میں مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا تھا۔ میر حسن نے لکھا ہے کہ "شعر خود، بخدمت خواجہ

میر درد آمیگز رانند (تذکرہ حسن ص۱۳۵) حکیم قدرت اللہ قاسم کہتے ہیں "سخن خود بیشتر با صلاح شیخ بزرگوار (میر درد) وعلم الا تیار خود (ہدایت اللہ خاں ہدایت) رسانیدہ و برخے از اشعار آبدار از نظر مرزا محمد رفیع سودا ہم گزرانندہ" (مجموعہ نسخہ دوم ص۴۹) عقائد کے لحاظ سے فراق تفضیلی معلوم ہوتے ہیں۔ جس کا ثبوت ان اشعار سے ملتا ہے ؎

گردشِ چرخ بریں سے مجھے کیا غم ہے فراق　　ہیں مددگار غرض حیدر صفدر میرے

مشکل کشا ہیں والیٔ دنیا و دیں مرے　　ہوں جان و دل سے حیدر کرار کی طرف

مداح فراق ہوں میں حسین اور حسن کا　　آفاق میں کیونکر نہ ہو میرا یہ سخن سبز

دہلی میں ہر تعزیہ کے ساتھ قندیل ہوتے ہوں گے کئی رباعیوں میں اس کا اظہار کیا ہے ایک رباعی ملاحظہ کیجئے۔ یہ رباعی بھی ان کے ذہنی رجحان کی نقاب کشائی کرتی ہے ؎

ہر تعزیے پر جو جلوہ گر ہے قندیل　　جیوں غنچۂ گل چاک جگر ہے قندیل

شعلہ ہی پڑا ہاتھ نہ کچھ ملتا ہے　　شبیر کے غم میں چشم تر ہے قندیل

فراق بہت مسکین مزاج اور شریف طبع تھے۔ تذکرۂ ہندی میں ہے۔

جوان حلیم و سلیم و خوش فکر و شیریں گفتار" فقیر تا درشاہجہاں آباد بود را بطۂ دوستی روز بروز بعدد ترقی داشت" ص۱۵۷

اعظم الدولہ نے لکھا ہے۔

بصلاح و تقویٰ و ورع چنانچہ باید و شاید و در عالم ارتباط و یک جہتی حسن خلق مشہور بہ گفتن اشعار از ہمسراں ممتاز" (عمدہ منتخبہ قلمی)

فراق کے صحیح سنہ پیدائش کا تعین دشوار ہے۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں جو ۱۱۸۸ھ۔۱۱۹۲ھ کی تصنیف مانا جاتا ہے۔ "اخفیں" از شاعران حال" لکھا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تذکرہ میر حسن کی ترتیب کے وقت وہ بیس بائیس سال کے ضرور ہوں گے اور اس حساب سے ان کی ولادت ۱۱۷۰ھ کے لگ بھگ قرار دی جا سکتی ہے ۔

مصحفی کا بیان ہے کہ فراق اکثر مشاعرے کیا کرتے تھے (تذکرہ ہندی ص۱۵۷)

فراق کو شعر و سخن میں جلد ہی نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ طرز بندی و صاف گوئی میں اپنے وقت کے استاد تھے اور بقول حکیم قدرت اللہ قاسم دہلی کے اکثر نومشق ان کے ساتھ نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مختلف تذکروں میں فراق کے تقریباً دو درجن شاگردوں کا ذکر آیا ہے جن میں فرید الدین آفاقی امیر بخش شہرت، مرزا عسکری نالاں اور نصر اللہ خاں وصال زیادہ مشہور ہوئے۔ نصر اللہ خاں وصال ان کے لڑکے تھے وصال کی تصنیف "وہ مخزن" کا مخطوطہ انجمن کے کتب خانہ میں ہے۔ وصال کے لڑکے محمود علی خاں بھی شاعر تھے اور فرحت تخلص کرتے تھے سخن شعرا میں

کا ذکر آیا ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ فراق نے کافی عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی ۔ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے گلشن بیخار میں لکھا ہے کہ وفاتش سالے چند آمدہ' گلشن بیخار ۱۲۵۰ھ میں ختم ہوا اس لئے فراق کی وفات ۱۲۴۰ھ کے قریب ہوئی ہوگی ۔

جیسا کہ ہر شاعر کا خاصہ ہے فراق نے جا بجا تعلی سے کام لیا ہے ۔ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

شعر فراق میں ہے اک تازگی دگر سنہ اشعار مبتذل سے دیوان بھرے ہیں

ایک اور جگہ لکھا ہے ؎

لکھی جو غزل فراق ہم نے ہر بیت کو کر انتخاب دیکھا
اس شعر و سخن کے آگے اپنے یاروں کو سر حساب دیکھا

اور سنیئے ؎

کوئی پوچھے ہے ترے شعر کا انداز فراق تیرے ہر مصرع کو سر دفتر دیوان کہیئے
فراق جب سے میں کہتا ہوں ریختہ یہ یار مری زبان کے آگے زبان بھول گئے
ہمارے شعر میں کیونکر نہ ہوں صفائے سخن کہیں ہیں ریختہ جس کو سو ہے زبان اپنی

ایک مقطع میں اپنے کلام کو شاہ مبارک آبرو سے بہتر قرار دیا ہے ؎

فراق اپنے ذرا اشعار میں جو آبداری ہے بھلا اس کی صفا کے آگے شعر آبرو پہنچا

ایک مقطع میں سراج الدین علی خاں آرزو سے بھی داد طلب ہیں ؎

دیتے فراق شعر و سخن کی مرے وہ داد اس وقت میں جو ہوتے کبھی خان آرزو

فراق نے میر اور سودا کا ذکر اپنے مرتبہ داں کی حیثیت سے کیا ہے ؎

ہم کو شعور کیا ہے تری جو قدر سمجھیں رتبہ کو تیرے سودا یا میر جانتے ہیں
فراق ایسی ہی کہہ کر تو یہ غزل بے جا کہ میر صاحب و قبلہ بھی واہ واہ کریں

اپنے استاد کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

کوئی پوچھے فراق اس کے اوصاف سخن ہم سے رتبے کو ہدایت کے ہم خوب سمجھتے ہیں ۔

معاصرین میں دو شاعر شرف اور عاشق ایسے ہیں جن کے مصرعوں کو فراق نے اپنی غزلوں میں تضمین کیا ہے ۔

ہوں مصرع شرف ہے ہمکو فراق یعنی جیدھر نظر پڑے ہے آئینہ دار ہم ہیں
یہ فراق اپنی دعا ہے کہ بقول عاشق رہے تا حشر الٰہی در خمار کھلا

شرف سے غالباً میر محمدی مراد ہیں جو سید جعفر خاں صوبیدار مرشد آباد کے لڑکے تھے اور بارہویں صدی کے اواخر

میں دہلی میں موجود تھے۔ اور عاشق مہدی علی خان دہلوی بھی یہ نواب علی مردان خاں کے پوتے اور بہت پر گو شاعر تھے۔

دیوان زیر تبصرہ میں کتابت کا قدیمی انداز ہے ملنے والے الفاظ کو جدا اور جدا لکھے جانے والے الفاظ کو ملا کر لکھنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھی گئی مثلاً

اپنا تو کام ہے ادا جان تری ایک آن میں — کیجئے خدا کے واسطے نیم چیکو میاں میں

نیم چکو یعنی نیچے کو۔

یاران عدم کو کوئی کہہ دے کر سدھاریں — آہستہ چلا کرتے ہیں ہم کو نہ پکاریں

سچ کہیو میری جان ارادہ ہے آج کیا — اس وقت تیرا آنا تو کچھ بے خلل نہیں

فراقؔ نے معاصرین کی طرح ایہام۔ مراعات النظیر اور لزوم مالایلزم کی صنعتوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ تکرار الفاظ قافیہ کی مثال ـــ

تو نے زلفوں کے پھنا کر اپنے گل اندام دام — کر لیا میرا دل بیصبر دبے آرام رام

کیوں مجھ کو تو ستاوے ہے ہر آن آن — مرتا ہوں میں تو تجھ پہ مری جان جان

دل وجاں سے غرض جاتا ہوں تجھ پر میں بل بل — خدا کے واسطے ..... اتنا پھل چل چل

روتے ہیں بس کر دیدۂ خونبار بار بار — رہتا ہے اوس کے غم میں دل زار زار زار

ہائے ہوز کے تقطیع سے گرانے کو فراقؔ برا نہ سمجھتے تھے چنانچہ بعض اشعار میں یہ صورت موجود ہے ـــ

غرقاب نہیں بحر محبت میں کچھ ہم ہیں — عالم کو ڈبو دے گی میاں چاہ تمہاری

اپنے دل پر داغ کے کہ تو فراقؔ ہم — خاطر میں نہیں لاتے ہیں گلزار ارم کو

اسی طرح اختلاف ضمیر بھی ان کے خیال میں کوئی عیب نہ تھا ـــ

سچ کہیو میری جان ارادہ ہے آج کیا — اس وقت تیرا آنا تو کچھ بے خلل نہیں

مرکب توصیفی واضافی میں اعلان نون بھی موجود ہے ـــ

اور بھی گرچہ خوبرو عشوہ ناز کرتے ہیں — لیکن ادائے قہر ہے اس بہت نوجوان ہیں

نہیں لخت جگر اس دیدۂ حیران میں اپنے — کھلی ہیں گلشن آئینہ میں صد برگ کی کلیاں

زبان قدیم کے چند نمونے بھی ملاحظہ فرماتے چلئے ـــ

ہوا سنکھ جو تو آکر صف عشاق میں پیارے — تری ابرو کی تلواریں بھی دو دو زور ہی چلیاں

آتش نے لکھا تھا ع خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

اس مصرعے میں خوش کے بدلے خوشی استعمال ہوا تھا۔ جس پر اعتراض کیا گیا تھا۔ لیکن فراقؔ کے یہاں بھی یہ لفظ

اسی معنی میں استعمال ہوا ہے حامیانِ آتش کو فراق کا یہ شعر ذہن میں رکھنا چاہیئے ؎

فراق اس وقت میں کیا چونک پڑتا تھا خوشی ہوکر شبِ فرقت میں دروازہ اگر یک بھی کھڑکتا تھا

فراقؔ کے ایک معاصر میر ضیاء الدین ضیاءؔ تھے ان دونوں کی فکرِ سخن کا اتحاد دیکھئے ؎

خط کا آنا تو ہوا ہے خط کے آنے کی دلیل اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا (ضیاءؔ)

صاف تھا جب تک جواب صاف تھا قاصد کے تئیں اب جو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا (ضیاءؔ)

فراق کا ایک اچھا شعر ہے ؎

ہر چند فراق اپنے تئیں بھول گیا ہے لیکن وہ تری یاد سے غافل نہیں رہتا

اس مفہوم کو غالبؔ نے اپنے انداز میں خوب لکھا ہے ۔ رہینِ ستمہائے روزگار کی ترکیب نے اس شعر کو بلند بنا دیا ہے ؎

گو میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

مخطوطہ زیرِ تبصرہ میں کل اشعار کی تعداد (۱۴۴۰) ہے۔ تخلص سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ مقطعے بر عام طور پر دوسطری ہیں لیکن جہاں ایسا نہیں ہے وہاں ایک سطر سادہ چھوڑ دی گئی ہے ۔ غزلیات کے اختتام پر دو مخمس ہیں پہلا مخمس ہدایت کی غزل پر ہے جس میں آٹھ اشعار ہیں دوسرے مخمس میں صرف پانچ بند ہیں اور یہ غزل گداز کی معلوم ہوتی ہے۔ ان مخمسات کے بعد تین بند کا ایک ترکیب بند ہے ۔ اور آخر میں ۱۸ رباعیاں ہیں ۔

آغاز :۔ دیوان کا آغاز حمد کی اس غزل سے ہوا ہے ؎

ہر ذرہ میں جلوہ ہے تری جلوہ گری کا ہر شیشے میں یاں رنگ چمکتا ہے پری کا

اس زمین میں مصحفی اور ان کے بعض معاصرین کی حمدیہ غزلیں بھی ہیں ۔

اختتام ؎

قاتل ہر ایک آن ہیگی جس کی ہو سامنے اُس کے تاب و طاقت کس کی

.... کہ جی ہی جاتا ہے چلا کا قرلیتا ہے اس ادا سے سسکی !

ترقیمہ :۔ تمت تمام شد کار من نظام شد دیوان فراق ۱۲۲۶ھ

دیوان فراق (نسخۂ دوم)

سائز ۸½ × ۵½ صفحات ۲۸۵ سطور ۱۵ سنہ تصنیف قبل از ۱۲۴۰ھ سنہ کتابت ×

فراق کا یہ دیوان پہلے دیوان سے زیادہ ضخیم ہے اس میں کل (۳۷،۴۰) اشعار ہیں یعنی نسخۂ اوّل سے (تقریباً تین ہزار اشعار زیادہ ہیں غزلوں کے آخر میں ۲۲ رباعیاں ہیں ان میں سے کوئی رباعی نسخۂ اول میں شامل نہیں ہے۔

فراق کے حالات نسخۂ اول کی تشریح میں درج کئے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف یہ اضافہ کرنا مقصود ہے کہ انھیں شاہزادہ عالی بخت کے دربار میں رسائی حاصل تھی۔ ایک مستزاد رباعی میں شہزادہ مذکور کے جشن نوروز کا ذکر کیا گیا ہے رباعی یہ ہے

نوروز تجھے ہو جو مبارک یہ اب، باحشمت وجاہ — دل سے ہوں ترے دور یہ سب رنج و تعب، از فضل الٰہ
ہر شام و سحر یہی دعا ہے اپنی اے عالی بخت — بر آویں ترے دل کے مقاصد مطلب سب خاطر خواہ

لفظ قافیہ کی تکرار اس نسخہ میں بھی موجود ہے بلکہ بعض حالات میں صنعت تجنیس زائد و ناقص کا بھی التزام کیا گیا ہے

اے چشم! تجھ سے آگے ہی تھا نام، نم کے ساتھ — سو بات ہی گئی وہ گیا جام، جم کے ساتھ

نام و نم اور جام و جم میں صنعت تجنیس ہے

کیوں مجھکو تو ستاوے ہے ہر آن آن آن — رتا ہوں میں تو تجھ پہ میری جان جان جان

رسم الخط کا سقم اس مخطوطے میں بھی ہے

جو جانتا کہ سنتے ہی ہو جائے گا خفا — تو حرف جاہ نے کا نہ منہ سے نکالتا

طرح جمع کو کئی مقامات پر واحد نظم کیا ہے

مصحف رو کی خجالت سے تری اے گلبدن — صبحدم گلشن میں ہرا اوراق گل سی پارہ تھا
کبھو غصہ کبھی گالی کبھو جھڑکی ہیگی — نت مری جان پہ آفات چلی جاتی ہے

ترکیب اضافی میں اعلان نون کی مثال دیکھئے

چشم گریاں نے مری دیکھ کے تیری خاطر — بر لب آب، تماشائے چراغان کیا
انسان ہی نہیں لجۂ عرفان میں ڈوبا — غنچہ بھی مراقب ہے ترے دھیان میں ڈوبا

فراق کے کلام سے بعض ایسے الفاظ کے استناد کی مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ جنھیں آج کل استعمال نہیں کیا جاتا

جتنے نمود کی وہ نظر سے گرا فراق — جو اشک منہ چڑھا سو وہ ماٹی میں رل گیا۔
احوال دردِ دل میں کہوں تجھ سے کیا فراق — بارے ذرا مزاج ہوا ہے بحال، بر

یہاں بحال کو بحالی کے معنی میں لکھا گیا ہے ؎

شب کون سی کہ ہم نہیں یاں مورد عتاب   ہے روز کون سا کہ وہ ہم پر غضب نہیں

اس شعر میں غضب کے معنی پر غضب کے لئے گئے ہیں ؎

سب طلسم حسن یاں کا کارخانہ ہے فراق   دولتِ دنیا پہ مغروری غلط بیجا گھمنڈ

مغروری یعنی غرور ؎

لیکن اتنا ہے کبھو ہم کو فراق   خط کتابت تو لکھا کیجئے گا

کتابت کو خط کا ہم معنی قرار دیا ہے ؎

شیخ اور زاہد کو ہو طوبیٰ کا وہاں سایا نصیب   اوس پریوش کا ہمیں یارب ہو ہمسایہ نصیب

ہمسایہ یعنی پڑوسی ؎

قافلہ سب گیا عدم کو فراق   آہ تو کس کے انتظار ہے اب

انتظار ہے' انتظار میں ہے —

آغاز۔ مخطوطہ زیر تبصرہ کا آغاز حمد کی اس غزل سے کیا گیا ہے جو نسخہ اوّل میں بھی ہے یعنی

ہر ذرّہ میں جلوہ ہے تری جلوہ گری کا   ہر شیشے میں یاں رنگ چمکتا ہے پری کا

اختتام ۔ آخری غزل کا مقطع یہ ہے ؎

سلسلہ درد واثر تا کانت رہیگا اے فراق   غم نکہا حضرت الم اب صاحب سجادہ ہے

غزلوں کے بعد رباعیات کا سلسلہ ہے ابتدا کی تین رباعیاں حضرت علیؓ کی تعریف میں ہیں۔ ایک رباعی نعت شریف کی ہے اس کے بعد کی تین رباعیاں بالترتیب حضرت غوث الاعظم، حضرت محبوب الٰہی اور حضرت امیر خسرو سے تعلق رکھتی ہیں۔ کوئی ترتیمہ نہیں ہے —

دیوان کے بعد چار صفحات زائد ہیں۔ ان میں سے پہلے صفحہ پر آصف جاہ و محمد شاہ بادشاہ اور وزیر اعتماد الدولہ کی وفات کا ایک قطعہ تاریخ ہے ۔ ان حضرات کی وفات ایک ہی سال ۱۱۶۱ھ میں واقع ہوئی تھی ؎

سہ رکن مملکت ہند از جہاں رفتند   فتاد حیف سہ دریگانہ از لعنو دہر

برائے رحلت این ہر سہ یا ختم تاریخ   نماند شاہ زماں با وزیر آصف دہر

چوتھے مصرع کے اعداد ۱۱۵۵ ہوتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماند کے بعد (ہ) کاتب کے لکھنے سے رہ گیا ہے جس کے عدد ۵ ہوتے ہیں اور مصنف نے آصف کے الف کے ۲ عدد شامل کئے ہیں۔ اس طرح سال وفات ۱۱۶۱ھ برآمد ہوسکتا ہے اسی صفحہ پر بہادر شاہ ظفر کا ایک ریختہ ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

جلوہ گر تو نے دکھایا مرا جی جانتا ہے   بس خدا ہی نظر آیا مرا جی جانتا ہے

تیرے صفحہ پر "نسخہ خاگینا" درج کیا ہے۔

ہم ستے صفحے پر یکتا تخلص کے ایک شاعر کی (۹) اردو رباعیاں ہیں جو راجہ بالا پرشاد خلف راجہ چندو لال شاداں ن نظام حیدر آباد کی شادی کے سلسلے میں کہی گئی ہیں۔ یکتا کا نام حسن علی خاں تھا۔ مناسب ہوگا کہ ان رباعیوں کو ہاں نقل کر دیا جائے۔

بالا پرشاد جب کہ نوشاہ ہوا   عالم میں مبارکی کا افواہ ہوا
جشن جمشید بھی ہے صدقے صدقے   شاہانہ وزیر زادہ کا بیاہ ہوا

چشم بد دور شوخ و سادہ دولہا   ہے حسن میں یوسف سے زیادہ دولہا
اک نور کا عالم ہے سراپا یکتا   بالا پرشاد شاہزادہ دولہا

مشہور جو کوئی بسخا ہوتا ہے   نیسان کرم، بحر عطا ہوتا ہے
اپنے مہاراج کی مثل یہ سچ ہے   کہتے ہیں سخی وعدہ وفا ہوتا ہے

دورا فلاک ہے مسرت ایجاد   عالم کا ہوا ہے کارخانہ آباد
سرسبز رکھے خدا ہمیشہ اس کو   ہریالہ بنا بنا ہے بالا پرشاد

جم جم یہ مبارک ہو الٰہی شادی   انواع تجمل سے تباہی شادی
فرزند وزیر کی رچی ہے مہندی   ماشاءاللہ بادشاہی شادی

بر آویں مقاصد ترے اللہ کرے   جو کام کرے زمانہ دلخواہ کرے
اے میرے مہاراج وزیر اعظم   فرزند کے فرزند کا تو بیاہ کرے

دنیا میں ..... ہوئی پھر آبادی   اک خلق میں ہے جوش مبارکبادی
کس دھوم سے کی وزیر اعظم نے واہ   بالا پرشاد کی شہانی شادی

اللہ کے ہاتھوں کا سنوارا بنرا　　اچھا بنرا... کا نیارا بنرا
بالا پرشاد کے جھگڑے دیکھو :　　پنچ پچ کا ہے یہ راج دلارا بنرا

زر کے توڑے مع جواہر بخشے　　ہاتی گھوڑے مع جواہر بخشے
بخشش تو مہاراج کی دیکھو ایسا　　لاکھوں جوڑے مع جواہر بخشے

دیوان فراق (نسخہ سوم)

سائز ۸ ½ × ۵ ½ صفحات ۲۱ سطور ۱۳/۱۴ سنہ کتابت ×

ثناء اللہ خاں فراق کا یہ تیسرا مجموعہ کلام ہے جو خواجہ میر درد اور محمد میر اثر کے کلام کے ساتھ جلد کیا ہوا ہے شروع میں درد کا دیوان ہے اور آخر میں اثر کا مختصر کلام ـــــــــــ فراق کے اس مجموعہ کلام میں صرف (۲۴۱) اشعار ہیں اور تمام و کمال الف کی ردیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح اسے ردیف الف کی تمام غزلوں کا انتخاب کہا جاسکتا ہے بعض غزلیں سالم لکھی گئی ہیں۔ مخطوطہ میں تین شعر ایسے بھی ہیں جن کے مصرع ثانی لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ کاتب کا نام اور کتابت کا سنہ درج نہیں ۔

آغاز :-　ہر ذرہ میں جلوہ ہے تری جلوہ گری کا　　ہر شیشہ میں یاں رنگ جھلکتا ہے پری کا
چوں سرو زبس میں تری خاک نشیں ہوں　　کافی ہی سہی مجھکو ثمر بے ثمری کا

اختتام :-

حسرت چشم نے یاں اشک بہانے نہ دیا　　آتش دل کو مری تک بھی بجھانے نہ دیا

ابو سلمان شاہ جہان پوری

نئے خزانے

مئی ۶۵ء کے رسائل اور اخبارات کا اشاریہ

موضوعات

نوٹ: اگر اس اشاریے میں کسی رسالے کے مضامین شامل نہیں ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ ایڈیٹر صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ اپنے رسائل دفتر انجمن کو ضرور بھجوا دیں تاکہ ان کے مضامین بھی آئندہ اشاریے میں شامل کر لئے جائیں۔ — ایڈیٹر

اس اشاریئے کی ترتیب میں مئی ۷۵ء کے مندرجہ ذیل رسائل و اخبارات سے مدد لی گئی ہے

ماہنامہ	آجکل	دہلی	مئی ۷۵ء	ماہنامہ	خاتون پاکستان	کراچی	مئی جون ۷۵ء	—	نقوش	لاہور	شمارہ ۱۰۲
"	ادبی دنیا	لاہور	"	"	خاتون دکن	حیدرآباد	مئی ۷۵ء	ماہنامہ	نگار پاکستان	کراچی	مئی ۷۵ء
"	اردو ڈائجسٹ	"	"	"	رہنمائے تعلیم	دہلی	"	"	ہزار داستان	لاہور	"
سہ ماہی	اقبال ریویو	کراچی	جنوری ۷۵ء	"	زندگی	رام پور	"	"	ہمدرد صحت	کراچی	"
ماہنامہ	البلاغ	بمبئی	مئی ۷۵ء	"	سب رس	حیدرآباد	"	"	ہم قلم	"	اپریل ۷۵ء
"	الجامعہ	جھنگ	"	"	سیارہ	لاہور	"	ہفت روزہ	المنبر	لائل پور	
"	الرحیم	حیدرآباد	"	"	شان ہند	دہلی	"	"	چٹان	لاہور	
"	الشجاع	کراچی	"	"	طلوع اسلام	لاہور	"	"	دور حیات	بمبئی	
"	انجمن اسلامیہ میگزین	"	"	"	عارف	"	"	"	صدق جدید	لکھنؤ	
"	برہان	دہلی	"	"	عصمت	کراچی	"	"	لاہور	لاہور	
"	پیام عمل	لاہور	"	"	فاران	"	"	"	ملاپ	حیدرآباد	
"	تجلی	دیوبند	"	"	فکر و نظر	"	"	"	ہماری زبان	علی گڑھ	
"	تحریک	دہلی	"	"	فروغ اردو	لکھنؤ	"	سہ روزہ	مدینہ	بجنور	
"	ترجمان القرآن	لاہور	"	"	قومی زبان	کراچی	"		اخبارات		
"	تہذیب الاخلاق	"	"	سہ ماہی	کاروان سائنس	"	جنوری ۷۵ء	روزنامہ	امروز	لاہور	
"	ثقافت	"		ماہنامہ	کتاب	لکھنؤ	مئی ۷۵ء	"	انجام	کراچی	
"	جامعہ	دہلی	"	"	کتابی دنیا	کراچی	"	"	جنگ	"	
"	جام نو	کراچی	"	"	ماہ نو	"	"	"	حریت	"	
"	جوار بھاٹا	دہلی	"	"	معارف	اعظم گڑھ	"	"	کوہستان	لاہور	
"	چراغ راہ	کراچی	"	"	مولوی	دہلی	"	"	مشرق	"	
									نوائے وقت	"	

اردو ادب و زبان

اردو ادب، تحقیق و تنقید

آسی ضیائی	اردو کی ایک عظیم داستان ـــ طلسم ہوش رُبا	سیارہ، ص ۷۴ تا ۸۶، مئی
ابن فرید	رشید احمد صدیقی بحیثیت نقاد	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۱۷ تا ۲۴، مئی
ابو شاہد خاں	مکتوبات سلیمانی ـــ پر ایک نظر	چٹان، ص ۱۱ و ۱۲، ۳ مئی
احتشام حسین، سید	اودھ کی ادبی فضا	کتاب، ص ۴۷ تا ۵۰، مئی
ادیب، سید مسعود حسن رضوی	شہر آشوب	نقوش، ص ۵ تا ۵۴، "
اسمٰعیل حسن خاں، ملک	اردو کا مایۂ ناز و اسوخت	جامعہ، ص ۲۱۵ تا ۲۲۳، "
اشتیاق اظہر	نقوش شہاب پر مدیر فاران کا تبصرہ	چٹان، ص ۹ و ۱۲، ۳ مئی
اشرف بخاری، سید	آزادی کے بعد اردو تنقید	ماہ نو، ص ۱۹ تا ۲۷، مئی
الطاف گوہر	خطبۂ صدارت ـــ حلقہ ارباب ذوق کے ۲۶ ویں سالانہ اجلاس میں	چٹان، ص ۷ تا ۸ و ۲۰، ۱۷ مئی
الفت، ہنس راج	اکبر آباد کی ادبی فضاؤں کی سیر (۷)	رہنمائے تعلیم، ص ۲۲، مئی
اولیخور کاشغری، ۳ روحی	تجلی المجلی	نگار، ص ۲۴ تا ۴۶، مئی
باقر منظور	علامہ نجم آفندی کی مرثیہ نگاری	ملاپ، ص ۸ و ۵، ۲۲ مئی
بقا، پروفیسر محمد شریف	تخیل کی کرشمہ سازیاں	تہذیب الاخلاق، ص ۲۴ تا ۵۴، مئی
پریم کپور	راجندر سنگھ بیدی سے ایک انٹرویو	کتاب، ص ۵ تا ۱۲، مئی
تہور حسین، خواجہ	ظفر کی شخصیت و اہمیت	ہم قلم، ص ۱۱ تا ۱۵، مئی اپریل
ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ مترجم:۔ افضال حسین نقوی	ادبی روایت اور شخصی استعداد	نقوش، ص ۳۷۴ تا ۳۸۱، مئی
ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ مترجم:۔ سید فیضی	چہار شنبہ مبارک	نقوش، ص ۱۸۴ تا ۲۸۴، مئی
تائبر صدیقی	شعرائے کرام کی چند دلچسپ قسمیں	ملاپ، ص ۸ و ۷، ۱۹ مئی
جاوید، عصمت	لکھنؤ کی پانچ راتیں [1]	چٹان، ص ۳ تا ۱۸، ۱۰-۲۰ مئی
جاوید وششٹ	مثنوی خواب و خیال اور میر کی محبوبہ	جوار بھاٹا، ص ۷۴ تا ۳۴، [illegible]

---

[1] سردار جعفری کے افکار کا مجموعہ "لکھنؤ کی پانچ راتیں" پر تنقید

رشید حسن خاں	مشترک الفاظ	نقوش، ص ۱۰۰ تا ۱۱۷، مئی
سہیل بخاری، ڈاکٹر	اردو کا قدیم ترین ادب	″ ″ ۱۸ تا ۹۱، ″
شمیم حنفی	اکیلا آدمی —— فراق گورکھپوری کی زندگی کے چند تلخ پہلو	انجام، ص ۷، ۲۴ مئی
صابر شاہ آبادی	اردو ادب اور فلسفۂ حیات	آجکل، ص ۴۴ تا ۴۸، مئی
ظہیر احمد خاں، محمد	جواہر لال نہرو ایک عظیم اور صاحب طرز ادیب	ملاپ، ص ۱+۷، ۲۷ ″
عبدالرزاق قریشی	ساقی نامہ	معارف، ص ۳۴۳ تا ۳۶۰، مئی
عبدالماجد دریابادی	اردو میں تاریخی ناول	فروغ اردو، ص ۷ تا ۹، مئی
عبداللہ، پروفیسر	نذرل اور جوش	ماہ نو، ص ۱۱ تا ۱۵ + ۴۴، مئی
عروج، عبدالرؤف	شمالی ہند کی مرثیہ نگاری کا سرسری جائزہ — انیس اور دبیر سے پہلے	انجام، ص ۹، ۱۲ مئی
عصمت چغتائی	کیا ترقی پسند ادبی تحریک سے ادب کو نقصان پہنچا ہے	کتاب، ص ۱۵ تا ۲۵، مئی
فرخی، ڈاکٹر اسلم	محمد حسین آزاد کی ایک نادر تصنیف — ڈرامہ اکبر	اشجاع، ص ۴۴ تا ۶۴ + ۶۰، مئی
فرمان فتح پوری	داغ کی حیات معاشقہ	نگار، ص ۸ + ۵، مئی
فرید، پروفیسر شیخ	دیوان جہاں پر ایک نظر	سب رس، ص ۱۲ تا ۲۸، مئی
کرمانی، امان اللہ	کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ —— مثنوی سحرالبیان کے تصوراتی کردار اور ان کا تاریخی پس منظر	انجام، ص ۴، ۲۴ مئی
گیان چند، ڈاکٹر	ادب اور زندگی کا تعلق	نقوش، ص ۱۱۸ تا ۱۲۸، مئی
مجیبہ فردوسی	حضرت فراق گورکھپوری سے ایک انٹرویو	ملاپ، ص ۱+۲، ۵ مئی
محمد آصف خاں	سلطان باہو کا ذریعۂ اظہار	امروز، ص ۴، ۳ مئی
محمد حسن، ڈاکٹر	غزل اور تغزل	فروغ اردو، ص ۴ تا ۶، مئی
مسلم عظیم آبادی، پروفیسر محمد	شہباز اور آزاد عظیم آبادی	نگار پاکستان، ص ۵۴ تا ۵۷، مئی
مفتون کوٹوی	راجستھان کی ادبی فضاؤں کی سیر	شان ہند، ص ۹، مئی
ممتاز مفتی	آپا — اپنے ایک افسانے کا تجزیہ	نقوش، ص ۲۹۰ تا ۲۹۳، مئی
نسیم شاد	فیض صاحب سے ایک ملاقات	انجام، ص ۷، ۱۷ مئی
نصیرالدین ہاشمی	اہل نوائط کی اردو خدمات کا جائزہ (۱)	نقوش، ص ۱۲۹ تا ۱۴۶، مئی
نعمت اللہ خاں	افکار شاعرانہ اور امتزاج مشربیت روش کی ایک نظر	چٹان، ص ۷ تا ۸ + ۲۰، ۳ مئی
″	″ ″ ″ ″ (۲)	″ ″ ۱۵ تا ۱۷ + ۲۰، ۱۰ ″
نسیم نقوی	سرقہ، توارد اور استفادہ	جام نو، ص ۱۹ تا ۲۱، مئی

نیر اقبال	ہندوستانی زبان کی قدیم ترین لغت	ہماری زبان، ص ۳ + ۱۲، ۱۵ رمئی
نیر، محمد شفیع الدین	چکبست کی قومی شاعری	جامعہ، ص ۲۴۰ تا ۲۵۶، مئی
واصف عثمانی حسن	امریکی طرز کا ادب کہاں ؟	کتاب، ص ۵۳ تا ۵۶، "
وامق، محمد افتخار الدین	فن داستان گوئی — اور اس کے لوازم	نوائے وقت، ص ۱ + آخری صفحہ، ۲۳ رمئی
وزیر آغا، ڈاکٹر	غزل کا مزاج	ادبی دنیا، ص ۳۳ تا ۵۰، مئی
———	چکبست کا جذبۂ حب الوطنی	شان ہند، ص ۱۷، مئی
———	مرثیہ — اپنے انجام تک	لاہور، ص ۱۲ + ۱۵، ۱۰ رمئی
———	سلطان باہو کی تصانیف	مشرق، ص ۵، ۲ رمئی

ادب دیگر زبانوں کا

جان اے بے ڈڈ	برطانیہ میں ایرانی ادب کا مطالعہ	قومی زبان، ص ۳۱ تا ۴۳، مئی
جعفر رضا، زیدی	ہندی شاعری کا ایک تاریخی جائزہ (۲)	معارف، ص ۳۸۵ تا ۳۹۶، مئی
جعفر رضا، ایم اے زیدی	ہندی شاعری میں خاندان رسالت کی توصیف و تعریف	برہان، ص ۳۰۰ تا ۳۱۲، مئی
جے کرشن چودھری	کالی داس کی شاعری	تحریک، ص ۸ تا ۱۲، "
حبیب ریحان خاں ندوی	جوہر پر شوقی کا مرثیہ (۱)[1]	صدق جدید، ص ۷، ۱۴ رمئی
" "	" " " (۲)	" " ۲، ۲۱ ر"
حسن عسکری، لکھنوی	ہندی کا جمہوری نقشہ	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، یکم "
سید اختر ایم اے، پروفیسر	جاہلی شاعری پر اسلام کا اثر	الجامعہ، ص ۳۳ تا ۳۵ + ۳۴، مئی
علی ناظم	جرمن افسانے کا ارتقاء	نقوش، ص ۱۰۵ تا ۱۰۹، مئی
کاظمی، پروفیسر شبیر علی	نذرل کی نعتیں	ماہ نو، ص ۱۷ تا ۱۸، مئی
وقار راشدی	نذرل کے افسانے	" " ۱۴ + ۶۱، "
ناصر علی، خان بہادر میر	مقامات ناصری	نگار پاکستان، ص ۳۳ تا ۴۴، مئی

مشاعرے

ماجد قریشی	بہاولپور میں مشاعرہ اور ادبی نشست	حریت، ص ۲، ۱۰ رمئی
نجم افندی	ایک یادگار ادبی محفل	ملاپ، ص ۴ + ۷، ۵ رمئی

---

[1] جوہر سے مراد مولانا محمد علی جوہر ہیں اور شوقی عرب کا مشہور شاعر ہے

اُردو زبان اور اس کے مسائل

احمد فاطمی	اردو کے حامیوں کے لئے لمحۂ فکریہ	دورِحیات، ص ۵ تا ۶، یکم مئی
" "	" " "	مدینہ، ص ۲، یکم مئی
الطاف گوہر	اپنی زبان، اپنی روایت اپنا ایمان	جمہور، ص ۶ تا ۷، ۱۰ مئی
رحمن، خاں اے (ڈاکٹر)	اردو ذریعہ تعلیم	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۲۷ مئی
" " (")	" "	" " " ۳ + ۶، ۲۸ "
رہبر، ڈاکٹر داؤد	دنیائے اسلام اور اردو کا مطالعہ	ادبی دنیا، ص ، مئی
شمس، سید محمد باقر	دہلی میں اردو	نگار پاکستان، ص ۲۹ تا ۳۷، مئی
عبداللہ، ڈاکٹر	خاموش جلسوں کے بعد[1]	نوائے وقت، ص ۲، ۳ مئی
عبدالمجید صدیقی، پروفیسر	مدراس میں اردو	سب رس، ص ۹ تا ۱۰، مئی
فضل الٰہی	اصلاحِ زبان	اردو ڈائجسٹ، ص ۲۰ تا ۲۲، مئی
مصطفیٰ علی بریلوی، سید	اردو ہماری تعلیمی زبان	قومی زبان، ص ۳ تا ۸، مئی
نارنگ، ڈاکٹر گوپی چند	اردو گھر سے باہر	سب رس، ص ۳ تا ۸، مئی
" " "	" " "	دورِحیات، ص ۱۲ تا ۱۴، یکم مئی

آپ بیتی

آئی سن گیور و پیوی

مترجم:۔ شاہد احمد دہلوی	ایسی پستی ایسی بلندی (۲۳)[2]	انجام، ص ۱۱، یکم مئی
" " "	" " (۲۴)	" " ۳، "
" " "	" " (۲۵)	" " ۹، ۸، "
" " "	" " (۲۶)	" " ۱۰، "
" " "	" " (۲۷)	" ۶ تا ۷، ۱۲، "
" " "	" " (۲۸)	" " ۱۱، ۱۴، "
" " "	" " (۲۹)	" " ۱۱، ۲۶، "
" " "	" " (۳۰)	" " ۲، ۳۱، "
ترتیب: معین الرحمٰن	ذکرِ عبدالحق	نقوش، ص ۹ تا ۱۰، مئی

---

[1] ۱۳ اپریل کو اردو کی حمایت میں لاہور میں خاموش جلوس نکالا گیا تھا۔ [2] چین کے آخری شہنشاہ کے خود نوشت سوانح

تاریخ

مقبول احمد	برسوں پہلے کا افغانستان	نوائے وقت، ص ، ۲ر مئی
ممتاز لیاقت	سرمد اور اورنگ زیب — ایک تاریخی محاکمہ (۱)	چٹان، ص ۷ ، ۱۳ر مئی
مولوی، ضیاء الحسن	ہم جنگ کا آغاز نہیں کرتے — امام حسین	جنگ، ص ۵ ، ۱۳ر "
نیاز فتح پوری	حسین کا قاتل کون تھا	نگار پاکستان، ص ۵۸ تا ۶۱، مئی
" "	سرمد اور اورنگ زیب	جنگ، ص ۳ ، ۵ر مئی
" "	اکبر، انارکلی، جہانگیر	چٹان، ص ۱۷ + ۱۹، ۱۰ر مئی
" "	زیب النساء اور عاقل خاں	جنگ، ص ۳ ، ۱۲ر مئی
" "	جلال الدین خلجی اور سید مولا کا قتل	" " ۲ ، ۲۰ر "
" "	شاہجہاں معروف زندگی	" " ۲ ، ۲۶ر "
وحید قیصر	جب نازی فضائیہ لندن پر رات بھر گولہ باری کرتی رہی	امروز، ص ۲ ، ۳۰ر "
ہارون خاں شروانی	سید احمد خاں اور ہندو مسلم اتحاد	تہذیب الاخلاق، ص ۲۷ تا ۳۷، مئی
مترجم: فاروق پراچہ	شاہ فاروق (آخری قسط)	انجام، ص ۱۱ ، ۲۹ر مئی
	فاروقی نظام حکومت	" " ۲ + ۱۱ ، یکم مئی
	سلاخوں کے پیچھے — جرمن تاریخ کے چند گمشدہ اوراق	جنگ، ص ۱۱ + ۹ ، ۳ر مئی
	جاسوس جنرل — ہٹلر کے ساتھ اتحادیوں کے عظیم ترین دھوکے کی دلچسپ کہانی	جنگ، ص ۴ ، ۱۰ر مئی
	جاسوس جنرل	" " ۵ ، ۲۴ر "
	" " (آخری قسط)	" " ۹ ، ۳۱ر "
	برطانوی تخت کو ٹھکرا دینے والے شہزادے (ڈیوک آف ونڈسر) کی کہانی	حریت، ص ۷ ، یکم مئی
	برطانوی تخت کو ٹھکرا دینے والے شہزادے کی کہانی (۲)	" " ۵ + ۸ ، ۲ر "
	جب آتش جوان تھا — تاج و تخت کو ٹھکرانے والے شہنشاہ (ڈیوک آف ونڈسر) کی کہانی	جنگ، ص ۲ + ۱۱ ، یکم مئی
	جب آتش جوان تھا	" " ۳ ، ۷ر "
	" " " (۳)	" " ۲ ، ۸ر "
	" " " (۴)	" " ۱۱ ، ۱۵ر "
	" " " (آخری قسط)	" " ۲ ، ۲۲ر "
	اسٹار آف انڈیا — ہیرے کی چوری	انجام، ص ۱۱ ، یکم "

	حیدرآباد دکن کا شرلاک ہومز ـــــ خاں فضل رسول خاں	جنگ، ص ۹، ۱۰؍ مئی
	حادثۂ کربلا کے بعد	حریت، ص ۳ + ۸؍ ۱۳؍ مئی
	آل رسول کا قتل	" " ۴؍ مئی

تعلیم اور تعلیمی ادارے

ابو طیب محمد مصطفیٰ	خطبۂ اسناد ـــــ پنجاب یونیورسٹی میں	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۳ + ۲۱؍ ۳۱؍ مئی
احمد انس	مخلوط تعلیم (۱)	چراغ راہ، ص ۵۰ تا ۶۲ + ۱۳۹؍ مئی، جون
بخاری، غلام شبیر	وحدت نظام	الجامعہ، ص ۱ تا ۲۳؍ مئی
بلگرامی، ڈاکٹر سید حامد حسین	اسلام کا نظریۂ تعلیم	طلوع اسلام، ص ۶۹ تا ۸۰؍ مئی
حکیم، ایم ایچ	جامعہ عثمانیہ کے تجربے ـ اردو میں تعلیم کے بہی خواہوں کے لئے لمحۂ فکریہ	نوائے وقت، ص ۳ + ۶؍ ۱۴؍ مئی
زبیری، نثار احمد	اساتذہ کا سب سے بڑا مسئلہ ...... ڈاکٹر محمد سلیم جیلانی سے انٹرویو	حریت، ص ۴، ۱۸؍ مئی
علی خاں، میر معراج الدین	جامعہ عثمانیہ اور اس کا تاریخی پس منظر	سب رس، ص ۲۹ تا ۳۲؍ مئی
کارنیلیس، اے آر (جسٹس)	رزم گاہ حیات میں	مشرق، ص ۱۲، ۱۶؍ مئی
مراتب علی شیخ	پنجاب یونیورسٹی کا شعبۂ صحافت	کوہستان، ص ۱۰، ۸؍ مئی
"	تعلیم ـــ بذریعہ خط و کتابت	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۵؍ مئی

تہذیب، تمدن و معاشرت

احمد، محی الدین	قدیم حیدرآباد کے محرم کی ایک ناقابل فراموش جھلک	ملاپ، ص ۱ + ۲، ۱۲؍ مئی
راجپوت، اللہ بخش	مغل بیگمات کا ذوق ہنر	ماہ نو، ص ۱۵ تا ۵۳؍ مئی
راشدی، پیر علی محمد	اسلامی ثقافت کے نام پر	المنبر، ص ۲۱؍ "
رزاقی، شاہد حسین	پاکستانی مسلمانوں میں شادی بیاہ کی رسمیں	ثقافت، ص ۵۴ تا ۹۴؍ "
عباد اللہ فاروقی	حلم ـــ مختلف ادوار میں	امروز، ص ۲، ۹؍ مئی
محمد، پروفیسر سید	مختلف ادوار میں حیدرآباد کا محرم	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۱۲؍ مئی
میکش اکبرآبادی	آگرے کے میلے	نگار پاکستان، ص ۱۶ تا ۸۷؍ مئی
نعیم آروی	ہماری تہذیب کا المیہ	منشور، ص ۳۵ تا ۴۳؍ مئی

---

۱ گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے جلسۂ تقسیم اسناد و انعامات میں خطبہ

الطاف حسن قریشی	ہمیں اپنی منزل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں متعین کرنا ہوگی [1]	مشرق، ص ۳، ۱۲ مئی

سائنس

ا۔ ر۔ ش	شہاب ثاقب کیا ہے؟	حریت، ص ۵، ۲۳ مئی
انوار اللہ، ڈاکٹر	سچے موتی	کارواں، ص ۱۲ تا ۲۴، جنوری
انور بیگ، مرزا	سائنسی مشغلے — ریڈیو بنانا	" " ۱۰۲ تا ۱۰۶، "
بشیر، ایم اے	علم کیمیا میں مسلمانوں کے کارنامے	ہمدرد صحت، ص ۳۳ تا ۴۰، مئی
جمیل احمد، خواجہ	عظیم مسلمان سائنس دان — الرازی	کارواں، ص ۱۰۷ تا ۱۱۰، جنوری
زیدی، علی ناصر	سورج توانائی کا عظیم سرچشمہ	" " ۵۵ تا ۶۰، "
سعید احمد، ڈاکٹر	پھلوں کی صنعت	" " ۸۱ تا ۸۵، "
سعید، محمد	مفید جراثیم	" " ۴۷ تا ۵۴، "
شجاعت علی خاں	سائنس اصطلاحات کے آئینے میں	" " ۹۷ تا ۱۰۱، "
ظفر آفاق انصاری	رونے والا درخت — ربر کی کہانی	" " ۳۱ تا ۳۸، "
عازم، حفیظ الرحمٰن	رہبران سائنس — لاش کی چوری	" " ۸۴ تا ۹۲، "
عبدالعزیز، ڈاکٹر محمد	سائنس و صحت	" " ۲۷ تا ۳۰، "
عظیم قدوائی	بنیادی ذرات	" " ۶۱ تا ۶۶، "
علی، ڈاکٹر ایم انس	سائنس کی اخلاقی قدریں	" " ۵ تا ۵۰، "
منظور خدا، خالدہ	نفسی جسدی امراض	" " ۶۷ تا ۷۲، "
نقوی، سید سبط علی	دھوئیں کی آڑ	" " ۵ تا ۱۴، "
وارثی، ڈاکٹر شریف الدین	ہماری تجربہ گاہیں — شمالی علاقائی تجربہ گاہ	" " ۹۳ تا ۹۶، "
ہاشمی، عسکری امام	دو قیامتیں	" " ۷۳ تا ۸۰، "
ــــــــ	آپریشن کے ذریعہ مجرمانہ ذہنیت کا علاج	حریت، ص ۶، ۱۹ مئی
ــــــــ	آفتاب اور زمین کا تعلق	ہمدرد صحت، ص ۱۰۵ تا ۱۱۲، مئی
ــــــــ	پاکستان کی سائنسی دنیا	کارواں، ص ۱۳۵ تا ۱۴۷، جنوری
ــــــــ	جرائم کی تفتیش میں مناظری طبیعات کا استعمال	" " ۳۹ تا ۴۳، "
ــــــــ	عالم سائنس	" " ۱۱۱ تا ۱۳۴، "

---

[1] مرکزی وزیر قانون مسٹر ایس ایم ظفر سے ایک انٹرویو

سفرنامے

بیگ، ایم اے	مشاہدات حجاز	انجام، ص ۲، ۲۴ر مئی
راشدالخیری	مشرقی پاکستان کا دوسرا سفر	عصمت، ص ۲۹۵ تا ۳۰۳، مئی
رشیدہ، رضویہ	برسلز کی موم بتی ـــ استنبول کے چنے	الشجاع، ص ۵۲ تا ۵۵، "
ضیاءالاسلام انصاری	میں نے روس میں کیا دیکھا	مشرق، ص ۵، ۲۰ر مئی
" "	" " "	" " ۵، ۲۷ر "
" "	" " "	" " ۶+۸، ۳۰ر "
" "	" " "	" " ۵+۸، ۱۶ر "
عالی، جمیل الدین	دنیا مرے آگے (۹۵)	جنگ، ص ۲، ۳ر مئی
" "	" " (۹۶)	" " ۲، ۱۰ر "
" "	" " (۹۷)	" " ۲، ۳۱ر "
عشرت رحمانی	مشرقی پاکستان میں عجائبات کا مخزن	امروز، ص ۳، ۹ر "
وجاہت علی، سید	۷۰ روپے میں سیر جہاں (۱۳)	انجام، ص ۲، ۳ر "
" "	" " " (۱۴)	" " ۲، ۱ر "
" "	" " " (۱۵)	" " ۸، ۱۷ر "
" "	" " " (۱۶)	" " ۲، ۳۱ر "
ریلرز، ایلن	جزائر مالدیپ	اردو ڈائجسٹ، ص ۸۹ تا ۹۲، مئی
	مشرقی پاکستان کا سفر (۲)	المنبر، ص ۱۱+۱۲، ۷ر مئی

سیاست

آصف جیلانی	دلی سے ایک خط ـــ شیخ عبداللہ کی نظربندی	جنگ، ص ۲، ۲۱ر مئی
ابوسجاد	سیٹو کانفرنس	" " ۳، ۲ر "
احسان بی اے	روس میں آٹھ دن (۱۲)	کوہستان، ص ۳، یکم مئی
" "	" " (۱۳)	" " ۳، ۲ر "
" "	" " (۱۴)	" " ۳+۴+۴، ۳ر "
" "	" " (۱۵)	" " ۳، ۴ر "
" "	" " (۱۶)	" " ۳+۴+۴، ۵ر "
" "	" " (۱۷)	" " ۳+۴+۴، ۶ر "

حسان، بی اے	روس میں آٹھ دن (۱۸)	کوہستان، ص ۳+۸، ۸ رمئی
〃 〃	〃 〃 (۱۹)	〃 〃 ۳+۴، ۹ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲۰)	〃 〃 ۳+۶، ۱۱ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲۳)	〃 〃 ۳، ۱۴ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲۴)	〃 〃 ۳+۵، ۱۵ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲۵)	〃 〃 ۳+۸، ۱۶ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۲۹)	〃 〃 ۳+۶، ۲۰ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۰)	〃 〃 ۳، ۲۳ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۱)	〃 〃 ۳، ۲۴ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۲)	〃 〃 ۳+۶، ۲۵ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۳)	〃 〃 ۳+۶، ۲۶ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۴)	〃 〃 ۳+۶، ۲۷ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۵)	〃 〃 ۳+۴، ۲۹ر 〃
〃 〃	〃 〃 (۳۶)	〃 〃 ۳+۸، ۳۰ر 〃
ایوب سید	نہرو اور عرب ممالک	آجکل، ص ۷تا۱۲، مئی
جان گنتھر	بیسویں صدی پر ایک نظر	چراغ راہ، ص ۳۷تا۳۹، مئی
راشدی، پیر علی محمد	مشرق و مغرب	جنگ، ص ۱۲، یکم مئی
〃 〃	〃 〃	〃 〃 ۱۲، ۸ر 〃
〃 〃	〃 〃	〃 〃 ۱۲، ۱۵ر 〃
〃 〃	〃 〃	〃 〃 ۱۲، ۲۲ر 〃
سلطان، بشیر احمد	کشمیر کی جنگ آزادی	امروز، ص ۱، ۱۰ر 〃
سلیری، زیڈ اے	صدر ایوب کا دورہ روس (۴)	جنگ، ص ۵، ۳ر 〃
〃 〃	〃 〃 〃 〃 (۵)	〃 〃 ۳، ۴ر 〃
〃 〃	〃 〃 〃 〃 (۶)	〃 〃 ۳، ۱۴ر 〃
ضیاء الحسن فاروقی	ہندوستانی مسلمان اور سیکولر حکومت	مدینہ، ص ۱+۲، ۵ر 〃
عامر عثمانی	کوثر نیازی اور جماعت اسلامی	تجلی، ص ۳۵تا۴۴، مئی
عبدالحق انصاری، ڈاکٹر	پاکستان کا صدارتی انتخاب اور عورت کی سربراہی کا مسئلہ	زندگی، ص ۵۱تا۵۸، مئی
عبداللہ، شیخ	کشمیر، پاکستان اور بھارت	انجام، ص ۵، ۱۰رمئی

عبدالقدیر خاں — سائنسی دور میں احیاء اسلام کے تقاضے — صدر ایوب کے انتخابی منشور کی روشنی میں — مشرق، ص ۳، ۱۸/ مئی

عبداللہ، شیخ — کشمیر، پاکستان اور بھارت — انجام، ص ۳+۷، ۱۱/ "

قدسی، ایم ایم — قاضی نذر الاسلام — امروز، ص ۲، ۲۲/ مئی

کلیم اختر — کشمیر — پھر ایشیائی کانفرنس میں — مشرق، ص ۳، ۲۰/ "

محمد زبیر خاں آفندی، راجہ — شیخ عبداللہ کی گرفتاری — انجام، ص ۳، ۱۶/ "

نذیر حق — رن کچھ میں بھارت کی شکست کی روداد اور عوامل — مشرق، ص ۳، ۱۶/ "

" " — مارشل زدخوف کے عروج و زوال کی دلچسپ داستان — " " ۳، ۱۷/ "

" " — بھارت کی خارجہ پالیسی کی ناکامی کا ذمہ دار کون ہے؟ — " " ۳، ۲۷/ "

——— — بھارت کے مسلمان اور فسطائی کی جماعتیں — حریت، ص ۳، ۱۵/ "

——— — ابن رشد کے سیاسی افکار — چٹان، ص ۹ تا ۱۰+۱۸، ۲۴/ مئی

——— — ہندوستان کی سیاست — ہندوستانی اخبارات کی نظر میں — امروز، ص ۳، ۳/ مئی

——— — ہندوستان کی سیاست — — " " ۳، ۲۴/ "

——— — " " " — " " ۳، ۳۱/ "

——— — سفارتی تحفظ — مشرق، ص ۳، ۲۵/ "

شخصیات

آزاد، مولانا ابوالکلام

آزاد، مولانا ابوالکلام — قرآن اور سوشلزم — اسلام کا نظام اجتماعی اور زکوٰۃ کی شرعی حیثیت[1] — چٹان، ص ۱۲ تا ۱۳+۱۹+۲۰، ۳/ مئی

شورش کاشمیری — جواب الجواب — صدق جدید ۳۰/ اپریل کی نذر — " " ۴، ۳/ مئی

آزاد، مولانا ابوالکلام — شہادت حسین — انجام، ص ۷، مئی

عابد حسین، ڈاکٹر سید — مولانا آزاد کی طرز نگارش — " " ۷، ۱۴/ "

آزاد، مولانا ابوالکلام — شہادت حسین — ایک بڑا سبق — خاتون پاکستان، ص ۵ تا ۱۷، مئی جون

---

[1] منقول از اردوئے معلی علی گڑھ بابت نومبر ۱۹۱۰ء ماخوذ از ترجمان القرآن جلد دوم

[2] مولانا ابوالکلام آزاد سے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام ایک خط اور اس کا جواب

ابوسلمان شاہجہانپوری	شہید اعظم کس کی تصنیف ہے؟	ہماری زبان، ص ۷ تا ۹، یکم مئی
عبدالماجد دریابادی	مولانا ابوالکلام کی شخصیت	نقوش، ص ۴۴ تا ۴۹، مئی

اقبال، علامہ

اختر پراچہ، مدیر پیام کوہاٹ	آؤ اقبال کو منالائیں (نظم)	چٹان، ص ۱۰، ۱۷ مئی
اکرام رانا	یاد اقبال — رسم منتی جاری ہے	نوائے وقت، ص ۴، یکم مئی
بدوی، لطف اللہ	علامہ اقبال کی ایک فراموش شدہ نظم	اقبال ریویو، ص ۷۴ تا ۸۷، مئی
پیر بخش خاں، خاں	اقبال اور اسلامی روح کا احیاء	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۳، ۱۰ مئی
جمال انصاری، پروفیسر یوسف	اقبال اور اردو غزل	تہذیب الاخلاق، ص ۸ تا ۱۷، مئی
حزیں شاہجہانپوری، ثریا قریشی	ڈاکٹر اقبال کے مزار پر (نظم)	صبح امید، ص ۱۴ تا ۱۷، مئی
حسن نظامی، خواجہ	اقبال سے میرے تعلقات	ادبی دنیا، ص ۹ تا ۱۱، مئی
حیدر، عبدالمغنی	کچھ بال جبریل کے متعلق (گذشتہ سے پیوستہ)	عارف، ص ۷۳ تا ۷۴، مئی
سعید، محمد احمد	افکار اقبال میں نظریۂ اجتماع کا ارتقاء	اقبال ریویو، ص ۱۱۸ تا ۱۳۳، جنوری
سعید وارثی	اقبال کا تصوف	انجام، ص ۷، مئی
صلاح الدین غازی	یوم اقبال	حریت، ص ۳+۸، یکم مئی
شعیب، محمد	اقبال کی افلاطونی تعبیر کا جائزہ	اقبال ریویو، ص ۶۹ تا ۸۴، جنوری
ضامن نقوی	خودی باب حق ہے	" " ۹۸ تا ۱۱۷، "
عبداللہ قریشی، محمد	حقیقت وحی اور اقبال	ادبی دنیا، ص ۱۲ تا ۱۶، مئی
کرم حیدری	حافظ اور اقبال	دور حیات، ص ۵ تا ۸، ۱-۲۰ مئی
ماجد قریشی	بہاولپور میں یوم اقبال — مشاعرہ	انجام، ص ۵، ۲۸ مئی
مسعود احمد، محمد	شریعت و طریقت افکار اقبال کی روشنی میں	اقبال ریویو، ص ۸۸ تا ۹۷، جنوری
مشتاق احمد	آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش [1]	نوائے وقت، ص ۴، ۳ مئی
نمائندہ انجام	بہاولنگر میں یوم اقبال کی تقریبات	انجام، ص ۴، ۲ مئی
———	اقبالیات پر ایک کارنامہ	طلوع اسلام، ص ۴۳ تا ۴۹، مئی
———	اقبال کی یاد میں مشاعرہ [2]	انجام، ص ۵، ۲۸ مئی

غالب

قدرت نقوی، سید	گنجہائے راز (غالب نمبر ماہ نو)	ماہ نو، ص ۸۴ تا ۹۱ +، مئی

---

[1] قومی زندگی میں فکر اقبال کی عملی تعبیرات کے متعلق ایک تجزیہ۔ [2] سچل سرمست کالج حیدرآباد کے مشاعرہ کی روداد

قدرت نقوی، سید	غالب کے متعلق میر کی رائے	قومی زبان، ص ۱۹ تا ۳۰، مئی
مہیش پرشاد	مولوی مہیش پرشاد کا خط خبر ہودی کے نام	فروغ اردو، ص ۱۳ تا ۱۴، ″
بدر الہی، سید موسیٰ کلیم	شرح غالب مزاحیہ	ملاپ، ص ۲+۷، ۵ر مئی

ادیب وشاعر

ابوالہاشم ندوی	اردو کے ہندو نعت گو شاعر	ثقافت، ص ۶۰ تا ۶۵، مئی
اختر ریاض الدین احمد، بیگم	چاصلا — مولانا صلاح الدین احمد	نوائے وقت، ص ۲، ر مئی
ادیب، ڈاکٹر سید لطیف حسین	میر غلام علی عشرت	قومی زبان، ص ۵۴ تا ۶۰، مئی
انجم فوقی	علامہ فوق سبزواری	جام نو، ص ۲۲ تا ۲۴، مئی
بلدی، لطف اللہ	فقیر قادر بخش بیدل	الرحیم، ص ۵ تا ۱۳، مئی
برنی، ضیاء الدین احمد	الفریڈ نوبل	نقوش، ص ۱۶۱ تا ۱۶۴، مئی
حسینی، اشرف	جارج ایلیٹ — انگریزی ادب کی عظیم ناول نگار خاتون	لاہور، ص ۶ تا ۱۰، ۱۷ر مئی
چغتائی، عبدالرحمٰن	اردو کا ایک عظیم محسن (مولانا صلاح الدین احمد)	ادبی دنیا، ص ۱۴۱ تا ۱۴۸، ۴
خلیل احمد پٹنہ والا، حافظ	مولانا صلاح الدین احمد مرحوم	″ ″ ″ ۲۳ تا ۴۲،
ذکیہ احمد	کارواں اردو کے رہبر پنڈت آنند نرائن ملا	ملاپ، ص ۱ تا ۵، ۱۹ر مئی
رتن پنڈوروی	جوش ملسیانی بحیثیت انسان	رہنمائے تعلیم، ص ۴ تا ۵، مئی
رشدی، محمد حبیب اللہ	آغا شاعر	نقوش، ص ۱۴۷ تا ۱۶۰، مئی
سنیگر، موہن سنگھ	میتھلی شرن گپت	آجکل، ص ۳۳ تا ۳۷، ″
شمیم احمد	پیکر خلوص — صلاح الدین احمد	لاہور، ص ۶ تا ۸ + ۱۶، ۲۴ر
طفیل، محمد	اختر صاحب (اورینوی)	نقوش، ص ۴۴۴ تا ۴۵۶، مئی
عابد علی خاں، ڈاکٹر	جگر کی باتیں اور یادیں (۲)	چٹان، ص ۱۰، ۳ر مئی
عمر فاروق، محمد	ہیمدرلی — غالب کا فرنگی شاعر	کوہستان، ص ۴، ۳۰ر ″
کوثر، انعام الحق	علیم اللہ حلیم — سابق بلوچستان کی ادبی شخصیت	امروز، ص ۲، ۹ر ″
ماہر القادری	یادرفتگان — زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی مرحوم	فاران، ص ۳۳ تا ۵۶، مئی
معروف الحسن صدیقی	جگر مراد آبادی	لاہور، ص ۶ تا ۷، ۳۱ر مئی
مقبول احمد	اکبر الہ آبادی	شان ہند، ص ۱۲ تا ۳۲، مئی
ملکندی لال	گڑھوالی آرٹ کا آخری فن کار	آجکل، ص ۳ تا ۲۰، مئی

مصنف	عنوان	ماخذ
نیاز فتح پوری	بعض غیر معروف فارسی شعرا	نگار پاکستان، ص ۶۵ تا ۷۰، مئی
واحدی، ملا	حیرت شملوی	لاہور، ص ۸ تا ۹ + ۱۵، ۱۷/ مئی
————	رسول حمزہ — ایک تعارف [1]	ہم قلم، ص ۸، اپریل
————	ماہر القادری	چراغ راہ، ص ۱۷ تا ۲۵، مئی جون

سیاست داں

مصنف	عنوان	ماخذ
اظہر، اشتیاق - نصرت موہانی	حسرت موہانی	جنگ، ص ۲، ۱۵/ مئی
خالد کمال مبارکپوری، مولانا	سعودی حکومت کے حکمراں — شاہ فیصل	البلاغ، ص ۲۳ تا ۲۶، مئی
فاروق احمد، قاری حافظ سید محمد	حسرت موہانی	حریت، ص ۲، ۱۲/ مئی
" " " "	حسرت بیباک	انجام، ص ۵ + ۹، ۱۷/ "
نسیم شاد	رئیس الاحرار حسرت موہانی	" " ۵، ۱۵/ "
————	افریشیائی بلاک کا بیباک ترجمان - ذوالفقار علی بھٹو	حریت، ص ۲، ۳/ "

صحافی

مصنف	عنوان	ماخذ
اصغری خانم قریشی	عبدالخالق قریشی — (ایک صحافی)	نوائے وقت، ص ۵ + ۶، ۳۰/ مئی
اقبال زبیری	مرنے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں (ابو صالح اصلاحی کے متعلق)	مشرق، ص ۳، ۲۳/ مئی
جاوید، ظہیر الحسن	کہیں ایسے لوگ بھی مرا کرتے ہیں (حمید ہاشمی)	امروز، ص ۴، ۳۰/ "
خالد کاشمیری	عرفان چغتائی کے نام	نوائے وقت، ص ۱۰، ۲۰/ مئی
خورشید، عبدالسلام	ابو صالح اصلاحی — جس نے اردو صحافت کو نیا رنگ اور روپ بخشا	مشرق، ص ۲، ۲۶/ مئی
ارشد، بشیر احمد	اصلاحی — میرا بھائی	نوائے وقت، ص ۵ + ۶، ۳۰/ مئی
ساقی، ن۔ م	نوائے وقت کا بلبل خوش نوا (عرفان چغتائی)	" " " " ، ۳۰/ "
سلطان عارف	انہوں نے حاجتمندوں کی امداد سے کبھی گریز نہ کیا — (عرفان چغتائی)	نوائے وقت، ص ۶، ۳۰/ مئی
شورش کاشمیری	مولانا ظفر علی خاں	چٹان، ص ۲ + ۲۱، ۳/ مئی
" "	ابو صالح اصلاحی	مشرق، ص ۳ + ۴، ۲۳/ مئی

[1] [illegible]

امین راحت چغتائی	موت کے مسافر[1]	کوہستان، ص ۱، ۲۲ رمئی
شورش کاشمیری	یادرفتگاں	چٹان، ص ۲+۲۳، ۳۱ رمئی
شہید، ظہور عالم	عبدالخالق قریشی — ایک دردمند اور دکھی صحافی	نوائے وقت، ص ۱، ۳۰ ر ”
صادق جوئیا	عرفان — میرا بھائی	” ” ۸، ۲۶ ر ”
ظہیر بلہ	حمید ہاشمی مرحوم	امروز، ص ۱، ۳۰ رمئی
عبدالقیوم، خواجہ	اس تصویر کی کہانی — (حمید ہاشمی)	” ” ۴، ۳۰ ر ”
عبداللہ ملک	تم کیا گئے کہ سارا زمانہ چلا گیا — (حمید ہاشمی)	” ” ۴ ۲، ۳۰ ر ”
عبدالواحد، کیپٹن	خالق — جو صحافت کے لئے جیا	نوائے وقت، ص ۱+ آخری صفحہ، ۳۰ رمئی
فاروقی، اقبال احمد	سید حبیب مرحوم	انجام، ص ، ۳۰ رمئی
فخر ہمایوں	وہ میرا دوست نہیں تھا — (حمید ہاشمی)	امروز، ص ۴، ۳۰ ر ”
ف م	— (ایک صحافی)	حریت، ص ۳+۶، ۲۵ ر ”
کوثر، اصغر علی	عرفان چغتائی — ایک نڈر، محب وطن، بے باک صحافی	کوہستان، ص ۳+۷، ۲۸ رمئی
مرغوب صدیقی	صحافت کے چار چاند	نوائے وقت، ص ۱+ آخری صفحہ، ۳۰ رمئی
مصر، کنھیا لال	شری گنیش جی ودیارتھی	دور حیات، ص ۱۳ تا ۲۳، ۱-۲۰، اپریل
مصطفی صادق	عرفان چغتائی — چند یادیں	نوائے وقت، ص ۸، ۲۶ رمئی
مظفر عزیز، ملک	خاموش تماشائی — (عرفان چغتائی)	” ” ” ۱+۸، ۲۶ ر ”
محمد سعید، مولوی	ٹی ڈی سلوا — ایک زندہ صحافی	” ” ۱+ آخری صفحہ، ۳۰ رمئی
محمد قیوم اعتصامی	آخری سفر — (عرفان چغتائی کا)	” ” ” ۱+۸، ۲۶ رمئی
ملک، ایم اے	عرفان چغتائی — میرا دوست	” ” ” ۴، ۳۰ ر ”
ممتاز لیاقت	صحافیوں کا ماتم	چٹان، ص ۷+۱۸، ۳۱ ر ”
ناجی، نذیر احمد	ایک مرگ ناگہانی اور ہے — کراچی میں عرفان چغتائی کے آخری دو دن	نوائے وقت، ص ۵+۶، ۳۰ رمئی
نعیم صدیقی	عرفان چغتائی — ایک بے باک صحافی	” ” ” ۴، ۳۰ ر ”
وحید قادری	آہ ناصر محمود — (ایک صحافی)	جنگ، ص ۳، ۱۴ رمئی
نجم، حمید اصغر	مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور[2]	چٹان، ص ۱۱+۱۴، ۳۱ رمئی

---

[1] پاکستان کے نامور صحافیوں کا تذکرہ جو قاہرہ کے قریب پی آئی اے کے جہاز کے حادثہ میں شہید ہوئے۔

[2] پی آئی اے کے حادثہ میں شہید ہونے والے صحافی۔

علما، صوفیا اور مشاہیر اسلام

مصنف	عنوان	ماخذ
آبادشاہ پوری	الشیخ مصطفیٰ السباعی	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۴۱ تا ۱۴۹، مئی
ایبٹ، فری لینڈ	حضرت سید احمد شہید	الرحیم، ص ۴۸ تا ۵۶، مئی
تبسم، محمد شہباز	حضرت باہو	امروز، ص ۳، ۲ مئی
جعفری، سید فضل الرحمٰن	حضرت امام بخاری	انجام، ص ۳، ۲۸ "
حسن علی بی اے، ملک	امام ابن قیم اور ان کی علمی خدمات	چٹان، ص ۶ و ۲۲، ۱۰ "
" " ، حکیم	ایک بدنام مصلح — شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی	" " ۱۵ تا ۱۶، ۱۷ "
حسن مثنیٰ ندوی، مولانا سید	امام حسن علیہ السلام	خاتون پاکستان، ص ۲۷ تا ۳۸، مئی جون
خالد محمود	سلطان ٹیپو	کوہستان، ص ۱ و ۲، ۲ مئی
خلش، رانا ایم جہانگیر	ذکر معمار ملت — سرسید	سیارہ، ص ۳۲ تا ۳۸، مئی
خورشید، عبدالسلام (ڈاکٹر)	چودھری فخر الدین راجوردی — ایک صاحب عشق، صاحب جنوں	کوہستان، ص ۳ و ۷، ۷ مئی
ساگر وارثی، میاں	بابا فرید الدین گنج شکرؒ	نوائے وقت، ص ۲، ۸ "
سیف فیروز پوری، محمد اسلم	مولانا سید محمد داؤد غزنوی (۲)	المنبر، ص ۱۱، ۱۴ مئی
شاہین، شیخ محمد اقبال	حضرت سلطان باہوؒ	انجام، ص ۲، ۸ "
شہابی، مفتی انتظام اللہ	مشاہیر اکبر آباد	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۳۳ تا ۴۰، مئی
" "	ذوالفقار الدولہ نجف خاں ایرانی	" " " ۳۲، مئی
صابری، سردار علی	حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	انجام، ص ۵، ۸ مئی
طفیل احمد قریشی	فیلسوف العرب — الکندی	الرحیم، ص ۴۲ تا ۴۳، مئی
عابد صفی	ڈاکٹر عبدالحق	خاتون دکن ۱۵ تا ۱۹، مئی
عبدالحلیم چشتی، مولانا	علامہ جلال الدین سیوطی	معارف، ص ۳۲۵ تا ۳۴۱، مئی
عثمانی، مولانا شبیر حسن	ذبیح نینوا حضرت سید الشہداء	حریت، ص ۵، ۱۳ مئی
عزیزی، سید رفیق	بابا تاج الدینؒ ناگپوری	انجام، ص ۵ و ۹، ۲۹ مئی
عشرت رحمانی	سلطان ٹیپو — برعظیم کا بطل جلیل	نوائے وقت، ص ۲، ۵ "
فاطمہ ثریا	قربانی و ایثار کا پیکر	ملاپ، ص ۸ و ۷، ۱۲ "
فرحت شاہجہانپوری	سلطان ٹیپو شہید	امروز، ص ۳، ۲ مئی
لاجونتی رام کرشنا مترجم:- تمکنت آرا	سلطان باہوؒ	امروز، ص ۴، ۲ مئی

محمد ایوب قادری ایم ۔ اے	مفتی ولی اللہ فرخ آبادی	البلاغ، ص ۱۴ تا ۱۸، مئی
محمد کاظم	الاستاد مسعود الندوی	فاران، ص ۴۳ تا ۴۴، مئی
محمد لطیف انصاری، خواجہ	جاں نثاران حسین	جنگ، ص ۱۱، ۳۰ر مئی
مسعود، شیخ وحید احمد	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	چٹان، ص ۲ تا ۳۱، ۱۷ر مئی
مظہر محمود رمضان	حضرت سلطان باہوؒ	نوائے وقت، ص ۴، ۲۰ر "
" "	"	کوہستان، ص ۱۲، ۲ر مئی
نبی احمد لودھی	رستم زماں	" " ۱+۱۲، ۳۰ر "
نور الحسن بی اے	شہید انسانیت حضرت امام حسین	ملاپ، ص ۱+۵، ۱۲ر "
واقف مراد آبادی	سرمد ۔ آپ کا مسلک اور مختصر سوانح حیات	لاہور، ص ۶ تا ۹+۱۶-۱۷، ۱۰ر مئی
	حضرت سلطان باہوؒ	مشرق، ص ۱، ۲ر مئی
مترجم:۔ افتخار خانم	حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	امروز، ص ۴، ۲ر "
ــــــــــ	پاکستان کے دو نامور ولی ۔ حضرت تاج سرور اور حضرت نور محمد مہاروی	انجام، ص ۲، ۲۹ر مئی
ــــــــــ	حضرت سلطان باہوؒ ۔ ایک نظر کے آئینے میں	چٹان، ص ۷+۱۴، ۱۰ر مئی

صحافت

برنی، ضیاء الدین احمد	پانیر کی کہانی	کتابی دنیا، ص ۲ تا ۳+۸، مئی
رہبر، محمد اکرام	ایڈاز ڈائجسٹ	نوائے وقت، ص ۱، ۲۳ر "
سلیم باسط	اردو کا سب سے پہلا جریدہ	انجام، ص ۵، ۶ر مئی
نادم سیتاپوری	انتخاب ۔ (ماہنامہ لاہور)	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴+۸، ۸ر مئی
ــــــــــ	برطانیہ کے صحافی	مشرق، ص ۱۲، ۲ر مئی

کتابیات وکتب خانے

ابو سلمان شاہجہانپوری	نئے خزانے [1]	قومی زبان، ص ۶ تا ۱۲، مئی
افسر امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ	" " ص ۳۵ تا ۴۴، مئی
برنی، ضیاء الدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر	کتابی دنیا، ص ۹ تا ۱۲، مئی

---

[1] نومبر دسمبر ۱۹۶۸ء کے اخبارات رسائل کا موضوع وار اشاریہ

[2] انجمن ترقی اردو کے مخطوطات کا تعارف

صلاح الدین احمد مرحوم	شام کی باتیں (کتابوں کا قبرستان)	ادبی دنیا، ص ۷ تا ۱۱، مئی

مذہبیات

تصوف و فلسفہ

محمد حنیف ندوی	تصوف کے مابعد الطبیعی مسائل	ثقافت، ص ۵ تا ۳۵، مئی
رئیس احمد جعفری	معتزلہ اور علوم فلسفہ	″ ″ ۷ تا ۱۴، ″

سیرت

ظفر علی قریشی	محسن انسانیت	الجامعہ، ص ۵۶ تا ۱۳، مئی

عقائد و اخلاق

حسن علی بی۔اے، ملک	عقیدہ توحید الٰہی — اخلاق معاشرت اور معیشت پر کیا اثر ڈالا	چٹان، ص ۷ تا ۸، ۲۴ مئی
حسن علی۔بی۔اے، ملک	عقیدہ توحید الٰہی . . . (۲)	″ ″ ۵ تا ۱۴، ۳۱ ″
سلطان	آخرت کے حریف عقائد	زندگی، ص ۵۴ تا ۵۰، مئی

قرآنیات

ابو الاعلیٰ مودودی	الزخرف (۲)	ترجمان القرآن، ص ۷ تا ۵۳، مئی
اسماعیل پانی پتی، شیخ محمد	قرآن مجید کا سب سے پہلا اردو ترجمہ	نقوش، ص ۳۰ تا ۳۴، مئی
بزمی ایم اے، پروفیسر خالد	فن تفسیر کی ابتدا اور ارتقاء	تہذیب الاخلاق، ص ۸ تا ۱۳، مئی
جلال الدین عمری، مولانا سید	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	زندگی، ص ۹ تا ۱۹، مئی
زاہد الحسینی، قاضی محمد	تفسیر معینی	الرحیم، ص ۵۳ تا ۶۳، مئی
عبد الماجد دریا بادی، مولانا	سورۃ العلق نمبر ا	صدق جدید، ص ۵ تا ۷، ۷ مئی
″ ″	ایک انگریزی لغت قرآنی	″ ″ ″ ۵، ۱۴ ″
″ ″	سورۃ العلق نمبر ۲	″ ″ ″ ۵، ۲۸ ″
علی نقی النقوی، سرکار، علامہ مولانا سید	تفسیر القرآن	پیام عمل، ص ۲ تا ۹، مئی
ہمایوں، محمد طلدار	موجودہ مشکلات اور قرآنی تعلیم	الجامعہ، ص ۱ تا ۱۴، ″

مسائل ومباحث

اشرف، حکیم عبدالرحیم	حکومت کا سودی کاروبار	المنبر، ص ۳، ۷ر مئی
امن گیسو دراز، مرزا منور علی بیگ	تصاویر — فوٹو کی شرعی حیثیت	البلاغ، ص ۲۷ تا ۳۵، مئی
امینی، مولانا محمد تقی	احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت	برہان، ص ۲۶۴ تا ۲۸۷، مئی
باجی، بیگم	اسلام اور فریضۂ تبلیغ	انجام، ص ۲، یکم مئی
بقا ایم اے، محمد مظہر	شاہ ولی اللہ کے فقہی رجحانات المسوی اور المصفیٰ کی روشنی میں	الرحیم، ص ۱۴ تا ۳۲، مئی
تمنا عمادی	ایلا النبی	طلوع اسلام، ص ۳۳ تا ۴۲، مئی
حسن الزماں، سید	اسلام اور شرح سود	" " ص ۵۷ تا ۶۸، "
حمید اللہ صدیقی	اسلامی قانون کی تشکیل جدید مزدوری	مشرق، ص ۴، ۲۷ر مئی
رفیع الدین، محمد	اسلام اور سائنس	اقبال ریویو، ص ۱ تا ۳۷، جنوری
زیڈ۔اے۔ایس	اسلام کمیونزم کے سائے میں	نوائے وقت، ص ۳، ۲۲ر مئی
" " "	" " "	" " " ۳، ۲۳ر "
" " "	" " "	" " " ۳، ۲۴ر "
سلیم چشتی، پروفیسر یوسف	دھنو کا فلسفہ	ہمدرد صحت، ص ۴ تا ۶، مئی
عبدالقدیر خاں	سائنسی دور میں احیاء اسلام کے تقاضے (۲)	مشرق، ص ۳، ۱۹ر مئی
غلام سرور فریدی	بیت اہل حمزہ	صدق جدید، ص ۷ تا ۸، ۴ر مئی
فکری، متین	فلاحی ملک کا اسلامی تصور	فاران، ص ۴۵ تا ۵۶، مئی
قدسی، عطاء الرحمٰن (مولانا)	زکوٰۃ احادیث کی روشنی میں (۳)	امروز، ص ۱۰، ۲۸ر مئی
قیصر امروہوی، سید محمود حسن	اسلامی علوم کے ہندی مصادر	برہان، ص ۲۶۱ تا ۲۷۵، مئی
کارنیلیس، جسٹس اے آر	دستور، قانون اور اسلام	چراغ راہ، ص ۲۶ تا ۳۰، مئی جون
محمد تقی عثمانی	تقلید کیا ہے	فاران، ص ۱۱ تا ۲۹، مئی
محمد نواز	اقامت دین کا تصور	" ص ۴۵ تا ۵۳، "
منہاج، عبدالرحیم	کلید بائیبل	المنبر، ص ۵ تا ۱۶، ۱۲ر مئی
نذیر احمد کاشمیری، صوفی	مذہب کی اصل حقیقت	مولوی، ص ۱۳ تا ۱۴، مئی
نذیر الحق میرٹھی، مولانا	اسلام کا نظریہ وراثت	امروز، ص ۱۰، ۲۸ر مئی
وحید الدین خاں	مذہب اور سائنس	زندگی، ص ۲۰ تا ۳۲، مئی
" "	مذہب جو پچاس سالہ اشتراکی قید کے باوجود زندہ ہے	البلاغ، ص ۲۳ تا ۳۹، "

مترجم، ضیاء الدین اصلاحی	امام ابو یوسف اور ان کے فقہی و قانونی کارنامے	معارف، ص ۳۶۳ تا ۳۸۰، مئی
	قادیانیوں کے عقائد	المنبر، ص ۱۵، ۱۶، ۷؍ مئی
ابو الامان	زکوٰۃ اور گرو نانک	لاہور، ص ۱۴، ۳؍ مئی

مکاتیب

رازیر دہلی	کھلا خط — (بنام ایڈیٹر نقوش)	نقوش، ص ۴۹۳ تا ۴۹۶، مئی
سکسینہ، دیریندر پرشاد	منشی دیا نرائن نگم کے تین غیر مطبوعہ خطوط	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، ۲۲؍ مئی
	مکاتیب شیخ (عبداللہ)	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۳، ۲۰، ۲۴؍ مئی
	" " (۲)	" " ۹، " ۳۱؍ "
عتیق صدیقی، محمد	جواہر لال نہرو کا ایک خط	جامعہ، ص ۲۳۵ تا ۲۳۹، مئی
مجیب، حبیب اللہ	کھلا خط (بنام ایڈیٹر نقوش)	نقوش، ص ۴۷۴ تا ۴۹۹، مئی

وفیات

رازق الخیری	ڈاکٹر شیخ عبداللہ کی رحلت	عصمت، ص ۲۵۷، مئی
	قاہرہ کے قریب پی آئی اے کے طیارے کے حادثے میں پاکستان کے متعدد ممتاز صحافی[1]	مشرق، ص ۱، ۲۱؍ مئی
	میجر جنرل حیاء الدین مرحوم	" " ۲، ۲۵؍ "

مطبوعات جدیدہ (نئی کتابوں اور رسالوں پر تبصرے)

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
آپ بیتی	ظفر احسن ایبک	—	صدق جدید، ص ۴، ۱۴؍ مئی
آگے بڑھو یا راستہ چھوڑ دو	ڈاکٹر ح۔ م۔ صادق	م۔ غ	انجام، ص ۶، ۱۷؍ مئی
اختلاف امت رحمت ہے یا زحمت	تمنا عمادی	—	طلوع اسلام، ص ۱۳، مئی
اردو ڈائجسٹ سالنامہ ۱۹۶۵ء	—	—	نگار پاکستان، ص ۷۹، "

[1] پاکستان کے تمام اخبارات میں حادثہ کی تفصیلات اور شہید صحافیوں کے بارے میں معلومات آئی ہیں اس تاریخ کے اور اس کے بعد کی تواریخ کے اخبارات دیکھے جائیں۔

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات	آفتاب حسن	—	امروز، ص ۳، ۳۰ مئی
" " "	" "	احمد انس	چراغ راہ، ص ۱۲۵ تا ۱۲۶، مئی جون
اردو کا محبوب شاعر - یاس عظیم آبادی، یگانہ چنگیزی	نور الحق بی اے	ایڈیٹر (سرور تونسوی)	شان ہند، ص ۴۰، مئی
اردو میں بچوں کی کتابیں	(قومی کتاب مرکز)	ع۔ خ	ماہ نو، ص ۶۲، مئی
ارض خیام و حافظ	منظور ممتاز	ا۔ ح۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۸، مئی
اسکول اور کالجوں کے لئے کتب خانوں کی تنظیم	صادق علی خاں	—	نگار پاکستان، ص ۷۸ تا ۷۹، مئی
اسلامک کلچر (انگریزی - رسالہ)	(امہ پبلشنگ ہاؤس، کراچی)	ش۔ ب (شفیق بریلوی)	خاتون پاکستان، ص ۷۳ تا ۷۴، مئی جو
اشاعت اسلام	مولانا حبیب الرحمٰن	ا۔ ح۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۷، مئی
افریقہ، ایک چیلنج	احمد عبداللہ المسدوسی	ابو یحییٰ مصطفیٰ علوی	اقبال ریویو، ص ۱۳۴ تا ۱۳۸، جنو
اقبال اور تصور عشق	ڈاکٹر غلام عمر خاں	—	صدق جدید، ص ۴، ۷ مئی
الٹ پھیر	شوکت تھانوی	ا۔ ص	سب رس، ص ۲۴ تا ۳۴، مئی
" "	" "	—	نگار پاکستان، ص ۷۹ تا ۸۰، مئی
الطبقات الکبریٰ	علامہ عبدالوہاب الشعرانی، مترجم: عبدالغنی وارثی	ا۔ ح۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۶، مئی
انتخاب کا مرحلہ	رئیس احمد جعفری	شین۔ عین	جنگ، ص ۵، ۲۸ مئی
ایجوکیشن پرابلمز آف پاکستان		ممتاز احمد	چراغ راہ، ص ۱۳۲، مئی جون
بابائے اردو	معین الرحمٰن	—	صدق جدید، ص ۴، ۲۱ مئی
باہو	—	ارخم	کوہستان، ص ۲، ۲ مئی
بجھتے چراغ (ناول)	سعیدہ بیگم	"	" " ۶، ۱۴ "
برگ خزاں (مجموعہ کلام)	عبدالعزیز خالد	خان رشید	جام نو، ص ۴۰، مئی
بن مانگے بچے	جی ایم نازنہ	الف۔ ز	حریت، ص ۵، ۱۵ مئی
بیلے بیلے (پنجابی کا مجموعہ کلام)	احمد ظفر	ا۔ ح۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۷ تا ۱۵۸، مو
پاکستانی کلچر	جمیل جالبی	زاہد	اقبال ریویو، ص ۱۳۹ تا ۱۴۳، جنوری
ایس خانم	پنجابی اردو لغت	—	طلوع اسلام، ص ۶۳، مئی
پیاسی بیل (کہانیوں کا مجموعہ)	مانک ٹالہ	(سرور تونسوی)	شان ہند، ص ۴۰، مئی

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
تاریخ کا روشن پہلو ۔ خلافت			
رشید ابن رشید	ابو یزید محمد دین بٹ	ض ۔ ا ۔ ب	کتابی دنیا، ص ۱۴ تا ۱۵، مئی
تاریخ مذاہب	رشید احمد	ا ۔ ح ۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۸، "
تاریخ تہذیب	کرین برنٹن ۔ جان بی کرسٹوفر...		
	مترجم:۔ غلام رسول مہر	چودھری عبد الغفور	تہذیب الاخلاق، ص ۴۴ تا ۴۵، م
تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان	—	م ۔ خ	انجام، ص ۷، ۲۴ ر مئی
تصحیح الاغلاط	میر احمد علی خاں	غ ۔ ر	سب رس، ص ۷۴، مئی
تنقیدی نقوش	ڈاکٹر عبد القیوم	شاہد عشقی	الشجاع، ص ۴۴، "
جام حیات (نعتیہ کلام)	ساحر صدیقی	ش ۔ ز	لاہور، ص ۹، ۲۴ ر "
جب الجزائر جاگا	لطیف فاروقی	—	چٹان، ص ۲۱، ۳ ر "
جرأت کے پیکر	جان ایف کینیڈی		
	مترجم:۔ محمد مسعود	—	نوائے وقت، ص ۳، ۴ ر مئی
" "	جان ایف کینیڈی		
	مترجم:۔ محمد مسعود	م ۔ خ	انجام، ص ۷، ۲۴ ر مئی
جرنل آف انڈسٹری اینڈ			
ٹریڈ (ماہنامہ)	—	عظمت اللہ خاں	چراغ راہ، ص ۱۳۰ تا ۱۳۱، مئی جو
جریدہ نمبر ۱۴	(کراچی یونیورسٹی ۔ کراچی)	ع ۔ خ	ماہ نو، ص ۴۳، مئی
جگراتے (پنجابی)۔ مجموعہ کلام	شریف کنجاہی	—	امروز، ص ۳، ۲ ر "
جنس گراں (منتخب کلام)	عبد الحمید عدم	ار خم	مشرق، ص ۶، ۹ ر "
جہاں گرد کی واپسی	مترجم:۔ محمد سلیم الرحمٰن	—	نوائے وقت، ص ۳۰۲، ۳ ر مئی
چیلنج ان مسلم پرسنل لا	—	—	صدق جدید، ص ۴، ۴ ر مئی
حریر سنگ (نظموں کا مجموعہ)	شاہ حسن عطا	—	نگار پاکستان، ص ۸، مئی
حضرت بابا فرید گنج شکر	وحید احمد مسعود	ار خم	کوہستان، ص ۶، ۳۰ ر "
حیات امداد	پروفیسر انوار الحسن	م ۔ ج	معارف، ص ۳۹۷، مئی
حیاتیاتی مقالات	پیش کردہ:۔ مجلس حیاتیات		
	گورنمنٹ کالج لاہور	—	امروز، ص ۳، ۳۰ ر مئی
حیاتیاتی مقالات	—	ار خم	کوہستان، ص ۴، ۱۲ ر "

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
خانہ بربادی	میاں سلطان احمد وجوری	—	کوہستان، ص ۸، ۹ر مئی
خرمن (مجموعہ کلام)	شفیق جونپوری	ایڈیٹر (سرور تونسوی)	شان ہند، ص ۴۰، مئی
خروش جرس (مجموعہ کلام)	رونق	م - ج	معارف، ص ۴۰۰، مئی
دل ہی تو ہے (افسانہ)	رفعت زیدی	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۲ر ،،
دیوان آتش (انتخاب)	ڈاکٹر وحید قریشی و مولانا حسرت موہانی	—	امروز، ص ۳، ۲ر ،،
دیوان محسن نقوی	تصحیح و ترتیب، محمد حبیب اللہ رشدی	حمس	ہمدرد صحت، ص ۱۵۹ تا ۱۶۰، مئی
ڈھاکا — میرے خوابوں کا شہر	عارف حجازی	ا - ص	سب رس، ص مئی
ذکر اشرف (تذکرہ مولانا اشرف علی تھانوی)	پروفیسر محمد اشرف	ا - س (محمد سرور)	الرحیم، ص ۷۵ تا ۷۷، مئی
ذکر سعید	محمد حسین خاں زبیری	ض - ا - ب	کتابی، ص ۱۵ تا ۱۶، ،،
ذکر و مطالعہ	ذکی الحق	م - ج	معارف، ص ۳۹۸، ،،
رنگ بہار (مجموعہ کلام)	قاضی غلام کبریا راحل	ا - ط - ف	لاہور، ص ۹، ۲۴ر ،،
،، ،، (،، ،،)	،، ،، ،،	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۱۶ر ،،
روح اسلام اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر غلام عمر خاں	سید معین الدین قادری	سب رس، ص ۸۳ تا ۸۴، ،،
،، ،، ،، ،، ،،	،، ،، ،،	ع - خ	ماہ نو، ص ۲۶ تا ۳۷، ،،
رہنمائے فن اشتہار	شیخ عبدالمالک	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۳۳ر ،،
،، ،، ،،	،، ،،	الف - ز	حریت، ص ۵، ۱۵ر ،،
،، ،، ،،	،، ،،	شین - عین	جنگ، ص ۵، ۲۸ر ،،
رہنمائے کتب داری	غلام رسول	سید بشیر الدین	سب رس، ص ۸۴، مئی
سب رس	ملا وجہی	م - خ	انجام، ص ۷، ۲۴ر ،،
سب رنگ	عرش صدیقی، مسعود اشعر	ا - ح - ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۷، مئی
سرشار	پریم پال اشک	—	صدق جدید، ص ۴، ۲۸ر ،،
سروش (مجلہ)	—	—	امروز، ص ۳+۴، ۳۰ر ،،
سفر (مجموعہ کلام)	جسٹس ایس اے رحمٰن	ارخم	کوہستان، ص ۶، ۲۳ر مئی
سفر	ایس - اے رحمٰن	الف - ز	حریت، ص ۵، ۱۵ر ،،
،،	،، ،،	شین - عین	جنگ، ص ۵، ۲۸ر ،،
سیاسی نظریے	ضیاء الحسن فاروقی	م - ج	معارف، ص ۳۹۷ تا ۳۹۸، مئی

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
سیرت النبی	شبلی نعمانی		
	مترجم، تلخیص، احسان بی اے	ارخم	مشرق، ص ۲، ۹ مئی
شاہ غمگین حضرت جی اور ان کا کلام	—	م۔ ج	معارف، ص ۳۹۹، ،،
شردھانجلی	کاوش بدری	ا۔ ص	سب رس، ص ۴۴، ،،
شعلۂ نوا	تلوک چند محروم	ایڈیٹر۔ (تاجور سامری)	جوار بھاٹا، ص ۴۷، مئی
شکست شب (مجموعہ کلام)	محسن بھوپالی	ا۔ ح۔ ق	اردو ڈائجسٹ، ص ۱۵۸ تا ۱۵۹، مئی
صحابہ کا عہد زریں اور مثالی حکومتیں	مولانا محمد میاں	—	صدق جدید، ص ۴، ۱۴ مئی
صد پارۂ جذب (مجموعہ رباعیات)	رگھوبیندر راؤ جذب	—	،، ،، ،، ۴، ۷، ،،
طبقات الاولیا	علامہ عبدالوہاب شعرانی		
	مترجم مولوی سید عبدالغنی وارثی	—	صدق جدید، ص ۴، ۲۸ مئی
لطیف اقبال	ممتاز منگلوری	شین۔ عین	جنگ، ص ۳، ۷ مئی
عائشہ اور خلافت علی	پیام شاہجہانپوری	—	صدق جدید، ص ۴، ۲۷ مئی
عرب قبل اسلام	مولانا ذکاء اللہ دہلوی [1]	—	نگار پاکستان، ص ۸۷، مئی
شعرائے جشن جمہوریت	عرش ملسیانی	ا۔ ص	سب رس، ص ۴۴، مئی
غالب	رضیہ سجاد ظہیر	—	نوائے وقت، ص ۳، ۴ء
غالب سے معذرت کے ساتھ	احمد جمال پاشا	راشدہ رئیس	سب رس، ص ۴۴ تا ۴۶، مئی
فارقلیط (نظم)	عبدالعزیز خالد	م۔ ا۔ ص	،، ،، ۳۷ تا ۳۸، ،،
،،	،،	حمس	ہمدرد صحت، ص ۱۵۸، مئی
فخر کونین	محشر رسول نگری	ماہر القادری	فاران، ص ۵۸ تا ۶۱، ،،
فرحت الارواح	بشیر احمد القادری	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۳۰ مئی
فردوس گوش (مجموعہ کلام)	جوش ملسیانی	وحید اختر	ہماری زبان، ص ۱۲، ۲۲ مئی
فرش نظر (مجموعہ کلام)	رتن پنڈوری	ابر احسنی گنوری	رہنمائے تعلیم، ص ۵۳ تا ۶۳، مئی
فنکار (حیدرآباد)	—	—	نگار پاکستان، ص ۸۰، مئی
فنون (دور جدید)	مدیران :۔ احمد ندیم قاسمی و حبیب اشعر	—	امروز، ص ۳، ۳۰ مئی

[1] ابو الخیر کشفی کے مقالے کے ساتھ

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
قلعہ سخت جاں	اسعد گیلانی	احمد انس	چراغ راہ، ص ۹۰ تا ۱۰۱، مئی جون
بسیرہ (ناول)	ایم اسلم	ش۔ب (شفیق بریلوی)	خاتون پاکستان، ص ۷۳، " "
س رنگ (مجموعہ کلام)	اکرام افگار	ا۔خم	کوہستان، ص ۴، ۳۰ مئی
" "	" "	—	امروز، ص ۳، ۳۰ ر "
فکر	خلیفہ صلاح الدین	شین۔عین	جنگ، ص ۳، ۷ ر "
یادیں کچھ افسانے	عارف حجازی	ا۔ص	سب رس، ص ۴۴، "
ت خیال	رضی احمد رضی	م۔ج	معارف، ص ۳۹۹ تا ۴۰۰، مئی
ںاں	عصمت چغتائی	شین۔عین	جنگ، ص ۳، ۷ مئی
ینۂ رحمت	محمد عبدالحفیظ	الف۔ز	حریت، ص ۵، ۱۵ ر "
ات افق	بشیشور دیال لکھنوی	ا۔ص	سب رس، ص ۴۱ تا ۴۴، مئی
" "	—	—	صبح امید، ص ۳۷، "
ارع ادب	اظہر زیدی	م۔خ	انجام، ص ۷، ۷ مئی
سن اعظم (انگریزی)	فقیر سید وحید الدین نظر ثانی فیض احمد فیض	—	امروز، ص ۳، ۲ مئی
ٹیمی ماسٹر	ایم آر اختر	شین۔عین	جنگ، ص ۳، ۷ ر "
عارف الحدیث	مولانا منظور نعمانی	ا۔س (محمد سرور)	الرحیم، ص ۷۱ تا ۷۵، مئی
" "	" "	س (سعید احمد)	برہان، ص ۳۲۰، مئی
ارف سنن	مولانا محمد یوسف بنوری	" (" ")	" ص ۳۱۹ تا ۳۲۰، مئی
ربکے عظیم فلسفی	عبدالرؤف ملک	ص۔ا۔ب	کتابی دنیا، ص ۱۴، مئی
الات گارساں دتاسی (حصہ اول)	مترجم ا۔ عزیز احمد و یوسف حسین خاں	م۔خ	انجام، ص ۷، ۷ مئی
ں سمجھاون	شاہ تراب چشتی مترجم ا۔ سیدہ جعفر	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۲۶۴ تا ۲۶۷، مئی
" "	" "	غ۔ر	سب رس، ص ۴۴ تا ۴۸، "
" "	—	—	صبح امید، ص ۳۶، مئی
شن وفا (مجموعہ کلام)	حکیم جمیل خاں وفا دہلوی	شین عین	الشجاع، ص ۴۳، "
ئینہ احمیں	ڈاکٹر احسن فاروقی	م۔غ	انجام، ص ۷، ۳۰ مئی

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
ند	رومین رولاں		
	مترجم :- احتشام حسین	م ۔ ج	معارف، ص ۳۹۸ تا ۳۹۹، مئی
ڈائجسٹ	ایڈیٹر :- عاطر ہاشمی	—	نوائے وقت، ص ۷، ۴ر مئی
حت	—	ع ۔ خ	ماہ نو، ص ۳۲ تا ۴۶، مئی
ناتی مسلمان آئینۂ ایام میں	ڈاکٹر عابد حسین	—	صدق جدید، ص ۴، ۱۴ر
"	" "	ا ۔ ب	کتابی دنیا، ص ۳۱ تا ۴۱، مئی
ف اسلام	ڈاکٹر امیر حسن صدیقی	شین ۔ عین	جنگ، ص ۵، ۲۸ر مئی
گر	محمد اسلام	ا ۔ ص	سب رس، ص ۴۳ تا ۴۴، مئی

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

کتاب	مصنف	قیمت
قاموس الکتب	بابائے اردو	۴۰/-
قدیم اردو	″	۵/۵۰
مرحوم دہلی کالج	″	۴/-
نصرتی	″	۵/-
اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ	″	۱/۸۷
سید احمد خاں، حالات و افکار	″	۴/-
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-
تلخیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی	گارساں دتاسی	۱۰/-
خطبات گارساں دتاسی اول	″	زیر طبع
″ ″ دوم	″	″
اردو تنقید اوّل	ڈاکٹر نامی	۷/-
″ ″ دوم	″	۷/-
″ ″ سوم	″	۷/-
سعادت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵/۷۵
محمد حسین آزاد (۲ جلد)	ڈاکٹر اسلم فرخی	۲۰/-
جلال لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
سودا	شیخ چاند مرحوم	۷/-
نیا ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
آرٹ آف اردو پوئٹری (انگریزی)	شہاب الدین رحمت اللہ	۷/۷۵

کتاب	مصنف	قیمت
فن شاعری - بوطیقا ارسطو - ترجمہ عزیز احمد		۲/۵۰
کاروانِ صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	۴/-
مقالاتِ حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمی نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعہ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۰/-
اردو تنقید کا ارتقاء	″	۷/۵۰
روایت کی اہمیت	″	۷/۵۰

ادبیات

کتاب	مصنف	قیمت
خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۱۱/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ بابائے اردو	۱/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشاء	۱/۵۰
مضامین سلیم اوّل	مولوی وحید الدین سلیم	۴/۵۰
″ ″ دوم	″	۴/-
″ ″ سوم	″	۴/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۳/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جولیٹ	شکسپیئر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ گوئٹے	ترجمہ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو	(نظم)	۱/۵۰
″	(نثر)	۳/-
مثنوی قطب مشتری - ملا وجہی، مرتبہ بابائے اردو		۳/۷۵
مثنوی من لگن	قاضی محمود بحری مرتبہ سخاوت مرزا	۳/۷۵

ری پھول بن — ابن نشاطی مرتبہ شیخ چاند مرحوم — ۲/-
ب جدید — عزیز احمد - آل احمد سرور — ۵/-
ن و صفت — عبدالحق وصفت — ۱/۵۰

وضع اصطلاحات — مولوی وحیدالدین سلیم — ۷/-
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، بابائے اردو — ۵۰/-
" " " " " " " (انگریزی) — ۵۰/-

لسانیات ولغات

نڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری - بابائے اردو (زیر طبع)
ونش " " " " " ۲۱/- و ۱۵/-
ر انگریزی " " ۶/-
ستان زبان — ڈاکٹر شوکت سبزواری — ۵/-

تاریخ وسیاسات

ریاغستان — مولوی محمد علی قصوری — ۲/۷۵
ہ اہل دہلی — سرسید احمد خاں — زیر طبع
یہ قرآن — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱/۵۰
پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو - سید ہاشمی فرید آبادی — ۳/۵۰
س کیپٹال — مارکس ترجمہ سید محمد تقی — ۷/۵۰
یورپ پر عربوں کے حملے - امیر شکیب ارسلان - نجم الدین احمد ۵/-
عرب کے تعلقات - مولوی سید سلیمان — ۶/۵۰
مسلمانان پاکستان وبھارت اوّل سید ہاشمی فرید آبادی — ۷/۵۰
" " " دوم " " " — ۸/۵۰

سلسلۂ اصطلاحات

اصطلاحات بنکاری — ۴/۵۰
" فلکیات — ۱/۵۰
" کیمیا — ۲/۵۰
" جغرافیہ — ۱/-

سائنس

اردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم سائنس - بابائے اردو — ۱/-
اضافیت — ڈاکٹر رضی الدین صدیقی — ۳/-
طبیعیات کی داستان — پروفیسر نصیر الدین عثمانی — ۸/۷۵
قوائے طبیعیہ — ڈاکٹر صادق حسین — ۲/۲۵
جدید معلومات سائنس - میجر آفتاب حسن — ۹/-
جراثیمیات — پروفیسر محمد احمد حامی — ۲/-
حیوانیات — پروفیسر محشر عابدی — ۳/-
نباتی دباغت — سید امداد علی — ۵/۵۰
سیر افلاک — مرزا محمد رشید — ۴/۷۵
مہ و انجم — مارٹن ڈیوڈسن نثار الحق صدیقی — ۴/۵۰

فلسفہ تصوف

جیتا جاگتا — ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف — ۳/۵۰
فلسفۂ نفس — ضامن نقوی — ۳/-
دُرّ وجواہر — حضرت عبداللہ بن ابوبکر — ۷۵/-

معلومات عامہ

اردو کی فضیلت — اہل بنگال کی نظر میں — ۱/-
تقویم ہجری وعیسوی — ۱/۵۰
اردو کا قاعدہ — ۲۵/-
جمالِ یار — ۳۷/-

انجمن ترقی اردو - اردو روڈ - کراچی ۱

اسٹوڈنٹس ڈکشنری کا خاص ایڈیشن

بابائے اردو مرحوم کی "دی اسٹوڈنٹس انگلش اردو ڈکشنری"
کا ایک خاص ایڈیشن اعلیٰ قسم کے بائیبل پیپر پر
چھاپا گیا ہے۔ اس کاغذ کی وجہ سے ڈکشنری
کا حجم بہت کم ہو گیا ہے

مضبوط جلد

قیمت
اکیس روپے

انجمن ترقی اردو
بابائے اردو روڈ
کراچی

پاکستان میں تشکیل شدہ
آپ
اور اس کا مستقبل
آپ کے بچے کا مستقبل آپ کی اہم ذمہ داری ہے۔
اپنے بچے کے لئے ایک ایسے مستقبل کی فکر کیجئے جس میں
تعلیم، مکان، علاج اور دیگر بنیادی ضروریات کی ضمانت ہو
ہر ماہ کچھ نہ کچھ پس انداز کیجئے اور حبیب بینک
میں جمع کرتے جائیے
فیملی سیونگ اکاؤنٹ کی خصوصیات۔
ادائیگی بذریعہ چیک
آج ہی
حبیب بینک میں فیملی سیونگ اکاؤنٹ کھولئے
جس کی مشرقی و مغربی پاکستان میں
سے زائد شاخیں ہیں۔
حبیب بینک لمیٹڈ
کو بہتر خدمت کا موقع دیجئے

نئے راستے جدید سروسیں تیز پروازیں

ہر میدان میں پی آئی اے کی سبقت

پاکستان
انٹرنیشنل
ایئر لائنز

باکمال لوگ
لاجواب پرواز

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۷ شمارہ ۶

دسمبر سنہ ۱۹۶۵ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

جناب اختر حسین
صدر انجمن ترقی اردو

ادب اور موجودہ ہنگامی حالات

خواتین و حضرات ![1]

اس جنگی مشاعرے کی صدارت میرے لئے باعث فخر ہے۔ آپ کے درمیان حاضر ہو کر میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ جیسے میں
رات خود اس قلمی جہاد میں مصروف ہوں۔ جس نے آپ کے فکر و فن کو پاکستان کی قومی تاریخ کا گراں قدر سرمایہ بنا دیا ہے۔ آج
اجتماع اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ پاکستان کے شاعر اور ادیب اپنی قوم کی کامیابی و کامرانی کی جدوجہد میں برابر
کے شریک ہیں۔ ان کے نغمے قوم کی تمناؤں کے مظہر اور ملی خواہشات کے نقیب ہیں۔ پاکستانی شعرا کے نغموں نے ہمیں زندگی
ور احساس فرض کے نئے تقاضوں سے آشنا کیا ہے۔ ان نغموں نے جوش، ولولے اور بیداری کی ایک نئی روح پیدا کی ہے۔

حضرات! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ پوری پاکستانی قوم کو اپنے ادیبوں اور شاعروں کے کارناموں پر
فخر ہے۔ ہمارے ادیبوں اور شاعروں نے موقع کی نزاکت کو جس طرح سمجھا ہے اور وقت کی پکار پر جس انہماک سے لبیک
ہا ہے اس کا بدیہی ثبوت وہ اعتراف ہے جو بھارت کے ارباب حل و عقد کو مجبوراً کرنا پڑا۔ دشمن کا یہ کہنا کہ پاکستانی
دیبوں اور شاعروں نے جنگی ترانوں اور ولولہ انگیز نظموں کے مجموعے بہت پہلے سے تیار کر لئے تھے، ورنہ اتنی مختصر سی
ت میں اتنے نغمے تخلیق کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ پاکستانی شعرا کے لئے اس سے بہتر خراج عقیدت
ور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کمال تو یہی ہے کہ دشمن ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاریخ پاکستانی شعرا کے اس اہم قومی
ارنامے کو ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔

جنگی نغموں اور ترانوں کا بنیادی مقصد قوم کا لہو گرما دینا اعتماد و یقین پیدا کرنا اور احساس فرض کی بیداری

---

[1] ۲۹ اکتوبر ۶۵ء کو اسٹوڈنٹس ویلفیئر آرگنائزیشن کے زیر اہتمام ایک مشاعرہ ہوا۔ جس کی صدارت جناب اختر حسین نے
فرمائی۔ ان کا خطبہ صدارت ان صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ہے ہمارے بیشتر نغموں نے قوم میں ایک نئی روح پھونکی ہے۔ عوام اور مسلح افواج میں عزم۔ اعتماد اور یقین پیدا کیا ہے جینے کا سلیقہ حق و انصاف پر جان نثار کرنے کا حوصلہ بیدار کیا ہے اور صرف یہی نہیں ہمارے نغموں میں وقتی اور ہنگامی جذبات کے ساتھ ساتھ فکر و فن کے وہ معجزے بھی ہیں جن کی پرورش خون جگر کی مرہون منت ہوتی ہے ہماری جنگ ملک گیری اور اقتدار کی جنگ نہیں ہم امن و انسانیت کے پیامبر ہیں۔ ہم پچاس لاکھ مظلوم انسانوں کو حق خود ارادیت دلوانے کیلئے کوشاں ہیں۔ ہم نے حق و انصاف کے تحفظ کیلئے تلوار اٹھائی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ہمارے شعرا نے جو نغمے تخلیق کئے ہیں۔ ان میں اس حق و انصاف، امن و انسانیت کی جھلک پوری طرح نمایاں ہے۔

اس موقع پر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اب ہمارے شعرا کو اپنی افواج اور اپنے عوام کے کارناموں کو اور زیادہ شدومد سے بیان کرنا چاہیئے۔ ہماری افواج اور ہمارے عوام نے جو گراں قدر کارنامے انجام دئیے ہیں وہ پوری دنیا کے لئے باعث حیرت ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نظموں، گیتوں اور نغموں اور ادب میں ان کارناموں کا زیادہ تذکرہ کریں۔ ان عظیم لمحات اور بے کراں عمل کو حسن و خوبی کے ساتھ نئی نسلوں تک پہنچائیں۔ جس نے پاکستان کو نئی زندگی، نئے نصب العین، قومی یک جہتی اور بلند ہمتی عطا کی ہے۔

ہمارے مجاہدوں نے جنگی اور قومی تعمیر کے مختلف محاذوں پر جو شاندار کارنامے انجام دئیے ہیں ان کی ایسی تفصیلات سامنے آرہی ہیں جن کو سن کر مردہ لوگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کارناموں کو اس حد تک عام کیا جائے کہ قوم کے ہر فرد میں ایسے ہی کارنامے انجام دینے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اور پوری قوم صحیح معنوں میں مجاہدوں کی قوم بن جائے۔ یہ کام شاعر اور ادیب ہی انجام دے سکتے ہیں، اس لئے ہمارے فن کاروں کو اب اس موضوع پر اپنی تخلیقی صلاحیتیں صرف کرنی چاہئیں تاکہ ہماری قومی تاریخ کا سب سے اہم دور ہماری ادبی تاریخ کا بھی ایک درخشاں باب بن جائے۔

خواتین و حضرات!! — آج پاکستانی قوم اپنی تقدیر کا ایک نیا اور درخشاں باب مرتب کر رہی ہے۔ آپ کی رزمیہ نظمیں اس درخشاں باب کا پرشوکت عنوان ہیں۔ اس امر کا خیال رکھیئے کہ عنوان اس درخشاں باب کے شایان شان ہو۔ آپ اس رمز سے پوری طرح واقف ہیں کہ الفاظ مہلک ترین ہتھیاروں سے زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ ہتھیار صرف تباہی پھیلاتے ہیں، لیکن الفاظ صرف تباہی ہی نہیں پھیلاتے زندگی کو جوش اور عزم بھی عطا کرتے ہیں آپ اس قوت اس مخزن، اور اس خزانے کے امین ہیں آپ نے اس امانت کو حسن و خوبی کے ساتھ دوسروں کو منتقل بھی کیا ہے۔ لیکن ابھی اس قوت سے اور کام لینا ہے۔ دشمن اب بھی ہماری سرحدوں پر موجود ہے اور اس عیار دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے ہمیں پوری طرح چوکس رہنا پڑے گا۔

آپ نے اب تک جو کارنامے انجام دیئے وہ باعث فخر ہیں اور مجھے امید ہے کہ آئندہ آپ جو کارنامے انجام دیں گے وہ اور زیادہ گراں قدر ہوں گے۔

سیّدنا طاہر سیف الدین

زندگی سمندر کی مانند ہے۔ جس میں ہزاروں، لاکھوں چھوٹی چھوٹی لہریں ابھرتی رہتی ہیں اور تھوڑی دیر سطح آب پر نمود کر کے اپنے آپ کو فنا کر دیتی ہیں۔ لیکن اچانک کوئی بڑی لہر ابھرتی ہے جو ان چھوٹی چھوٹی ہزاروں لہروں کو مدغم کر کے سمندر میں ہلچل مچا دیتی ہے۔ اور سمندر کا پانی زندہ اور جیتا جاگتا پانی بن جاتا ہے۔ سیّدنا طاہر سیف الدین بھی زمانے کے سمندر میں ایک بڑی لہر تھے۔ جس نے صرف پاک و ہند ہی نہیں بلکہ دور دراز دیار و امصار کے رہنے والوں میں ایک حیات تازہ پیدا کر دی اور انھیں زندگی کا اعلیٰ ترین تصوّر بخشا۔

ڈاکٹر سیدنا طاہر سیف الدین کا جو داؤدی بوہرہ فرقے کے روحانی پیشوا تھے۔ ۱۲ر نومبر کو بوقت ۴ بجے صبح انتقال ہوگیا۔ وہ اس وقت بمبئی کے قریب ماناترن میں مقیم تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ سیّدنا طاہر سیف الدین صرف داؤدی بوہروں کے دینی پیشوا اور روحانی رہبر نہ تھے بلکہ اسلامی علوم کے عالم بے بدل، عربی کے نغز گو شاعر اور انشاپرداز بھی تھے۔ فارسی زبان پر انھیں اہل زبان کی طرح قدرت حاصل تھی۔ آپ نے حضور اکرمؐ اور ائمہ اطہار کی شان میں عربی میں منقبتیں اور قصائد لکھے ہیں جو نہ صرف روحانی اکتساب اور فیض کا بہترین ذریعہ ہیں بلکہ عربی زبان و ادب میں بیش بہا اضافہ بھی ہیں۔ عربی نظم کی طرح وہ عربی نثر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عرب ملکوں میں لوگ اُن کی عربی تحریروں کو بہت وقعت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

اُن کا پورا نام اور لقب سیّدنا اَبُو محمد طاہر سیف الدین ہے۔ آپ ۴ر اگست ۱۸۸۸ء کو سورت (بمبئی) میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد سیدنا ابوطیب محمد برہان الدین نے جو بوہرہ جماعت کے ۴۹ ویں داعی مطلق تھے ان کی تعلیم اور تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ چونکہ آپ خود اپنے دور کے زبردست عالم تھے اس لیے آپ کی دلی خواہش تھی کہ اُن کا فرزند بھی علم کی مسند پر جلوہ افروز ہو۔ گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد سیّدنا طاہر سیف الدین کو سورت درس سیفی میں شامل کر دیا گیا۔

سیدنا طاہر سیف الدین شروع ہی سے انتہائی ذہین تھے۔ چھ سال کی عمر میں وہ کلام پاک کی تلاوت کرنے

گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے اعلیٰ تعلیم سید عبدعلی بھائی صاحب محی الدین کی نگرانی میں حاصل کی۔ ۱۷ سال کی عمر میں آپ کو سیف الدین کا لقب دیا گیا۔ جس وقت اُن کے والد کا انتقال ہوا وہ اس قابل نہ تھے کہ اس جماعت کے داعی مطلق کی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ اس لئے آپ کے چچا سیدنا ابوالفضل عبداللہ بدرالدین داعی مطلق مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں جب سیدنا طاہر سیف الدین کی عمر صرف ۲۷ سال تھی۔ ان کے چچا سیدنا ابوالفضل عبداللہ بدرالدین کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی جگہ آپ بوہرہ جماعت کے ۵۱ ویں داعی مطلق مقرر ہوئے۔

سیدنا طاہر سیف الدین کو شروع ہی سے جماعتی کاموں سے گہری دلچسپی تھی اور بوہرہ جماعت کے لوگوں کو منظم کرنے اور ان کے لئے دینی و دنیاوی تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے کی غرض سے کراچی میں بوہرہ جماعت کی مستحکم بنیادوں پر تنظیم کی۔ انھوں نے پچاس سال تک اپنے فرقے کی دینی اور دنیاوی امور میں رہنمائی کی۔ اُن کی دوربین نگاہوں نے آنے والے زمانے کے مسائل کو پہلے سے بھانپ لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ اگر بوہرہ جماعت زمانے کے تقاضوں کو نہ سمجھ سکی تو وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیگی اسی لئے انھوں نے ہر موقع پر اس کی رہنمائی کا فرض ادا کیا اور اس کو ایک فعّال اور زندہ تحریک بنا دیا۔ آپ نے لاتعداد دینی مدارس قائم کئے۔ اور اپنا دائرہ خدمت اپنی جماعت سے بڑھا کر اسلامیانِ عالم اور خدمتِ علم تک پہنچا دیا۔ آپ نے تمام مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی مسائل میں گہری دلچسپی لی اور انھیں ہر امکانی مدد پہنچائی۔ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے آپ نے جو کچھ کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔ اسی لئے آپ کو شروع ہی سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے گہری دلچسپی رہی۔ اور آپ نے اس دارالعلوم کو بیش بہا امداد دی۔ مسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کے تعلیمی مسائل سے آپ کی گہری دلچسپی کے باعث آپ کو ۱۹۵۲ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا چانسلر مقرر کیا گیا۔

سیدنا طاہر سیف الدین کو ہر اس تحریک سے عملی ہمدردی ہو جاتی تھی جس کا تعلق مسلمانوں کی خواہشات اور ان کے فائدے سے ہو۔ چنانچہ انھیں اردو سے بھی ہمیشہ گہرا شغف رہا۔ اور اسی کی وجہ سے اُن کے تعلقات بابائے اردو مولوی عبدالحق سے بھی رہے۔ اردو کی تحریک سیدنا طاہر سیف الدین کی ہمدردی کی ہمیشہ ممنون رہیگی کیونکہ آپ ہی کی دلچسپی کی وجہ سے بوہروں میں اردو پڑھنے اور اس کی سرپرستی کا شوق پیدا ہوا۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ انجمن ترقی اُردو کراچی شاخ کی بنیاد ایک بوہرہ اردو دوست فدا علی علی بھائی نے رکھی تھی۔

سیدنا طاہر سیف الدین نے برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں جس سیاسی سوجھ بوجھ، تدبر، معاملہ فہمی اور صلابتِ رائے کا اظہار کیا اس کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح اور رئیس

جواہر لال نہرو دونوں وقتاً فوقتاً آپ سے سیاسی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں فلسطین
انفرنس جو پہلی عالمی مسلم کانفرنس تھی اس کے داعی آپ ہی تھے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے — جو آپ کے علمی مرتبے کی شہادت دیتی ہیں۔ آپ کی
ہی خدمات تھیں اور آپ کی شخصیت کی یہی بلندی تھی جس کی بنا پر ملّت پاکستان کو آپ سے بڑی محبت تھی اور
ہر مسلمان کے دل میں آپ کا زبردست احترام موجود تھا۔ اس دلگداز سانحے پر صرف پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ
تمام عالمِ اسلام میں دلی غم واندوہ کا اظہار کیا جا رہا ہے — آپ کی مسند روحانیت پر اب آپ کے فرزند سید
محمد برہان الدین جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے تعزیتی پیغام میں کہا ہے
"مجھے داؤدی بوہرہ جماعت کے روحانی رہنما سید ناطاہر سیف الدین کی وفات سے بہت صدمہ ہوا ہے۔
ان کی وفات سے یہ برصغیر ایک جلیل القدر عالم، ماہر تعلیم اور مخیر ہستی سے محروم ہو گیا۔ خدا ان کو اپنے جوار رحمت
میں جگہ دے"

کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے ڈاکٹر سیف الدین کی موت پر گہرے
رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سید ناطاہر سیف الدین کی موت سے ہم ایک ممتاز اور لائق شخصیت
سے محروم ہو گئے ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے چانسلر کی حیثیت سے مرحوم نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں بڑی گہری
دلچسپی لی تھی۔ قومی اسمبلی کے رکن جناب حسن اے شیخ نے ڈاکٹر سید ناطاہر سیف الدین کی موت کو عظیم قومی نقصان
قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں قائداعظم کی کامیابی ڈاکٹر صاحب
مرحوم کی مدد کے بغیر مشکل تھی۔ کیونکہ اس حلقہ انتخاب میں بوہروں کی اکثریت تھی۔ ایوان صنعت و تجارت
کراچی کے صدر جناب شفیق نے ڈاکٹر صاحب کی موت کو مسلمانوں کے لیئے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔
۱۳ — نومبر کو ڈاکٹر سید ناطاہر سیف الدین کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ ہزاروں افراد جنازے میں شریک
ہوئے۔ ان میں ہندوستان کے نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین بھی شامل تھے — وزیر اعظم ہند لال بہادر
شاستری نے نئے داؤدی رہنما کو تعزیتی پیغام بھی روانہ کیا ہے۔

انجمن ترقی اردو کراچی اس سانحۂ عظیم پر بڑے رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے۔

مخطوطاتِ انجمن ترقی اردو

(جلد اوّل)

مرتبہ

افسر صدیقی امروہوی
سیّد سرفراز علی رضوی

قوم کا ذہنی انقلاب

تاریخ قوموں کے عروج و زوال کی جیتی جاگتی تصویر ہوتی ہے۔ اور ایک فلسفی کے بقول ہر قوم کا ایک بچپن ایک عہد شباب اور ایک بڑھاپا ہوتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح فرد کی زندگی ان تین ادوار سے گزرتی ہے تاریخ اس خیال کی تائید کرتی ہے اور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ہر قوم کا عہد شباب چند ایسے لمحوں کا نام ہے جب وہ قوم کسی سختی اور ابتلا کی بھٹی میں سے سونا بن کر نکلی ہو۔ یہ عہد شباب جس میں کوئی امیر نہیں ہوتا کوئی غریب نہیں ہوتا کوئی اہم نہیں ہوتا کوئی غیر اہم نہیں ہوتا ہر شخص اپنی جگہ مجاہد بھی ہوتا ہے اور سپہ سالار بھی جب اس کے رہنما کا دل اس کسان کے دل سے ہم آہنگ ہو کر دھڑکنے لگتا ہے جو کھیت میں ہل چلا رہا ہے۔ جب مملکت کا سربراہ وہی سوچتا ہے جو کارخانے میں ہتھوڑا چلانے والا مزدور سوچنے لگتا ہو یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب قوم ایک آہنی دیوار بن جاتی ہے۔ ایک شعلہ جوالہ کی صورت میں عود کرتی ہے۔ جو ہر "غیر" کو فنا کر دیتی ہے اور خس و خاشاک کو بہا دیتی ہے۔ یہ قوم کا عہد شباب کہلاتا ہے۔

۶ ستمبر سے پہلے پاکستان میں ایک ایسی قوم بستی تھی جو اپنے عہد شباب کی طرف بڑھ رہی تھی مگر اس نے خود کو پہچاننا نہیں سیکھا تھا۔ اس میں مختلف طبقات تھے۔ جنکی اپنی سطحیں تھیں اور اپنے مفادات تھے۔ ان میں اتنی رنگا رنگی تھی کہ ایک نظر میں ان کو پہچانا جا سکتا تھا کہ یہ امیر ہیں جنکے مشاغل یہ ہیں یہ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی آرزوئیں یہ ہیں یہ غربا ہیں جن کے مسائل یہ ہیں۔ لیکن چھ ستمبر کو یہ سب رنگ مل کر ایک رنگ بن گئے یہ سب طبقے مل کر ایک قوم بن گئے۔ جن کی

آرزوئیں، جن کے مشاغل اور جنکے مسائل صرف ایک جذبے میں ڈھل گئے ۔ ایک بار پھر ساری قوم
کے دل ایک ساتھ دھڑکنے لگے ۔ ایک بار پھر ملت اسلامیہ آہنی چٹان بن کر دشمنوں کے ہر وار کا منھ توڑ
جواب دینے لگی ۔ جس طرح اس نے ۱۹۴۷ء میں اپنے پاک وطن کے قیام کیلئے سازشی اور مکار دشمنوں کو
جواب دیا تھا ۔ اس وقت بھی آگ اور خون میں نہا کر قائد اعظم کے دل کی آواز پاکستان کے
کروڑوں عوام کا رنگ روپ بن کر ظاہر ہوئی تھی اور قائد اعظم اسی زبان میں گفتگو کرنے لگے تھے
جو عوام کے دلوں کی زبان ہے اور ۶ ستمبر کو جب سرفروشان وطن نے دشمن کے ناپاک حملوں کو کچل کر اسلامی
تاریخ میں ایک نئے باب جرات کا اضافہ کیا ہے اور جب ملت اسلامیہ کے یہ فرزند اپنے خون سے
نئے پاکستان کے عہد شباب کی تزئین کرتے آگے بڑھے تو اس کے صدر کے دل کی آواز قوم کی آواز میں
شامل ہو گئی ہے صدر نے یہ تاریخی تقریر اسی زبان میں کی جو قوم کی زبان تھی اور اس کے بعد انہوں
نے ہر ماہانہ تقریر اردو میں کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اس طرح انہوں نے عوام کے ساتھ کھڑے ہو کر براہ راست
عوام کو یہ احساس دلایا ہے کہ زندہ قوم کا سربراہ اس کی تمناؤں کا مرکز ہوتا ہے ۔ عوام سے عوام کی زبان
میں گفتگو کرنا صرف ملک و قوم کے لئے ایک رشتہ استحکام ہی نہیں پیدا کرتا ۔ بلکہ وہ اس کی خودداری، وقار
اور عزت نفس کا اظہار ہوتا ہے ۔ صدر نے اردو کو اختیار کر کے اس جذبے کو اس رشتے کو ایک اٹوٹ
کڑی میں پرو دیا ہے ۔ جس کا اظہار ملک و قوم کا ہر فرد ۶ ستمبر سے برابر کر رہا ہے ۔ ۶ ستمبر کے بعد افواج پاکستان
ہمارے ان ہی جذبات کی ایک علامت بن چکی ہیں ۔ جس سے ہم نے خود کو پہچاننا سیکھا ہے ۔ اور یہ کیسے
ممکن تھا کہ قوم کے ان جذبات کا جواب اس کی جانباز افواج کی طرف سے دیا ہی نہ ملے ۔ چنانچہ افواج
پاکستان کے کمانڈر اعلی جنرل محمد موسیٰ نے بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے سپاہیوں اور قوم کو اردو میں
ہی مخاطب کیا وہ اردو جسے قائد اعظم محمد علی جناح نے ملت پاکستان کی زبان قرار دیا تھا ۔

یہ کیسا لمحہ ہے جب بغیر کسی دلیل اور مصلحت کے سربراہ مملکت سربراہ افواج اور حکومت کے ادارے
خود بخود عوام کی طرف کھنچ رہے ہیں ۔ وہ ان سے ان کی زبان میں گفتگو کر رہے ہیں ۔ اور یہی وہ لمحہ ہے
جب تاریخ "قوم" کا انتظار کرتی ہے ۔ پاکستانی قوم اپنے عہد شباب میں قدم رکھ چکی ہے ۔

○

گردوپیش

ریڈیو پاکستان قوم کی آواز

۱۳ اکتوبر سے ریڈیو پاکستان نے ۱۱ بجے اور ۳ بجے کے انگریزی خبرنامے بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی جگہ بنگالی اور اردو خبرنامے نشر کئے جائیں گے یعنی مغربی پاکستان میں انگریزی خبروں کی جگہ بنگالی اور مشرقی پاکستان کے لئے یہ وقت اردو خبرنامے کو دیا جائے گا۔ ریڈیو پاکستان کا یہ فیصلہ جس خوشگوار تبدیلی کا پیش خیمہ ہے اس کا خواب ہر دانشمند عرصے سے دیکھ رہا تھا یہی پاکستان کی یکجہتی کا سرآغاز ہے، ہم ریڈیو پاکستان کو اس منزل کی طرف پہلا قدم اٹھانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ٹیلی ویژن کا یوم انقلاب

ٹیلیویژن لاہور نے ۲۰ اکتوبر سے انگریزی کا استعمال ختم کر کے عوام کے دلوں کو جیت لیا ہے۔ ٹیلیویژن کی یہ قلب ماہیت جنگ کے دوران ہوئی اور لاہور کے عوام کو انگریزی خبرنامے سے نجات ملی جسکا مصرف لوگوں کی سمجھ میں کبھی بھی نہیں آیا تھا۔ پاکستان میں موجودہ حالات کی وجہ سے قومی امنگوں میں جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اس نے قوم اور ملک کی ہر سطح پر یکجہتی اور یگانگت کے ایسے جذبات پیدا کر دیئے ہیں کہ ان کی طرز فکر اور طرز احساس میں کوئی بعد باقی نہیں رہا ہے اور وہ سب ایک ہی زبان میں گفتگو کرنے لگے ہیں۔ ایک ساتھ محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور یہی وہ لمحے ہوتے ہیں۔ جن میں ہر قوم اپنی تعمیر کا کارنامہ انجام دیتی ہے پاکستان میں یہ ہمہ گیر انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ خدا کرے کہ حکومت کی سطح پر یہ ہم آہنگی برابر جاری رہے۔

اپوا کی قلب ماہیت

قومی جدوجہد کے اس دور میں معاشرے کے ہر شعبے میں حیرت انگیز اور خوشگوار تبدیلیاں دیکھنے میں آئی ہیں جنکی وجہ سے ملکی روایات اور قومی تہذیب کی ایک نئی روشنی کی داغ بیل پڑنے لگی ہے۔ "اپوا" یعنی انجمن خواتین پاکستان ملک گیر تنظیم ہے اور یہی وہ واحد جماعت ہے جس کے ذریعے بیگمات نے معاشرے کی خدمات انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ اس تنظیم پر افسران اور حکام بالا دست کی بیگمات کے اثرات بہت گہرے تھے۔ اس لئے اب تک اس کی تمام تقریبات میں تقریریں انگریزی

میں ہوا کرتی تھیں مگر اس تبدیلی نے ان بیگمات کے نقطۂ نظر کو بدل دیا ہے۔ لہذا ۲۱ر اکتوبر کو اپوا نے اپنے ایک جلسے میں مقررین کو اردو میں تقریریں کرتے ہوئے دیکھا ہوگا تو اس کو اپنے نئے جنم کا بڑا مسرت انگیز احساس ہوا ہوگا — ہمیں امید ہے کہ یہ روایت نہ صرف جاری رہے گی بلکہ ملک کے وسیع مفادمیں اور پھولے پھلے گی۔

ریڈکراس نہیں ہلال احمر

سید ہاشم رضا نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت پاکستان نے انٹرنیشنل ریڈکراس کو مطلع کردیا ہے کہ ریڈکراس کو ہلال احمر سے بدل دیا جائے گا۔ سید ہاشم رضا نے بتایا کہ عوامی خواہشات اور ان کے احساسات کے پیش نظر صدر خود بھی اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ہلال احمر کا نام ملک میں جلد از جلد رائج کردیا جائے۔

فنکاروں کو صدر کا خراج تحسین

صدر ایوب نے ان شاعروں اور ادیبوں۔ مفکروں اور آرٹسٹوں کو ذاتی طور پر خراج تحسین پیش کیا ہے جنہوں نے حالیہ ہنگامی دور میں اپنی تعمیری صلاحیتوں سے پوری قوم میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور اس کے حوصلوں کو بلند رکھا۔ صدر کی جانب سے یہ خراج تحسین وزارت اطلاعات کے معتمد جناب الطاف گوہر نے ایک خصوصی جلسے میں پیش کیا۔ آپ نے ممتاز ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صدر ایوب نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں ملک کے ہر ریڈیو اسٹیشن کا دورہ کروں، اسٹاف سے ذاتی طور پر ملاقات کروں اور انہوں نے قومی دفاع کیلئے جو رضاکارانہ اور بے غرضانہ خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے لئے صدر کی جانب سے مبارکباد دوں۔ صدر نے ان خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ میں سے ہر ایک نے پاکستان کی مسلح افواج کی پشت پر ایک سپاہی کی طرح جنگ لڑی ہے۔" یہ خصوصی جلسہ کراچی میں ۸ر اکتوبر کو ریڈیو پاکستان کی نشرگاہ میں منعقد ہوا تھا۔

تاریخی کارنامہ

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ صحافت کی مجلس مذاکرہ نے اپنے ایک خصوصی اجلاس میں ریڈیو، فلم اور ٹیلی ویژن کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ تمام مقررین نے اس خیال پر اتفاق کیا ہے کہ ابلاغ کے ان ذریعوں نے چند دنوں کے اندر قوم میں وحدت فکر و عمل پیدا کرکے دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کا جذبہ اور قوت بیدار کرکے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جن لوگوں نے مجلس مذاکرہ میں شرکت کی ان میں علامہ علاؤ الدین صدیقی آغا سورش کاشمیری، سید عالی رضوی، اکرم ذکی، اور مرغوب صدیقی شامل ہیں۔ جلسے کی صدارت محکمۂ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر جنرل جناب سید محمد قاسم رضوی نے کی۔

ادیبوں کی تقریریں

پاکستان کے تمام ادیبوں نے پاکستان پر ہندوستان کے وحشیانہ حملے کی جس طرح ہم آواز ہوکر مذمت کی ہے۔ اس کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں ملی۔ ہر نقطۂ نظر اور مکتبہ فکر کے دانشور و نے اس جہاد میں حصہ لیا اور جس سے جو بن پڑا اس نے اپنے وطن عزیز کے لئے کیا۔ معروف غزل گو شاعر ناصر کاظمی

نے پاکستان کونسل کے زیر اہتمام ایک مباحثے میں کہا "بھارت اور پاکستان کی حالیہ جنگ کے دوران ہماری شاعری، ادب فلسفے اور روایات نے نئی راہ پائی ہے۔ ہماری قوم کا انداز فکر تبدیل ہو گیا ہے اور ہم نے مغربی انداز فکر سے نجات حاصل کرلی ہے"۔ افسانہ نویس انتظار حسین نے کہا کہ بھارتی حملے سے پوری قوم بیدار ہو گئی ہے اور اس جنگ نے ۱۸ سال کے اس مسئلے کو حل کر دیا ہے۔ جس کے بارے میں ادیب سرگرداں تھے۔

قرآن حکیم کا ایک اور ترجمہ "مسلم ورلڈ" کے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ مسلمانوں کو ملنے والی ۶۵ ہزار روپے سالانہ کی سرکاری امداد کو قرآن اور حدیث کے برمی زبان میں ترجمے کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ نامہ نگار کی اطلاع کے مطابق رنگون اور مانڈلے کی یونیورسٹی میں اسلامی مراکز قائم کئے جا چکے ہیں۔ یہ مراکز قرآن حکیم اور احادیث کے ترجمے اور تفسیر کے کام میں شب و روز مصروف ہیں۔

ماہنامہ نقش کا فتح نمبر ماہنامہ نقش کی جانب سے اعلان کیا گیا ہے کہ اس کا خصوصی نمبر فتح نمبر ہوگا جو عنقریب شائع ہو رہا ہے اور اس کی کل آمدنی دفاعی فنڈ کیلئے مخصوص کر دی جائیگی۔ مدیر نقش جناب شمس زبیری نے بتایا ہے کہ یہ خاص نمبر ممتاز ادیبوں اور دانشوروں کی ایک خصوصی کمیٹی کی نگرانی میں ترتیب پا رہا ہے جس کے سربراہ نیشنل بنک کے منیجنگ ڈائریکٹر جناب ممتاز حسن ہیں۔ ۵ سو صفحات پر مشتمل یہ اہم نمبر جلد ہی منظر عام پر آجائے گا۔

غیر ملکی کتابوں کی اشاعت ممنوع حکومت مشرقی پاکستان نے غیر ملکی کتابوں کی طباعت نو اور اشاعت پر پابندی کا ایک قانون منظور کیا ہے۔ اس سلسلے میں صوبائی وزیر قانون جناب عبدالحئی چوہدری نے کہا ہے کہ اس آرڈیننس کا مقصد ایسی کتابوں کی اشاعت پر پابندی عائد کرنا ہے جو ہماری تہذیب ثقافت اور روایات کے لئے خطرناک اور مضر ثابت ہوں انہوں نے کہا کہ ہم آئندہ غیر ملکی کتابوں کی طباعت سے پہلے حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنی ہوگی۔

دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۵ء کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد دوم کا دسواں کراسہ شائع ہو گیا ہے۔ اس میں استراخان سے سعد سوری تک کے مقالات شامل ہیں۔ جن میں بعض مقالات طبع زاد ہیں۔ مذاہبی و تاریخی اہمیت کے حامل ہیں یونیورسٹی اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی اب تک دو جلدیں (چوتھی اور پہلی) اور دوسری جلد کے دس کراسے شائع کر چکی ہے۔ گیارہواں کراسہ پریس میں ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ ایک کراسے کی قیمت ۵ روپے ہے جو پنجاب یونیورسٹی سیلز ڈپو سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

سرشار کا دوسرا شعری مجموعہ پتھر کی لکیر کے بعد سرشار صدیقی کا دوسرا شعری مجموعہ "زخم گل" عنقریب شائع

ہو رہا ہے۔ یہ ایک منظوم تمثیل ہے اور اردو کی طویل منظوم تحریروں میں ایک نیا اضافہ ہے مجموعے کی ضخامت ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگی اور قیمت دو روپے ہوگی ہمارا ادارہ اس مجموعے کو بہت جلد منظر عام پر لانے کیلئے انتظامات کر رہا ہے۔

ریڈیو پاکستان کی خدمات

ریڈیو پاکستان کے ڈائرکٹر جنرل جناب ظہور آذر نے ۲۰ر اکتوبر کو کراچی میں کہا ہے کہ نشریات نے ملک میں ازسرنو جنم لیا ہے۔ اور ہم نے حقیقی سننے والے تلاش کر لئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ۶ ستمبر کو ملک میں نشریات نے ازسرنو جنم لیا ہے یہ ہمارے لئے عظیم دن تھا۔ کیونکہ اس نازک موقع پر ہم ساری قوم کی توقعات اور امیدیں پوری کرنے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا ملک بھر کے عوام ریڈیو اسٹاف کی ان خدمات کی قدر کرتے ہیں جو انہوں نے ان ہنگامی حالات میں انجام دیں۔

صدر انجمن ترقی اردو کے ارشادات

انجمن ترقی اردو پاکستان کے صدر جناب اختر حسین نے ۲۴ر اکتوبر کو کراچی میں ارشاد کیا ہے کہ موجودہ حالت میں ہمیں ایک نہیں کئی عزیز بھٹیوں کی ضرورت ہے شاعروں اور ادیبوں کا فرض ہے کہ وہ ہمارے مجاہدوں کی دلیری اور بہادری کی ایسے پیرایے میں عکاسی کریں جس سے عوام متاثر ہوں اور خود میں عزیز بھٹی بننے کی صلاحیت محسوس کر سکیں۔ جناب اختر حسین نے بھارت کے بزدلانہ اور مکارانہ حملے کا ذکر کرتے ہوئے افواج پاکستان کی دلیری اور بہادری کو تاریخ پاکستان کا سنہرا باب قرار دیا اور کہا کہ سیالکوٹ اور لاہور کے مجاہدوں کے لئے جتنی نظمیں لکھی گئی ہیں۔ ان سے حب الوطنی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جناب اختر حسین سہیل اقبال کی ملی اور قومی نظموں کے مجموعے "ضرب کلیم" کی افتتاحی تقریب کے موقع پر ادیبوں اور شاعروں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ ان سے پہلے میجر آفتاب حسن نے بھی جلسے کو خطاب کیا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی۔ خواجہ تہور حسین اور اسحاق اطہر نے مقالے پڑھے۔ تقریب کے اختتام پر مہدی حسن نے چند نظمیں سازوں کیساتھ پیش کیں۔

عبدالعزیز خالد کے ساتھ ایک شام

سپریم کورٹ کے جج جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان نے کہا ہے کہ ملک کے موجودہ ہنگامی حالات میں شاعروں اور ادیبوں نے ایک انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ادیبوں اور شاعروں کو یہ خراج تحسین انہوں نے بی این ہیڈرڈ ہاؤس کی تقریب "عبدالعزیز خالد کے ساتھ ایک شام" میں پیش کیا اس تقریب کا اہتمام ہفت روزہ شہاب کے مدیر مولانا کوثر نیازی نے کیا تھا۔ جسٹس ایس اے رحمان کے علاوہ مولانا کوثر نیازی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور رئیس احمد جعفری نے عبدالعزیز خالد کی شاعری کو شاندار الفاظ میں سراہا۔ اعظم چشتی نے عبدالعزیز خالد کا کلام ترنم سے پیش کیا اور شاعر نے اپنی نظمیں پیش کیں۔

ٹائن بی کا اعلان حق

برطانیہ کے مشہور عالم تاریخ داں جناب آرنلڈ ٹوائن بی نے کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کی ہے۔ انھوں نے بین الاقوامی سول سروس کے ایک رکن کے نام اپنے خط میں تحریر

کیا ہے اگر کسی بھی ملک کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ اس کے عوام کی خواہشات کے مطابق ہونا چاہئے کشمیر میں رہنے والوں کی اکثریت مسلمان ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کشمیری عوام کو رائے شماری کا موقع دیا گیا تو وہ پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرینگے

الطاف گوہر کا خطاب

مرکزی معتمد وزارت اطلاعات و نشریات جناب الطاف گوہر نے ڈھاکا میں ۲۰ اکتوبر کو ادیبوں اور فنکاروں کی ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حالیہ جنگ کے دنوں میں پاکستان کے عوام نے جس اتحاد اور ضبط و نظم کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر تحریک پاکستان کے دنوں کے بعد نہیں ملتی اس دوران نہ کوئی مہاجر تھا نہ مقامی بلکہ پوری قوم بھارتی جارحیت کے مقابلے میں فرد واحد کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان حالات میں یہ ثابت ہوگیا کہ ہم قوت اور کردار کے اعتبار سے کس درجہ بلند ہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس کے ذریعے ہم نے اپنی پوشیدہ قوتوں کا از سر نو سراغ لگایا ہے۔ اس نازک دور میں ہر شخص نے از خود اپنے فرائض انجام دیئے۔ عوام نے اپنے فرائض کو اتنی جلدی پہچان لیا کہ حکومت کو جنگی مہم چلانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی جرأت اور فرائض و خلوص کی درخشاں مثالیں سامنے آئیں۔ جناب الطاف گوہر نے کہا ہے کہ اب ہمیں اپنے ان خصائص کو دوام بخشنا چاہیئے۔ انہوں نے ادیبوں اور شاعروں کو بھی ان کی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔

شاعر مشرق کی یاد میں

لاہور کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبال کے کلام اور پیغام کو طلبہ اور طالبات میں مقبول بنانے کیلئے ایک انعامی مقابلے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ نے بتایا ہے کہ یہ مقابلہ ادارۂ "نوائے وقت" کے زیر اہتمام ہر سال منعقد ہوگا اور اس میں اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ و طالبات حصہ لے سکیں گے۔ مقابلے کے نتائج کا اعلان ہر سال "مولوی حمید نظامی" پر کیا جائے گا۔ اور انعامات کی تقسیم "یوم اقبال" پر ہوگی۔ انعام یافتہ مضامین "نوائے وقت" میں بھی شائع کئے جائیں گے۔

عبدالماجد میموریل فنڈ

ملک کے ممتاز ریڈیو فنکار عبدالماجد مرحوم کی یاد میں "ماجد میموریل فنڈ" قائم کردیا گیا ہے عطیات بیگم عزیزہ ماجد کے نام سے ان بینکوں میں جمع کئے جاسکتے ہیں۔ نیشنل بینک لوکل پرنسپل آفس بولٹن مارکیٹ۔ اسٹینڈرڈ بینک بولٹن مارکیٹ حبیب بینک برنس گارڈن۔ عبدالماجد مرحوم بجلی کے حادثے میں ہلاک ہوگئے تھے۔ گورنمنٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کے بنیادی جمہوریت کے اراکین کی جانب سے حال میں ایک اپیل بھی شائع ہوئی ہے۔ جس میں گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ماجد مرحوم کی بیوہ اور بچوں کی کفالت کیلئے فوری طور پر کوئی موثر قدم اٹھا کر فنکار نوازی کا ثبوت دے۔

انیس خورشید

فنِ کتاب داری میں درس و تدریس کے مسائل

کتب خانوں کی افادیت ہماری تہذیب وثقافت کے ہر دور میں یکساں طور پر محسوس کی جاتی رہی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ابتدائے تاریخ کے دھندلکوں میں بھی جب کاغذ اور طباعت کا تصور ذہن میں ابھرا نہ تھا، اور رسل و رسائل کی سہولتیں بھی بہم نہ تھیں۔ کتب خانوں کے جانے پہچانے نقوش نظر آتے ہیں۔ ان کتب خانوں میں سرکاری محفوظات کو یکجا کیا جاتا تھا تاکہ انسانی یادداشت کو ماہ و سال کی خرد برد سے محفوظ رکھا جا سکے اس زمانے میں کتابیں پتھر، مٹی کی تختیوں اور چرمی اوراق پر لکھی جاتی تھیں اور انہیں محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی۔ کتاب نویسی خاص دشوار تھی اور اس اعتبار سے ان کی قیمتیں بھی زیادہ ہوتی تھیں کتابیں کم تھیں اور ان کے پڑھنے والے بھی چند تھے۔

ان دشواریوں کے باوجود یہ کتب خانے اپنے ابتدائی دور میں بھی علم کو جلا دیتے رہے۔ البتہ ان کی تشکیل اور کارکردگی میں خاصا فرق تھا۔ سنہ ۱۸۵۰ء تک ان کی افادیت صرف دانشوروں کے لئے مخصوص تھی۔ ۱۸۷۰ء کے قریب اس وقت کے سماجی مسائل اور تعلیمی ضروریات کے پیش نظر کتب خانوں کی کارکردگی میں بنیادی تبدیلی کرنی پڑی۔ کتابوں کے عام استعمال پر خصوصی توجہ دی جانے لگی اور ان کی ترتیب و تدوین میں اس بات کا خیال رکھا جانے لگا کہ کتابیں عوام تک آسانی سے پہنچ سکیں۔ اس طرح کتب خانے عوامی درسگاہوں کی صورت اختیار کرنے لگے اور کتابوں کے عام پھیلاؤ کے مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے نئے اصول ترتیب دیئے جانے لگے اور ان کا استعمال کتب خانوں میں عام ہونے لگا۔

ان تبدیلیوں نے کتب خانوں کی کارکردگی کو نہ صرف بہتر اور موثر بنایا بلکہ ان کی مقبولیت اور عام پھیلاؤ کو بھی بہت حد تک تقویت پہنچائی۔ کتب خانوں کی اس ترقی سے جہاں تعلیمی اور سماجی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا وہیں فن کتاب داری میں درس اور تدریس کے بھی اچھے مراکز کھلنے لگے ان درسگاہوں میں کتب خانوں کی تنظیم اور ان کی کارکردگی پر نئے نئے تجربات کی ابتدا کی گئی اس طرح

پڑھنے والوں کے مسائل، کتابوں کی فراہمی کے بہتر طریقوں اور ان کی تنظیم پر نئے انداز میں تحقیق کی بنیاد پڑی ان تجربات کی روشنی میں فن کتاب داری پر کتابیں بھی لکھی جانے لگیں جن کی تعداد اب ہر سال کئی سو سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اب کتابوں کی تنظیم ایک مستقل فن بن چکی ہے۔ اور اس اعتبار سے اس کی تعلیم بھی ہمارے تعلیمی نظام کا ایک اہم جزو بنتی جا رہی ہے۔

اس پس منظر میں مناسب ہوگا کہ پاکستان میں فن کتاب داری کے مضمون میں درس و تدریس کی تحریک کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہوئے اردو تدریس کے مسائل سے بحث کی جائے یوں قیام پاکستان سے پہلے ہی سے لاہور کتب خانوں کے فن پر تعلیم کا ایک مرکز بن چکا تھا۔ کلکتہ، مدراس اور دلی کے بعد یہیں سے کتب خانوں کے نئے تصورات کے اتق ہویدا ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں پنجاب یونیورسٹی میں فن کتاب داری کا پہلا سرٹیفکیٹ کورس شروع کرکے اس تعلیم کے باب میں دولت مشترکہ کی یونیورسٹیوں میں اولیت حاصل کرلی تھی۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہ کورس کچھ دنوں کے لئے بند کر دیا گیا تھا لیکن ۱۹۵۶ء میں جب جامعہ کراچی نے ڈپلوما کورس کا آغاز کیا تو نہ صرف پنجاب یونیورسٹی بلکہ ڈھاکہ یونیورسٹی نے بھی اسی طرح کے کورس ۱۹۵۹ء سے اپنے نصاب میں داخل کر لیے۔ ۱۹۶۲ء سے پشاور یونیورسٹی نے ڈپلوما کورس کا آغاز کر دیا ہے۔ اس سال سندھ یونیورسٹی نے بھی سرٹیفکیٹ کورس کی ابتدا کر دی ہے۔

اس دور کے اختتام تک تعلیمی کمیشن کی سفارشات منظر عام پر آ چکی تھیں۔ (۱۹۶۱ء) ان سفارشات ہی کی وجہ سے اب کالجوں اور اسکولوں میں کتب خانوں کے قیام کا رجحان عام ہو چلا ہے۔ ان کتب خانوں کے علاوہ ملک میں تحقیقی اداروں کی طرف سے بھی کتب خانے قائم کئے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قومی سائنس لائبریری کا ذکر ضروری ہے۔ یہ لائبریری یونیسکو کے تعاون سے پاکستان کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کے تحت قائم کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے قومی کتب خانوں کی عمارت کا نقشہ بن چکا ہے اور ابتدائی ریسرچ کا کام شروع ہو چکا ہے۔ عوامی کتب خانوں کی طرف بھی اب خاصی توجہ دی جانے لگی ہے۔ بلدیہ کراچی کے ایک بیان کے مطابق کراچی کے عوامی کتب خانوں میں مناسب توسیع کی ایک اسکیم زیر غور ہے۔ (ڈان ۲۰ مئی ۱۹۶۳ء) بچوں کے کتب خانوں کے قیام کے سلسلے میں اپوا اور پاکستان کونسل فار نیشنل انٹیگریشن نے مناسب اسکیمیں تیار کر رکھی ہیں اور ان پر عنقریب کام شروع ہونے والا ہے ظاہر ہے کتب خانوں کے لئے بہتر اور تعلیم یافتہ لائبریرین درکار ہوں گے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جامعہ کراچی نے ۱۹۶۲ء سے فن کتاب داری میں ایم اے کا کورس شروع کر دیا ہے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی نے بھی اسی مضمون میں ایم اے کی تعلیم شروع کر دی ہے۔

اس مختصر سے جائزے کے بعد فن کتاب داری میں اردو تدریس کے مسائل کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ اس ضمن میں اردو ذریعہ تعلیم کے موضوع پر تعلیمی کمیشن کی سفارشات کا حوالہ ضروری ہوگا۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ہمیں پوری قوت کے ساتھ ایسی کوشش کرنی چاہیئے جس سے ہماری قومی زبانیں سب سے اونچے درجوں کے لئے بھی ذریعہ تعلیم بن سکیں۔ اس سے نہ صرف وہ خلیج باقی رہے گی جو عوام اور خواص کے درمیان موجود ہے بلکہ ان مقاصد میں سے ایک اہم مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ جس کے لئے ہمارے ملک پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس سلسلے میں جو کچھ کام ہوا ہے وہ ہمارے سامنے ہے اور یہ بھی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی ہے کہ جامعہ کراچی نے جس جرأت اور حوصلے کے ساتھ اعلیٰ مدارج میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے سلسلے میں جو قدم اٹھایا ہے وہ ہماری تاریخ کا ایک اہم کارنامہ بن چکا ہے اس فیصلے کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس پر ۱۹۶۲ء سے عملی طور پر کام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔ شعبہ فن کتاب داری نے بھی تجربے کے طور پر اپنے ڈپلوما اور ایم اے (سال آخر) کے پرچوں میں اردو تعلیم کا بندوبست کیا ہے۔ اس ضمن میں یہ ذکر بھی مناسب ہوگا کہ آج سے کچھ سال پہلے ۱۹۶۱ء میں پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن نے جامعہ کراچی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن ملیر کے اشتراک سے ابتدائی مدارس کے اساتذہ کے لئے فن کتاب داری میں ایک مختصر سے کورس کا انتظام کیا تھا۔ اس ملک میں یہ سب سے پہلا اور نہایت کامیاب تجربہ تھا۔

ان تجربات کی روشنی میں ہمارے سامنے جو مسائل درپیش ہیں ان میں سب سے بڑا مسئلہ اس فن پر اردو زبان میں درسی کتابوں کی کمی کا ہے دوسرے مضامین میں تو اتھک شوئی کے لئے بہر حال کتابیں موجود ہیں۔ لیکن فن کتاب داری کی طرف بہت کم توجہ دی جا رہی ہے اس مضمون میں اوّل تو سرے سے کتابیں ہی کم ہیں اور جو کچھ ہیں ان میں سے بھی بیشتر اتنی پرانی ہو چکی ہیں کہ ان سے کلی طور پر کام نہیں لیا جا سکتا۔ ہمارے ناشرین غالباً اس موضوع پر کتاب شائع کرنے سے اس لئے گریز کرتے ہیں کہ ایسی کتابوں کی نکاسی کے ذرائع محدود ہیں۔ یہ خدشہ موجودہ صورت حال میں ایک حد تک بے بنیاد بھی نہیں۔ ہمارے کتب خانے اب تک مقامی بک ٹریڈ کے کفیل نہیں بن سکے ہیں۔ بیشتر اداروں میں کتب خانے کے مہتمم کو یہ اجازت بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنے ہی فن پر کوئی کتاب خرید سکیں نتیجے کے طور پر اب تک جو کتابیں فن کتاب داری پر اردو میں شائع ہوئی ہیں اُن میں سے اکثر مصنفین کی خود شائع کی ہوئی ہیں البتہ ۱۹۶۲ء میں فیروز سنز نے صادق علی خاں کی کتاب "اسکول اور کالج کے کتب خانوں کی تنظیم" شائع کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے" یہ مختصر سی کتاب ہمارے اوسط درجے کے اسکول اور کالج کے کتب خانوں کے لئے ایک رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہندوستان میں بھی الحاج محمد زبیر اور غلام رسول کی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ الحاج محمد زبیر کی کتاب مکتبہ برہان (دہلی) نے "اسلامی کتب خانے" کے نام سے ۱۹۶۱ء اور دارالمصنفین (علی گڑھ) نے کیٹلاگ سازی ۱۹۶۲ء کے نام سے شائع کی ہے۔ غلام رسول کی کتاب "دنیائے کتاب داری" حال ہی میں آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی (حیدرآباد دکن) سے شائع ہوئی ہے۔ اس طرح ایک صحت مند روایت قائم ہو چکی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ناشرین اس روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلی کتاب جو کتب خانوں کے فن پر اردو میں لکھی گئی تھی وہ شیخ محبوب کی مختصر سی کتاب "انتظام کتب خانہ" ہے جسے محبوبیہ کارخانہ جلد سازی نے ۱۹۳۷ء میں حیدرآباد دکن سے شائع کیا تھا۔ یہ رسالہ جو ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے نقش اول کی حیثیت رکھتا ہے لیکن فن کتاب داری سے زیادہ کتابوں کی جلد سازی اور ان کی حفاظت کے لئے مفید ہے۔ مصنف ہمارے ملک کے ماہر جلد ساز ہیں اور اس اعتبار سے جلد سازی اور کتابوں کی حفاظت کے باب میں جو کچھ اس کتابچے میں تحریر کیا گیا ہے۔ ہماری توجہ کا مستحق ہے اس کتاب کا ایک اضافہ شدہ ایڈیشن پاکستان سے اردو میں شائع ہوا ہے جو ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ فن کتاب داری پر سب سے پہلی جامع کتاب سجاد حسین مرحوم کی تصنیف "لائبریری اور اس کی تنظیم" ہے جو ۱۹۴۰ء میں میرٹھ سے شائع ہوئی ہے۔ اس وقت کے چھوٹے کتب خانوں کی ضرورت کے مطابق یہ کتاب خاصی افادیت کی حامل تھی۔ اردو اصطلاحات کتب خانہ اور اعشاریائی تقسیم کتب برائے علوم شرقیہ اس کتاب کی اہم خصوصیات ہیں البتہ ۲۰۔۲۵ سال کے عرصے میں فن کتاب داری میں جس تیز رفتاری سے ترقی ہوئی ہے اس کے پیش نظر اس کتاب کی افادیت اب تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد ۱۹۶۱ء میں مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے بھی ایک رسالہ "انتظام کتب خانہ" کے عنوان سے شائع کیا تھا جو پروفیسر سید جمیل الدین اور جمیل نقوی کے مضامین (جو ۱۹۳۸ء میں رسالہ کتاب نما میں شائع ہو چکے تھے) پر مشتمل تھا۔

اسی موضوع پر دوسری اہم کتاب الحاج محمد شفیع مرحوم کی تصنیف ہے جو "انتظام کتب خانہ" ہی کے نام سے ۱۹۴۹ء میں خود مصنف ہی نے کراچی میں شائع کی تھی۔ یہ پاکستان کی سب سے پہلی کتاب ہے اس میں تقسیم کتب اور کیٹلاگ سازی پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ کتب خانوں کی اصطلاحات پر بھی اس کتاب میں مفید مواد شامل ہے۔ کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشرقی علوم کے لئے اعشاریائی تقسیم کے توسیعی نمبر وضع کئے گئے ہیں جن پر فاضل مصنف نے بڑی محنت سے کام کیا تھا موجودہ ضروریات کے پیش نظر ان نمبروں کی مفید توسیع خود مصنف کی نگرانی میں ان کی وفات سے پہلے ہی کی جا چکی ہے۔ یہ توسیعی نمبر ایک رسالے کی صورت میں شعبہ فن کتاب داری جامعہ کراچی سے شائع ہو کر ملک کے کتب خانوں میں رواج پا چکے ہیں ڈیوی اعشاریائی

تقسیم کے مدیران نے بھی ان توسیعی نمبروں کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کر لیا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب ہذا کا ایک ایڈیشن ضروری ترمیمات اور اضافے کے بعد شائع کیا جائے۔

ان کتابوں کے علاوہ الحاج محمد زبیر کے دو اور کتابچے "کتاب نمبر کیا ہے" (۱۹۵۳ء) اور "ذخائر کتب خانے" کی سیریز علی گڑھ سے شائع ہو چکے ہیں۔

مذکورہ بالا کتابیں بہ ایں ہمہ ہماری درسی ضروریات کے لئے قطعی ناکافی ہیں ان میں سے صرف چند ہی کتابیں ایسی ہیں جن سے اردو تدریس میں کام لیا جا سکتا ہے۔ اس وقت ہمارے مضمون میں ڈپلوما اور ایم اے کے دس پرچوں کے لئے درسی کتابوں کی تعداد ستر کے لگ بھگ ہے۔ اور ان میں ایسی کتابوں کی تعداد زیادہ ہے جو ہمارے مسائل اور ضروریات کے مطابق نہیں ہیں۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ ان کتابوں کے اردو ترجمے شائع کرنے کے بجائے نئی کتابیں ملک میں کتب خانوں کے مزاج کے مطابق تالیف کی جائیں۔

دوسرا اہم مسئلہ اردو زبان میں کتب خانوں کی اصطلاحات کا ہے۔ ویسے اس باب میں پہلے بھی کام کیا جا چکا ہے لیکن وہ بہت حد تک ناکافی ہے۔ مذکورہ بالا کتابوں میں سے بیشتر میں نہ صرف اردو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں بلکہ علیحدہ سے ان کی فہرست بھی تیار کی گئی ہے۔ ان کتابوں میں سید سجاد حسین رضوی مرحوم کی کتاب "لائبریری" اور اسکی تنظیم" الحاج محمد شفیع مرحوم کی کتاب "انتظام کتب خانہ" اور الحاج محمد زبیر کی کتاب "کیٹیلاگ سازی" قابل ذکر ہیں۔ یہ اصطلاحات ہماری روزمرہ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں اور ان میں سے اکثر معنوی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں انہی دشواریوں کے پیش نظر "اسکول اور کالج کے کتب خانے کی تنظیم" میں اردو کی غیر مانوس اصطلاحوں سے پرہیز کرتے ہوئے صرف انگریزی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے۔ بہر حال اصطلاحات کے سلسلے میں جو کچھ بھی کام کیا گیا ہے اس کو صحت مند بنیادوں پر آگے بڑھانے کے لئے شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی نے شعبہ فن کتاب داری کی سرکردگی میں اصطلاحات سازی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اب تک امریکن لائبریری ایسوسی ایشن کی شائع کردہ "فرہنگ کتب خانہ" کے ابتدائی تین حروف تک کام مکمل ہو چکا ہے اور اسکی تین قسطیں شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے ہی جریدہ نمبر ۲، ۳ اور ۴ میں شائع ہو چکی تھیں۔ اس کام کو آگے بڑھانے اور جلد اختتام تک پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ اردو درس و تدریس اور کتابوں کی تالیف کے کام کو فروغ حاصل ہو سکے۔

فن کتاب داری کی تدریس بھی ہمارے تعلیمی پروگرام میں خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ کیونکہ کتب خانے ہمارے تعلیمی ڈھانچے میں قلب کی حیثیت رکھتے ہیں کتب خانوں کی بہتر تنظیم ہمارے تعلیمی نظام کے روشن مستقبل کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ لیکن کتب خانوں کی اس طرح تنظیم اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس فن

(باقی ص۔۔ پر)

سید محمد تقی

اردو اخبارات

تعلیمی خدمات کا ایک سرسری جائزہ

پاکستان کے وہ علمی اور تہذیب دوست حلقے جو اردو کو اس ملک کی قومی زبان کی حیثیت سے اس کا جائز مقام دلانے کی
کرتے رہے ہیں پچھلے سترہ سال میں برابر اس بات کے شاکی رہے کہ حالات اردو کیلئے سازگار ہونے کے بجائے تیزی سے
۔ ہوتے جا رہے ہیں۔ پچھلے دو تین سال سے پہلے تک یہ مایوسی کافی شدید تھی اور اس کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ حرم
، اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق بھی مخالف صورت حال سے مایوسی کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن اردو کی تحریک سے دلچسپی رکھنے
میں غالباً تنہا میں ایسا تھا جو حالات کی بہتری پر یقین رکھتا تھا اور مستقبل سے بہت سی تمنائیں وابستہ کئے ہوئے تھا
، رجائیت پسندی ممکن ہے۔ نفسیاتی پس منظر بھی رکھتی ہو لیکن اس کی تائید میں کچھ ٹھوس خارجی حقیقتیں بھی تھیں
طرف قدرتاً وہ لوگ متوجہ نہ ہو سکتے تھے جو صحافی دنیا کی تیز تبدیلیوں سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ صحافت ہمیشہ
تے ہوئے عوام کی ترجمانی کرتی ہے اور اس لئے صحافت کے تغیرات اس مستقبل کا پتا دیتے ہیں جس کی قسمت بیسویں صدی
امتوں کے پیش نظر جمہوریت سے وابستہ ہے۔

پاکستانی صحافت میں تیزی سے جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہ صرف ایک ہی سمت میں تھیں وہ سمت یہ تھی کہ اردو
ارات برابر اپنی اشاعت بڑھاتے رہے۔ جبکہ انگریزی پریس یا تو ایک محدود دائرے پر قانع رہا اور یا نا قابل ذکر
میں اپنا حلقۂ اشاعت بڑھا سکا ۱۹۵۶ء کو میں اس رجحان کے سلسلے میں ایک انقلابی سال قرار دوں گا۔ جبکہ پہلی بار
دو روزنامے کی اشاعت پاکستان کے دو سب سے بڑے انگریزی اخباروں کی اشاعت سے زیادہ بڑھ گئی اور پہلی بار
ان نے عوامی مقبولیت کا ناقابل تردید دعویٰ پیش کرنا شروع کر دیا۔ ۶۰ء کے بعد سے یہ رجحان بڑھتا ہی رہا ہے تا آنکہ
یت یہ ہے کہ اردو کا صرف ایک اخبار اس تمام اشاعت سے زیادہ بڑی اشاعت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جتنی پاکستان کے
، انگریزی اخباروں کی مجموعی اشاعت ہے۔ یہ صورت حال عوام کے نچلے طبقوں کے ابھرنے اور اٹھنے کی غمازی کرتی
ور اس مستقبل کا پتا دیتی ہے جس کی طرف ہم سب جا رہے ہیں۔ اردو اخباروں کی ترقی کی یہ رفتار قومی زبان کے

شاندار مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے لیکن اس مسئلے کے کچھ اور بھی پہلو ہیں۔ جن پر ہمیں اس مرحلے پر کچھ سوچنا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں ۹۰ فیصد عوام ناخواندہ ہیں تعلیم کا سب سے طاقتور اور موثر ذریعہ ریڈیو ہوتا ہے جو دستخط نہ کر سکنے والوں میں بھی توسیع تعلیم کا فرض انجام دیتا ہے۔ ریڈیو کے بعد دوسرا موثر ذریعۂ اخبار ہے جس کا دائرہ ریڈیو سے تنگ مگر دوسرے ذرائع تعلیم سے زیادہ وسیع ہے۔ ایک مکمل جمہوری ملک میں ریڈیو کے بعد دوسرا اہم ذریعۂ تعلیم پلیٹ فارم کو ہونا چاہئیے مگر پاکستان میں سیاسی پارٹیوں نے عوام سے اپنا مضبوط رشتہ قائم نہیں رکھا۔ اس لئے اخبار کو اس ملک میں دوسرے درجہ کی اہمیت اور مقبولیت حاصل ہو گئی۔ سیاسی پلیٹ فارم کی طرح سینما بھی اپنا دائرہ شہروں سے باہر پیدا نہ کر سکا اس لیے بھی اخبار کو دوسرے تعلیمی ذریعہ ہونے کا اعزاز بہ آسانی حاصل ہو گیا۔

اردو یا مقامی زبانوں کے اخبارات انگریزی اور دوسری زیادہ ترقی یافتہ زبانوں کے اخباروں کے برعکس صرف عام تعلیمی، فرض یا معلومات افزا کردار ہی انجام نہیں دیتے۔ وہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر وضع اصطلاحات کی ذمہ داریاں بھی انجام دیا کرتے ہیں۔ دنیا کی کسی ترقی یافتہ زبان کے اخباروں کے سپرد یہ کام نہیں ہوا ہے کہ وہ سائنسی علوم کی نت نئی اصطلاحات بھی گھڑا کریں۔ لیکن اردو اخبار یہ ذمہ داری بھی انجام دیتے ہیں کہ وہ کسی نئے مفہوم کیلئے اپنے ذخیرہ الفاظ میں سے کوئی ایسا لفظ چنیں جو متعلقہ مفہوم کی ادائیگی کا کام کرنے کے ساتھ ہی مقبولیت عام کی صلاحیت کا حامل بھی ہو۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مختلف علوم کی تیز تر ترقی اور عوامی زندگی پر ان کا دباو پہلے کے مقابل بہت بڑھ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض وہ اصطلاحات جو صرف علمی جرائد کے دائرے تک محدود رہتی تھیں اب روزانہ اخباروں میں کثرت سے استعمال میں آ رہی ہیں۔ اردو اخباروں کو ان اصطلاحات سے آئے دن نمٹنا پڑتا ہے۔ تحت جوہری طبیعات کا علم ایٹم کے ٹوٹنے کے بعد پیدا ہوا، اور اب اسکی عمر نصف صدی کے بقدر ہونے والی ہے مگر اس کا عام زندگی میں عمل دخل، ایٹم بم کے بعد ہوا جس نے اسے اخباری موضوع بنا دیا۔ پچھلے عشرے میں اردو کے روزانہ اخباروں میں تحت جوہری طبیعات پر بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں نئی اصطلاحات کا آزادانہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس دور میں علم ہیئت کے جدید انکشافات پر بھی بڑے عالمانہ اور دلچسپ مقالات اشاعت پذیر ہوئے جن میں چند نئی اور بہت سی وہ پرانی اصطلاحات کام میں آئیں جو اب تک ہیئتی کتابوں کی زینت بنی رہی تھیں۔

۱۹۴۷ء سے پہلے تک کے اردو اخبارات عام طور پر سیاسی اور مذہبی رجحانات رکھتے تھے۔ ان کے موضوع آئین دستور سازی، انتخابات، مجالس مقننہ کی نمائندگی، صوبائی اور مرکزی اختیارات اور فیڈریشن و کنفیڈریشن کی بحثوں سے متعلق ہوتے۔ نسبتاً کم باخبر اخبارات صرف مذہبی مضامین کو اپنی فکر کا موضوع بناتے مگر آزادی کے بعد اردو اخبارات (اور یہاں مراد صرف پاکستانی اردو اخبارات سے ہے) علم اور زندگی کے وسیع تر موضوع سے دلچسپی لینے لگے۔ زندگی کے تمام شعبوں پر مجرا اشاعت پذیر ہونے لگے قدرے ٹھوس مضامین اور تہذیبی مباحث بھی اخبا

میں جگہ پانے لگے جس سے عوامی شعور کے بلند ہونے اور جدید سائنسی انداز نظر پیدا ہونے میں بڑی مدد ملی۔ اردو اخبارات میں ان جدید تر بحثوں کے متعارف ہونے کا نتیجہ عوام کی ذہنی سطح بلند ہونے اور خود ان اخبارات کا دائرہ وسیع تر کرنے کی شکل میں برآمد ہوا۔ اب سے ایک عشرہ پہلے تک رواج یہ رہا کہ زیادہ پڑھے لکھے لوگ انگریزی اخبارات کے مطالعے کو ترجیح دیا کرتے۔ اس وقت تک اردو اخبارات کی صداقت بیانی متعین نہ ہو سکی تھی۔ لیکن پچھلے دس سال میں یہ صورت حال ختم ہو گئی ہے اور ہر ذہنی سطح کا قاری اردو اخباروں کے دائرے میں شامل ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اخبارات کے موضوعوں کا دائرہ بھی وسیع ہوا اور موضوعوں کے دائرے کی وسعت کے ساتھ ساتھ نئے الفاظ و اصطلاحات کا رواج بھی بڑھا آزادی نے بعد سے اردو اخبارات نے دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی قبول کرلی کہ وہ انگریزی اخباروں کی طرح امتحانات کے نتائج بھی شائع کرنے لگے۔ ان نتائج کی اشاعت کی وجہ سے علمی اصطلاحات اخباروں میں جگہ پانے لگیں۔ طبیعات، حیاتیات، ارضیات، حیوانیات عضویات وغیرہ ایسی کتنی اصطلاحات ہیں جو آج کے اردو اخباروں کے قارئین کی بہت بڑی تعداد کیلئے نامانوس نہیں رہیں۔ بہت سی انگریزی اصطلاحات جوں کی توں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اچھے اور عام فہم مترادفات مروج نہیں یہ صورت حال لازماً پسندیدہ نہیں ہے تاہم جب تک ذمہ دار اردو حلقے اس باب میں کوئی فیصلہ کن موقف اختیار نہ کریں گے اس عارضی بندوبست کو برداشت کرنا پڑے گا اخبارات نے اصطلاحات کے متعارف کرانے میں جو اہم حصہ لیا ہے اس کی ایک دلچسپ مثال یہاں ذکر کی مستحق ہے آزادی کے بعد میں نے ایک مقالہ افتتاحیہ میں کمی وکیفی کے الفاظ استعمال کئے یہ دونوں لفظ تعلیم سے پہلے بھی مشکل اصطلاحات میں شامل تھے۔ لیکن ان اصطلاحات کو پڑھ کر ایک نوجوان جو خیر سے اردو میں ایم۔ اے تھے۔ اور فرسٹ کلاس میں پاس ہونے کے مدعی۔ ان لفظوں کی واقفیت سے انکار اور اس بات پر مصر رہے کہ کمی وکیفی سرے سے بامعنی الفاظ ہی نہیں ہیں۔ اس واقعہ کو کوئی ۱۵ سال گزر رہے ہونگے اس پندرہ سال میں یہ واضح فرق پیدا ہو گیا ہے کہ اردو اخبارات کا ایک عادی قاری ان جیسے الفاظ کو دیکھ کر الجھتا نہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عام لوگوں کا ذخیرہ الفاظ پہلے سے کافی بڑھ گیا ہے جس میں ریڈیو اور سینما کے علاوہ اخبارات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

جدید عہد صرف تصویری صحافت کا عہد ہے اور اس ضمن میں پاکستان کے اردو اخباروں نے جو تیز اور حیرت انگیز ترقی کی ہے وہ۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس برصغیر کی کسی اور زبان کی صحافت نے جس میں انگریزی کی صحافت بھی شامل ہے۔ نہیں کی۔ تصویری صحافت کی تیز ترقی سے عوام کی معلومات میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ تصویری صحافت کے فروغ کی وجہ سے بہت سے ایسے مضامین اور عنوانات پر اخبارات میں فیچر شائع ہونے لگے جو اردو دانوں کے ذخیرہ مطالعہ میں پہلے شامل نہ ہو سکے تھے۔ ان میں معلوماتی فیچر بھی شامل ہیں اور علمی بھی جو مثلاً طب، ہیئت، طبیعات، کیمیا اور دوسرے علوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اردو اخبارات کے قاری کی معلومات میں اضافہ کی ایک چھوٹی سی مگر کئی اعتبارات سے اہم مثال اگر میں

پیش کروں تو غالؔ ناموزوں نہ ہوگا۔ تقسیم سے پہلے تک اعداد کے تذکرے میں اردو اخبارات میں اعشاریہ کے لکھنے کا رواج نہ چلا تھا۔ لیکن آزادی کے بعد سے اعشاریہ کا استعمال ایک عام اور جانی بوجھی بات بن چکی ہے۔ ۱۹۳۶ء کا ذکر ہے ایک بزرگ جو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے گریجویٹ اور خاصے کامیاب وکیلوں میں شامل تھے۔ ایک شخص کے اس سوال پر بغلیں جھانکنے لگے کہ ۵ر ۰ سے کیا مراد ہوتی ہے۔ لیکن آج کا اردو کے اخباروں کا کاتب اعشاریہ اعداد کے لکھنے اور قاری سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے جو ذہنی سطح کی وسعت کا ایک دلچسپ نمونہ ہے۔

آزادی کے بعد اردو اخباروں کے اسٹاف کی نوعیت میں تبدیلی سے بھی صورتحال میں انقلابی تغیر رونما ہوگیا ہے آزادی سے پہلے چند ہی اخبار ایسے تھے جن کے اسٹاف میں اچھے گریجویٹ ملازمت کرنے آتے ہوں اور اس لئے چند مستثنیٰ اور معلومہ مثالوں کے علاوہ اردو اخبارات ایسے قدرے ذہین مگر کم سند یافتہ افراد کی پناہ بنتے تھے جنہیں سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں کوئی جگہ نہ مل سکتی تھی۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ صحافت کی طرف آنے والے عام طور پر اپنے معاشرے کے باخبر حوصلہ جو اور اوسط سے کچھ زیادہ ہی ذہین افراد ہوتے تھے مگر ان میں چند مستثنیٰ افراد کو چھوڑ کر جن کی ذہانت ان کی سندی کمی کا نعم البدل بن جاتی تھی۔ باقی جتنے تھے وہ باقاعدہ تعلیمی مراحل سے نہ گزرنے کا بدل نہ کر سکتے تھے اور اس لئے اخبارات کا معیار خاطرخواہ بلند نہ ہوتا تھا جس کی وجہ سے یہ موثر تعلیمی کردار بھی انجام نہ دے سکتے تھے۔ مگر آزادی کے بعد صورت حال میں انقلابی تبدیلی آگئی اور اب اردو کے تمام بڑے اخباروں میں اوسط سے بہتر درجے کے گریجویٹ کو ہی اخباری اسٹاف کے پہلے مرحلے میں داخلے کی اجازت ملتی ہے یا پھر پرانے اور منجھے ہوئے افراد کام چلا سکتے ہیں۔ جن کا تجربہ ان کی صلاحیتوں کا ضامن ہوتا ہے۔ اسٹاف کی نوعیت میں یہ تبدیلی اخبارات کے معیار کی بلندی اور ان اخباروں کا فرض کو زیادہ موثر طور پر ادا کرنے کا سبب بنی۔ آج کے اردو اخباروں میں ملک کے صف اوّل کے اہل قلم انشا پرداز اور دانشور لکھ رہے ہیں، جس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عوام کی سوچنے کی سطح بلند ہوگئی ہے اور ان اخباروں کا وقار ملک کے علمی حلقوں میں بھی اونچا ہوگیا ہے۔ جاپان کے اخبار نچی نچی شنگین کے وقار کا یہ حال ہے کہ اس کی تازہ کاپی کا کسی شخص کے پاس ہونا اس شخص کے گریجویٹ ہونے کی ضمانت خیال کیا جاتا ہے۔ اسی قسم کا اعزاز لندن کے اخبار ٹائمز۔ امریکہ کے نیویارک ٹائمز روس کے پراودا زوسیتا اور ڈاسٹار وغیرہ کو بھی حاصل ہے پاکستان کے اردو اخبار ابھی اتنا اعزاز تو حاصل نہیں کر سکے لیکن جس تیزی سے انہوں نے عوامی اعتماد اور تعلیمی حلقوں میں وقار پیدا کیا ہے وہ مستقبل کے خوش آئند امکانات کا پتا دیتا ہے آزادی کے بعد ایک دوسرا صحت افزا ارتقا یہ ہوا کہ اردو اخبارات کی آمدنی میں حیرت انگیز قابل قیاس اضافہ ہوا جس کی وجہ سے ان کے حجم اور پھیلاؤ بھی بڑھ گیا ہے اور پہلے کے مقابل وہ زیادہ مواد قاری کو مہیا کرنے کے قابل ہوگئے اب وہ بہت سے ضمیمے اور نمبر نکال سکتے ہیں جو تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں جن سے عوام کی دانش اور بینش میں اضافہ اور تکنیکی حلقوں تک ان اخباروں کی مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ اس ایک سرسری جائزے کے پیش نظر یہ بات اعتماد

(باقی صفحہ پر)

ڈاکٹر رحیم الدین کمال

پروفیسر جمیل الرحمن مرحوم

ایک باکمال مورخ

جامعہ عثمانیہ کی علمی زندگی کا آغاز دراصل دارالعلوم سے ہوا۔ اس درس گاہ کے پرنسپل عبدالحمید مرحوم نے ایسے نوجوان عالموں کی ایک مستعد اور پرخلوص جماعت تیار کرلی تھی جو اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم پر بھی دست رس رکھتے تھے۔ انہیں نوجوان عالموں میں پروفیسر خلیل الرحمٰن بھی شامل تھے۔ یہ ابتداً مہاراجہ گنگوار بڑودہ کے قائم کردہ ادارۂ تحقیقات علمیہ کے ایک رُکن کی حیثیت سے ابن رشد کے فلسفہ پر ایک کتاب انگریزی میں لکھ چکے تھے اور ان کے مختلف مقالے اور مضامین بھی لاہور کے موقر رسالوں میں شائع ہو چکے تھے۔ ان کا تقرر دارالعلوم میں ہوگیا تو وہ حیدرآباد سے وابستہ ہوگئے۔ جامعہ عثمانیہ کی داغ بیل ڈالی گئی تو پروفیسر مرحوم بھی اس سے منسلک ہوگئے اور تادم زیست علمی ترقی و ترویج کا فرض انجام دیتے رہے۔

پروفیسر مرحوم کا تعلق یوپی کے ایک مشہور علمی خاندان سے تھا جنہوں نے سارے ہندوستان میں جدید اسلامی افکار کی بنیادیں رکھیں اور علم و ادب کے ایسے چراغ روشن کئے جو اب تک فروزاں ہیں۔ ان کے والد منشی خلیل الرحمٰن اور چھ بھائیوں نے مل کر جدید اسلامی افکار کے پھیلانے کا بیڑا اٹھایا۔ منشی خلیل الرحمٰن مورخ، ادیب اور مترجم کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ پروفیسر جمیل الرحمان جامعۂ عثمانیہ میں تاریخ اسلام کے پروفیسر تھے۔ پروفیسر نعیم الرحمٰن مدراس اور بعد میں الہ آباد یونیورسٹیوں میں عربی زبان و ادب کے پروفیسری کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان کے تیسرے بیٹے ڈاکٹر نبیل الرحمٰن اسمٰعیل یوسف کالج بمبئی کے پرنسپل بمبئی یونیورسٹی کے شعبۂ فنون کے صدر اور فارسی ادبیات کے پروفیسر تھے۔ ان کے چوتھے بیٹے معتمد ولی الرحمٰن جامعہ عثمانیہ میں نفسیات و فلسفہ کے استاد تھے اور ان کے دو بیٹوں کلیم الرحمٰن اور عبید الرحمٰن نے علمی کتابوں کی اشاعت کے لئے "کتابستان" قائم کرکے ایک بےمثال ادارہ استوار کیا تھا۔ غرض اس خانوادے نے سارے ہندوستان کی علمی اور ادبی کوششوں کی اس طرح رہنمائی کی کہ ان کے شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی نکلی جس نے ملک میں گراں قدر علمی خدمات انجام دیں۔ ان میں جلیل القدر پروفیسر اعلیٰ عہدیدار، ماہران تعلیم و دانشور بےمثال

ادیب، شاعر، عالم اور سیاسی رہنما شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی نہ صرف اس برعظیم میں بلکہ ممالک غیر کے علمی مراکز میں بھی کوئی مقام ایسا نہیں ملتا جہاں ان کے شاگرد، دوست شریک کار یا مداح نہ موجود ہوں

پروفیسر مرحوم کا خاندان یوپی کے ایک مردم خیز قصبہ سرادلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی قصبہ سے ٹوڈرمل جیسا اکبری رتن نکلا اور اسی خاک سے عہد حاضر کے نامور قائد وقارالملک پیدا ہوئے۔ مرحوم پروفیسر کے خاندان کے ایک اور نامور بزرگ بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق تھے جن کی اردو نوازی اور اردو دوستی اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بھی اسی قطعہ ارض سے تعلق رکھتے تھے۔

پروفیسر جمیل الرحمان ۳ اکتوبر ۱۸۹۰ء میں بمقام پرتاپ گڑھ پیدا ہوئے جہاں ان کے نانا مولوی حسام الدین ڈپٹی کلکٹر تھے۔ یہ بزرگ بھی اپنی کتابوں کی وجہ سے زیادہ مشہور تھے۔ پروفیسر مرحوم کی تمام تر تعلیم لاہور میں ہوئی جہاں ان کے والد ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ کرسچن کالج لاہور میں انہیں نصرانیت، عیسائیت اور اسلام کے تقابلی مطالعے کا بڑا اچھا موقع ملا اور اسلامی تاریخ کا ایسا درک پایا کہ شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوا ہو۔

میں ابھی ہائی اسکول کی ابتدائی جماعتوں ہی میں پڑھتا تھا کہ مجھے اردو ادب کے مطالعہ کی ایک منزل پر اسلامی افکار جدید کا موقع ملا۔ اور اسی سلسلے میں میں نے پروفیسر مرحوم کے خانوادہ کی مختلف کتابیں، رسالے اور مضامین بڑے شوق اور انہماک سے پڑھے۔ جب میں نے میٹرکیولیشن کرلیا اور درجہ اوّل میں کامیابی بھی حاصل کی تو اس زمانہ کے رواج کے مطابق میرے بزرگوں اور بہی خواہوں کا مشورہ یہ ہوا کہ میں نظام کالج میں شریک ہو جاؤں دو ایک روز میں نے اسی کالج میں گزارے بھی لیکن مجھے ایک تشنگی کا احساس ہوا اور میری اردو دوستی اور جدید اسلامی افکار سے وابستگی نے مجھے چین لینے نہ دیا۔ چنانچہ میں نے جامعہ عثمانیہ میں شرکت کرلی۔ اور پروفیسر جمیل الرحمٰن کی وجہ سے تاریخ اسلام کا خصوصی مضمون کی حیثیت سے انتخاب کیا۔ جب مجھے زیادہ قریب سے پروفیسر مرحوم کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو میرے دل نے گواہی دی کہ واقعی اس انتخاب میں تائید غیبی شامل تھی۔

پروفیسر جمیل الرحمٰن بہت ہی انوکھی کشش با وقار و منفرد شخصیت کے مالک تھے ان کی شخصیت کی انفرادیت نے ان میں ایک خاص شان استغنا بھی پیدا کر دی تھی۔ ان کی نظر ہمیشہ غیر شخصی مسائل و افکار پر رہتی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ گویا بالاتر سطح پر رہتے بستے ہیں اور جو کوئی ان کی صحبت میں چند لمحے گزارتا ہے اس پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کا قول تھا کہ کبھی انسانوں کا شخصی طور پر ذکر نہ کیا کرو۔ اس سے عیب جوئی اور تنگ نظری پیدا ہوتی ہے۔ پہلے تو کسی کو ان کے سامنے خود ان کے کسی سخت سے سخت مخالف کی غیبت کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا اور اگر اتفاق سے کسی نے یہ ہمت کی بھی تو وہ اس طرح سنی ان سنی کر دیتے تھے

کر کہنے والے کو اپنی سراسر غلطی کا احساس ہو جاتا۔ وہ اپنی زندگی کا بعض ناخوشگوار واقعات کا بھی ذکر ایسے حسین انداز میں کرتے تھے کہ اس سے ان کے علمی وقار اور بے مثال کردار کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ میں نے ایک دن دریافت کیا" مولوی صاحب بتایئے آپ نے اپنی زندگی میں کتنی کتابیں کتنے رسالے اور مضامین لکھے ہیں۔ اور علمی زندگی کے کیا حوادث و محرکات تھے جو ان تصانیف کا سبب بنے"۔ میرے سوال کے آخری جملے پر زیادہ متوجہ ہوئے اور ان کے چہرہ پر حسب معمول استغنا سے پُر تبسم کھیلنے لگا۔ کہنے لگے" واقعی آپ نے ایک بڑا ہی مفید سوال کیا ہے۔ میں غور کرتا ہوں تو مجھے خود بھی یاد نہیں آتا کہ میں نے کتنے مضامین کن کن رسالوں میں شائع کئے البتہ کتابوں اور رسالوں کا کچھ حال تو مجھے معلوم ہے اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے اب میرے کچھ شاگردوں کی کوششوں سے کچھ مضامین بھی اکٹھے ہو رہے ہیں"۔ یہ کہتے کہتے وہ یکایک رک گئے۔ میں نے متجسس نگاہوں سے جب ان کو دیکھا تو مرحوم نے اپنی تیز روشن آنکھیں سامنے کے سوزنی رنگ کے پھولوں کے پودوں میں گاڑتے ہوئے کہا" مجھے اپنی ساری زندگی میں چار پانچ سال ضائع جانے کا بڑا افسوس ہے۔ اس عرصے میں خیر لکھنا تو کیا میرے پڑھنے کا سلسلہ بھی ٹوٹ سا گیا تھا۔ لیکن اسی واقعے نے مجھے ایک سبق بھی دیا اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر پھر سے لکھنے پڑھنے میں لگ گیا"۔ میں نے پوچھا" مولوی صاحب وہ کیا واقعہ تھا جو آپ کی زندگی پر اس طرح اثر انداز ہوا" پھر وہ مسکرائے اور کہنے لگے" جب میں حیدرآباد میں آیا تو حبیب الرحمان خاں شروانی صاحب کو میں ایک طرح اپنا بزرگ ماننے لگا۔ وہ میرے علمی کاموں کی سرپرستی کرتے رہے۔ جانے کیا بات ہوئی کہ ان کو میری طرف سے کچھ غلط فہمی ہو گئی اور انہوں نے اپنی تمام تر توجہ اس بات پر صرف کر دی کہ میرا جامعہ عثمانیہ سے تعلق منقطع ہو جائے یہی وہ زمانہ تھا کہ میں لکھنا تو کیا دلجمعی سے پڑھ بھی نہ سکا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں حبیب الرحمان شروانی صاحب کو اپنا بزرگ مانتا تھا۔ جب ان میں یہ تبدیلی آئی تو مجھے اس کا بڑا دکھ ہوا"۔ میں نے پوچھا" آپ نے اس کے ازالہ کی بھی کوئی سبیل نکالی"۔ پھر مسکرائے" یہ کام مجھ سے بالکل نہیں ہو سکتا"۔ غرض انہوں نے اس شخصی واقعہ میں بھی ایک علمی پہلو نکال لیا تھا۔

مولوی جمیل الرحمان نے طبع منظم پائی تھی۔ وہ بڑے سلیقے اور نظم سے اپنے تمام کام کرتے تھے۔ ان کو تحقیق کا نہ صرف چسکا تھا بلکہ وہ یہ کام بڑے ماہرانہ انداز میں کرتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ طالب علمی ہی کے زمانے سے درسی کتابوں کی نسبت غیر درسی اور عام دلچسپی کے مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ ان کو یہ خیال چھو کر بھی نہیں گزرتا تھا کہ وسیع مطالعہ کی عادت امتیازی کامیابی کے لئے مضر ہوتی ہے۔ ان کے مطالعے کی انتہا یہ تھی کہ پڑیوں کے کاغذ تک کو جب وہ ادھر ادھر پڑا دیکھتے تو اس کو اٹھا لیتے صاف کرتے اور پڑھتے۔ اگر ان میں کوئی کام کی بات ہوتی تو اس کا تراشہ نکال لیتے اپنی نوٹ بک میں اسے چسپاں کرتے اور

اس پر حاشیہ لکھتے۔ ان کی ڈائری بھی بجائے خود علمی معلومات کا ایک گنجینۂ نادر ہوا کرتی تھی۔ دوران مطالعہ جو بات قابل لحاظ معلوم ہوتی اسے اس نکتے سے تحقیقاتی کاموں کا جو تعلق ہوتا اس کا حوالہ دیتے اور اس طرح حوالوں کا ایک باضابطہ تسلسل قائم کرلیتے تھے۔ مسودات ہمیشہ کاغذ کے نصف حصہ میں دائیں طرف کو لکھتے۔ جو تبدیلی ترمیم اصلاح منظور ہوتی وہ صفحے کے نصف حصہ پر اس خوبی سے کرتے کہ پڑھنے میں بالکل تکلیف نہ ہوتی۔ ان کی تحریر بہت صاف اور واضح ہوتی تھی۔

پروفیسر جمیل الرحمان کے تحقیقی کاموں کا ڈھنگ بھی نرالا تھا۔ مطالعہ کے دوران میں اگر وہ یہ محسوس کرتے کہ کسی مسئلے پر لکھنے اور گنجلک خیالات کو دور کرنے کی ضرورت ہے تو وہ یہ سوچتے کہ کہاں تک یہ کام کسی بیرونی زبان کی کتاب، رسالے یا مضمون کے ترجمے کو اردو میں منتقل کرنے اور اس پر نوٹ اور حاشیہ بڑھانے سے پورا ہوسکتا ہے اور کس کام پر تحقیق تجسس اور تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی علمی یادگاروں میں بے شمار کتابیں، رسالے، مقالے، مضامین اور تراجم شامل ہیں۔ وہ انگریزی، عربی، فارسی اور جرمن زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ اور ان زبانوں سے اپنی تحقیقات میں پورا پورا استفادہ کرتے تھے۔ چنانچہ مقدمہ افتتاح الاندلس کے پڑھنے سے اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کہ وہ اسلامی تاریخ پر کتنی وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے اور ان کے علمی تبحر کا مرتبہ کیا تھا۔ ان کا یہ مقدمہ اندلس کی تاریخ کا ایک ایسا نادر اشاریہ ہے کہ محققین ایک زمانہ تک اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ اس خاندان نے اسپین کی تاریخ پر جو کام کیا ہے وہ بھی بجائے خود یادگار زمانہ ہے۔ پروفیسر صاحب کی تحریروں کا تحقیقات علمیہ کے علاوہ بہت بڑا حصہ وہ ہے جو انہوں نے مختلف علمی تحقیقات و تصانیف پر بطور نوٹ لکھا تھا۔ اس نوعیت کی تحریروں کے مطالعے سے بعض وقت یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ مرحوم کی نظر خود مصنف سے زیادہ وسیع تھی، اکثر وہ کتابوں کی غلطیوں کی طرف نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں مصنفین کو بھی خطوط لکھکر ان کی توجہ مبذول کراتے تھے اس کا اعتراف کئی بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مصنفین اور مورخین نے مجھ سے کیا ہے۔ جب کسی تصنیف یا ترجمے کا خیال ان کے ذہن میں آتا اور دل میں جم جاتا تو اس پر بے حد فکر کرتے اور رفتہ رفتہ ایسا مواد فراہم کرلیتے کہ جو اس مسئلہ پر ایک بلندپایہ رسالے یا مضمون کی شکل اختیار کرلیتا۔ لکھنے کے بعد چند روز تک اسے رکھ چھوڑتے پھر پڑھتے اور اس کے بعد اس کی طباعت کی فکر کرتے۔

پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردوں، عزیزوں اور دوستوں میں تحقیق و تجسس اور غور و فکر کا اچھا مذاق پیدا کیا تھا۔ میں ابھی انٹرمیڈیٹ میں تھا کہ تاریخ اسلام کی اکثر کتابوں کو پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں پر اسلامی تاریخ کے نقطہ نظر سے ایک مبسوط کتاب لکھنی چاہئے۔

چنانچہ میں نے اپنے اس خیال کو ایک صحبت میں پروفیسر مرحوم سے ذکر کیا اور وہ اسباب بیان کئے جو اس خیال کا سبب بنے تھے۔ مرحوم فرمانے لگے آپ کا خیال صحیح ہے۔ اب آپ کو تاریخ کا شوق پیدا ہو چکا ہے اور آپ کی نظر تاریخ کے بعض نازک مسائل پر پہنچ رہی ہے۔ کیوں نہ آپ اس کی ابتدا کر دیجئے؟ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر بہت کچھ غور کیا اور پڑھنے کے بعد دوسری ملاقات میں جب میں نے مزید اس مسئلہ پر گفتگو کی اور اس خیال کا اظہار کیا کہ "دراصل تاریخ اسلامیہ کو عہد عباسیہ سے از سر نو لکھنے کی ضرورت ہے" پروفیسر صاحب نے نہ صرف اس خیال کی تائید کی بلکہ میری حوصلہ افزائی بھی کی اور فرمایا کہ میں نے مملکت عباسیہ پر لکھنا شروع کر دوں۔ چنانچہ میں نے مولوی صاحب کی زندگی میں اس کے دو باب لکھ لیے اور ایک باب کی پروفیسر صاحب نے نظر ثانی کی اور اپنے قلم سے جگہ جگہ اصلاحیں دیں۔ جب میں نے دوسرے باب کو شروع کرنے سے پہلے چاہا کہ مولوی صاحب پہلا باب نظر ثانی کے بعد مجھے دے دیں تاکہ میں اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کو دیکھ سکوں تو فرمانے لگے آپ اس کا انتظار نہ کیجئے۔ آپ کو لکھنا آگیا ہے۔ آپ لکھتے جائیے۔ اسی گفتگو کے دوران انہوں نے فرمایا "صلیبی جنگوں کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ لوگ تاریخ کے اس مسئلے کو وسیع نظر سے نہیں دیکھتے۔ اس آویزش نے صرف شکلیں بدلی ہیں"۔

پروفیسر مرحوم کے اسلوب تحریر کے ارتقا کا مطالعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ انہوں نے اردو زبان میں تاریخ جیسے موضوع پر ایسی قدرت سے خامہ فرسائی کی ہے کہ اس سے خود زبان کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے۔ آخری عمر میں وہ مصر کی تاریخ لکھ رہے تھے اور اس کا اسلوب بیان ان کے افکار و خیالات کی پختگی پر ہی نہیں بلکہ اظہار کی پرکاری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ ان کا اسلوب بیان عالمانہ سائنٹفک، راست، واضح اور سادہ ہے۔ وہ تاریخ میں رنگینی بیانی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔

پروفیسر جمیل الرحمان بڑے ہی سادہ مزاج، خوش لباس اور پاکیزہ نفس انسان تھے وہ جھنجھٹوں سے گھبراتے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ اپنی گھریلو زندگی کی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری بھی گوارا نہ کرتے۔ حسنِ اتفاق ہے کہ ان کو ایک ایسی رفیقہ حیات مل گئی تھیں جنھوں نے اس ذمہ داری کو نہایت خوبی سے پورا کیا اور پروفیسر صاحب کو ان تمام جھمیلوں سے اس طرح آزاد کر دیا کہ وہ اپنا پورا وقت پوری توجہ سے علمی مشاغل میں لگا سکتے۔ یہی آسانیاں خوش نصیبی سے خود مجھے اور میری اہلیہ جو پروفیسر جمیل الرحمان کی دوسری صاحبزادی ہیں حاصل ہیں۔ ہم دونوں اپنے علمی و تہذیبی مشاغل میں کچھ اس طرح منہمک رہتے ہیں کہ نہ صرف ہم کو گھریلو امور کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ یہ سب ذمہ داری میری ساس صاحبہ سنبھال لیتی ہیں۔ پروفیسر مرحوم کی سادگی اور نفاست کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے گھر میں کوڑا کرکٹ

تو کیا ایک چیونٹی کو بھی دکھ دینا گوارا نہ کرتے تھے۔ وہ لباس سادہ پہنتے تھے لیکن بہت ہی نفیس میوہ کھانے کا انہیں بے حد شوق تھا۔ غذا سادہ تھی۔ شوربے اور روٹی کے وہ ہمیشہ دلدادہ رہے۔ مرغن غذاؤں سے انہیں قطعی رغبت نہ تھی۔ ان کے کھانے اور کام کرنے کے اوقات متعین تھے۔ ہر روز نہاتے تھے اور شام کے وقت چہل قدمی باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ شور و شغب سے دور، سماجی محفلوں سے بے نیاز اپنے علمی کاموں میں لگے رہتے تھے لیکن انسانی ہمدردی، محبت اور خلوص ان میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے وہ مصیبت میں دوسروں کے غمگسار رہتے تھے۔ اپنے چھوٹے بھائی کی موت کا ان کو بے حد صدمہ تھا اور بھتیجے بھتیجیوں کی دیکھ بھال کا خاص طور پر ایسا خیال رکھتے کہ ان کو باپ کی موت کا احساس نہ ہو اور یہ نہ سمجھیں کہ وہ کسی دوسرے کے دست نگر ہیں۔ وہ سلوک بھی اس طرح کرتے تھے کہ گویا وہ احسان کرکے شرما رہے ہیں۔ دینے کے بعد وہ لینے والے کو اس طرح محسوس کرواتے تھے کہ گویا وہ اس کا حق تھا۔ وہ دکھاوے اور ظاہرداری سے نفرت کرتے تھے۔ اگر واقعی بہشت کا تصور ممکن ہے تو یہ کہتے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ مولوی جمیل الرحمان ایک بہشتی انسان تھے اور انہیں زندگی میں بہشت کی ساری آسائشیں میسر آ گئی تھیں انہوں نے ایک غنی دل پایا تھا اور اس نے ان کی ذات کو ہر دل عزیز اور وقار کو بلند کر دیا تھا اور یہی کیفیت انہوں نے اپنے بچوں میں پیدا کر دی تھی۔ اگر حسن کا یہ تصور صحیح ہے کہ حسن دراصل نیکی کا نام ہے۔ تو مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں ہوتا کہ پروفیسر جمیل الرحمان ایک بڑی ہی حسین اور دلکش شخصیت کے مالک تھے ان کا کردار، ان کے کارنامے، ان کی شخصیت، ان کی تصانیف اور ان کے خیالات تادیر یاد رکھے جائیں گے اور وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک شمع کا کام کریں گے۔ یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ ان کے والد اور بھائی سب کے سب قلب کی حرکت بند ہو جانے کے سبب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ چنانچہ پروفیسر مرحوم نے بھی اپنی روزانہ کی گشت سے واپس آنے کے بعد کھانا کھایا اپنی صاحبزادیوں سے گفتگو کی اور حسب معمول اپنے کمرہ میں داخل ہو رہے تھے کہ ان کے قلب پر اچانک حملہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی روح پرواز کر گئی۔ اسلامی تاریخ کا یہ بے مثال عالم، علمی خاندان کا یہ انمول موتی ہزاروں شاگردوں اور دوستوں کا اچھا دوست یکایک سب سے جدا ہو گیا۔ جامعہ عثمانیہ نے سوگ منایا۔ علمی اداروں نے اس کی یاد میں جلسے منعقد کئے، رسالوں اور اخباروں نے اداریے لکھے دور دور سے ان کے شاگردوں اور دوستوں نے ماتمی خطوط بھیجے اور سبھوں نے یہی کہا

دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا۔

گنجہائے گرانمایہ

انجمن کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست (جلد دوم)

مرتبہ

افسر امروہوی

دوسری جلد کے مندرجۂ ذیل مخطوطات پر قومی زبان میں حواشی شائع ہو چکے ہیں

نمبر	مخطوطہ		مصنف
۱	وصیت نامہ		......
۲	فتح المجاہدین		مسکین
۳	شفاعت نامہ		عبدالقادر
۴	قصہ شاہ جمجمہ		کمترین
۵	تلقین الہدیٰ		عاصی
۶	تنبیہ العوام		غوث محی الدین
۷	مثنوی گوہر		ابراہیم
۸	حملہ حیدری		ذوالفقار علی صفا
۹ - ۱۰	محی الدین نامہ	دو نسخے	......
۱۱	دیوان ہمت		خواجہ ہمت علی خاں
۱۲	گنج قدرت		اعزالدین خاں نامی
۱۳	فتح نامہ		یٰسین
۱۴	پند نامہ		جعفر زٹلی
۱۵	دیوان تمنا		اسد علی خاں تمنا
۱۶	تاریخ فیض عام		مہروی
۱۷	حشر نامہ		......
۱۸	قصیدہ غوثیہ		رحمت اللہ
۱۹	نصائح الاطفال		رضا
۲۰	نصیحت نامہ		......
۲۱	مذمت بے نمازاں		......
۲۲ - ۲۶	شمائل نامہ	پانچ نسخے	عبدالصمد ترین
۲۷ - ۲۸	تنبیہ نامہ	دو نسخے	ولی
۲۹	معجزہ حضرت فاطمہ		فاروقی
۳۰ - ۳۲	دیوان فراق	تین نسخے	ثناء اللہ خاں فراق دہلوی

اس شمارے میں مندرجہ ذیل مخطوطات پر تفصیلی حواشی دیے جا رہے ہیں

نمبر		مخطوطہ	مصنف
۱	:-	صبح نو بہار عشق	محمد باقر آگاہ
۲	۱-	گلزار عشق	
۳	:-	ندرت عشق	مرزا مقیمی

صبح نو بہار عشق

سائز ۷×۴ ½ صفحات ۱۴۰ سطور ۱۱ سنہ تصنیف ۱۲۱۲ھ سنہ کتابت ×

اس ایک ہزار چار سو چہتر ابیات کی مثنوی کے مصنف مولوی محمد باقر آگاہ ہیں جن کے حالات درج کیے جا چکے ہیں۔ یہ مثنوی آگاہ نے ۱۲۱۲ھ میں تصنیف کی جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

ہوا ہے جب درخشاں یہ ستارا ‏ ‏ ‏ تھے بارہ سو کے اوپر سال بارا

ہیں ابیات اس رسالے کی سراسر ‏ ‏ ‏ یک الف و چار سو اوپر چہتر

مثنوی صبح نو بہار عشق کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں ہے جس کی تشریح ہاشمی مرحوم نے فہرست کے صفحہ ۶۰۲ پر اس طرح کی ہے۔

"کتاب کا اصل نام خمسہ متحیرہ ہے اس میں پانچ مثنویاں یعنی (۱) صبح نو بہار عشق (۲) قدرت عشق (۳) عرفان عشق (۴) حیرت عشق (۵) حسرت عشق کے نام کی شامل کی گئی ہیں۔ دراصل یہ تصوف کی مثنویاں ہیں۔ لیکن ان کو افسانے کے پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ پہلی مثنوی صبح نو بہار عشق کے عنوانات کی تفصیل (۱۷) ابواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کو "دروازہ" سے موسوم کیا ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ان کی صراحت کی جاتی ہے۔

پہلا دروازہ مناجات میں دوسرا حمد تیسرا مناجات دیگر چوتھا نعت پانچواں بیان معراج چھٹا احوال رسالت مآب ساتواں دروازہ منقبت محبوب عالم آٹھواں جمال مطلق نواں دسواں سخن کی تعریف اور سبب تصنیف گیارہواں ابتدائے ظہور عشق کس طرح تھا۔ بارہواں تعریف عشق تیرہواں القاب۔ اسمائے عشق (اس میں حکایت مجنوں بھی درج ہے۔ چودہواں عشق کے راہوں کا بیان (اس میں شیخ اکبر کی حکایت بھی درج ہے) پندرہواں اقسام عشق (اس میں ایک عاشق حور لرز کی حکایت درج ہے) سولہواں مراتب عشق (اس میں تین حکایتیں درج ہیں۔) پندرہواں بعض فوائد عشق۔ (فہرست سالار جنگ ص ۶۰۲)

مخطوطہ زیر تبصرہ میں تمام مضامین یہی ہیں لیکن ان کے عنوانات کا نام دروازہ نہیں ہے۔ ہر مضمون کے آغاز میں چار سطریں سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہیں اور یہ التزام آخر تک قائم ہے۔ خط نستعلیق اور خوشنما ہے۔ حاشیے میں

دوہری اور مصرعوں کے درمیان اکہری سطریں بھی سرخ روشنائی کی ہیں۔ کتابت میں وہی انداز ہے جو اُس وقت رائج تھا۔ مثلاً

سج لے شوق کے درپن کے جوہر کمالیہ حقیقی ہیں دو قسم اوپر ص۵
نہیں ہے ہرگز اوسکی وار کو اوپر نہ اوسکی سحر کا کچھ ہو سکی تو پر ص۱۱۔

آغاز:۔ ہاشمی مرحوم کے بیان کے مطابق اولاً چار صفحے کا نثر میں دیباچہ ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے لیکن زیرِ تبصرہ مخطوطہ نثری دیباچے سے خالی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بعد حمد اس طرح شروع ہوتی ہے ؎

اے ساقی نگاہ غور کر ٹک خم ادنیٰ کا شتابی دور کر ٹک
مجھے کر نشۂ وحدت سے مسرور سدا رکھ دردی توحید سے دور
اے پیارے معنی تو کہاں ہے مرے سے کیوں تو اے جاں یوں نہاں ہے؟

اٹھارویں عنوان میں اپنی تصنیف کے اختتام اور اس کی خوبیوں کا ذکر ہے جسے مناجات پر ختم کیا گیا ہے۔

اختتام:۔
نبی کی پیروی دے مجھکو دن رات چلوں تا چال پر اس کی سب اوقات
مجھے نت راہ کا اس کی نہی کر سراپا آگہی کر، آگہی کر
تیرے سے مانگتا ہوں میں محمد مجھے دے اوسکو تو از لطف بیحد
دو عالم میں میرا تیرے سے مقصد محمد ہے محمد ہے محمد

مثنوی صبح بہار عشق یہاں ختم ہو گئی ہے۔ جس کے بعد عربی کے پانچ اشعار لکھے ہیں اب مصنف کے سات قطعات تاریخ ہیں ان قطعات کے آخری اشعار یہ ہیں ۔

(۱) بدان خیالم ریخت آں شمع گل تاریخ خود را بے نظیرم
۱۲۱۲ھ

(۲) یک بیک بول اُٹھا دل از سرِ جد دل آگاہ کا ظہور اہے
۱۳۰۹ + ۳ = ۱۲۱۲ھ

(۳) طرز میں اپنی جب وہ نادر ہے کیوں نہ تاریخ اس کی ہوے غریب
۱۲۱۲ھ

(۴) کہا دل از سر امداد ناگاہ جناب گل ہے باغ آگہی کا
۱۲۱۱ + ۱ = ۱۲۱۲ھ

(۵) کہا ہاتف ہو غم سے بے دل زار دل آگہ کا ہے داغ نمایاں

آخری تاریخ میں کوئی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اس مصرع کے اعداد ۱۲۵۲ ہوتے ہیں۔ اس میں سے دل زار یعنی الف کا ایک گھٹا تے ہے ۱۲۵۲ھ باقی بچتے ہیں نہ کر ۱۲۱۲ھ خدا جانے غلطی کاتب کی ہے یا مصنف کی۔

(۶) خامہ سال اختتام اس کا کہا　　درد دل کا ہے یہ نسخہ میں علاج
۱۲۱۲ھ

---

(۷) نفس زد غنچہ دل از سر وجد!　　گلے از روضۂ جاوید بنما ہے
۱۲۰۶ + ۶ = ۱۲۱۲ھ

ان قطعات کے اختتام پر آگاہ کے تین مہمان مخلص کی طویل نظمیں ہیں جن میں مثنوی صبح نو بہار عشق کی تعریف کی گئی ہے۔ پہلی نظم مومن علیخاں عرف غلامی فدا کی ہے اس میں (۳۰) اشعار ہیں۔ دوسری نظم سید عبدالقادر قادری کی ہے۔ اس میں (۳۲) اشعار ہیں قادری نے دو بیتی تاریخ بھی لکھی ہے کہا ہاتف "شرارہ عشق کا ہے"۔ آخر میں سید محمد غوث غوثی کا قصیدہ ہے۔ اس میں (۳۰) اشعار ہیں آخری مصرع سے تاریخ ۱۲۱۲ تعمیہ برآمد ہوتی ہے۔

ناگاہ بول اٹھا ز سر درد دل سروش　　امڈی ہے درد عشق کی پوری بہار آج
۱۲۰۸ + ۴ = ۱۲۱۲ھ

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

گلزار عشق

سائز ۵ × ۷½ صفحات ۲۶۹ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۱۰ھ سنہ کتابت ×

یہ ضخیم مثنوی مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری کے زور قلم کا نتیجہ ہے جس میں شہزادہ رضوان شاہ اور روح افزا پری کی داستان عشق بیان کی گئی ہے۔ گلزار عشق ایک اور مثنوی کا نام بھی ہے جو شاہ کمال نے ۱۲۲۴ھ میں حیدر آباد میں لکھی تھی۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ سر سالار جنگ میں ہے (فہرست ص ۶۸۴) رضوان شاہ و روح افزا کا قصہ نیا نہیں ہے اس داستان کو ۱۰۹۴ھ میں فائز تخلص کا ایک قدیم شاعر لکھ چکا ہے فائز کی مثنوی رضوان شاہ و روح افزا کے دو قلمی نسخے ادارۂ ادبیات حیدر آباد کے کتب خانے میں ہیں (تذکرہ مخطوطات

اول ص۱۵۸ وسوم ص۱۷۷) اردو دو نسخے انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان کے کتب خانہ خاص میں ہیں۔

زیر تبصرہ مخطوطہ نہایت عمدہ نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے عنوانات ابیات کی صورت میں ہیں اور انہیں سرخ روشنائی سے نمایاں کیا گیا ہے ابیات عنوانات کی بحر مثنوی کی بحر سے الگ ہے۔ رسم الخط میں وہی خصوصیات ہیں جو آگاہ کے زمانے کے دیگر مخطوطات میں نظر آتی ہیں مثلاً سنتے ہی اس طرح ملا کر لکھا گیا ہے سے

بشارت یہ سنتیہی بے ہوش ہوئی ‏ ‏ ‏ گھڑی ایک حیرت سے مدہوش ہوئی

وہ سنتیہی یہ مژدہ ہو پر سرور ‏ ‏ ‏ گیا لے پر یرخ کو قصد حضور

اس مثنوی میں کچھ ایسی ابیات بھی ملتی ہیں جو دکنی زبان کے رشتے کو پنجابی سے استوار کرنے کی دلیل بن سکتی ہیں مثلاً فاعل جمع کے ساتھ فعل کو جمع لانا سے

وہ گلگشت کرنے کو باہر آوینگیاں ‏ ‏ ‏ تجھے دیکھکر یہاں نکل جاوینگیاں

آگاہ نے اس مثنوی میں متعدد ایسے الفاظ نظم کئے ہیں جو اب سے تقریباً دو صدی قبل مستعد سمجھے جاتے ہوں گے۔ اور اس وقت متروک ہیں۔

بہار - باہر -

گیا ہاتھ سے اس کے بہار اختیار ‏ ‏ ‏ کہا جوشش غم سے ہو بیقرار ص۱۶۱

بہر - باہر سے

لگے آکے پڑنے مرے پاؤں پر ‏ ‏ ‏ سرانے لگے مجھکو حد سے بہر

بہی تسلیم و رضوان حد سے بہر ‏ ‏ ‏ ہو سب آل و اصحاب کی روح پر

اگلا - زیادہ سے

پڑی پاؤں پر روح یعقوب کے ‏ ‏ ‏ کہی تو ہے اگلا مجھے باپ سے

چاؤ - لاڈ پیار - محبت سے

نہیں بن مرے کوئی فرزند اسے ‏ ‏ ‏ وہ پالا ہے مجکو بڑے چاؤ سے ص۱۶۷

گون - جانا (دکنی میں اب بھی مستعمل ہے) سے

نشاطی ہوا جب وہ سب سچ یہیں ‏ ‏ ‏ کئے ہیں طیور آپنے ہاں گون ص۱۹۱

چوک - بھولنا (بھول چوک کا ایک جز)

رہوں تا ابد عشق ہو لا کلام ‏ ‏ ‏ نہ لیئوں کبھو چوک سے ان کا نام

ص۱۶۵ پر یہ بیت ہے سے

یکیلے کو کب خوب لگتا ہے باغ   ہلا ہے ریفتوں کی دوری کا داغ

یکیلے کے لفظ پر ایک نشان لگا کر حاشیہ پر لکھا گیا ہے یہ بیت محمد تقی دردمند کی ہے کہ شاعر ریختہ گو ہے یک مثنوی مختصر مقدار یک ورق کے کہلے ہے ابتدا اس کا ہے ؎

مجھے ہوا پڑا ایک دن اگذار (کذا) —— اکیلے چمن میں بفصل بہار

بیت مذکور اس میں ہے۔

یہ دردمند دہی ہیں جن کا نام محمد فقیہ تھا اور جن کو محمد تقی کہا گیا ہے۔ دردمند مذکورہ اردو کے شاعر اور تقریباً آگاہ کے معاصر تھے۔ ان کے حالات مختصر تذکروں میں ملتے ہیں۔ مرزا جانجاناں مظہر کے شاگرد تھے۔

گلزار عشق کے بعض صفحات پر حواشی بھی ہیں جن سے پڑھنے والے کی معلومات میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ صفحہ ۱۶۱ پر آگاہ نے اس باغ کی توصیف بیان کی ہے جہاں رضوان شاہ پری رخ سے جاکر ملا ہے اس میں ایک بیت ہے ؎

طراوت نہیں اوسکی کشمیر میں   پڑے شعب بوان تشویر میں

حاشیہ پر لکھا ہے "تاریخ لکھنے والے عرب اور عجم کے اتفاق کئے ہیں کہ خوشترین مقامات تمام دنیا میں چار ہیں۔ اول شعب بوان دوسرا غوطہ دمشق تیسرا اسغد سمرقند چوتہا گازرگاہ ہرات۔ اور مورخان ہند کے ان چاروں کا پانچواں بولے میں اور منصفان سب بلاد کے اس کو قبول کئے ہیں ؎

اس باغ کی تعریف کے چند ادبیات دیکھئے جس سے آگاہ کی بلندی فکر کا اندازہ ہوتا ہے ؎

نتہا وہ چمن بلکہ یک نور باغ   ہوا باغ حسن تہاں اس سے داغ

وہ جہاڑوں کے تھے پات اسطرح داٹ   کہ ملتی نہ تھی سور کو اوس میں باٹ

نظر آوے یوں دھوپ پتوں اوپر   ہری اطلس اوپر ہے جوں کا رزر

تہا ہر سٹاریوں اوس میں پانی کا بار   کہ شرماوے دیکھ اوسکتیں رودبار

صفائی سے ہر چشمہ یوں غرق نور   کہ نہاون کرے اوسکے پانی سے حور

نہر وہاں کے دیکھے اگر برہمن   او بہا دیوے گنگا کے تیرت سے من

ہوا تہا مگر حوض آئینہ دار   کریں گل رخان چمن تا سنگار

نشالی ہوا جب وہ سب پہولبن   کئے ہیں طیور آپہنا دہاں گون

نشالی کے ساتھ پہولبن کا انتخاب کتنا عجیب ہے۔

مثنوی کے آخر میں آگاہ نے گلزار عشق کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے ؎

یہ گلزار کو دیکھ مت سرسری   تو محنت پہ میری نظر کر ذری

اور اسی سلسلے میں فارسی زبان کے مشہور شاعروں نوعی رازی اور اردو کے قدیم استادوں سودا، نصرتی۔ شوقی۔ بحری اور نشاطی کی تصنیفات سے اپنے بالا تو قرار دیا ہے ۔

آگاہ نے حسب عادت سنہ تصنیف اور تعداد ابیات کا اظہار بھی خود ہی کر دیا ہے سے

تھے جب یکہزار اور نو کم دو سو ۔۔۔ بنا اس کا دیباچہ لے گرم رو
۱۱۹۱ھ

گذر گئے ہیں جب اس پہ انیس سال ۔۔۔ ہوا بدر کامل یہہ زیبا ہلال
۱۱۹۱ + ۱۹ = ۱۲۱۰ھ

کیا اس کی بیتوں کو میں جب عدد ۔۔۔ ہوئے سہ ہزار اور پانسو نود
۳۵۹۰

مثنوی گلزار عشق کے اختتام پر عشق کی تعریف میں (۱۴۰) اشعار کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کی ردیف عشق ہے اور جس کے آخری مصرعے " جلوۂ زار طرب گلزار عشق " سے تاریخ بر آمد کی ہے جو ۱۲۱۰ھ ہے اسی کے حاشیے پر لکھا ہے۔

"مخفی نماند کہ این مثنوی در اوائل ۱۲۱۱ھ منظوم کرد و در تاریخ کی ماہے چند بیش ہنوز مضائقہ ندارد"

آگاہ کے سوا غلام اعزالدین خاں نامی، سید خیرالدین فائق محی الدین معجز، مولوی حافظ محمد حسین، سید محمد عزت غوثی اور سید عبدالقادر قادری کے طویل قطعات تاریخ ہیں۔

نثری دیباچے میں آگاہ نے زبان اردو کے آغاز سے بحث کی ہے۔ دکن کے قدیم شعرا نشاطی، فراقی، شوقی خوشنود۔ غواصی۔ ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی۔ بحری۔ نصرتی اور مہتاب کے شاعرانہ کارناموں کو سراہا ہے اور شمالی ہند کے اساتذہ میں درد، مظہر، فغاں، دردمند، یقین، سوزاں۔ آبرو۔ آرزو، سودا اور تاباں کی تعریف کی ہے ان میں سودا کو بہت بلند مرتبہ شاعر بتایا ہے ۔

آغاز :-

صفت اول اوس ذات کی ہے ضرور ۔۔۔ کہ ہے عشق میں اوسکے ۔۔۔ ظہور
جمال اوسکا خوبی میں تھا جو ں تمام ۔۔۔ لیا عشق ویسا ہی اس سے نظام
نشاں جب دو عالم کے معدوم تھے ۔۔۔ تب میں اس عشق کے دھوم تھے
تہا یہ شوق ہر اسم اظہر کتیں ۔۔۔ کہ پیدا کرے اپنے مظہر کتیں

اختتام :-

ہے جب لگ ترو تازہ گلزار عشق ۔۔۔ ہے جب لگ پر آوازہ ہنجار عشق
تحیات و صلوات رب انام ۔۔۔ ہو ختم رسولوں پہ فائض مدام

بہی تسلیم در رضواں حد سے بہر | ہو سب آلِ اولاد کی روح پر
بہی محبوب سبحاں کے اوپر سا | محب جس کے ہینگے تمام اصفیا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے البتہ صفحۂ آخر پر ایک مستطیل مہر ہے جس میں "حافظ احمد خاں بہادر اعظم الملک علاؤالدولہ اعظم جنگ" کندہ ہے۔

ندرت عشق

سائز ۷ × ۵ ہے صفحات ۳۳ سطور ۱۱ سنہ تصنیف ۱۲۱۴ھ سنہ کتابت ۔

ندرت عشق میں وہ قصہ نظم کیا گیا ہے جو اس سے قبل مرزا مقیمی اردو میں اور آتشی و بلبل فارسی میں نظم کر چکے ہیں۔ البتہ مولوی محمد باقر آگاہ نے اس میں تصوف کے رنگ کا اضافہ کر دیا ہے۔ حاشیہ کی جدولوں اور خطوط بین السطور کو سرخ روشنائی سے تحریر کیا ہے۔ عنوانات بعض قدیم اساتذہ دکن کی طرح نظم میں لکھے گئے ہیں۔ اور ان کی بحر اصل کتاب کی بحر سے الگ ہے۔ یہ عنوانات بھی سرخ روشنائی کے ہیں۔ ہاشمی مرحوم نے سرسالار جنگ کے کتب خانہ کی فہرست کے ص ۳۰۶ پر "ندرت عشق" کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی تشریح کی ذیل میں منظوم عنوانات کا اظہار نہیں ہے شاید کتب خانہ مذکور کا مخطوطہ ان ابیات سے خالی ہو۔ ابتدائی چار عنوانات کی ابیات نمونے کے طور پر درج کی جاتی ہے ۔

حمد [اے ذات تری جلیل مطلق | اے نام ترا جمیل مطلق
ہر حسن سے ہے مراد تو ہی | ہر عشق کا دلبر ہا د تو ہی
نعت [سرجوشی نعت بحر بینش | یک موج ہے جس کی آفرینش
منقبت [گلریزی وصف حسن محبوب | ہے سرو کا جس کے سایہ ہر خوب
آغاز داستان ہے ندرت عشق کا سرآغاز | دل جن کے جیسے ہو گرم پرواز

مثنوی ندرت عشق میں بعض مقامات آگاہ کی قدرت سخن گستری کے آئینہ دار ہیں مثلاً مہیا رنے باپ کی تعریف میں آگاہ کہتے ہیں ۔

جہاں دیدہ و کامل و کارداں | سخن فہم و سنجیدہ و خوش بیاں

جمیل المحاسن، جلیل الحشم کثیر الفضائل رفیع الہمم
تھا مال و منال اس کو جوں چاہیئے تھا جاہ و جلال اس کو جوں چاہیے
سلاطین کی درگہ سے تھا بہرہ مند امیروں نے اس کو کیا تھا پسند
لئے ایک فرزند تھا دل پذیر نہ دیکھا زمانے نے جس کا نظیر

یہاں سے جہاں دار کا سراپا بیان کیا ہے۔ جس کا اختتام اس بیت پر ہوتا ہے ؎

تھا جب اوج خوبی کا بدر تمام رکھا تھا پدر، اس کا جہاں دار نام

کتاب میں جا بجا حواشی ہیں جن میں بعض الفاظ کے معنی اور بعض تلمیحات کی تشریح کی گئی ہے یہ حاشئے بجائے خود مطالعہ کرنے والے کے لئے بہت مفید اضافہ ہیں۔

آگاہ کے دو ہم وطن دوست تھے۔ سید غلام غوث غوثؔ اور سید عبد القادر قادریؔ ان کی تاریخیں آگاہ کی متعدد تصانیف میں ملتی ہیں چنانچہ یہ مخطوطہ بھی ان کی نظم سے خالی نہیں رہا۔ غوثؔ اور قادریؔ کے بالترتیب (۲۰) اور (۱۴) اشعار کے قطعات تاریخ ندرت عشق کے آخر میں ہیں۔

غوثؔ کے قطعہ تاریخ کا آخری شعر یہ ہے ؎

شتابی سے طرح دوی کر ضمیر سنایا عجب قصہ دلپذیر

"عجب قصہ دلپذیر" کے ۱۲۱۶ عدد ہوتے ہیں اس میں سے ۲ کا تخرجہ کیا گیا ہے۔

قادری نے ۱۲۱۴ھ کے بدلے ۱۲۱۵ھ کا قطعہ تاریخ لکھا ہے اور تاریخی بیت کے مصرع اول میں تخرجہ کا بھی کوئی اشارہ نہیں ہے ؎

کہاں تک کہاں یا تعنو دمزداں نہ نامہ یہ بلکہ دبستان عشق

دوسرے مصرع کے اعداد ۱۲۱۴ نہیں بلکہ ۱۲۱۵ ہوتے ہیں۔

ان دونوں دوستوں کے علاوہ خود آگاہ نے بھی تین قطعات تاریخ تصنیف کہے ہیں۔

ان کے پہلے اور دوسرے قطعے میں پانچ پانچ شعر ہیں تیسرا قطعہ (۱۲) اشعار کا ہے تیسرے قطعہ کے نیچے ایک فنی تشریح ہے جسے ہم نے ترقیمہ میں لکھ دیا ہے۔ مثنوی ندرت عشق میں (۱۵۵۲) ابیات ہیں ؎

ہیں بیتیں یہ منظوم کی لاکلام ہزار اور پانسو پہ باون تمام

آغاز :-

کہوں کیا ترا حمد اے ذو الجلال کہ انت الجمیل و انت الجمال
عدم تھی جو ظلمت میں بے ماو من ہوئی نور سے تیرے چندر بدن

تری صنو کے جب سر میں آثار ہیں　　چکورا ور کتاں اس کے مہ یار ہیں

اختتام سے

مجھے دے محمد کو اے ذو العطا　　اور اس کا مجھے کر بہر دوسرا
مجھے کردے محبوب میں یوں تو گم　　کہ ہرگز نہ سمجھوں میں ہم اور تم
تو بھیج اے سپہر میری طرف سے مدام　　ہزاراں درود و ہزاراں سلام!
بہی سب اوس کے آل اور اصحاب پر　　اور اس کے سب اتباع واحباب پر
خصوص اس کے فرزند دلبند پر　　قدم جس کا ولیوں کا ہے تاج سر

ترقیمہ:- دریں (قطعہ سوم) یک زیادہ است و اینقدر زیادت نزد اہل فن مضائقہ ندارد و در حقیقت زیادت یک و نیم ماہ بیش نبود کہ این قصہ دلپذیر درا واسط ذی قعدہ ۱۲۱۴ھ باختتام رسید۔

داستان زبان اردو:- ڈاکٹر شوکت سبزواری

ڈاکٹر شوکت سبزواری اُردو کے لسانی مسائل پر کئی گراں قدر مقالے اور کتابیں لکھ چکے ہیں "داستان زبان اردو" ان کا تازہ ترین علمی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے اردو زبان کے لسانی سرمائے، مختلف نظریوں، مولد و منشاء، صرف نحوی نشو و نما، مزاج و منہاج اور ارتقاء کے مدارج پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اردو زبان کے بارے میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔　　قیمت:- پانچ روپے

کیفیہ:- پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی

اردو زبان کی مختصر تاریخ اور اس کی انشاء، املا، نحوی مسائل وغیرہ کے متعلق ہر قسم کی ضروری اور اہم امور سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب علامہ کیفی کی زندگی بھر کی علمی تگ و دو کا حاصل ہے اس میں انہوں نے زبان اُردو کو پیش آنے والے بہت سے مسائل کا حل تجویز کیا ہے نیز ان مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو ہماری زبان کی ترقی میں حارج ہیں۔　　قیمت:- پانچ روپے

پاپولر انگریزی اردو ڈکشنری:- بابائے اردو

کالج اور مدارس کے عام طالب علموں نیز عام پڑھنے والوں کے لئے خاص طور پر یہ ڈکشنری تیار کی گئی ہے جو انجمن کی دوسری ڈکشنریوں سے مختصر بھی ہے اور کم قیمت بھی۔　　قیمت:- چھ روپے پچاس پیسے

انجمن ترقی اردو پاکستان۔ بابائے اردو روڈ کراچی ۱

وفا راشدی

مولانا وحشت اور ان کے معاصرین

مولانا رضا علی وحشت کلکتوی مرحوم اربابِ علم و ادب کی دِل سے قدر کرتے تھے اور معاصرین و احباب کا ذکر نہایت عزت و احترام سے کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے جذبات و خیالات کا اظہار اکثر اشعار میں بھی کیا ہے۔ جو لوگ مولانا وحشت سے قریب رہے وہ جانتے ہیں کہ یہ شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

نہیں اہل فن میں وحشت مجھے ایک سے بھی چشمک
کہ ہے قدر میرے دل میں شعرائے نکتہ داں کی

فرصت کہاں مذمتِ دشمن جو میں کروں
وحشت تری زباں تو ہے وقفِ ثنائے دوست

مولانا الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، عبدالحلیم شرر لکھنوی، منشی نوبت رائے نظر، وفا رامپوری، ظہیر دہلوی تلمیذ ذوق، وحشت کے بزرگ ہمعصر تھے۔ ان بزرگوں سے ان کی برابر خط و کتابت رہی۔ انہوں نے وحشت کے کلام کے بارے میں تحسین آمیز خطوط بھی لکھے۔ مولانا حالی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"مولانا اگر انصاف سے دیکھئے تو مرزا کا تتبع کرنا درحقیقت ہم لوگوں کا حق تھا مگر آپ نے ہمارا یہ حق چھین لیا ہے۔ سچ ہے:۔ "دورانِ باخبر در حضور و نزدیکانِ بے بصر دور"
تکلف برطرف اگر مرزا صاحب کے اُن بلند اور اچھوتے خیالات کو جن میں وہ اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے مستثنیٰ کر لیا جائے تو آپ کے اردو دیوان کو بے شائبہ تصنع اُن کے کلام کا نمونہ قرار دینا ہرگز داخل مبالغہ نہیں ہو سکتا۔"

(نقوش و آثار صـ ۹۵)

مولانا محمد علی جوہر، اکبر الہ آبادی، نواب امداد امام اثر، نظم طباطبائی، مرزا محمد عسکری،

مولانا ابوالکلام آزاد[1] اور مولانا وحشت روزانہ شام کے وقت "دفتر" کا مرید" میں جمع ہوا کرتے اور خوب دلچسپ صحبتیں رہتیں۔

کلکتے کے بزرگ معاصرین میں قاضی عبدالحمید پروفیسر این کالج کلکتہ، مولوی عبدالحکیم عاصم، مرزا احمد علی بیگ کوکب دھلوی (تپاں دہلوی کے بیٹے اور مرزا جان تپش کے پوتے) مستند فارسی داں اور اہل علم و فضل تھے۔ مولانا وحشت ان حضرات کی عالمانہ صحبتوں سے فیضیاب و مستفید ہوتے ہیں۔

رئیس المتغزلین حسرت موہانی وحشت کے بہت گرویدہ تھے۔ "دیوانِ وحشت" پر حسرت نے "اردوئے معلیٰ" میں ایک مبسوط مقالہ لکھا تھا۔ انہوں نے "دیوان حسرت" میں "ہدیۂ شوق و عقیدت بہ دوستانِ صادق" کے زیر عنوان وحشت کا نام بھی محبت سے لیا ہے۔ اپنی غزلوں اور نظموں میں بھی وحشت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ حسرت کی مشہور غزل ہے ؎

اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی

جس غزل کا یہ مطلع ہے اس کے مقطع کا ایک قافیہ وحشت ہے ؎

---

[1] مولانا آزاد کا سنہ پیدائش ۱۸۸۸ء اور مولانا وحشت کا سال ولادت ۱۸۸۱ء ہے۔ اس طرح آزاد، وحشت سے عمر میں سات سال چھوٹے تھے لیکن ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے تھے۔ اکثر ادبی انجمنوں، جلسوں اور مشاعرے کی محفلوں میں بھی ساتھ ہوتے۔ مولانا آزاد نے اپنی ایک کتاب میں وحشت سے اپنی رسم و راہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلما کا جلسہ ہوا اور صداقت سن علما سے دو بدو گفتگو کرنے میں مانع نہ ہوئی لیکن تقریر کی جرأت نہ کر سکا۔ تقریباً اسی زمانے کی بات ہے کہ مولوی رضا علی وحشت اور کچھ اور نوجوان طلبہ جن سے شاعروں کی وجہ سے رسم و راہ تھی انہوں نے کڑآبہ (آزاد اور وحشت کے محلوں کے قریب کلکتہ میں ایک سڑک کا نام کڑآبہ روڈ ہے یہ اسی سڑک کڑآبہ کا ذکر ہے۔ و۔ ر) میں ایک انجمن "انیس الاسلام" کے نام سے قائم کی۔ مقصود اس سے تقریر و تحریر کے مذاق کی ترویج و ترقی تھی۔ نواب شمس الہدیٰ جو اس وقت نواب نہ ہوئے تھے اس کے صدر تھے۔ انجمن کے لئے ایک بڑا کمرہ اور ضروری فرنیچر مل گیا تھا لیکن بڑے جلسے ان کے نئے مکان میں ہوا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ایک باقاعدہ لیکچر کی صورت میں تقریر کرنے کا وہیں اتفاق ہوا۔"

(ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی ص ۳۱۹)

ہیں شادؔ، صفیؔ، شاعرؔ یا شوقؔ و وفاؔ حسرتؔ
پھر ضامنؔ و محشرؔ ہیں اقبالؔ بھی وحشتؔ بھی

مولانا حسرتؔ نے یہ غزل دوستوں کی یاد میں "قیدِ فرنگ" میں کہی تھی اور بیگم حسرتؔ نے اس کی ایک نقل وحشتؔ کو بھیجی تھی۔

مولانا صفی لکھنوی نے شیعہ کانفرنس لکھنؤ ۱۹۲۸ء میں جو نظم پڑھی تھی اس میں وحشتؔ کا ذکر پرجوش انداز میں کیا تھا ؂

کون کلکتہ جہاں ہے وحشتؔ معجز بیاں — شاعرِ کامل، سخن سنج و ادیب نکتہ داں
ابر گوہر بار جس کا خاصۂ گوہر فشاں — پیروِ غالبؔ، معانی گسترِ شیوہ زباں

خود زباں دانی میں وہ اہلِ زباں سے کم نہیں
جو زمینِ شعر ہے وہ آسماں سے کم نہیں

صفیؔ لکھنوی نے "دیوانِ وحشتؔ" (مطبوعہ ۱۹۱۰ء) پر مثنوی کے طرز پر ایک طویل نظم لکھی تھی جس میں انہوں نے وحشتؔ کو "ماہ اوجِ سخن" کہا ہے اور ان کے کلام کو بنگال کا جادو کہہ کر سراہا ہے

معتقد جادوی بنگالہ ام

نظم طباطبائی نے کلامِ وحشتؔ کی اس طرح داد دی ؂

عیاں ہر شعر برجستہ سے بے چینی طبیعت کی
کہ بلبل ہے چمن زار اور ذوقِ پرفشانی ہے

اکبر الہ آبادی نے دیوانِ وحشتؔ کی تعریف ان الفاظ میں کی ؂

دیوان سے وحشتؔ کے ہے ہر طبع کو اک اُنس
دل کھل گئے ہیں رنگِ معانی کے چمن سے

بیخودؔ دہلوی، جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی، عزیزؔ لکھنوی، مرزا یگانہؔ چنگیزی، نوحؔ ناروی، جلیل مانکپوری، قاضی عبد الغفار، خواجہ حسن نظامی اور بابائے اردو وحشتؔ کے ہمعصر ہیں۔

پنجاب کی نامور ہستیوں میں علامہ اقبالؔ، مولانا ظفر علی خاں اور سر عبد القادر سے ان کے خاص مراسم تھے۔ سر عبد القادر کے "مخزن" لاہور میں نہ صرف وحشتؔ کا کلام با لاہتمام شائع ہوتا تھا بلکہ ان کے تحقیقی و تنقیدی مقالات بھی چھپتے تھے۔ جن کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وحشتؔ ایک بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ اقبالؔ اور وحشتؔ کی

ہم طرح غزلیں بھی عموماً مخزن میں شائع ہوتی تھیں۔ عبدالقادر نے حصہ نظم کی ادارت وحشت کو سونپنے کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے عدیم الفرصتی کے باعث قبول نہیں کیا۔ علامہ اقبال مولانا کے غائبانہ مداح تھے۔ علامہ موصوف نے ایک مکتوب میں اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا ہے:۔

"میں ایک عرصے سے آپ کے کلام کو شوق سے پڑھتا ہوں اور آپ کا غائبانہ مداح ہوں۔ ماشاءاللہ آپ کی طبیعت نہایت تیز ہے اور فی زمانہ بہت کم لوگ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ فارسی کلام بھی آپ کی طباعی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔" (نقوش و آثار ص۹۶)

مولانا وحشت کو بھی اقبال سے دلی تعلق تھا۔ مولانا نے علامہ موصوف کی وفات پر "ماتم اقبال" کے عنوان سے مرثیہ کہا جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

اب زبانِ خامہ پر ہے پڑ گئی مہرِ سکوت
وحشتِ رنگیں بیاں کا قدرداں جاتا رہا

بنگال میں وحشت کی کچھ کم قدر نہیں ہوئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے جس قدر مداح و قدرداں بنگال سے باہر برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پائے جاتے ہیں اتنے ان کے وطن میں نہیں اور شاید اسی لئے انہوں نے خود کہا تھا ؎

خیال تک نہ کیا اہلِ انجمن نے کبھی
تمام رات جلی شمع انجمن کے لئے

مولانا وحشت نواب زادہ عبدالعلی، سید دارا شکوہ جہانگیر اور آغا حشر کاشمیری کے ہمنشین و جلیس رہے۔ حبیب النبی خاں صولت[۱]۔ نشتر چھپروی، اکمل علی اکمل اور مرزا احمد علی کوکب مولانا کے باکمال استاد بھائی اور خاص احباب تھے۔

علامہ نیاز فتحپوری، علامہ سیماب اکبرآبادی اور حضرت جگر مرادآبادی[۲] بھی مولانا وحشت سے عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ نیاز فتحپوری نے نگار لکھنو کے مختلف شماروں میں مولانا سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے خصوصاً "مالہٗ وما علیہ"

[۱] صولت شمس فریدپوری کے شاگرد تھے۔ کلکتے سے ایک معیاری ماہنامہ "شمس" نکالتے تھے۔ علامہ اقبال، حسرت موہانی، شرر لکھنوی وغیرہ اس رسالے کے قلمی معاون تھے۔

[۲] حضرت جگر مرادآبادی نے کلکتے کے اکثر مشاعروں میں مولانا وحشت کی زیر صدارت اپنا کلام سنایا ہے مشاعروں میں شرکت کی غرض سے جب کلکتے تشریف لے جاتے تو وحشت سے بھی ان کے مکان پر ضرور ملتے حضرت جگر سے راقم کی آخری ملاقات حافظ مبارک علی شاہ کے موتی محل حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں جگر

(باقی اگلے صفحے پر)

میں جہاں وحشت کا تذکرہ ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے ایک جگہ علامہ نیاز تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں ان کو (وحشت کو) مبارک باد دیتا ہوں کہ ان کی جوانی کی شاعری کے سامنے لوگوں کا صرف سر جھکتا تھا لیکن اب ان کے اس رنگ (کہنہ مشقی کا رنگ) کے سامنے روح دو زانو ہوتی ہے۔"

(نگار لکھنو جون ۱۹۴۶ء)

مولانا وحشت، سیماب اکبرآبادی اور ان کے صاحبزادے اعجاز صدیقی مدیر ماہنا شاعر آگرہ (حال بمبئی) کی خاطر اپنا کلام رسالہ مذکور میں اشاعت کے لئے بھیجدیتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

بہر فن شعر وحشت کردیا شاعر کو وقف
ملک پر احسان ہیں سیماب کے اعجاز کے

ایک زمانہ تھا کہ ایک گروہ نے سیماب کے خلاف ادبی محاذ جنگ قائم کیا اور وحشت کو لکھا کہ وہ بھی ان کے خلاف کچھ لکھیں۔ وحشت نے کچھ لکھا تو یہ لکھا!

"حضرت سیماب کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ وہ مجھ سے اچھا کہتے ہیں۔"

آرزو لکھنوی اور ناطق لکھنوی برسوں کلکتے میں رہے۔ مولانا ان اساتذہ کی بہت قدر کیا کرتے تھے ایک دفعہ ایک صاحب نے آرزو لکھنوی کے کلام پر کچھ اعتراضات لکھ کر ماہنامہ شمس کلکتہ میں چھپوا دیئے شمس کے ایڈیٹر و مالک اس زمانے میں مولانا کے ہی ایک شاگرد (طاہر علی شاکر کلکتوی (جو بعد میں وحشت کے جانشین ہوئے) تھے۔ مولانا نے شاکر صاحب کو بلوایا اور نہایت خفگی سے کہا:

"حضرت آرزو مسلم الثبوت استاد ہیں۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ ان کے شاگرد مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ نے ان کے خلاف ایک مضمون چھاپ کر ہم سب کی توہین کی ہے۔"

حضرت ناطق مولانا وحشت کے اخلاق اور شاعری سے بہت متاثر تھے۔ اپنے تاثرات کا اظہار انہوں نے نظم میں بھی کیا ہے اور نثر میں بھی۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) نے سفر کلکتہ اور وحشت سے اپنی شیفتگی کا خصوصیت کے ساتھ اظہار کیا۔ اور بطور یادگار دست مبارک سے آپ نے یہ دو شعر "حیات وحشت" کے مسودے میں لکھ دیئے ؎

نکھرتا آرہا ہے رنگ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں
شباب و حسن میں بحث آپڑی ہے
نئے پہلو نکلتے جارہے ہیں

(۹ مئی ۱۹۵۸ء)

ایک رباعی[1] ملاحظہ ہو ؎

اس شمع کے قربان ہو اے پروانو   یہ جوہر قابل ہے اسے پہچانو
اس رنگ کے سرمست نہ پاؤ گے کہیں   وحشت کی کرو قدر ارے دیوانو

وحشتؔ، ناطقؔ کی خدمت میں کس انداز میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں یہ بھی سن لیجئے ؎

وحشتؔ اس جلسے میں ہیں حضرتِ ناطقؔ جو شریک
خوب موقع ہے پئے عرضِ عقیدت مجھ کو

قیام پاکستان کے بعد ڈھاکا میں مولانا وحشتؔ، علامہ تمنا عمادی، ڈاکٹر عندلیب شادانی اور شرف الحسینی شرف جیسے اساتذۂ گرامی کے دم سے علم و ادب کی محفلیں آباد ہوئیں۔ مولانا کے ان حضرات سے گہرے تعلقات تھے۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی، مولانا وحشتؔ سے اپنی ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں:

"میں پہلی بار ان سے کلکتے میں ملا۔ میں نے انہیں مشرقی تہذیب و اخلاق کا مجسمہ پایا۔ اُردو کے شعرائے بنگال میں کوئی ان کا مثل و نظیر نہ تھا۔ شاگردوں کی تعداد کثیر، شہرت ان کی عالمگیر، ظرف چھوٹا ہوتا تو چھلک جاتا مگر غرور و تمکنت کا سایہ بھی ان پر نہ پڑا۔ نہایت منکسر المزاج، متواضع اور خلیق، طبیعت میں سادگی، تپاک اور خلوص۔ گفتگو میں وقار و متانت کے ساتھ ساتھ دل آویز شگفتگی۔ ان سے مل کر دل بہت خوش ہوا۔"

ستمبر ۱۹۶۳ء کی ۲۹ تاریخ تھی۔ ترقی اُردو بورڈ کراچی کے دفتر میں حضرت جوشؔ ملیح آبادی سے راقم کی شعرائے بنگال سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ وہاں شان الحق حقی (سکریٹری بورڈ) ڈاکٹر شوکت سبزواری اور نسیم امروہوی موجود تھے۔ شخص نے وحشتؔ کا تذکرہ نہایت عقیدت و احترام سے کیا۔ حضرت جوشؔ نے کلکتے میں وحشتؔ سے اپنی ملاقات کا ذکر فرمایا اور ان کی تعریف کرتے ہوئے بار بار یہ شعر پڑھا اور جھوم جھوم گئے ؎

مجال ترک محبت نہ ایک بار ہوئی
خیالِ ترک محبت تو بار بار آیا

حضرت فضل کریم فضلی اپنے ایک مقالے بعنوان "حضرت وحشتؔ مرحوم" (مطبوعہ ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۵۶ء میں) رقمطراز ہیں:-

---

[1] اس رباعی کے علاوہ حضرت ناطقؔ کی اور کئی رباعیاں سالنامہ جدید اردو کلکتہ ۱۹۴۱ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھیں۔

"اس ناچیز کی خوش نصیبی تھی کہ حضرت وحشتؔ اسے اپنے خاص نیازمندوں میں شمار کرتے تھے۔ شاگردوں کی بڑی تعداد تھی شاگردوں کے شاگرد تو اور زیادہ تھے۔ جتنا وہ لوگ حضرت وحشتؔ کا دلی احترام کرتے تھے اتنا اس زمانے میں شاید ہی کسی استاد کے شاگرد کرتے ہوں۔ ایک اور بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنے شاگردوں میں کسبِ فن اور صحتِ زبان کا ایک خاص ذوق پیدا کر دیتے تھے اور ان کا قریب قریب ہر شاگرد اپنی اپنی جگہ پر مذاقِ سخن کی ترویج کا مرکز بن جاتا تھا۔ اسی حقیقت کے اعتراف کے طور پر اس ناچیز نے بھی اس زمانے میں ایک شعر عرض کیا تھا ؎

زندہ بنگال میں ہے گر اُردو
اک سبب اس کا ہے رضا وحشتؔ"

(بقیہ از صـ۲۴)

کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ سینما اور ریڈیو کے علاوہ اردو کی توسیع و تبلیغ میں اخباروں نے جو کردار انجام دیا ہے وہ دوسرے کسی ادارے سے انجام نہ پا سکا اور حالات جس سمت جا رہے ہیں ان کے پیش نظر یہ کام برابر زیادہ وسعت اور ہمہ گیری حاصل کرتا رہے گا۔ اس لئے کہ عوامی تعلیم اور ملکی معیشت میں بہتری کے ساتھ اخباروں کی اشاعتیں بھی بڑھ رہی ہیں۔ جس سے آزاد پریس کی تعلیمی افادیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے گا۔

(بقیہ از صـ۲)

میں درس و تدریس کی مناسب سہولتیں مہیا ہوں۔ اب جب کہ اردو زبان ہماری تعلیم کے اعلیٰ مدارج میں ذریعہ تعلیم بن چکی ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اور مضامین کی طرح فن کتاب داری میں بھی اردو زبان میں درسی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جائے؟ اچھی اور زیادہ کتابوں کی اشاعت ہماری سب سے اہم ضرورت ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ناشروں اور تعلیمی اداروں کا تعاون درکار ہوگا۔

○

تحسین سروری

اُردو ادب کے غیر ادبی مآخذ

(۶)

تاریخ شاہجہانپور

مؤلفہ صبیح الدین خلیل

شاہجہاں پور شمالی ہندوستان کا ایک ایسا ضلع ہے، جو ہندوستان میں اسلامی نوآبادیات کی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس ضلع کے قصبات تلہر اور جلال آباد اسی اسلامی عہد کی یادگار ہیں۔ اس پورے خطے میں پھیلے ہوئے آثار بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنی تہذیب و ثقافت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی جان توڑ کوشش کی تھی۔ روہیل کھنڈ، مرادآباد، شاہ آباد وغیرہ کی طرح شاہ جہاں پور بھی افغانی امرائے ہند کی توجہ کا مرہونِ منت ہے۔

ہندوستان پر ابتدائی اسلامی حملوں کے ساتھ ہی ان مقامات پر مسلمان اپنے مسکن بنا چکے تھے۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک یہ مسلم آبادیاں معدوم ہوگئیں البتہ ان کے تعمیر کئے ہوئے مقبروں، مسجدوں، کنوؤں اور کارواں سراؤں کے کچھ کچھ نشان عہدِ گزشتہ کی تاریخ سنانے کے لئے باقی رہ گئے تھے۔ اور اس نواح میں باچھل گوجر، اہیر، پاسی، نیوار، آرکھ، کولی اور چار ذات کے ہندو آباد ہو گئے تھے۔ ان ذاتوں میں باچھل، گوجر اور اہیر چونکہ جنگجویانہ فطرت رکھتے تھے، اس لئے انھوں نے مل کر اپنی ایک متحدہ حکومت قائم کر لی تھی۔ اور لوٹ مار، قتل و غارت گری کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اُن کا مقصد شاہانِ دہلی کو پریشان کرتا اور کاروبارِ سلطنت میں اختلال پیدا کرنا تھا ـــــ جب شاہی فوج اُن کی سرکوبی کے لئے چڑھ آتی تو وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو جاتے ۱۰۴۱ھ (مطابق ۵ جلوس شاہجہانی) میں چوپالہ کے رام سنگھ کیٹھریہ نے جب سرکشی کی تو اس کی تادیب کے لئے رستم خان کو مامور کیا گیا۔ رستم خان نے مردانہ وار حملہ کرکے چوپالہ پر قبضہ کرلیا اور رام سنگھ میدانِ کارزار میں مارا گیا۔ اس کے بعد رستم خان نے اپنے نام پر چوپالہ کا نام رستم نگر رکھا لیکن بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس لئے رستم خان نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیئے شہزادہ مراد کے نام سے اُس کا نام مُرادآباد رکھا۔ رام سنگھ کے مارے جانے سے کیٹھریوں پر سخت مایوسی چھا گئی۔ لیکن اندر ہی اندر وہ مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کرتے رہے۔ آخر ۱۰۴۲ھ میں یہ آگ بھڑک اٹھی، جس کی لپیٹ میں سارا کیٹھر آگیا

مرشد قلی خان ناظم بریلی شاہی حکم کی بنا پر چوپالہ کے مفتوح باغیوں کے مقابلہ کے لیئے لشکر لے کر چلا۔ اور گھمسان کا رن پڑا۔ اس لڑائی میں ناظم بریلی شہید ہوا۔ لیکن شاہی سپاہ نے باغیوں کو منتشر کر دیا۔ وہ بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ لیکن وہاں جاکر بھی وہ نچلے نہ بیٹھے وہاں پیشہ ور لٹیروں اور اچکوں کو اپنا شریک حال بنالیا۔ اس طرح کیہڑیوں کی جمعیت میں اضافہ ہوا۔ اس کے بعد پھر سے کیہڑیوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

اُس زمانے میں عمدۃ الملک نواب بہادر خان قنوج کے جاگیردار تھے۔ چونکہ ان کا علاقہ چوپالہ کے باغیوں کے علاقوں سے متصل تھا۔ اس لیئے یہ مناسب خیال کیا گیا کہ اُنھیں سے سرکشوں کی سرکوبی کرائی جائے۔ چنانچہ دربار شاہجہانی سے مفسدین کی تنبیہ و تادیب کا فرمان جاری ہوا۔ عمدۃ الملک نے اپنے چھوٹے بھائی نواب دلیر خان کی سرکردگی میں ایک دستۂ فوج کو مہم پر بھیجا۔ چوپالہ کے مضافات میں گوجر اور اہیر حکومت کا نقشہ جاتے ہوتے تھے اور اُن کی ملک کو باچھل وکیہڑی راجپوت پنوار بھی آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے جگہ جگہ چھوٹی بڑی گڑھیاں وغیرہ بنا رکھی تھیں ——— چونکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی اور وہ آمادۂ جنگ تھے۔ اس لئے اُن پر حملہ کرنا دشوار سا تھا۔ لیکن نواب دلیر خان نے نہایت احتیاط سے نقشۂ جنگ تیار کیا اور اچانک حملہ کر کے نونہرا اور دوسرے پرگنوں کا محاصرہ کر لیا۔ باغیوں کا سرغنہ راجہ منگھی سنگھ گڑھی نونہر کا راجہ تھا۔ اس کے تحت (۵۲) راجہ فیل نشین تھے۔ انھیں سرداروں میں بھولا سنگھ، گڑھی لوئی کیہڑہ اور جھبی سنگھ چتوڑ گڑھی کا سردار تھا۔ ان سرداروں نے حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف کے جری سپاہی اور کار آموز افسر مارے گئے ——— پھر نتیجہ یہ ہوا کہ فسادیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور ان کے گیارہ ہزار تین سو آدمی قتل ہوئے۔ اس لڑائی میں شاہی فوج کے صرف گیارہ سو آدمیوں کا نقصان ہوا۔

نواب دلیر خان نے باغیوں پر فتحیاب ہونے کے بعد ان کی گڑھیوں کو مسمار کرا دیا اور جو شاہی سپاہی شہید ہوئے تھے اُن کو موضع چتوڑ میں جو گڑھی سے قریب تھا، دفن کرا دیا۔

نواب دلیر خان کو یہ جگہ آب و ہوا اور زرخیزی و شادابی کے اعتبار سے بہت پسند آئی۔ چونکہ دلیر خان اور ان کے بھائی عمدۃ الملک کسی ایسے ہی موزوں اور پُر فضا مقام کو اپنا وطن بنانے کے آرزومند تھے لہذا اس جگہ کو پسند کر کے اپنے بھائی کو اس کی تفصیل لکھ بھیجی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ یہ جگہ ہماری مستقل سکونت کے لئے مناسب رہیگی۔ عمدۃ الملک نواب بہادر خان نے دلیر خان کی اس رائے سے اتفاق کیا اور فتح کی مبارک باد کی نذر کے ساتھ بارگاہ شاہجہانی میں یہ درخواست بھی پیش کر دی ——— چونکہ علاقہ کیہڑ باغیوں اور سرکشوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور حکومت کو ہر وقت بغاوت اور لوٹ مار کا خطرہ رہتا

کو فرو کرنے میں بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ لہٰذا شاہجہاں نے قیام امن کے لئے یہ بہترین صورت تصور کرکے افغانوں کی آبادکاری پر رضامندی کا اظہار کردیا۔ اس کے بعد سے اودھ و روہیل کھنڈ کی قسمتوں میں مرادآباد، شاہ جہاں پور، شاہ آباد وغیرہ قصبے اور دیہات آباد ہوتے گئے۔ اور رفتہ رفتہ تمام شمالی ہند میں مسلمان پھیلتے چلے گئے۔ اس نکتے کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ جب مسلمان باقاعدہ ان علاقوں میں آباد ہوئے تب ہی امن و امان قائم ہوا اور شاہی خزانہ میں توفیر بھی ہونے لگی۔

اس سے پہلے عمدۃ الملک نواب بہادر خان نے بہادر گڈھ کو آباد کرکے تعمیر کا کام بھی شروع کردیا تھا لیکن جب ایسی عمدہ اور موزوں جگہ قبضے میں آگئی اور شاہجہاں نے اس کو آباد کرنے کا حکم بھی دے دیا تو ، بہادر گڈھ کو وطن بنانے کا خیال ترک کرکے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اس نئی جگہ پر تعمیر شہر کا حکم بھیج دیا۔ اور خواجہ بلند کو تعمیرات کا نگراں و مہتمم کیا اور انور نامی معمار کو اس کے مددگار کاریگروں کے ساتھ قنوج سے روانہ کردیا۔ عالیشان عمارات، اور قلعہ کی تعمیر کے سلسلے میں خصوصی ہدایات دے کر جلد سے جلد کام ختم کرنے کا حکم دیا۔

۱۰۴۷ھ میں شاہ جہاں پور کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور ۱۰۵۰ھ میں قلعہ اور دیگر بڑی عمارات تیار ہوگئیں۔ اور اپنے ولی نعمت بادشاہ کے نام پر اس شہر کا نام "شاہجہاں پور" رکھا۔ سب سے پہلے دلیر خان نے باغ لکھہ پیڑا بطور یادگار فتح تعمیر کروایا۔ اور ساتھ ہی محلہ جلال نگر اور بہادر گڈھی کی بنیاد ڈالی۔ گڈھی تو نہر پر نواب بہادر خان کے لئے قلعہ تعمیر کرایا۔ دوسرے چھوٹے بڑے افسروں نے اپنی اپنی پسند کی جگہ پر اپنے محلات اور ایوان تعمیر کرائے۔ شہباز خان نے جس جگہ کو پسند کیا وہاں اپنا محل بنا کر شہباز نگر کے نام سے محلہ آباد کیا۔ لودی خان نے لودی پور اور اسی طرح سردار زادوں اور نواب زادوں نے اپنے اپنے نام سے محلے اور ایوان تعمیر کرائے۔

چونکہ قنوج سے جو نواب بہادر خان کی جاگیر میں تھا، شاہجہاں پور کی حدود ملی ہوئی تھیں اور نواب مستقل قیام بھی قنوج ہی میں تھا، اس لئے شاہجہاں پور کی تعمیر اور آبادکاری میں کوئی مشکل پیش نہ آئی اور دیکھتے دیکھتے یہ بستی ایک پُر رونق شہر اور صنعت و حرفت اور تہذیب و ثقافت کے ایک اہم مرکز میں تبدیل ہوگئی۔

آگے چل کر ہندوستان کی تاریخ میں شاہجہاں پور نے بڑی اہمیت حاصل کرلی۔ اس سرزمین میں کئی علماء، شعراء اور کاملین فن پیدا ہوئے اور شہرت و ناموری حاصل کرکے شاہجہاں پور کے نام کو سربلند کیا۔ شاہجہاں پور کے حالات تقریباً تمام مستند تواریخ میں پائے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں کے شعرا

اور صاحبِ علم و فضل لوگوں کے سوانحات مختلف تذکروں میں محفوظ ہیں، لیکن زیر نظر کتاب "تاریخ شاہجہاں پور" تمام منتشر مواد و آخذ کی تلاش سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیتی ہے۔ عالموں اور شاعروں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کے حالات اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔

تاریخ شاہجہان پور مولوی محمد صبیح الدین میاں خلیل شاہجہاپنوری کی گراں قدر تالیف ہے جو ۱۹۳۲ء میں نامی پریس (لکھنؤ) میں چھپ کر شائع ہوئی۔

کتاب کے شروع میں آٹھ صفحات کی فہرست مضامین ہے اس کے بعد سات صفحات کا مقدمہ ہے جسے سید معین الدین شاہجہاں پوری (مترجم اورنگ زیب و نپولین اعظم وغیرہ) نے سپرد قلم کیا۔ بعد ازاں مولف کا (۵) صفحات کا دیباچہ ہے۔ پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

تاریخ شاہجہاں پور کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ (۱۵۷) صفحات پر مشتمل ہے جو صرف تاریخی حالات کے لئے وقف ہے۔ اور دوسرے حصے کے (۳۵۸) صفحات ہیں۔ اِس حصے میں شاہجہاں پور کے ان تمام مشاہیر کا تذکرہ موجود ہے جو کسی نہ کسی شعبے میں نمایاں حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ ان نمایاں حیثیت کی شخصیتوں کو حسب ذیل عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

طبقۂ مشائخین کرام
طبقۂ علما
طبقۂ قرآ
طبقۂ اطبا
طبقۂ شعرا
طبقۂ خوانین
اصحاب فنون لطیفہ

آخر میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے، جس میں چند اور اصحاب کے ناموں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

تقریباً ان تمام طبقات میں شاعر اور صاحب تصنیف و تالیف اصحاب کی کافی تعداد موجود ہے۔ لیکن قدما میں زیادہ تر عربی یا فارسی کتابوں کے مصنف ہیں اس لئے "اردو ادب کے غیر ادبی مآخذ" کے محدود موضوع کے باعث ان کے نام یہاں درج نہیں کیے جائیں گے۔

۱:- حافظ احمد حسین خان عرف حافظ میاں طبقۂ مشائخین، ص۱۲۴

طبقۂ علماء حکماء

۲:- دوست محمد خان (شاعر اور مصنف تھے) ص۱۲۶

۳:- ابوالرجا مولوی محمد زماں خان شہید[1] ص ۱۷۵
۴:- مولوی حافظ حکیم محمد صاحب ص ۱۸۳
۵:- مولوی محمد حسین خان (مؤلف شجرۃ العروض) ص ۱۸۵
۶:- خان بہادر مولوی مطیع اللہ خان ص ۱۸۷
۷:- مولوی کفایت اللہ صاحب (صدر جمعیت علمائے ہند) ص ۱۸۸
۸:- مولوی ریاست علی خان ص ۱۸۹
۹:- مولانا الحاج حافظ سید محمد مہدی حسن صاحب مفتی ص ۱۸۹

طبقۂ شعراء

۱۰:- شیخ سید عبدالنبی کانتوی ص ۲۱۴
۱۱:- شیخ فصیح الزماں کانتوی ص ۲۱۵
۱۲:- شیخ احمد خان عرف ملّا منوں نثار ص ۲۱۵
۱۳:- محمد عمر خان وہبی ص ۲۱۶

---

[1] مولوی صاحب مرحوم ۱۲۴۲ھ میں بمقام شاہجہاں پور پیدا ہوئے۔ ۱۲۶۲ھ میں رام پور جاکر اس وقت کے نامی گرامی اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح تحصیل علم کے سلسلے میں کانپور، فرخ آباد، بھوپال اور ہوشنگ آباد گئے۔ ۱۲۶۷ھ میں حیدرآباد دکن جاکر غلام محی الدین خان جمعدار اور حکیم الحکما محی الدولہ احمد یار خان کے توسط سے والیٔ حیدرآباد نواب ناصرالدولہ کے حضور میں باریاب ہوئے۔ جہاں سے ساٹھ روپے مہینہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ چند روز بعد ولی عہد سلطنت نواب افضل الدولہ (موجودہ حضور نظام کے دادا) کی تعلیم پر تقرر ہوا۔ ۱۲۷۳ھ میں جب افضل الدولہ سریر آرائے سلطنت ہوئے نواب سالار جنگ نے آپ کو تین سو روپے ماہانہ پر مدرس اول مدرسہ دارالعلوم بنا دیا۔ جب آپ نے اس خدمت سے استعفا دے دیا تو افضل الدولہ نے از راہ قدردانی ماہانہ تنخواہ بلا خدمت جاری رکھی ۱۲۸۲ھ میں زماں خاں صاحب حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے بھی شرفیاب ہوئے۔ اسی موقع پر عرب و شام اور دیگر اسلامی ممالک کی سیاحت کی ۱۲۸۳ھ میں حیدرآباد واپس ہوئے اس سفر کے حالات کو دلچسپ پیرائے میں لکھ کر "داستانِ جہاں" کے نام سے طبع کرالیے اس کے دو سال بعد نواب افضل الدولہ کا انتقال ہوگیا اور نواب میر محبوب علی خان ولی عہد چار سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ ان کی تقریب بسم اللہ پر سر سالار جنگ مختارالملک نے ایک ہزار ماہانہ تنخواہ پر خورد سال والیٔ ریاست کی تعلیم پر مقرر کیا۔ ۱۲۹۲ھ میں آپ نے مدرسہ محبوبیہ کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی۔ اسی سال ۶ ذوالحجہ کو بعد نماز مغرب مسجد میں مولوی صاحب تلاوت کلام مجید فرما رہے تھے کہ سید محمد نامی ایک مہدوی پیرزادے نے کٹار کا وار کرکے شہید کر دیا۔ وجہ مخاصمت یہ تھی کہ مولوی صاحب شہید نے ہدیۂ مہدویہ کے نام سے ایک کتاب حضرت سید محمدؒ جونپوری کے فرقۂ مہدویہ کی رد میں تالیف کی تھی۔ مولوی زماں خان صاحب کی شہادت سے جو صورت حال رونما ہوگئی تھی، اُس کا حال حیدرآباد کی مختلف تواریخ میں پڑھنے کے لائق ہے۔

۳۹ :- خانزادہ ملک میندو خان ص۲۶۵
۴۰ :- قاضی سید سرفراز علی سید ص۲۶۶
۴۱ :- قاری شیخ بہادر علی ص۲۶۹
۴۲ :- منشی سوہن لال حقیر ص۲۷۰
۴۳ :- حافظ نثار احمد خان عرف حافظ بدھن خان تائب ص۲۷۱
۴۴ :- منشی محمد رفعت علی رفعت ص۲۷۳
۴۵ :- سید محمد علی میاں خیال ص۲۷۴
۴۶ :- نواب کاظم علی خان بحر ص۲۷۷
۴۷ :- منشی احسان علی خان احسان ص۲۷۸
۴۸ :- فقیر محمد خان فقیر ص۲۷۹
۴۹ :- محمد ریاض الرضا خان فروغ ص۲۷۹
۵۰ :- محمد کریم الرضا خان ص۲۸۰
۵۱ :- محمد ضمیر حسن میاں دل ص۲۸۱
۵۲ :- نواب نیاز الدین خان نیاز ص۲۸۳
۵۳ :- سید حسین میاں بیباک ص۲۸۴
۵۴ :- مولوی سید شرف الدین میاں یاس ص۲۸۵
۵۵ :- منشی صدیق حسن اسعد ص۲۸۹
۵۶ :- سید معین الدین شاہجہاں پوری ص۳۱۲ (اُن کے تراجم و تصانیف اُردو کی طویل فہرست بھی دی گئی ہے)
۵۷ :- مولوی سید اختر علی ص۳۱۸
۵۸ :- منشی شیخ علی اختر ص۳۲۳
۵۹ :- ملک العلماء بحر العلوم مولانا ابوالعباس محمد عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی ص۳۲۵
۶۰ :- حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مظہر شہید دہلوی ص۳۳۲

نادرات صفیر بلگرامی

سید فرزند احمد صفیر بلگرامی غالب کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ وہ ایک بلند پایہ زباں داں خوش گو شاعر اور بے مثال تذکرہ نگار تھے۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہو کر قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ جن میں تذکرہ "جلوۂ خضر" اپنی اہمیت اور افادیت کے اعتبار سے ایک عہد آفریں تالیف ہے صفیر مرحوم کی تحریروں کا ایک بڑا حصہ غیر مطبوعہ شکل میں ہے اور حسنِ اتفاق سے یہ سب تحریریں سید وصی احمد بلگرامی کے پاس محفوظ ہیں۔ ہماری درخواست پر وصی احمد صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ گاہے گاہے "قومی زبان" میں ان نادرات کے بعض حصے اشاعت کے لئے دیتے رہیں گے۔ اس مرتبہ حضرت صفیر کے دو خطوط اور کچھ رباعیات و غزلیات شائع کی جا رہی ہیں۔ یہ تمام تحریریں موضوع کے اعتبار سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں، صفیر نے اردو شاعری کی اصلاح کے لیے سب سے پہلے آواز بلند کی اور شاعری کے ایسے نمونے پیش کئے جن میں مغربی خیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ ہماری تاریخ ادب کا یہ ایک افسوسناک پہلو ہے کہ جدید شاعری کا ذکر کرتے ہوئے، صفیر کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ افسوس کہ صفیر کو وہ شہرت نہ مل سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ ذیل کے دو خطوط اس اعتبار سے بھی اہم ہیں کہ یہ اپنے عہد کی دو بڑی شخصیتوں کے نام ہیں۔ (مدیر)

مکتوبات

(۱)

خط بنام مولوی سید احمد صاحب مصنف ارمغان دہلی و کنز الفوائد بتاریخ ہفتم محرم ۱۲۹۶ھ ہجری (۲۱ دسمبر ۱۸۷۹ء) نوشتہ شد از مقام آرہ۔

محقق زماں محسن ہندوستان جناب مولوی سید احمد صاحب زاد لطفہٗ

بندہ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی آرہ مقامی بعد تسلیم کے عرض کرتا ہے کہ میں نے آپ کی کتاب ارمغان دہلی جو

معرفت ہتھمان اور .... کے منگائی تھی وہ آپ کی عنایت سے پہنچی۔ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ واقعی جو کچھ آپ دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے وہ فوائد اس میں پائے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ بسبب ناقدردانی اہل ہند کی آپ نے صفحات اس کی گھٹا دی مگر پھر بھی بہت ہے۔ میں نے سرسری اسے دیکھا ہے کیونکہ عشرہ محرم سے فرصت نہیں ہے۔ انشاء اللہ بعد اس کے دیکھوں گا۔ ہونے بار بردے کے چکنے پات۔ یوں بھی بہت کچھ فائدے نظر آئے۔

میں نے بھی سلسلہ زبان اردو درست کیا تھا اور ۲۳ حصوں پر اس کو تقسیم کیا تھا۔ اور اس کا نام مجموعہ فوائد رکھا تھا جس کا حصہ ہفتم مسمّی بہ رشحات صفیر بیان تانیث و تذکیر میں چھپ بھی چکا ہے اور اسی میں اشتہار حصہ ہشتم یعنی رسالہ محاورات و اصطلاحات کا بھی دیا ہے۔ اور عجب اتفاق کہ میں نے بھی اس حصہ ہشتم کا نام ارمغان صفیر ہے مگر چھپنے کا اتفاق نہیں ہوا کہ آپ نے ہمت باندھی اور وہ رسالہ نکالا جس میں فوائد بے شمار موجود ہیں۔

میرا زبان اردو کا سلسلہ ایشیائی شاعری کے لئے بہت مفید ہے۔ اور آپ کا سلسلہ شاعری اور غیر شاعری دونوں کو فائدہ مند۔ اور میں نے پہلے ابتدا اس کی اس وقت سے کی تھی کہ جب مشفق سورج مل صاحب نے اپنی ڈکشنری کا اہتمام سپرد کیا تھا۔ یعنی مثالوں کا نکالنا میرے ذمہ تھا اور تالیف کرنا منشی صاحب کے ذمہ۔ آخر برسوں میں وہ کتاب کئی شکلیں تبدیل کر کے اس وضع پر مرتب ہوئی جس وضع پر پہلا حصہ چھپا ہے۔ باقی اور حصے اس کے ان کے مرنے کے سبب رہ گئے۔ ان کے صاحبزادے اب بھی مجھ سے محرک ہوتے ہیں کہ میں اپنے مطبع میں اس کو چھپواؤں مگر اتفاق نہیں ہوتا۔

اور مجھ سے آپ کے صاحب جناب ڈاکٹر فائق صاحب بہادر بخوبی واقف ہیں کہ میں نے اُن کی ملازمت آرہ اور دانا پور میں اور پٹنہ میں بارہا کی ہے۔ اور مجھے آرہ کا شاعر کہہ کر پکارتے تھے۔ اس لکھنے سے یہ مراد ہے کہ آپ اُن سے دریافت کر سکتے ہیں۔

بہرکیف اب آپ نے وہ چیز نکالی کہ لوگوں کے حوصلے پورے ہو گئے۔ خدا کرے کہ بہت جلد چاروں حصے تمام ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے نہ بھولیں گے اور خریداروں میں میرا نام بھی داخل کریں گے۔

اور ایک جلد رشحات صفیر[ؔ] کی ہدیتہً آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اُمید کہ مقبول ہو۔ اگرچہ بہت ناقص ہے مگر یقین ہے کہ فوائد سے خالی نہ ہو۔ آپ میری محنت کی داد دیں گے۔ اور تانیث یا تذکیر کی مثال کے استحکام سے خوش ہوں گے۔ اس کے چھپنے کے بعد میں نے اور مثالیں بہت سی نکالی ہیں۔ اور ایک رسالہ کار آمد شعرائے لکھنؤ میں ہے۔ ارادہ ہے کہ رشحات صفیر کو دوبارہ درست کر کے چھپواؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب ایسا موقع ہوگا آپ کو دوں گا۔

میں ایک ناچیز شاعر ہوں۔ حضرت غالب دہلوی مرحوم کا شاگرد۔ خاص دہلی میں اُن کی تعلیم پائے ہوئے

ؔ نورالانوار۔ آرہ مطبوعہ ۱۲۹۳ھ

خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہو چکا ہوں ۔ لکھنؤ میں ناسخ کے خاندان سے میری شاعری کا سلسلہ ملتا ہے ۔
چنانچہ رشحات صفیر کے دیکھنے سے سب حال معلوم ہو جائے گا آپ لوگوں کے فیوض کا کر جانِ دہلی ہیں امیدوار ہوں۔
آپ نے ارمغان دہلی کو اگرچہ ہندوستانیوں کے واسطے تحریر فرمایا ہے مگر ڈھنگ انگریزی تحقیقات کا ہے ۔
اور اس زبان کو نیا پیرایہ دیا ہے ۔

میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح ہندوستان کی شاعری کا بھی نیا پیرایہ ہو ۔ اور انگریزی خیالات کا اس میں دخل ہو جائے
کیونکہ ہندوستان کی شاعری کا اگر یہی میل ونہار رہا کہ واہیات خیالات کا ذخیرہ جمع ہوتا جائے ۔ اور ہندوستانیوں کا یہی
شوق رہا کہ انگریزی پڑھ پڑھ کر ان خیالات کو پوچ اور لچر سمجھنے لگے تو شاعری کا اللہ بیلی ہے ۔ فاتحہ خیر پڑھنا چاہیئے
کس لئے کہ یہ تو ایشیائی شاعری ہی بسبب خیالات عشقیہ اور رنگینی کے تعلیم یافتہ لوگوں کو بری معلوم ہوتی ہے ۔ اور
اس سبب سے ادھر توجہ نہیں کرتے ۔ خراب خستہ نیم وحشی اس کو برتتے جاتے ہیں ۔ اور بہ سبب بے علمی کے روز
روز خیالات کو پسند کئے جاتے ہیں ۔

آخر جب ہمارا طبقہ اٹھ گیا ۔ اور وہی تعلیم یافتہ رہ گئے جنھوں نے بہ سبب خیالات ناکارہ کے کبھی ادھر
توجہ نہ کی تھی تو ضرور الوداع کی نوبت آئے گی ۔ تو شاعری کو گویا ہم لوگ اپنے ساتھ لئے جائیں گے اور جس طرح اور
علوم ہندوستان سے گم ہو گئے یہ بھی گم ہو جائے گی ۔

حیف کا مقام ہے کہ ایسی نادر چیز جو پورے طور سے ذریعہ اظہار مطالب کا ہو وہ ایک وضع خاص کے خیالات کے
سبب سے تعلیم یافتہ لوگوں میں نامحمود ٹھہر کر گم ہو جائے ۔

اگرچہ ہم لوگ بہ سبب بے علمی کے پورا پورا حق اس کا ادا نہیں کر سکتے مگر اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ایسے خیالات کے
روکنے کے ذریعہ ۔ اور خیالات عمدہ کے اجرا اور برتنے کے وسیلے ۔ بامداد ماہران خیالات انگریزی پڑھ کر ایشیائی شاعری
کو برا سمجھے گی ۔ اس ابتدا کو دیکھ کر کچھ تو متوجہ ہوگی ۔ اور کیا عجب کہ کوئی اس کے پورے کرنے میں بھی سعی کرے اور
اس سبب سے اردو کی شاعری کی بقا ہمیشہ کے لئے ہو جائے ۔

چونکہ اس تغیر و تبدل میں منافع بہت ہیں اور خط میں پورے طور سے لکھے نہیں جا سکتے اسی لئے اسی قدر پر
اکتفا کیا گیا ۔ میں نے جب اس امر کا خیال کیا تھا تو قصد کیا تھا کہ اس کی اصلاح ایک خیالی کہانی کے ذریعے سے کی جائے
چنانچہ محشرستان خیال[1] نام ایک کتاب تین حصوں میں لکھی ۔ بلکہ اس کا پہلا حصہ چھپ کر شایع بھی ہوا ۔ چنانچہ ایک جلد
اس کی بھی خدمت میں بھیجی جاتی ہے ۔ مقبول اور منظور ہو ۔ اور دو حصے ابھی چھپے نہیں ہیں ۔
اس پہلے ہی حصہ کو دیکھ کر لوگوں نے مجھ سے فرمایا کہ کتاب کے ذریعے سے اس کا اشتہار دینا اور ہندوستان کے

---

[1] نور الانوار ۔ آرہ ۔ مطبوعہ ۱۲۹۶ھ

شعرا کو متوجہ کرنا ایک امر عسیر ہے ۔ کیونکہ اگر کچھ لوگ ادھر متوجہ بھی ہوئے تو جب تک دوسرا اور تیسرا حصہ کہ جس میں اصلاح کی شکل بتائی گئی ہے اور شائع ہو تو پہلا جوش ان متلون لوگوں کا جاتا رہے گا ۔ اور محنت بیکار ہوگی اور بالفرض اگر جوش رہا بھی تو ان کو رہا جن کو کتاب پہنچی ۔

اس کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ابتدا میں روزانہ نہیں تو کم سے کم ہر ہفتہ میں اس کا خیال تو لوگوں کو دلایا جائے کس لئے کہ شعرائے ایشیائی اپنی وضع پر پھر روز کے جاتے ہیں ۔ آپ کی کتاب سے ایک دن ان کو انتباہ ہوا ۔ دوسرے دن ضروری ایشیائی شاعری کی افراط اور بہتوں کو اس کا شغل کرتے ہوئے دیکھ کر پھر اسی وضع میں آجاویں گے تو کچھ نہ ہوا ۔

مجھے یہ رائے پسند آئی اور اس کی دوسری صورت تجویز کرنے کے لئے چند انگریزی خوانان سخن فہم سے اس کا مشورہ لیا ۔ انھوں نے فرمایا کہ ہاں ہم بھی جی سے چاہتے ہیں کہ اس میں اصلاح ہو جائے ۔ بہتر ہے کہ ایک کمیٹی اس کی قائم کیجئے اور بذریعہ اخبار جو کچھ کارروائی اصلاح خیالات کی بابت ہو اس کی اطلاع سخن سنجوں کو دی جائے ۔ چنانچہ یہ بات قائم ہو گئی اور انشاء اللہ جنوری ۱۸۸۰ء عیسوی سے کمیٹی منعقد ہوگی ۔ اور اس کی کارروائی شروع ہوگی ۔

اور چونکہ عقلائی تعلیم یافتہ کی اس میں ضرورت ہے اس لئے کسی خاص قوم کی قید نہیں ہے ۔ ہر قوم اور ہر شہر کے اچھے اچھے لوگ جو اردو بولتے ہیں اس کمیٹی میں داخل ہو سکتے ہیں ۔ اور اس کمیٹی کے قانون کے مطابق جو آئندہ شائع کیا جائے گا کارروائی کر سکتے ہیں ۔

چونکہ آپ ایک اعظم شریک اس کمیٹی کے تصور کئے جا سکتے ہیں اس لئے مجھے امید ہے کہ اگر ہم لوگوں کی یہ ناچیز رائے پسند ہو تو اپنی رائے سے اطلاع دیجئے اور اگر کوئی نقص ہو تو اس سے بھی مطلع کیجئے ۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ہندوستانی شعرا کو اپنے خیالات کا پلٹنا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یورپ اور ایشیا کے اصول ہی جدا جدا ہیں مگر محنت اور غور سے کیا عجب کہ گوہر مقصود ہاتھ آئے ۔

اس خط کے جواب کا امیدوار ہوں ۔

آپ کا خادم　　سید فرزند احمد صفیر بلگرامی از مقام آرہ ضلع شاہ آباد ۔ پھاٹک حضرات بلگرام

مطبع نور الانوار　۔　۷ محرم دوشنبہ ۱۲۹۷ھ ہجری

(۲)

خط بنام سید احمد خاں صاحب نجم الہند بتاریخ ۷ محرم ۱۲۹۷ھ ہجری نوشتہ شد (۲۱ دسمبر ۱۸۷۹ء)

بجناب معلی القاب جناب مولوی سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی زاد اقبالہ ۔

بعد تسلیم کے عرض ہے میں نے سنا ہے کہ آپ کا تہذیب الاخلاق پھر جاری ہوا ۔ چونکہ آپ کی توجہ سے تمام ہند مستفید ہوتا ہے اور تہذیب الاخلاق کا نکلنا اہل ہند کی خوبیٔ طالع ہے اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ حکم دے دیا جائے کہ میرے نام

ایک پرچہ روانہ ہوا کرے۔

اور میں نے چاہا کہ جن جن حضرات نے لندن کی سیر کی ہے اس کو ایک جگہ جمع کروں اور نتیجہ یہ نکالوں کہ انگریزوں کو ترقی کس زمانے میں کتنی ہوئی ہے۔ ابو طالب خاں کی سیر طالبی بھی چند اور اشخاص کی سیر۔ مختلف زمانوں کی۔ میرے پاس جمع اور موجود ہے۔ بلکہ سیر طالبی کے بکار آمد مقاموں کا ترجمہ بھی میں نے کیا ہے۔ اور لوگوں کی سیر اردو میں ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ نے اگر کوئی کتاب اپنے سیر کی درست فرمائی ہو اور چھپی ہو تو مجھے عنایت ہو اور اگر چھپی نہ ہو تو علی گڈھ اخبار میں جو آپ کی سیر چھپا کرتی تھی جس جس پرچے میں اس کا ذکر ہو وہی مجھے مل جائیں۔ غرض جس طرح ممکن ہو اپنی سیر عنایت فرمائی جائے تاکہ میرا حوصلہ پورا ہو۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ روز بروز ہندوستان کی شاعری کے خیالات برے ہوتے جاتے ہیں اور نئی روشنی کے لوگ بسبب تعلیم یافتگی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور پرانے خیالات کے لوگ بسبب بے علمی کے برائیوں کو اس میں اور ملاتے جاتے ہیں اور آخر اس کی نوبت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب یہ طبقہ بے علموں کا اٹھ جائے گا اور تعلیم یافتہ لوگ اس میں برے خیالات دیکھ کر باوجود اس کی گرم بازاری کے اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے آئندہ کب متوجہ ہوں گے۔ تو شاعری ہندوستان سے بالکل معدوم ہو جائے گی اور ایسی چیز کا معدوم ہونا حیف ہے جب ہم اس کے خیالات کی درستی بطور یورپی شاعری کے کر سکتے ہیں بہت ناگوار ہے۔

اس لئے ہم لوگ چند اشخاص نے قصد کیا ہے کہ ایک کمیٹی اس کی قائم کریں اور ایک اخبار نکال کر اس کے ذریعے سے کارروائیاں اس کی شعرائے ہند کے پیش نظر کریں اور اس کی اصلاح کی شکلیں جو خیالات انگریزی کے مطابق ہوں شائع کریں شاید یہ سعی مشکور ہو۔

اور چونکہ آپ کی ذات بابرکات مصلح کل ہے اس لئے آپ سے اس کی مدد کے لئے التجا کرنا مناسب معلوم ہوا۔ امید کہ آپ اس کمیٹی کی سرپرستی فرمادیں اور اس کی امداد میں کوشش کریں تاکہ ہم ناچیز خیالوں کی کوشش بکار ہو۔

اگر یہ رائے پسند آئے اور حضور کی طرف سے اس کی امید ہوتی ہے تو اس کام میں ہاتھ ڈالا جائے۔ امیدوار جواب کا ہوں۔

سید فرزند احمد صفیر بلگرامی

من مقام قصبہ آرہ ضلع شاہ آباد۔ پھاٹک حضرت بلگرام

مطبع نور الانوار۔ آرہ۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۷۹ء۔ ۷ محرم ۱۲۹۷ ہجری

(۳)

رباعیات

۱۔	جو حالیہ شعر آج کل کہتے ہیں	پیش عقلا وہ بے بدل کہتے ہیں
	بدلا گیا ایشیا کا انداز صفیر	تہذیب یورپ کی غزل کہتے ہیں

۲۔
ترکیب کہن بدل رہے ہیں شاعر
یورپ سے یہ فن بدل رہے ہیں شاعر
ظاہر ہے انقلاب مُلک معنی
اب طرزِ سخن بدل رہے ہیں شاعر

۳۔
اہل یورپ میں طرز ممتاز ہے یہ
اظہار حقایق کا بس انداز ہے یہ
دیوان کی ترتیب پہ غزلیں ہیں لکھیں
انجام بخیر ہو کہ آغاز ہے یہ

۴۔
ہے بس کہ بہت درست ترتیب اپنی
اردو کو نہیں پسند تقلیب اپنی
اب شاعروں کو چاہئے اتنا ہی خیال
یورپ کے خیالات ہوں ترکیب اپنی

۵۔
ہے طرفہ معاملہ ادا بندی کا
تصویر میں ہے پتا ادا بندی کا
نیچر کا بیاں ہے فطرتی ساماں ہے
بس پوچھو نہ کچھ مزا ادا بندی کا

۶۔
گہ فکر دقیق کے تھے پابند ہوئے
گہ طرز سلیس سے تھے خرسند ہوئے
اس دل کو معاملے رہے اتنے صفیرؔ
آخر کو ہم معاملہ بند ہوئے

۷۔
تابوت و کفن کا ذکر کرنا کیسا
جان اپنی اجل کے آگے دھرنا کیسا
کیوں کوسنے دیں اپنے کو بیکار صفیرؔ
معشوق خیالی پہ یہ مرنا کیسا

۸۔
نیچر کیا ہے بیان حال واقع
عامل ہیں اس کے ہے کمال واقع
یورپ میں سخن کی انتہا کیا ہے صفیرؔ
حال واقع ہو اور قال واقع

۹۔
مالک محتاج ہے نہ بندہ محتاج
جس کو دیکھو وہ بس ہے اپنا محتاج
تو اوروں کے کام آئے وہ کام ترے
دنیا میں نہیں کوئی کسی کا محتاج

(۴)

غزلیات

جس نے دعوی کیا اس دہر میں یکتائی کا
خود بخود اوس کو لقب مل گیا سودائی کا

چاہیئے بات کرا یسی جو بکار آمد ہو
تجھ کو اللہ نے تمغا دیا گویائی کا

مرض مخمصۂ دہر سے چاہے جو نجات
جزو ہر نسخہ میں لازم ہے شکیبائی کا

جس قدر دیکھ کتابوں کو تجھے ہوگا مفید
نسخہ یہ اہل بصیرت میں ہے بینائی کا

اہل یورپ کا جو ایجاد ہے حیرت زا ہے
حوصلہ کیوں نہ بڑھے اور تماشائی کا

دیکھ تو غور سے حسنِ عمل جبرِ تفشیل
بے حسوں سے ہوا کیا کام توانائی کا

اہل ہندان کے مقلد نہ ہوں کس طرح بھلا
مرتبہ دیکھئے انگریزوں کی دانائی کا

کس تسلط سے تکلف سے ہے جگھٹ ہوتا
اہلِ لندن میں ہے لطف انجمن آرائی کا

یہ نہیں کہتا تو گھبرا کے لباس اون کا پہن
سیکھ لے اون سے تو انداز خود آرائی کا

اس زمانے میں جو ہے کام کا تو سب کچھ ہے
ورنہ حاصل نہیں کچھ ناصیہ فرسائی کا

جو ہیں بیکار وہ مجمع میں لگاتے ہیں جی
اہل فکرت سے مزا پوچھئے تنہائی کا

ہم رہا کرتے ہیں مجمع میں خیالوں کے صفیر
کیا مزا تم سے کہیں گوشۂ تنہائی کا

چین آرام کے دنیا میں طلب گار ہیں سب
ہاں اگر علم نہیں حوصلے بیکار ہیں سب

نکل آ پردہ غفلت سے ذرا شاہد علم
ایک میں کیا کہ ترے طالب دیدار ہیں سب

ہند مفلس تو نہیں لوگ ہیں یاں کے مفلس
دیکھنا ایک مرض میں یہ گرفتار ہیں سب

کام آتا نہیں کچھ ۔ اور ہے دولت کی تلاش
کیا کریں کیا نہ کریں زیست سے بیزار ہیں سب

اہل تہذیب کو ہے نفرت کلی ہم سے
چشم عالم میں کھٹکتے صفت خار ہیں سب

جو تجھے علم کی تعلیم دے وہ سب کچھ ہے
یوں تو کہنے کے لئے دوست ہیں غمخوار ہیں سب

اہل یورپ کو ذرا دیکھ تو چشم دل سے
اپنی محنت سے زمانہ میں نمودار ہیں سب

دست و پا رکھ کے جو یہ مانگتے ہیں بھیک صفیر
بڑے دمباز ہیں عیار مکار ہیں سب

لہ جگھٹا پوچھ نہ کچھ

جہل اب ہوتا ہے آفاق سے کم آپ سے آپ
اہل تحقیق کے بڑھتے ہیں قدم آپ سے آپ

جس قدر اہل تفکر کی ترقی ہو گی
اور بیکاروں کا گھبرائے گا دم آپ سے آپ

مشغلہ کوئی نکالو کوئی سامان کرو
کیوں اٹھاتے ہو یہ بیکار کا غم آپ سے آپ

کوئی پوچھے کہ نہ پوچھے ہمیں کہنا ہے ضرور
بات جو ہوتی ہے کہہ دیتے ہیں ہم آپ سے آپ

منبع علم بنا دل کو تو پھر سیریں دیکھ
موج کی طرح رواں ہوگا قلم آپ سے آپ

کمپنی کا جو مزا ہے وہ ہے ظاہر اے ہند
چار ہو جاتے ہیں یورپ میں بہم آپ سے آپ

ہندیوں کو عبث افلاس کا شکوہ ہے صغیر
جان پر اپنے یہ ڈھاتے ہیں ستم آپ سے آپ

ادھر ادھر نہ پھرو اپنی آہ کی صورت
نکالو محنتوں سے کچھ نباہ کی صورت

جو محنتوں سے کرو کچھ تو ہو بھی کچھ تعریف
نہیں کچھ اور سوا اس کے واہ کی صورت

تو اپنے قوت بازو سے مال کر پیدا
گھر اپنے چین سے رہ بادشاہ کی صورت

یہ کس طرح سے گزرتے ہیں رات دن اپنے
بغور دیکھ سفید و سیاہ کی صورت

یہ اس زمانہ میں ہے جھوٹ کا رواج ہوا
وکیل دیکھ رہے ہیں گواہ کی صورت

عجیب شاہد طناز ہے یہ علم صغیر
خدا بنائے رکھے اس کے جاہ کی صورت

جو کام کرتے ہیں ہم لوگ صبح و شام عبث
تو زیست ہوتی ہے اپنی یہاں حرام عبث

وہ باتیں ہم میں ہیں پہیلی کہ جو بکار نہیں
ہمارا شوق عبث ہے ہمارا کام عبث

بہ غور پختہ مزاجوں کے کام کو دیکھو
پکایا کرتے ہو ہر دم خیال خام عبث

رفاہ غیر کی چاہو یہی ہے اپنی رفاہ
تم اپنے کام کو سمجھے ہوئے ہو کام عبث

تمام کام تمھارے ہیں غیر کے ذمے
تم اپنے آگے سمجھتے ہو سب کے کام عبث

یہ انقلاب کی صورت دکھاتے ہیں غافل
فلک پہ پھرتے نہیں مہر و مہ مدام عبث

کرو وہ کام کہ جس سے ہو دین و دنیا خوب
صغیر کھو دو نہ اوقات صبح و شام عبث

دنیا کی آب و تاب ہے علم و ہنر سے آج
قیمت زیادہ اس کی ہے حسن بشر سے آج

کل تک تھا نقد علم سے دولت کدہ یہ ہند
افلاس ٹپکا پڑتا ہے دیوار و در سے آج

کل تک ہمیں تو اوڑتے تھے بازوئے علم سے — کنج قفس میں بیٹھے ہو بے بال و پر سے آج
کل تک ہمارے گھر کو بلندی نصیب تھی — غیروں کے گھر بلند ہوئے اپنے گھر سے آج
کل جن کے گھر تھے صورت تصویر بے مثال — نقشہ جہاں کا دیکھتے ہیں چشم تر سے آج
ہم نے ہی اپنا لاکھ کا گھر خاک کر دیا — ناحق لپٹ کے روتے ہیں دیوار و در سے آج
دیکھو تو انقلاب زمانہ کی صورتیں — کیا کیا گزر رہا ہے ہماری نظر سے آج
یورپ میں باغ علم کھلا ہے مگر کہیں — نکہت یہ آ رہی ہے برابر کدھر سے آج

پھولا پھلا یہ باغ قدیمی ہے گو صغیر
کیا کیا شگوفے کھلتے ہیں علم و ہنر سے آج

لازم ہے روز اوٹھ کے نہانا بوقت صبح — شب بھر کی ماندگی کو مٹانا بوقت صبح
جنگل ہو یا کہ باغ ہو گھر ہو کہ راہ ہو — دیکھو تو ہر مقام سہانا بوقت صبح
جاؤ جو باغ میں تو سنو گوش ہوش سے — طایر کا ڈالیوں پر ترانا بوقت صبح
سنسان گھر میں اوٹھ کے تو سن گوش دل سے تو — دیوار و در ہیں کہتے فسانا بوقت صبح

کھوئے نہیں ہیں وقت کو بیکار اے صغیر
اوٹھتے ہیں روز عاقل و دانا بوقت صبح

دار دنیا میں جسے شوق ہنر ہوتا ہے — اک دن اوس کے کف امید میں زر ہوتا ہے
اہل فن عاشق وارفتہ ہیں معشوق ہے وقت — اس کا ملنا سبب علم و ہنر ہوتا ہے
وقت کٹتا ہے کہ معشوق سے ہوتا ہے فراق — رات کے جانے کا غم وقت سحر ہوتا ہے
علم وہ دولت وافر ہے کہ ہوتی نہیں کم — جس قدر خرچ ہو افراط یہ زر ہوتا ہے
ایک دانہ سے ہوا کرتے ہیں خرمن طیار — ایک اک نکتہ سے وا علم کا در ہوتا ہے
علم کا شوق نہیں جوش جنوں سے کچھ کم — اس کا سودا زدہ تفتیدہ جگر ہوتا ہے
آدمی وقت کو پاتا نہیں جانے پہ کبھی — وقفہ اس کا بخدا مثل شرر ہوتا ہے
جو کہ ہر وقت کوئی کام کئے جاتا ہے — کچھ حساب اوس کا تو شام اور سحر ہوتا ہے
جو کہ بیکاریوں میں کھوتا ہے یہ وقت عزیز — فائدہ کیا اوسے اے اہل نظر ہوتا ہے
نام آرام نہیں وقت کی بیکاری کا — جو سمجھتے نہیں اون کا ہی ضرر ہوتا ہے
عمر بیکاریوں میں کاٹ کے پچھتاتے ہیں — ہاتھ خالی اونھیں دنیا سے سفر ہوتا ہے

یوں ہی گمنام چلے جاتے ہیں دنیا سے وہ لوگ
حال سے اون کے بھلا کون خبر ہوتا ہے

ہند میں کچھ نہیں تاثیر نصیحت کی صغیر
تم بکے جاؤ یہاں کون خبر ہوتا ہے

آدمی چاہیے کسی فکر کے عالم میں رہے
پر تحمل بھی ذرا خاطر برہم میں رہے

اپنی تحقیر سمجھ لیں جو ہو عیبوں پہ نظر
خود نگاہوں سے گریں ہم جو خودی ہم میں رہے

علم کے زور سے انسان ہے زندہ تا حشر
ہم نہ پھر کچھ بھی رہیں جبکہ نہ کچھ ہم میں رہے

زندگی میں جسے منظور ہو اپنا ماتم
چاہیئے گزرے ہوئے وقت کے ماتم میں رہے

شکل آئینہ دکھا دے ہمیں جو ہم میں ہو عیب
بات اتنی تو بھلا دوست میں ہمدم میں رہے

دل پھٹے تجھ سے کسی کا تو ملا نرمی سے
آدمی ہیں نہ ہو وہ بات جو مرہم میں رہے

کہتے ہیں صاف یہ موئے سپید عہد شباب
ہم جوانی میں جوانی ہی کے ماتم میں رہے

یوں رہے اشک ندامت میں ندامت کا اثر
جس طرح گل کی جھلک قطرۂ شبنم میں رہے

علم کے ساتھ عمل چاہیئے اے صاحب علم
فائدہ لاکھ کمالات اگر ہم میں رہے

عمر سب علم کی تحقیق میں جن کی گزری
اسی عالم میں تھے پر اور ہی عالم میں رہے

کام وہ کر کر رہے نقش دل عالم پر
فائدہ کیا ہے ترا نام جو خاتم میں رہے

لطف محنت کا جو اپنی ہمیں مل جائے صغیر
ہو تردد میں مزا اور خوشی غم میں رہے

اس قدر عمر بشر علم سے بڑھ جاتی ہے
سیکڑوں برسوں کی شکل آج نظر آتی ہے

نیک و بد کی تجھے ہوتی جو ہے ہر وقت تمیز
یہ ترقی کا نتیجہ تجھے دکھلاتی ہے

جانچتا ہے جو تو اپنے عمل عیب و صواب
تری تجویز ہی آخر تجھے سمجھاتی ہے

کملا زندہ جاوید ہیں محنت کے سبب
مر گئے۔ اون کی مگر بات چلی جاتی ہے

جمع و خرچ اپنا ہر اک وقت نظر میں رکھنا
کہ خوشی اس کے نتیجے سے نکل آتی ہے

حسن تہذیب پہ یورپ کی نظر ڈال ذرا
فائدہ غیر کا واں فائدہ ذاتی ہے

ایک ہے ایک کی امداد کو اس دنیا میں
تری حاجت تجھے اس بات کو سکھلاتی ہے

پیٹ بھرتا نہیں یاں بے مدد غیر کبھی
اپنا دشمن ہے تجھے اس میں حیا آتی ہے

تری امداد کو غیر اور تو غیروں کے لئے
نہ کمی ہے نہ یہاں فوقیت ذاتی ہے

کرمدد غیر کی تو اپنی ترقی کے لئے
تیری محنت تجھے رستہ پہ لئے جاتی ہے

اہل یورپ کے خیالات جو ہیں وہ کیا ہیں
راستی راستہ تجویز کا بتلاتی ہے

کس قدر ان کو ہے اللہ صداقت کی تلاش
عملی قول یہ گویا صفت ذاتی ہے

چھانتے رہتے ہیں ہر بات کی اصلیت کو
لاکھ محنت ہو طبیعت نہیں گھبراتی ہے

پھل کچھ ان محنتوں کا ملتا ہے ان لوگوں کو
لغویت صاف حقیقت سے نکل جاتی ہے

تصفح[1] کے طریقے کا جو بیکن بادی
شکل آج اس کے فوائد کی نظر آتی ہے

ہو گیا کثرت ایجاد سے یورپ معمور
قدرت اللہ کی صنعت ہمیں دکھلاتی ہے

زینہ کیا خوب ترقی کا انھیں ہاتھ آیا
ان کی جو بات ہے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے

کاہلی دور ہوئی جسم میں چستی آئی
وقت پر اپنے ہر اک بات نظر آتی ہے

اس نے سکھلا دیا پابند ضوابط ہونا
اس نے بتلا دیا ہاں یہ شرف ذاتی ہے

وقت کی قدر انھیں علم کا ہے شوق انھیں
کوئی بے فائدہ بات ان کو کہیں بھاتی ہے

حفظ اوقات طلب کرتا ہے خود مشغلہ کو
مشغلہ ہوتا ہے یا عمر بڑھی جاتی ہے

یا خدا ہند میں کب ہوگا یہ ضبط اوقات
دیکھئے نام خدا کب وہ گھڑی آتی ہے

خواب غفلت سے تو چونکے بھی ہیں کچھ لوگ صفیر
ہوشیاری کی اب امید نظر آتی ہے

جس کو دیکھو ذوق آزادی یہاں لینے لگا
کیا نئی تہذیب سے چٹکے جہاں لینے لگا

وقت ہے یہ کام کا جس کو نہیں آتا ہے کام
وہ فلک سے رخصت آہ و فغاں لینے لگا

کیا پھلا پھول ہوا ہے گلشن علم جدید
عمر کے اپنی مزے ہر اک جواں لینے لگا

اہل یورپ کی ذرا تحقیق کو دیکھو بغور
جس نے دیکھا شوق دل میں چٹکیاں لینے لگا

اس زمانے میں عجب سوداگری کا ہے مزا
جس کو دیکھو وہ تجارت کی دکاں لینے لگا

ہے مہذب وقت میں تہذیب کے مضموں کی فکر
طبع عالی کا صفیر اب امتحاں لینے لگا

[illegible] ہے جو تو حرف آشنا ہو جائے گا
اس زمانے میں ترا بے شک بھلا ہو جائے گا

کیا پرانی باتوں میں الجھا ہوا ہے رات دن
چار دن میں جو کہ باقی ہے ہوا ہو جائے گا

---

[1] تصفح: "صفحہ صفحہ نگریستن" غیاث ص ۱۲۰

ہے یہ کیسے رہ کے اب تو بھیک ملنا ہے محال — علم حاصل ہو تو حاصل مدعا ہو جائے گا

ہے یہی عالم نئی تہذیب کا تو دیکھنا — تھوڑے ہی دن میں زمانہ پھر نیا ہو جائے گا

علم حاصل کر کے تصنیفات کا سامان کر — تا قیامت پھر تو سامان بقا ہو جائے گا

مخلصی چاہے جو دنیا کے بکھیڑوں سے صفیر

جب اٹھایا ہاتھ بس دستِ دعا ہو جائے گا

جس کو دیکھو دل سے گرم جستجو جاڑے میں ہے — آگ کی بھی قدر کیا اے لالہ رُو جاڑے میں ہے

دخل گرمی تن کے اندر۔ سردی باہر جسم کے — تن پہ ہر جاندار کے استادہ مُو جاڑے میں ہے

منہ کو ڈھانکے سوتے ہیں اپنے گھروں میں سب کہ لوگ — کیا ہی خوش ہر ایک دہ۔ دِ حیلہ جو جاڑے میں ہے

تھرتھری دل میں ہے تو آواز بیٹھی جاتی ہے — عاجز اپنے کام میں ہر خوش گلو جاڑے میں ہے

سرد پانی لذتیں دیتا ہے دل کو رات دن — برف کی قلفی بنا ہر اک سبو جاڑے میں ہے

گرمیوں میں سارے اعضا پھونکتوں سے چلتے ہیں — دست و پا کو سست کر دینے کی خو جاڑے میں ہے

پوچھئے شاہانِ یورپ کی نہ مجھ سے مصلحت — عزم رکھتا جنگ کا ہر جنگ جو جاڑے میں ہے

جتنا کھانا کھائے جاؤ ہضم ہوتا ہے صفیر

واقعی حکیم تکلو ا اشربوا جاڑے میں ہے

ابوسلمان شاہجہانپوری

نئے خزانے

جون ۶۵ء کے اردو رسائل و اخبارات کا اشاریہ

موضوعات

- اردو ادب
  - ادبی تحقیق و تنقید
  - داستان اور ناول
  - ڈرامہ
  - شاعری
  - ادیب اور اس کے مسائل
  - دیگر زبانوں کا ادب
- اردو زبان اور اس کے مسائل
- آپ بیتی
- تاریخ
- تعلیم
- تمدن و معاشرت
- تہذیب و ثقافت
- سائنس
- سیاسیات
- سیر و سیاحت
- شخصیات
  - آزاد، مولانا ابوالکلام
  - اقبال، علامہ
  - حامد حسن قادری، مولانا
  - صلاح الدین، مولانا
  - غالب
  - فیض، فیض احمد
  - دیگر شخصیات
  - خوش نویس
- صحافت
- فنون لطیفہ
- کتابیات و کتب خانے
- لسانیات
- معاشیات
- مکاتیب
- مذہبیات
  - قرآن و تفسیر
  - سنت و سیرت نبویؐ
  - حدیث و فقہ
  - عقائد و کلام
  - تصوف و فلسفہ
  - مسائل و مباحث
- نفسیات
- وفیات
- مطبوعات جدیدہ (نئی کتابوں پر تبصرے)

اس اشاریہ کی ترتیب میں مندرجہ ذیل رسائل واخبارات سے مدد لی گئی ہے :-

نگار	کراچی		سیارہ	لاہور		**ہفت روزہ رسالے**		
ابلاغ	بمبئی	جون ۶۵ء	شاعر	بمبئی	جلد ۳۴ نمبر ۳-۴	آئینہ	بمبئی	پہلا نمبر جواہر لال نہرو نمبر
الرحیم	حیدرآباد	،	صریر خامہ	حیدرآباد	—	المنبر	لائل پور	۲۸ مئی و ۱۱، ۲۵ جون ۶۵ء
الشجاع	کراچی	،	طلوع اسلام	لاہور	جون ۶۵ء	دور حیات	بمبئی	۱۰، ۹، ۲۰ مئی
برہان	دہلی	،	فاران	کراچی	،	ساغر	کراچی	۲۵ جون
ترجمان القرآن	لاہور	،	فروغ اردو	لکھنؤ	،	صدق جدید	لکھنؤ	
تحریک	دہلی	،	فکر و نظر	کراچی	،	چٹان	لاہور	
تہذیب الاخلاق	لاہور	،	فنون	لاہور	،	لاہور	لاہور	۷، ۱۴، ۲۱ جون ۶۵ء
ثقافت	،	،	قومی زبان	کراچی	،	ملاپ	حیدرآباد	۲، ۹، ۱۶، ۲۳ جون ،
جامعہ	دہلی	،	کتاب	لکھنؤ	،	ہماری زبان	علی گڑھ	،
جام نو	کراچی	،	کتابی دنیا	کراچی	،	**روزنامے**		
جوار بھاٹا	دہلی	،	گگن	بمبئی	مئی ۶۵ء	امروز	لاہور	
چراغ راہ	کراچی	جنوری تا اپریل ۶۵ء	معارف	اعظم گڑھ	جون ۶۵ء	انجام	کراچی	
رہنمائے تعلیم	دہلی	جون ۶۵ء	مولوی	دہلی	،	جنگ	،	
زندگی	رام پور	،	نگار پاکستان	کراچی	،	حریت	،	
زاویے	حیدرآباد	نمبر (۱)	نئی قدریں	حیدرآباد	جلد ۱۵ نمبر ۳، ۴	کوہستان	لاہور	
						مشرق	،	
الساقی	کراچی	مئی ۶۵ء	نیرنگ خیال	لاہور	جون ۶۵ء	نوائے وقت	،	
سب رس	حیدرآباد	جون ۶۵ء	ہمدرد	کراچی	،			

اردو ادب

ادبی تحقیق و تنقید

احتشام احمد ندوی / سید	عبدالقادر مغربی اور ان کا اصلاحی نظریہ	برہان/ص ۳۴۱ تا ۳۴۸/ جون
احتشام حسین / سید	ریاضت اور تہذیب فن	فنون/ص ۲۱۰ تا ۲۲۳/ مئی و جون
احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد	ادب اور روایات	ساقی/ص ۳ تا ۸/ مئی
" "	"آنگن" پر دوسری نظر	فنون/ص ۲۴۴ تا ۲۴۶/ مئی جون
" "	تنقید یا گھوڑ دوڑ	نئی قدریں/ص ۱۳ تا ۱۹/
اشرف قادری	نوشتر گرامی — بحیثیت طنز نگار	شاعر/ص ۲۴ تا ۲۷/
اعظمی / عبداللطیف	مولانا نذیر احمد کے ناولوں میں اصلاح معاشرہ کی خواہش	جامعہ/ص ۲۸۸ تا ۲۹۳/ جون
افتخار حسین / آغا	اہل قلم اور اہل تحقیق حضرات کی خدمت میں چند معروضات	نگار پاکستان/ص ۸ تا ۱۲/ "
اکبر علی خاں	ایک مشہور ترین شعر (استفادہ یا توارد)	فنون/ص ۲۹۴ تا ۲۹۷/ مئی جون
الطاف / سید اکبر	ایک گم شدہ تذکرہ	" " ۳۰۵ تا ۳۱۰/ " "
ایوب محسن	علاقائی ادب کی تحقیق	نئی قدریں/ص ۲۵ تا ۳۴/
بٹ / نثار عزیز	نیا قاری	فنون/ص ۲۲۳ تا ۲۴۳/ مئی جون
جاوید، عبداللہ	فکر جدید اور ہمارا ادب	نئی قدریں/ص ۹۲ تا ۱۰۳/
جعفری / رئیس احمد	عربی لٹریچر	ثقافت/ص ۳ تا ۵/ جون
حامد حسن قادری	آزاد (محمد حسین) کی انشاپردازی	انجام/ص ۲ تا ۷/ ۷ جون
حالی / پروفیسر علیم اللہ	بوطیقا اور ارسطو کا نظریۂ تنقید	ساقی/ص ۲۰ تا ۳۶/ مئی
دریابادی / عبدالماجد	توبۃ النصوح	فروغ اردو/ص ۲۲ تا ۲۶/ جون
رابعہ نہاں	فن اور شخصیت	زاویے/ص ۴۱ تا ۴۶/
رتن پنڈوری	لطائف ادب قسط نمبر ۳	رہنمائے تعلیم/ص ۶ تا ۷/ جون
رزاق فاروقی / پروفیسر	مثنوی داستان کلفت	سب رس/ص ۲۳ تا ۲۶/ "
رضوی / وقار احمد	ادب کیلئے	نگار پاکستان/ص ۱۳ تا ۱۷/ "
ساقی / ف۔م	کشف المحجوب	نوائے وقت/ص ۳ + ۹ / ۱۲ جون
" "		ساغر/ص ۳ + ۱۰ / ۲۵ جون
ساقی فاروقی	مژگاں تو کھول، شہر کو سیلاب آگیا	فنون/ص ۲۲۸ تا ۲۳۹/ مئی جون
سید / مظفر علی	ادب یا تحریک	اورنگ/ص ۲ تا ۱۳

شرف الدین	حالی کے ایک نکتہ چیں	صریرِ خامہ، ۴۴ تا ۵۳
شمیم حنفی	فراق کے ساتھ چند شامیں	فنون، ص ۱۶۹ تا ۱۸۴، مئی جون
شور، پروفیسر منظور حسین	الفاظ سے زبان تک	زاویے، ص ۲۴ تا ۳۳
صفیہ یمین	نذیر احمد پر سرسید کے اثرات	صریرِ خامہ، ص ۹۹ تا ۱۰۱
عادل، نادر شاہ	دنیا کا پہلا انسائیکلوپیڈیا	انجام، ص ۷، ۱۲ جون
عباس جلالپوری، سید علی	روحِ عصر	فنون، ص ۲۲۲ تا ۲۴۵، مئی جون
عباس، خواجہ احمد	خلاآباد میں جگر سے انٹرویو	زاویے، ص ۳۴ تا ۴۰
عبدالرزاق، حافظ	مقدمۂ شعر و شاعری	صریرِ خامہ، ص ۸۵ تا ۹۳
عبدالودود، قاضی	برہانِ قاطع اور ہندوستان (۲)	نوائے وقت، ص ۵ تا ۱۳، اپریل
عدیل عباسی، محمد	طائفۂ دزدانِ ادب	دورِ حیات، ص ۱۴ تا ۱۵، ۱۰ اور ۲۰ مئی
عسکری، محمد حسن	ابن عربی اور کیرکے گور	سات رنگ، ص ۴ تا ۱۵، مارچ اپریل
عقیل، ڈاکٹر سید محمد	عصمت اور ان کے افسانے	فنون، ص ۲۷۰ تا ۲۸۵، مئی جون
عمیق حنفی	آہ میراجی بُرد	″ ″ ۲۹۸ تا ۳۰۴، ″ ″
فاخر حسین، ڈاکٹر	سارتر بنظر سارتر	″ ″ ۲۶۸ تا ۲۷۳، ″ ″
فارغ بخاری	چار شعری مجموعے	اثرنگ، ص ۸۹ تا ۹۰
فرید، پروفیسر شیخ	دیوانِ جہاں پر ایک نظر	سب رس، ص ۱۴ تا ۲۲، جون
فہمیدہ ریاض	"اداس نسلیں" کے تبصرے پر تبصرہ	فنون، ص ۳۱۸ تا ۳۲۱، مئی جون
قاسمی، احمد ندیم	عدم کی شاعری	نیرنگ، ص ۵۷، جون
کلیم، پروفیسر صدیق	شاعر اور سامعین	فنون، ص ۲۸۵ تا ۲۹۳، مئی جون
کوثر، پروفیسر حمید	کچھ اندازِ تحریر کے بارے میں	ساقی، ص ۹ تا ۱۴، مئی
ماہر القادری	پاکستانی ادب کیا ہے	فاران، ص ۱ تا ۳، جون
محمد اسلام	نامور مرحوم حمید صدیقی سے میری ملاقاتیں	چٹان، ص ۱۱، ۲۰/۷ جولائی
محمد عمر	میر کا سیاسی اور سماجی ماحول	برہان، ص ۳۲۲ تا ۳۴۹، جون
محمد مصطفیٰ	تری کفِ خاکستر و بلبلِ قفس رنگ (یا قفسی رنگ)[1]	ہماری زبان، ص ۷ تا ۸، ۲۲ جون
مشفق خواجہ	تحقیق کی روشنی میں[2]	فنون، ص ۴۷۴ تا ۴۸۴، مئی جون
مفتون کوٹوی	راجستھان کی ادبی فضاؤں کی سیر	شانِ ہند، ص ۳۰ تا ۳۹، جون
ملک فتح محمد	ندیم کے بہترین افسانے	اثرنگ، ص ۹۷ تا ۱۰۶

[1] قومی زبان کراچی مئی ۱۹۷۵ء میں سراج احمد کے مضمون "غالب پنجن در کا ایک شعر" پر مزید روشنی [2] ڈاکٹر عندلیب شادانی کی کتاب "تحقیق کی روشنی میں" پر طویل تبصرہ

ممتاز احمد	تاریخ دعوت وعزیمت[1] — ایک تعارف	چراغ راہ، ص ۲۱ تا ۳۱، مارچ
" " ، ڈاکٹر	نیا سورج نئی کرنیں — اردو شاعری میں	دورِ حیات، ص ۵ تا ۶۷، یکم جون
مہر نقوی، سید خورشید علی	تذکرہ درخشاں (قسط نمبر ۶)	تاج، ص ۷۹ تا ۸۲، اپریل
" " "	" " (قسط نمبر ۷)	" " ۷۱ تا ۷۴، مئی
نادم سیتاپوری	کچھ گلکدۂ عزیز کے بارے میں (۱)	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، ۸/۱۵ جون
" "	" " " " " (۲)	" " " ۳ تا ۴، ۱۱/۱۵ "
نارنگ، گوپی چند	مثنوی بوک چندا	دورِ حیات، ص ۱۰ تا ۱۳ + ۲۲، ۱۰/۱۲ مئی
نشاط فاطمہ	طلسم ہوشربا	حریرِ خامہ، ص ۱۵۵ تا ۱۶۰،
نیر واسطی، حکیم	شیخ الرئیس ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا اور اس کی تصانیف پر ایک مطالعاتی نظر	معارف، ص ۴۵۲ تا ۴۶۹، جون
وحید قریشی، ڈاکٹر	فرہنگ شیرانی	فنون، ص ۴۱ تا ۷۷، مئی جون
وزیر آغا، ڈاکٹر	اردو نظم میں علامت نگاری کا المیہ	" " ۲۴۳ تا ۲۷۷، " "
وشمشت، جاوید	مثنوی معاملات عشق	جوارِ معانی، ص ۵۴۴ تا ۵۵۴، جون
وقار احمد رضوی	ادب کیا ہے؟	برہان، ص ۳۴۹ تا ۳۵۶، "
———	اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ	قومی زبان، ص ۵ تا ۸، جون
———	کلام میں سیاسی تلمیحات	حریرِ خامہ، ص ۱۰۲ تا ۱۰۶،
———	اسلام کھنڈ (مسلسل)	اورینٹل کالج میگزین، ص ۱۳۳ تا ۱۴۸، مئی
———	مثنوی قطب مشتری اور ملا وجہی کی کردار نگاری	نگار پاکستان، ص ۴۴ تا ۵۰، جون

داستان وناول

احمد، ضیاء الدین	داستان کی خصوصیات	حریرِ خامہ، ص ۷۰ تا ۸۷،
نعیم ندوی، پروفیسر	ناول کا ارتقا	" " " ۲۹ تا ۳۵

ڈرامہ

عزیز انصاری	اردو ڈرامے کی ابتدا	حریرِ خامہ، ص ۱۷۳ تا ۱۷۵
گیان چند	اردو میں تمثیل نگاری	آجکل، ص ۳ تا ۵، جون

---

[1] مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تصنیف

شاعری

ابوذر عثمانی	محمد نیاز کی شاعری	سیارہ، ص ۱۵ تا ۵۷، جون
احمد ہمیش	نئی اردو شاعری کی رفتار	ملاپ، ص ۱، ۲۳ رجون
اشفاق محمد خاں	میر تقی میر کی شاعری	حریر خامہ، ص ۱۲۳ تا ۱۲۹،
اظہر قادری، پروفیسر	شاکر کا آہنگ شاعری	جام نو، ص ۱۹ تا ۲۲، جون
الیاس عشقی	ہماری عوامی شاعری	نئی قدریں، ص ۷ تا ۲۸،
	غزل (اردو شاعری کی ایک اہم صنف)	مجلۃ الجامعہ، ص ۹۳ تا ۱۰۲، اپریل جون
حفیظ، پروفیسر ڈاکٹر	ہاشمی کی ریختی	ملاپ، ص ۱ + ۷، ۹ رجون
درانی، محمد شمیم خاں	غزل کی افادیت	حریر خامہ، ص ۱۶۸ تا ۱۷۲،
ریحانی، ایس ایس	قطعہ اور رباعی کا فرق	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۲ رجون
سرور، پروفیسر آل احمد	غزل کا نیا رنگ	فروغ اردو، ص ۴ تا ۷، جون
سعادت نظیر	نئی شاعری کے نقیب مولانا حالی کی غزل گوئی	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۳۰ رجون
شمس الرحمن خاں	ہماری قومی شاعری	حریر خامہ، ص ۹۷ تا ۹۷،
شمیم احمد	غزل کے شکوے، غزل کے معاملات	کتاب، ص ۳۳ تا ۳۹، جون
عبد الباری	سودا کی ہجو نگاری	ملاپ، ص ۸، ۳۰ رجون
عمر، ڈاکٹر محمد	سودا کی شاعری کا تہذیبی مطالعہ	نوائے ادب، ص ۴۱ تا ۶۱، اپریل
عنوان چشتی	درد کی عشقیہ شاعری	الشجاع، ص ۵۱ تا ۵۶، جون
قادری، حامد حسن	اردو شاعری کی روایات	جنگ، ص ۹، ۷ رجون
محوی، حکیم محمود خاں	سودا کا طنز و مزاح	سب رس، ص ۲۷ تا ۳۰، جون
نور الحسن	اردو کا ایک بھلایا ہوا شاعر امراؤ مرزا نادان	۱ + ۲، ۳۰ ر "
وحید نسیم، پروفیسر	ناول نگاری کے عصری رجحانات	ملاپ، ص ۱ + ۷، ۹ رجون
وفا راشدی	خواجہ میر درد کی شاعری	تاج، ص ۳۶ تا ۶۵، مئی
	منشی نوبت رائے نظر کا رنگ تغزل	ملاپ، ص ۸ + ۷، ۲۳ رجون

ادیب اور اس کے مسائل

برہمی، اے کے	دور جدید میں ادیب کی ذمہ داری	زاویے، ص ۱۵ تا ۲۶،
جاوید قمر	ادیبوں کے مسائل	فنون، ص ۳۰۰ تا ۳۰۳، مئی جون
شیخ، منیر احمد	" " "	" " ۳۲۵ تا ۳۲۷، " "

ادب - دیگر زبانوں کا

انور حسین	بنگالی کا بنیتی ادب	انجام، ص ۲، ۷ جون
صابر، ڈاکٹر محمد	ترکی ادب کا پس منظر	نگار، ص ۳۱ تا ۳۵، جون
نیدی، علی جواد	سنسکرت میں فنی تکلفات	شاعر، ص ۱۱ تا ۱۶،
احمد علی، مولوی	قصر عارفاں (فارسی)	اورنیٹل کالج میگزین ص ۱ تا ۴۰، مئی
رضا، زیدی جعفر	ہندی شاعری کا ایک تاریخی جائزہ	معارف، ص ۴۴۳ تا ۴۵۵، جون

اردو زبان اور اسکے مسائل

انور، ذکی	اردو کو سخت بنائیے	گگن، ص ۱۳ تا ۱۴، اپریل مئی
رام لعل	ہندی اردو مسئلے پر ایک نظر	کتاب، ص ۴۰ تا ۴۳، جون
رشید، ڈاکٹر خاں	اردو یا پاکستان	نگار پاکستان، ص ۵۱ تا ۵۲، جون
سلیری، زیڈ اے	قومی زبان کا مسئلہ	نوائے وقت، ص ۵، ۶، ۳ جون
" " "	زبان اور آزادی	جنگ، ص ۲، ۱۰ جون
شمس لکھنوی، سید محمد باقر	لکھنؤ میں اردو	نگار پاکستان، ص ۳۶ تا ۴۰، جون

آپ بیتی

آئی سن گیور پیوی مترجم:۔ شاہد احمد دہلوی	ایسی پستی ایسی بلندی (۳۱) چین کے آخری شہنشاہ کی خود نوشت داستان حیات	انجام، ص ب، ۵ جون
آئی سن گیور پیوی مترجم:۔ شاہد احمد دہلوی	ایسی پستی ایسی بلندی (۳۲)	انجام، ص ۲، ۷ جون
" " "	" " (۳۳)	" " ۱۱، ۱۲ "
" " "	" " (۳۴)	" ۲ تا ۳، ۱۴ "
" " "	" " (۳۵)	" " ۱۱، ۱۹ "
" " "	" " (۳۶)	" ۲ تا ۳، ۲۱ "

تاریخ

اسد اللہ القریشی، محمد	مری — قدیم تاریخ کی روشنی میں	۲ تا ۳، ۱۴، ۱۳ جون
افضل صدیقی	الجزائر کا انقلاب	جنگ، ص ۲، ۲۹ جون

بادی، انیس	مغلوں کی داستان عروج و زوال	نوائے وقت، ص ۱۰، ۲۷ر جون
پرویز	۲۴ر مئی ۱۹۸۵ء	طلوع اسلام، ص ۹ تا ۲۷، جون
تابش صدیقی	محمود غزنوی اور فتح سومنات	نوائے وقت، ص ۱، ۱۶ر مئی
چودھری، ظفر	کشمیر کی کہانی (۱۲)	لاہور، ص ۸ تا ۹ + ۱۵، ۱۴ر جون
" "	" " (۱۳)	" " ۱۲ تا ۱۳، ۲۱ر "
چغتائی، ڈاکٹر عبداللہ	لاہور کی ایک قدیم عمارت	نوائے وقت، ص ۱ + ۱۰، ۶ر "
حسن نظامی، خواجہ	احمد شاہ (ابدالی) درانی (۲)	حریت، ص ۱۲، ۷ر جون
" "	" " " " (۳)	" " ۱۰، ۱۲ر "
خورشید احمد	جب شکست فتح میں بدل گئی — صلح حدیبیہ کا ایک تاثراتی مطالعہ	چراغ راہ، ص ۱۲ تا ۲۱، فروری
ذاکر حسین، ڈاکٹر	تسلیم و رضا میں نشان راہ — سید الشہدا	نوائے وقت، ص ۱ تا ۸، ۱۷ر مئی
رضوی، مصطفیٰ حسن	تمباکو تاریخ کی روشنی میں	آجکل، ص ۱۳ تا ۱۹، جون
رضوی، سید طاہر علی	حضرت حسین کے ساتھی	نوائے وقت، ص ۸، ۱۲ر مئی
زخم بدایونی	صنعتی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ	انجام، ص ۳ + ۶، جون
ساغر مہدی	رقص موسیقی شاہان اودھ کے دور میں	نوائے وقت، ص ۹ر مئی
سیٹھی، گھنشیام	لیونارڈو ڈاونسی کا شہر — میلان	آج کل، ص ۳۹ تا ۴۴، جون
سعید، حکیم محمد	صوفیائے کرام کا طبی فیضان	ہمدرد صحت، ص ۷ تا ۱۲، "
سلمیٰ صفدر	مدرسہ علی گڑھ سے دانش گاہ قرآنی تک	طلوع اسلام، ص ۳۸ تا ۴۱، جون
صابر، ڈاکٹر محمد	عثمانی تاریخ کے ماخذ	فکر و نظر، ص ۷۳ تا ۸۷، جون
صفدر محمود ایم اے	مسلم لیگ — قیام پاکستان تک	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۱۶ر مئی
" "	مسلم لیگ قیام پاکستان کے بعد (۳)	" " " ۳ + ۶، ۹ر جون
" "	دسمبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان مسلم لیگ کا قیام (۴)	" " " ۳ + ۶، ۲۳ر "
عبدالقادر، شیخ	نصیبین و ایڈیسہ کے بلاد میں کسر صلیب کے آثار	مجلۃ الجامعہ، ص ۴۶ تا ۵۶، اپریل جون
عبدالباری	حضرت یوسف کا خریدار کون تھا؟	زندگی، ص ۱۳ تا ۲۶، جون
عبدالوہاب	سلطان صلاح الدین ایوبی	کوہستان، ص ۱ + ۱۲، ۲۷ "
عزیز یزدانی	مومیات مصر	ہمدرد صحت، ص ۶۷ تا ۸۹، جون
فریدی امروہوی، مولانا نسیم احمد	حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلوی کے روابط شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان سے مراسلات کی روشنی میں	الرحیم، ص ۴۷ تا ۶۷، جون

مودودی، سید ابوالاعلیٰ	خلافت راشدہ سے ملوکیت تک	ترجمان القرآن، ص ۳۳ تا ۵۲، جون
مطلوب حسین، سید	صدیق اکبر اور حروب ردہ (قسط نمبر ۲)	تاج، ص ۱۷ تا ۸۲، اپریل
ممتاز لیاقت	سرمد اور اورنگ زیب ــ ایک تاریخی محاکمہ	چٹان، ص ۵ تا ۱۷، ۷ جون
نیاز فتح پوری	کیا ابوریحان بیرونی تھا؟	جنگ، ص ۲، ۲۳ جون
"	جلال الدین خلجی اور سید مولا کا قتل	نگار پاکستان، ص ۴۱ تا ۴۴، جون
ہاشمی، پروفیسر رفیع احمد	شبلی کے ساتھ ایک ماہ	مہر نیم روز، ص ۱۸۴ تا ۲۰۲
یحییٰ، محمد	۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی	مشرق، ص ۱۰+۱۲، ۹ مئی
یٰسین		
مترجم، عسکری، محمد حسن	جب الجزائر خاک و خون میں لوٹ رہا تھا	نوائے وقت، ص ۱، ۲۷ جون
ــــــــ	تاریخ کے خونیں اوراق ــ صحرائے اعظم میں شہید کے محبوب جرنیل کی پسپائی	جنگ، ص ۲، ۵ جون
ــــــــ	تاریخ کے خونیں اوراق	" " ۲، ۱۲ جون
ــــــــ	" " "	" " "، ۱۹ جون
ــــــــ	مسجد قرطبہ	انجام، ۲، ۱۳ جون
ــــــــ	امریکہ کی پہلی مسجد	" ۲، ۱۲ جون
ــــــــ	ریشمی رومال اور چاپانی نے آزادی کی تحریک کو گاؤں گاؤں پھیلا دیا۔	مشرق، ص ۷، ۹ مئی
ــــــــ	جنگ آزادی میں علما کا حصہ	" " ۸+۱۰، ۹ مئی
ــــــــ	شہدائے قصہ خوانی	امروز، ص ۳، ۹ مئی

تعلیم

خورشید احمد	اسلام کا نظریۂ تعلیم	چراغ راہ، ص ۷ تا ۱۲، مارچ
خورشید، عبدالسلام	اردو میں لیکچر اور امتحان	مشرق، ص ۳، ۱۸ جون
ساجد حسن، قاضی	معیار تعلیم اور اردو	حریت، ص ۵، ۲۹ جون
مائل نقوی	درسگاہوں میں قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایئے	کوہستان، ص ۳+۴، ۲۲ جون
محمد التونسی، ابوالفتوح	ابن خلدون بحیثیت ایک مفکر تعلیم	الرحیم، ص ۵۵ تا ۶۶، جون
مرغوب صدیقی	تعلیمی نظام میں نوکر شاہی	کوہستان، ص ۳+۴، ۱۰ مئی

میر، وارث	اردو ذریعہ تعلیم ـــ ایک ٹانک سوٹ	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۳۰ جون
	اردو نظم کس طرح پڑھائی جائے	ملاپ، ص ۱ + ۷، ۳۰ جون

تمدن و معاشرت

رزاقی، شاہد حسین	پاکستانی مسلمانوں میں شادی بیاہ کی رسمیں	ثقافت، ص ۲۲ تا ۲۵، جون
عبدالوحید خاں	ملا واحدی کے ساتھ ایک شام	جنگ، ص ۵، ۱۵ جون
کشفی، ابوالخیر	ریڈیو پاکستان اور قومی زندگی	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۳ جون
گلزار احمد، صوفی	پاکستانی کا معاشرتی ڈھانچہ	امروز، ص ۳، ۶ جون

تہذیب و ثقافت

نثار، جسونت سنگھ	دہلی کے مشرقی حسن پر مغربی تہذیب کا غازہ	نوائے وقت، ص ۱، ۶ جون
فضل الرحمن، ڈاکٹر	اسلامی ثقافت کیا ہے؟	فکر و نظر، ص ۷۷ تا ۸۸، جون
قاسمی، صلاح الدین	ثقافت کیا ہے؟	نوائے وقت، ص ۲، ۳ جون

سائنس

ارشد، محمد	شمسی توانائی	مجلۃ الجامعہ، ص ۱۰۳ تا ۱۱۵، اپریل مئی

سیاسیات

امین نذیر	افریشیائی ممالک میں جمہوریت کا مستقبل	چراغ راہ، ص ۵ تا ۸، اپریل
احمد انس	اشتراکی نظریات کی شکست	" " " ۳۰ تا ۳۴، "
اسرار بصری[1]	غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۴، ۷ جون
اشرف، عبدالرحیم	عورت، پاکستان اور اسلام	المنبر، ص ۳، ۱۱ جون
الیاس نواز	آزادی المسلمین کی تنظیم خطرے میں ہے	مشرق، ص ۵، ۱۰ "
امجد حسین، ملک	ملکی سیاست ـــ انتخابات کے آئینے میں	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۴ جون
"	" " " (۲)	" " ۳، " ۵ "
بھروچا، ایس کے	نظام قانون سے ملکی سیاسیات	چراغ راہ، ص ۱۴ تا ۲۰، جنوری
جعفری، رئیس احمد	مسئلہ خلافت اور جمہوریت	ثقافت، ص ۶ تا ۷، جون

---

[1] آغا شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان کا قلمی نام

راشدی، پیر علی محمد	مشرق و مغرب	جنگ، ص ۱۲، ۲۹ر مئی
"	" "	" " ۱۲، ۵ر جون
"	" "	" " ۱۲، ۱۲ر "
"	" "	" " ۱۲، ۱۹ر "
رشید احمد، پروفیسر	فارابی کے سیاسی افکار	لاہور، ص ۲تا ۹، ۷ر "
زبیر خاں آفندی، راجہ محمد	بھارت کی جنگی تیاریاں	انجام، ص ۳، ۱۷ر جون
سرور، محمد	مولانا (عبیداللہ) سندھی کا مکتب فکر	الرحیم، ص ۱۳تا ۲۲، جون
عرفان چغتائی	قومی زندگی — سیاسی سرگرمیاں	نوائے وقت، ص ۷، ۸ر مئی
کلیم اختر	زنداں سے زنداں تک — شیخ عبداللہ کی دوبارہ گرفتاری	مشرق، ص ۳، ۱۰ر مئی
گوپال متل	روٹی اور ووٹ	تحریک، ص ۱۵تا ۱۷، جون
مختار ریاقت	علی گڑھ یونیورسٹی — نازک موڑ پر	چٹان، ص ۵ + ۲۱، ۷ر جون
مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ	تحریکیں اور افراد کی قوت ارادی	زندگی، ص ۱۳تا ۱۷، جون
نیاز فتح پوری	مذہبات — حکومت کے ۵۰ مختلف نظریے	جنگ، ص ۷، ۸ر جون
"	مذہبات (۲)	" " ۷، ۱۴ر "
ہمایوں کبیر، پروفیسر	جمہوریت اور اقلیتیں	دور حیات، ص ۵تا ۷، ۱۰ر ۲۰ر مئی
	سپریم کورٹ میں جماعت اسلامی کا مقدمہ	چراغ راہ، ص ۸۳تا ۸۸، جنوری

سیر و سیاحت

احسان بی اے	روس میں آٹھ دن (۲۰)	کوہستان، ص ۳، ۱۰ر مئی
" " "	" " (۲۲)	" " ۳، ۱۲ر "
" " "	" " (۲۳)	" " ۳ + ۶، ۱۶ر "
" " "	" " (۲۶)	" " ۳ + ۱۲، ۱۸ر "
" " "	" " (۲۸)	" " ۳ + ۶، یکم جون
" " "	" " (۲۸)	" " ۳ + ۶، ۲ر "
" " "	" " (۲۹)	" " ۳ + ۶، ۳ر "
" " "	" " (۳۰)	" " ۳ + ۶، ۴ر "
" " "	" " (۳۱)	" " [illegible]
" " "	" " (۳۲)	" " ۳ + ۶، ۷ر "

احسان بی اے	روس میں آٹھ دن (۴۳)	کوہستان، ص ۳ + ۶، ۷ جون
〃 〃 〃	〃 〃 (۴۴)	〃 〃 ۳ + ۶، ۸ 〃
〃 〃 〃	〃 〃 (۴۵)	〃 〃 ۳ + ۶، ۹ 〃
〃 〃 〃	〃 〃 (آخری قسط)	〃 〃 ۳ + ۶، ۱۰ 〃
افسر ماہ پوری	رانگاماٹی	الشجاع، ص ۴۹ تا ۵۰، جون
بیگ، ایم اے	مشاہدات حجاز — ایک پاکستانی حاجی کا دلچسپ سفرنامہ	انجام، ص ۲، ۵ جون
ضیاء الاسلام انصاری	میں نے روس میں کیا دیکھا	مشرق، ص ۵، ۲۵ اپریل
〃 〃	〃 〃 〃	〃 〃 ۵، ۳ جون
〃 〃	〃 〃 〃	〃 〃 ۵، ۱۰ 〃
عالی، جمیل الدین	دنیا مرے آگے (۹۸)	جنگ، ص ۲، ۷ 〃
〃 〃	〃 〃 (۹۹)	〃 〃 ۲، ۱۴ 〃
〃 〃	〃 〃 (۱۰۰)	〃 〃 ۲، ۲۱ 〃
وجاہت علی، سید	۷۰ روپے میں سیر جہاں (۱۷)	انجام، ص ۲، ۷ 〃
〃 〃	〃 〃 〃 (۱۸)	〃 〃 ۲، ۱۴ 〃
〃 〃	〃 〃 〃 (۱۹)	〃 〃 ۲، ۲۱ 〃

شخصیات

آزاد، مولانا ابوالکلام

عبدالماجد دریابادی، مولانا	مولانا آزاد[1]	صدق جدید، ص ۵ تا ۶، ۱۱ جون
نعمت اللہ خاں صوبا	اخبار چٹان اور صدق جدید — مولانا آزاد سے متعلق دونوں کا رویہ	چٹان، ص ۹ تا ۱۰ + ۱۴، ۱۴ جون
〃 〃 〃	اخبار چٹان اور صدق جدید — 〃	〃 〃 ۱۵ تا ۱۶، ۲۱ 〃

اقبال، علامہ

احمد رفاعی	اقبال کے بعض نظریات	نگار پاکستان، ص ۵۵ تا ۶۰، جون

---

[1] بسلسلہ ادبی تخلیقات ملاحظہ

مصنف	عنوان	ماخذ
احمد رفاعی	اقبال کے بعض نظریات — عہد حاضر کی روشنی میں	چٹان، ص ۱۲ تا ۱۴، ۱۳ جون
اسلم ملک	بیا بہ مجلس اقبال و یک دو ساغر کش [1]	نوائے وقت، ص ۴، ۱۳ / ۶
اقبال، غلام	ہمارا تعلیمی مسئلہ	چراغ راہ، ص ۱۳ تا ۱۹، اپریل
بیدار، عابد رضا	اقبال کے کچھ غیر مرتب نوادر	" ص ۲۵ تا ۲۹، "
جاوید، ایس ایس	بال جبریل پر ایک عمومی تبصرہ	تحریر خامہ، ص ۱۴۵ تا ۱۵۴
حسن خاں، ملک اسمٰعیل	اقبال کی منظر نگاری	شاعر، ص ۱۰ تا ۲۳
سہاروی، اسرار احمد	علامہ اقبال کا فلسفہ فطرت	چراغ راہ، ص ۲۵ تا ۲۹، اپریل
شریف کنجاہی	بانگ درا کی ایک نظم	" ص ۴۰ تا ۴۳ "
شمس تبریز خاں	اقبال اور قرآنیات [2]	صدق جدید، ص ۱۰، ۴ جون
عبدالحق خاں	عہد آفریں شاعر (اقبال)	تحریر خامہ، ص ۱۷۰ تا ۱۸۱
عبداللہ، پروفیسر	ٹیگور اور اقبال کی شاعری میں انسانیت	ساقی، ص ۵۲ تا ۵۸، مئی
" "	نذر الاسلام، اقبال اور ٹیگور	دور حیات، ص ۱۱ تا ۱۲، یکم جون
" "	زندگی کے شاعر ٹیگور اور اقبال	سیارہ، ص ۴۳ تا ۵۰، جون
" "	اقبال کا مرتب کردہ اردو کورس (مراسلہ)	ہماری زبان، ص ۷ تا ۸، ۸ جون
———	علامہ اقبال کی برسی (بھوپال میں)	" ص ۱۰، یکم جون
———	اقبال اور آزادی نایافت	چراغ راہ، ص ۴۰ تا ۴۲، اپریل

حامد حسن قادری، مولانا

مصنف	عنوان	ماخذ
ارشد حسن قادری	جناب قادری اور فن تاریخ گوئی	انجام، ص ۴، ۷ جون
ایوب قادری، محمد	پروفیسر حامد حسن قادری	قومی زبان کراچی، ص ۷۷ تا ۸۷، جون
شمس الحق نظامی	حامد حسن قادری	انجام، ص ۳، ۴، ۶ جون
شوق، محمد مظہر جلیل	دل با خدا مومن اہل نظر (حامد حسن قادری کا تذکرہ)	قومی زبان، ص ۶۴ تا ۶۹، جون
کشفی، سید ابوالخیر	مولانا حسن قادری	جنگ، ص ۱۱، ۵ جون
	مولانا پروفیسر حامد حسن قادری	حریت، ص ۴، ۷ / ۶

صلاح الدین، مولانا

مصنف	عنوان	ماخذ
ارشد، بشیر احمد	مولانا صلاح الدین احمد	نوائے وقت، ص ۳، ۱۳ جون

---

[1] شہر اقبال (لاہور) کی خواتین کا علامہ اقبال کو خراج عقیدت — روداد جلسہ یادگار

[2] مولانا عبدالماجد دریابادی کے مختصر نوٹ کے ساتھ

ساقی، ح۔م	صلاح الدین احمد مرحوم	ساغر، ص ۹ تا ۱۰، ۱۵ جولائی
عبداللہ، ڈاکٹر	شہید اردو — صلاح الدین	نوائے وقت، ص ۶، ۱۳ جون
علی عباس جلالپوری، سید	اردو کے محسن — مولانا صلاح الدین احمد	امروز، ص ۲، ۱۳ جون
مہر، مولانا غلام رسول	مولانا صلاح الدین احمد مرحوم	مشرق، ص ۵، ۱۳؍۶
وزیر آغا، ڈاکٹر	مولانا صلاح الدین احمد	کوہستان، ص ۱، ۱۳؍۶

غالب

رزمی سجے پوری	غالب اور نیاز فتح پوری	تاج، ص ۱۳ تا ۲۵، اپریل
رشید، پروفیسر خان	آہ غالب	صریر خامہ، ص ۱۷ تا ۲۸
طالب کشمیری، پروفیسران ایل۔ کول	سرمایہ کلام غالب	نوائے وقت، ص ۶۲ تا ۷۲، اپریل
وقار، وقار احمد	غالب کی شاعری کا مطالعہ	صریر خامہ، ص ۱۶۱ تا ۱۶۷
	شعیب قریشی کے نام عبدالرحمٰن بجنوری کا ایک خط	فروغ اردو، ص ۲۹ تا ۳۰، جون

فیض، فیض احمد

ابراہیم جلیس	یک سطر فیض	افکار (فیض نمبر) ص ۲۴۷ تا ۲۵۷، اپریل جولائی
ابن انشا	فیض اور میں	" " " ۲۷۴ تا ۲۸۷، " "
ابن فرید	فیض کی شاعری — چند فنی پہلو	" " " ۲۴۳ تا ۲۵۵، ۴۸۱، ۴۸۲، "
ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	فیض کا فن شاعری	" " " ۱۲۳ تا ۲۳۲، " "
احتشام حسین، پروفیسر سید	فیض کی انفرادیت	" " " ۳۰۳ تا ۳۰۸، ۴۲۳، ۴۲۴، "
احفاظ الرحمٰن	گندم کے کھیت	" " " ۵۲۷ تا ۵۳۲، " "
احمد علی خاں	فیض ایک صحافی	" " " ۴۴۵ تا ۴۴۷، " "
اختر جمال	فیض کے دو عشق	" " " ۴۴۷ تا ۴۸۲، " "
اسحٰق محمد	فیض میری نظر میں	" " " ۳۴۰ تا ۳۴۲، " "
اطہر قادری	فیض — غم جاناں سے غم دوراں تک	" " " ۵۱۰ تا ۵۲۰، ۵۴۳، " "
امجد کنڈیانی	فیض — فکر و فن کے آئینے میں	" " " ۵۴۳ تا ۵۴۹، ۵۵۴، " "
انجم اعظمی	فیض کی داخلیت پسندی	" " " ۴۴۴ تا ۴۹۲، " "
انور عظیم	ماسکو کی ایک رات	" " " ۱۴۴ تا ۱۴۲، " "
ایلیس فیض		
مترجم: سید ابوالخیر کشفی	یادوں کے سائے	" " " ۱۵۹ تا ۱۶۳، " "

مصنف	عنوان	حوالہ
جمیل جالبی	فیض ایک تقابلی مطالعہ	افکار (فیض نمبر) ص ۳۴۷ تا ۳۹۸، اپریل [illegible]
حسینی، علی عباس	شاعر باعمل	〃 〃 ۲۵۶ تا ۲۶۰، [illegible]
حمید اختر	فیض ــ شخصیت کی چند جھلکیاں	〃 〃 ۱۹۷ تا ۲۰۱، 〃 〃
حمید، شیر محمد	فیض ــ آئینہ خانے میں	〃 〃 ۲۰۲ تا ۲۲۰، 〃 〃
حمید نسیم	کچھ فیض صاحب کے بارے میں	〃 〃 ۲۲۶ تا ۲۳۰، 〃 〃
ذاکر، کشمیری لال	فیض کی شاعری میں محبوب کا تصور	〃 〃 ۲۷۹ تا ۲۸۲، 〃 〃
ذکار الرحمٰن	دردآشنا کا دیے پاؤں	〃 〃 ۱۵۷ تا ۱۶۰، 〃 〃
راج آنند، ڈاکٹر ملک		
مترجم: سید رضا کاظمی	فیض ــ ایک پیاری عظیم شخصیت	〃 〃 ۱۶۵ تا ۱۶۸، 〃 〃
رضیہ فصیح احمد	سارے فسانے میں جس کا ذکر ہے	〃 〃 ۳۶۴ تا ۳۶۹، 〃 〃
رفعت	خدا وہ وقت نہ لائے	〃 〃 ۲۷۱ تا ۲۷۵، 〃 〃
زبیری، نصیر احمد	چیکوسلواکیہ میں فیض کی مقبولیت	〃 〃 ۲۴۲ تا ۲۴۴، 〃 〃
ساحر الٰہ آبادی	فیض احمد فیض اور ان کی شاعری	〃 〃 ۵۵۰ تا ۵۵۲، 〃 〃
سبزواری، ڈاکٹر شوکت	شاعر حیات و کائنات	〃 〃 ۲۵۲ تا ۲۵۶، ۲۵۸، ۳۶۹، 〃 〃
سبط فاروق	شاعر سحر	〃 〃 ۲۵۱ تا ۲۵۶، 〃 〃
سجاد ظہیر	شخص و عکس	〃 〃 ۱۹۳ تا ۱۹۹، 〃 〃
سجاد نظر	تاریک راہوں میں مارے گئے	〃 〃 ۳۷۰ تا ۳۷۵، ۳۸۵، 〃 〃
سحر انصاری	فیض ایک نثر نگار	〃 〃 ۲۵۶ تا ۲۶۶، 〃 〃
سردار جعفری	لکھنؤ کی ایک رات ــ فیض کے ساتھ	〃 〃 ۱۹۰ تا ۱۹۶، 〃 〃
پروفیسر آل احمد	فیض ــ نقش فریادی سے زنداں نامہ تک	〃 〃 ۳۰۹ تا ۳۱۳، 〃 〃
سلامت اللہ خاں، پروفیسر	شاعر محبت شاعر انسانیت	〃 〃 ۳۴۹ تا ۳۵۱، 〃 〃
سلام سندیلوی، ڈاکٹر	فیض کی غزل	〃 〃 ۲۱۹ تا ۲۲۴، 〃 〃
شاد عارفی	زنداں نامہ ــ ایک تاثر	〃 〃 ۳۶۱ تا ۳۶۴، 〃 〃
شاہد احمد دہلوی	فیض صاحب	〃 〃 ۱۴۰ تا ۱۴۳، ۱۶۸، 〃 〃
شمیم حنفی	فیض احمد فیض ــ چند زاویے	〃 〃 ۲۴۴ تا ۲۵۰، 〃 〃
صہبا لکھنوی	فیض احمد فیض	〃 〃 ۲۵ تا ۳۰، 〃 〃
〃 〃	فیض نامہ[1]	〃 〃 ۳۱ تا ۳۲، 〃 〃

---

[1] فیض پر شائع شدہ تذکروں، تبصروں اور مضامین کا اشاریہ

ظل حسنین، ڈاکٹر	فیض کی شاعری — پس منظر و پیش نظر	افکار (فیض نمبر) ص ۴۹۳ تا ۵۰۹، اپریل ۶۵
عبادت بریلوی، ڈاکٹر	چند یادیں چند تاثرات	〃 〃 〃 ۱۷۹ تا ۱۹۹، 〃 〃
عبادت	(فیض سے) لندن میں ایک ملاقات	〃 〃 〃 ۲۲۲ تا ۲۲۷، 〃 〃
فضیل جعفری	فیض کا اسلوب شاعری	〃 〃 〃 ۳۳۸ تا ۳۴۴، 〃 〃
فیض، فیض احمد	خامہ انگشت بدنداں	〃 〃 〃 ۲۲ تا ۲۴، 〃 〃
فیض، فیض احمد	غیر مطبوعہ خطوط	〃 〃 〃 ۵۴ تا ۸۴، 〃 〃
〃 〃		
مترجم: آغا افتخار حسین	فنکار اور ترقی پذیر معاشرہ	〃 〃 〃 ۶۷۵ تا ۶۷۷، 〃 〃
فیض، فیض احمد	حدیث رفتگاں[1]	〃 〃 〃 ۶۷۸ تا ۶۸۲، 〃 〃
〃 〃	پاکستان کہاں ہے	〃 〃 〃 ۶۸۳ تا ۶۸۴، 〃 〃
〃 〃	داغستان میں چند روز	〃 〃 〃 ۶۸۶ تا ۶۹۲، 〃 〃
〃 〃	ایک یادگار تقریر[2]	〃 〃 〃 ۶۹۵ تا ۶۹۶ + ۷۰۸، 〃 〃
〃 〃	شعر میں اظہار اور ترجمانی	〃 〃 〃 ۶۹۷ تا ۶۹۹ + ۷۰۸، 〃 〃
〃 〃	آہنگ	〃 〃 〃 ۷۰۰ تا ۷۰۳، 〃 〃
〃 〃	کچھ ڈراموں کے بارے میں	〃 〃 〃 ۷۰۴ تا ۷۰۵، 〃 〃
〃 〃	چند روز اور	〃 〃 〃 ۷۰۶ تا ۷۰۸، 〃 〃
〃 〃	کچھ راگ رنگ کے بارے میں	〃 〃 〃 ۷۰۹، 〃 〃
قزلباش، آغا آفتاب	پیغام آشنا گویم	〃 〃 〃 ۲۳۱ تا ۲۴۰، 〃 〃
کشفی، سید ابوالخیر	وقت، نقش فریادی، ہم اور میں	〃 〃 〃 ۹۹ تا ۱۱۴، 〃 〃
کوثر چاندپوری	میرے دریچے میں	〃 〃 〃 ۷۲۹ تا ۷۳۲، 〃 〃
گلزار احمد، بریگیڈیر	مرکز داستاں ہے فیض	〃 〃 〃 ۴۴۴ تا ۴۴۶، 〃 〃
ماہر القادری	فیض کی شاعری اور زبان و بیان	〃 〃 〃 ۳۸۵ تا ۳۹۱، 〃 〃
مجیب، محبوب اللہ	فیض الہ آباد میں	〃 〃 〃 ۲۵۷ تا ۲۶۰، 〃 〃
مجتبیٰ حسین	کچھ فیض کے بارے	〃 〃 〃 ۳۲۸ تا ۳۳۸، 〃 〃
محروم، تلوک چند	کلام فیض	〃 〃 〃 ۱۴، 〃 〃
مسعود حسین خاں، ڈاکٹر	تار حریر دو رنگ	〃 〃 〃 ۳۶۵ تا ۳۸۲، 〃 〃
ممتاز حسین	دل پر خوں کا ہنر تو دیکھو	〃 〃 〃 ۳۱۵ تا ۳۲۰ + ۳۹۸، 〃 〃

---

[1] بحوالہ پروفیسر مولوی محمد شفیع، راجہ غضنفر علی اور شوکت تھانوی کی یادیں
[2] لینن امن انعام کی تقریب کے موقع پر ماسکو میں

نجمہ تقی	فیض کی شخصیت — شاعری کے پس منظر میں	افکار (فیض نمبر) ص ۵۵۵ تا ۵۶۰، اپریل جون
وحید الدین، فقیر سید	فیض — ایک دوست ایک دانش ور	″ ″ ″ ص ۲۲۱ تا ۲۲۶، ″ ″
یونس رمزی	نثار میں تری گلیوں پہ	″ ″ ″ ص ۳۳، ۵۲۳ تا ۵۲۴، ″ ″
مختلف ادبا ومشاہیر	تذکرہ وتبصرہ	″ ″ ″ ص ۵۱۶ تا ۵۲۵، ″ ″
مختلف حضرات	موضوع سخن [1]	″ ″ ″ ص ۱۱۴ تا ۱۵۰، ″ ″

دیگر شخصیات

احمد، کریم الدین	میاں قادر بخش بیدل	صریر خامہ، ص ۴۳ تا ۴۹
اسعد گیلانی	چودھری نیاز علی	چراغ راہ، ص ۵۴ تا ۸۴، مارچ
اسلام، حافظ محمد	حضرت داتا گنج بخش	جنگ، ص ۵+۸، ۲۱ جون
اسلم چودھری، ایم	حضرت سید نوشہ گنج بخش قادری	مشرق، ص ۷، ۱۰ جون
ا ۔ ع	نواب بہادر یار جنگ	کوہستان، ص ۱۲، ۲۴ جون
اقبال حامد	حکیم دانا — شاہ لطیف	جنگ، ص ۲، ۱۵ جون
اقتدار علی خاں	داغ دہلوی	صریر خامہ، ص ۴۷ تا ۴۹،
برکاتی، حکیم محمود احمد	شاہ محمد محدث دہلوی	فاران، ص ۸ تا ۱۰، جون
تحسین سروری	فرش تیموری	قومی زبان، ص ۳۴ تا ۴۰، جون
″ ″	ماہ لقا بائی چندا — اردو زبان کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ	جنگ، ص ۵، ۱۴ جون
جعفری، سید بشیر حسین	ہنری ڈیوڈ تھورو — انیسویں صدی کا عظیم ماہر طبیعیات	المنبر، ص ۱۱ تا ۱۲، ۵۴ جون
جیلانی، ایم جی	میجر جنرل میاں ضیاء الدین — ایک مسلمان مفکر اور ماہر لسانیات	جنگ، ص ۵، ۲۸ جون
چشتی، مولانا محمد عبد الحلیم	علامہ جلال الدین سیوطی	معارف، ص ۴۱۴ تا ۴۳۴، جون
حسین ابدالی	مخدوم شعیب بن جلال منیری	تاج، ص ۳۴ تا ۴۹، اپریل
خالد محمود	حضرت داتا گنج بخش	کوہستان، ص ۱، ۲۰ جون
خورشید احمد	امام عبد اللہ بن المبارک	چراغ راہ، ص ۵۱ تا ۶۴، جنوری
راغب میرٹھی، راغب حسین	ہشیار میرٹھی	فاران، ص ۴۰ تا ۴۱، جون

---

[1] مختلف مشاہیر (فیض نمبر کے سلسلے میں پیغامات)

رضا ہمدانی	صنوبر حسین مہمند — جنگ آزادی کا بیباک مجاہد	امروز، ص ۲، ۱۶ جون
رضوی، سید مسعود حسن	مولانا صفی مرحوم	فروغ اردو، ص ۱۹ تا ۲۱، جون
رفعت سلطانہ	اکبر الہ آبادی	صریر خامہ، ص ۱۰۷ تا ۱۱۳
ساگر وارثی	حاجی سید وارث علی شاہ	انجام، ص ۲، ۱۵ جون
شاغل، احترام الدین احمد	مختصر حالات حاجی معین الدین شاہ جودھپوری	شان ہند، ص ۲۰ تا ۲۳، جون
شاہد احمد دہلوی	راشد الخیری اور ان کی سوانح	نیرنگ خیال، ص ۵۰ تا ۵۲، جون
شمیم حنفی	فراق صاحب	فنون، ص ۱۶۲ تا ۱۶۸، مئی جون
صولت، ثروت	ابن حزم اندلسی	الرحیم، ص ۵ تا ۱۲، جون
عابدی، سید امیر حسن	مولانا کاشفی	برہان، ص ۳۵۷ تا ۳۶۲، جون
عاصوف، ایم	عبدالرحمن جامی — فارسی کا عوامی شاعر	ساغر، ص ۷ تا ۸، ۲۵ جون
عبدالغفار الخیری، محمد	خیری برادران	جام نو، ص ۲۳ تا ۲۶، جون
عبدالماجد دریابادی	شبلی	المنبر، ص ۵۴ تا ۵۶، ۲۸ مئی
عبدالوحید، ڈاکٹر	داتا گنج بخش	کوہستان، ص ۳ + ۸، ۲۰ جون
عزیزی، سید رفیق	حضرت بابا تاج الدین ناگپوری	تاج، ص ۲۹ تا ۳۲، مئی
فاتح قائم آبادی	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — رشد و ہدایت کا عظیم مینار	المنبر، ص ۷، ۱۱ جون
فضل اللہ، پروفیسر محمد	ذوقی دہلوی	سب رس، ص ۲ تا ۱۳، جون
فضل حمید	حضرت بہاء الحق ذکریا ملتانی	مشرق، ص ۶، ۶ جون
قاسمی، احمد ندیم	کاکاجی — پشتو کے مشہور انشاء پرداز صنوبر حسین کا خاکہ	انجام، ص ۶، ۱۴ جون
کاٹزور، کیرولسین	ٹی ایس ایلیٹ	قومی زبان، ص ۹ تا ۱۴، جون
کول، آنجہانی کشن پرشاد	گنگا پرشاد	فروغ اردو، ص ۵ تا ۱۸، جون
مودودی، سید ابوالاعلیٰ	الاخوان	ترجمان القرآن، ص ۶۳ تا ۷۳، جون
موکل، سردار محمد اقبال	پروفیسر میر محمد رفیق مرحوم	نوائے وقت، ص ۳ + ۹، ۲۷ جون
نسیم قادر	مولانا ظفر علی خاں	صریر خامہ، ص ۱۳۰ تا ۱۴۴
نظام الدین، غلام	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی	کوہستان، ص ۳، ۲۵ جون
نگر صدیقی	صادق القادری	نگار پاکستان، ص ۱۸ تا ۳۰، جون
نعمانی، حبیب اللہ	حضرت امام ابوحنیفہ	نوائے وقت، ص ۲، ۱۴ جون
نکہت بریلوی	رسول حمزہ	نئی قدریں، ص ۲۸ تا ۴۰

ـــــــــــ	نظیر ـــ جدید رنگ کا پیش رو	حریر خامہ، ص ۱۱۷ تا ۱۲۳،
ـــــــــــ	وزیر خزانہ محمد شعیب	حریت، ص ۳، ۱۹ رجون
ـــــــــــ	حضرت خواجہ سلیمان تونسوی	انجام، ص ۱، ۷ رجون
ـــــــــــ	شاہ عبداللطیف بھٹائی	مشرق، ص ۲، ۱۷ ر ،،
ـــــــــــ	والٹر لیپ مین ـــ ایک بے باک صحافی	نوائے وقت، ص ۳ ۲ ۲، ۲۹ر
ـــــــــــ	محمد شان یوسف شاہ بابا	تاج، ص ۱۹ تا ۲۶، اپریل

خوش نویس

، یوسف	خطاط الملک تاج الدین زریں رقم	امروز، ص ۴، ۱۳ رجون
عبدالحمید، پیر	،، ،، ،،	مشرق، ص ۱۲، ۱۳ ر ،،
غلام رسول، مولوی	زریں رقم	امروز، ص ۴، ۱۳ ر ،،
مہر، مولانا غلام رسول	وہ بڑے صاحب فن تھے ـــ (تاج الدین زریں رقم)	مشرق، ص ۱۲، ۱۳ ر ،،

صحافت

احمد نواز، ملک	صحافت پاکستان و ہند میں	فنون، ص ۱۱۳ تا ۱۱۷، ۳۱، مئی جون
اکرام احمد	ماہنامہ انتخاب لاہور	ہماری زبان، ص ۷، ۱۵ رجون
امداد صابری	۱۸۵۷ء کے چند حریت پسند اخبار	قومی زبان، ص
الطاف حسین	قومی ترقی میں اخبارات کا حصہ	جنگ، ص ۲، ۱۸ رمئی
محمد تقی، سید	قومی ارتقاء اور اخبارات	،، ،، ۲، ۱۸ ر ،،
مناظر عاشق	رسالہ حسن	ہماری زبان، ص ۲، یکم جون

فنون لطیفہ

افضل پرویز	کوکھنی	فنون، ص ۲۹۳ تا ۲۹۷، مئی جون
خالد جاوید	حسن اظہار ہے	،، ،، ۲۹۸ تا ۳۰۰، ،، ،،
رشید ملک	موسیقی اور امیر خسرو	،، ،، ۳۰۷ تا ۳۱۹، ،، ،،
عزیزہ بیگم	چندی کی جھنڈی	،، ،، ۳۱۳ تا ۳۱۷، ،، ،،

کتابیات و کتب خانے

اشک، پریم پال	سرشار کی چند تصانیف	ہماری زبان، ص ۶، ۱۵ رجون

ابوسلمان شاہجہانپوری	نئے خزانے (جنوری فروری ۱۹۶۵ء کے اخبارات و رسائل کا اشاریہ)	قومی زبان، ص ۹۹ تا ۱۱۲، جون
احمد انس	۱۹۶۴ء کے ادبی رسائل — قصہ پاکستانی ادب کا	چراغ راہ، ص ۲۵ تا ۵۸، فروری
افسر امروہوی	گنج ہائے گراں مایہ (مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست)	قومی زبان، ص ۳۱ تا ۴۸، جون
برنی، ضیاء الدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر	کتابی دنیا، ص ۵ تا ۱۶، "
خورشید احمد	پبلک لائبریریاں اور ہم	نوائے وقت، ص ۶، ۱۴، "
ساحل، عبدالحلیم اور دیگر معاونین	مقالہ نما (اردو رسائل کے منتخب تنقیدی و تحقیقی مضامین کا اشاریہ)	نوائے ادب، ص ۱ تا ۱۸، اپریل
ممتاز احمد	۱۹۶۴ء کے ادبی رسائل (دوسری قسط)	چراغ راہ، ص ۲۳ تا ۴۴، مارچ
نظر، محمد انصار اللہ	معینی کتب خانہ کی چند کتابیں	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴ + ۶، ۲۲ جون
	فہرست تصانیف مولانا حامد حسن قادری (مطبوعہ و غیر مطبوعہ)	قومی زبان، ص ۵۶ تا ۶۶، جون

لسانیات

غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر	صوتیات میں قرآنی تجوید کی اہمیت	تحریر خامہ، ص ۱۲ تا ۱۶، .

معاشیات

ا۔ ح	ملک کی اقتصادی ترقی (آخری قسط)	کوہستان، ص ۳، ۱۹ جون
" "	" " " (۱)	" " ۳ + ۶، ۱۵ "
اقبال قریشی، ڈاکٹر انور	قومی بجٹ کا معاشی تجزیہ	امروز، ص ۳، ۱۸ جون
" "	۱۹۶۵ - ۶۶ء کا مرکزی بجٹ	مشرق، ص ۳، ۱۹، "
شعیب، محمد	پاکستان کا معاشی جائزہ (۱)	" " ۲ + ۶، ۱۲ "
" "	" " " (۲)	" " ۳، ۱۳ "
عبدالوحید، ڈاکٹر	تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے مقاصد (۱)	کوہستان، ص ۱۲ جون
" "	" " " (آخری قسط)	" " ۳ + ۱۱، ۱۴ "
کوثر، اصغر علی	قومی بجٹ	" " ۲، ۲۳ "
" "	نیا قومی بجٹ	" " ۳، ۲۴ "
" "	قومی بجٹ اور ملک کی اقتصادی ترقی	" " ۳، ۲۶ "

مصنف	عنوان	ماخذ
گلزار احمد، صوفی	پاکستان کا معاشرتی ڈھانچہ (۳)	امروز، ص ۳، ۱۳ جون
	پاکستان کا معاشی ڈھانچہ (۲)	مشرق، ص ۳، ۱۱ "
	صنعتی ترقیاتی بینک	حریت، ص ۳، ۸، ۹ "

مکاتیب

مصنف	عنوان	ماخذ
کفایت اللہ، مفتی	مکاتیب مولانا مفتی کفایت اللہ بنام سید سلیمان ندوی	معارف، ص ۴۰۷ تا ۴۲۲، جون
	دنیا کا سب سے پہلا خط	ہمارا بھارت، ص ۹۱، جون

مذہبیات

قرآن و تفسیر

مصنف	عنوان	ماخذ
چشتی، محمد عبدالحلیم	علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیری تصانیف	الرحیم، ص ۸ تا ۴۵، جون
عبدالماجد دریابادی، مولانا	سورۃ العلق (۳)	صدق جدید، ص ۵، ۷ "
مودودی، سید ابوالاعلیٰ	الزخرف (۳)	ترجمان القرآن، ص ۷ تا ۴۲، جون
ناصر، سید میر محمود احمد	قرآن مجید اور بائبل کا اختلاف	مجلۃ الجامعہ، ص ۵۷ تا ۵۹، اپریل جون
نورالحق، ابوالمنیر	اصول تفسیر	" " ، ۹ تا ۲۰ " "
	نزول و ترتیب قرآن	انجام، ص ۲، ۱۲ جون

سنت و سیرت نبوی

مصنف	عنوان	ماخذ
ادریس، مولانا محمد	سنت کا تشریعی مقام	بینات، ص ۱۸ تا ۴۱، جنوری
" " "	" " "	" ۴۳ تا ۴۷، مئی
الاصبہانی، حافظ ابوالشیخ، مترجم: مولوی محمد احمد	اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم	" ۷۷ تا ۸۰، جنوری
الاصبہانی، حافظ ابوالشیخ، مترجم: مولوی محمد احمد	" " " "	" ۱۰۰ تا ۱۱۶، اپریل
الاصبہانی، حافظ ابوالشیخ، مترجم: محمد احمد مولوی	" " " "	" ۱۱ تا ۱۶، مئی
" " "	" " " "	" ۹ تا ۱۴، جون

مصنف	عنوان	ماخذ
السباعی، ڈاکٹر مصطفیٰ حسنی	مستشرقین کا تصور سنت	بینات، ص ۱۰۵ تا ۱۱۲، جنوری
، ، ،	تصور سنت — مستشرقین کی نظر میں	، ، ۵۰ تا ۵۷، اپریل
، ، ،	مستشرقین کا تصور سنت	، ، ۴۸ تا ۵۶، مئی
، ، ،	، ، ،	، ، ۴۹ تا ۵۶، جون
معزالدین نقشبندی دہلوی، سید	غزوات رسول — سپہ سالار کی حیثیت سے رسول اللہؐ کا مثالی کردار	انجام، ص ۳ + ۶، ۹ جون
	سرکار دو عالمؐ کی تبلیغی زندگی	، ، ۳، ۱۱ ،

حدیث وفقہ

مصنف	عنوان	ماخذ
امینی، مولانا محمد تقی	احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	برہان، ص ۳۲۵ تا ۳۴۰، جون
بقا، محمد مظہر	شاہ ولی اللہ کے فقہی رجحانات المسوی اور المصفی کی روشنی میں	الرحیم، ص ۲۵ تا ۳۷، جون
خورشید احمد، حکیم شیخ	علم حدیث	مجلۃ الجامعہ، ۲۱ تا ۳۲، اپریل - جون
علاؤالدین صدیقی، علامہ	اسلام اور زندگی کے جدید مسائل	نوائے وقت، ص ۳، ۹ مئی
، ، ،	اسلام امن اور سلامتی کا راستہ — بسلسلہ اسلام اور زندگی کے جدید مسائل (۲)	نوائے وقت، ص ۳ + ۶، ۱۰ مئی
قدسی، مولانا عطاء الرحمن	زکوٰۃ — احادیث کی روشنی میں	امروز، ص ۱ + ۷، ۱۰ جنوری
، ، ،	، ، ، ۶	، ، ۱، ۷، ۱۷ جون
محمد نواز	دینی مسائل اور اضطرار	فاران، ص ۱۵ تا ۲۶، ،
مسعود، محمد خالد	اصول فقہ کی تاریخ پر ایک نظر	فکر و نظر، ص ۵۹ تا ۷۲، جون
	زکوٰۃ — احادیث کی روشنی میں (۴)	امروز، ص ۱، ۳ جون

عقائد وکلام

مصنف	عنوان	ماخذ
امام الدین، مولانا ابو محمد	اوتار واد اور عقیدۂ رسالت (قسط ۵ حصہ دوم)	انوار اسلام، ص ۱۹ تا ۴۴، مئی
، ، ،	، ، ، (آخری قسط ، ،)	، ، ۲۵ تا ۴۹، جون
سلطان مبین	آخرت کے حریف عقائد	زندگی، ص ۱۸ تا ۳۴، جون
سیف، غلام باری	علم کلام اور اس کا تعارف	مجلۃ الجامعہ، ص ۸۱ تا ۹۲، اپریل - جون
غوری، بشیر احمد خاں	مسلم علم الٰہیات کا اجمالی جائزہ	معارف، ص ۴۰۵ تا ۴۳۰، جون
گیلانی، عباد اللہ	اسلام کا دوسرا عقیدہ — ملائکۃ اللہ پر ایمان	مجلۃ الجامعہ، ص ۶۰ تا ۸۰، اپریل - جون

تصوف و فلسفہ

نیف ندوی، مولانا محمد	فلسفہ اور جہلت	المنبر، ص ۵۳ تا ۴۴، ۲۸ رمئی
" " "	تصوف کے مابعد الطبیعی مسائل	ثقافت، ص ۸ تا ۱۲، جون
لیمان فرخ آبادی، مولانا	خلوص وللہیت	زندگی، ص ۲۷ تا ۳۰، "
مد صدیق اعظمی	جذبۂ حب الٰہی اور اس کے تقاضے	المنبر، ص ۲۷ تا ۳۴، ۲۸ رمئی

مسائل و مباحث

تشام الحسن	اسلام کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟	امروز، ص ۱، ۱۰ رجون
رد بیلو	تبلیغ اسلام کی جدوجہد	
رجم :- منور، محمد		نوائے وقت، ص ۲، ۲۴ رجون
نیر احمد لدھیانوی، مولانا	غیر اسلامی لٹریچر کی درآمد پر پابندی کی اشد ضرورت	کوہستان، ص ۳، ۱۸ رجون
ح اللہ	خاندانی منصوبہ بندی اور مذہب	فکر ونظر، ص ۶۳، تا ۷۵، جون
یا بنوری، مولانا محمد	روح اور اس کی حقیقت	بنیات، ص ۵۸ تا ۶۲، اپریل
" "	" " "	" " ۵ تا ۱۴، جون
یث الرحمٰن، ملک	نظام ربوا - اسلامی ہدایات کی روشنی میں	مجلۃ الجامعہ، ص ۳۳ تا ۵۴، اپریل جون
یبی، محمد حسام الدین	دعوت انبیاء کا ایک بنیادی پہلو	فاران، ص ۲۷ تا ۳۰، جون
، سید محمد	اسلام میں بنیادی حقوق	نوائے وقت، ص ۳، ۱۱ رمئی
م علی، ملک	کیا مرتد کی سزا بغاوت کی بنا پر ہے؟	ترجمان القرآن، ص ۴۵ تا ۶۴، جون
، مبارک پوری، مولانا خالد	روس میں اسلام کی حقیقت	البلاغ، ص ۳۳ تا ۳۷، جون
نفیع، علامہ مفتی	ذبح کا مسنون طریقہ	بنیات، ص ۴۱ تا ۴۹، اپریل
"	اسلام اور بیمہ	" " ۱۷ تا ۳۰، جون
ش اکبرآبادی، سید محمد علی شاہ	توحید اور شرک	تاج، ص ۹۳ تا ۹۴، مئی
ن اللہ، سید	میں نے بہددیت سے کیوں توبہ کی	تجلی، ص ۳ تا ۱۴، جون
صدیقی	ضبط حمل کی تباہ کاریاں	صدق جدید، ص ۷، ۱۱ رجون
"	" " " (۲)	" " " ۶ تا ۷، ۱۸ ر"
"	" " " (۳)	" " " ۸، ۲۵ ر"
سن، مفتی	اسلام اور بیمہ	بنیات، ص ۸ تا ۱۰، اپریل

ولی حسن ٹونکی، مفتی	ذبح کا مسنون طریقہ	بینات، ص ۵۷ تا ۶۳، مئی
،، ،، ،،	اسلام اور بیمہ	،، ،، ۱۷ تا ۳۳، ،،
،، ،، ،،	طلاق اور ازدواجی زندگی میں اس کا مقام	،، ،، ۳۱ تا ۴۸، جون
————	تصاویر، فوٹو کی شرعی حیثیت	البلاغ، ص ۳۹ تا ۴۸ + ۷۴، جولا
————	اسلام غیروں کی نظر میں	المنبر، ص ۴ تا ۱۷ + ۵۴ + ۵۸، ۲۸ م
————	شیعہ سنی اتحاد کی اساس	،، ،، ۱۸ تا ۲۶، ۲۸ مئی

نفسیات

اکرم، پروفیسر محمد	اپنی روزمرہ عادتوں پر توجہ دیجئے	سیارہ، ص ۵۸ تا ۶۱، جون
ولی بخش قادری، عبداللہ	محرومی	جامعہ، ص ۹۴ تا ۱۰۳، ،،

وفیات

برنی، ضیاء الدین احمد	شیخ عبداللہ	کتابی دنیا، ص ۷، جون
ماہر القادری	حضرت مولانا محمد یوسف رح	فاران، ص ۴۲ + ۶۱، ،،
	سید جعفر حسین منظر لکھنوی کا انتقال	ہماری زبان، ص ۲، ۱۵ ،،

مطبوعات جدیدہ

(نئی کتابوں پر تبصرے)

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
آتش بہار	ابوالعلی خلیل الرحمٰن خاں	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۴ جون
،، ،، (مجموعہ کلام)	خلیل الرحمٰن خاں مہر	م-خ	انجام، ص ۷، ۲۱ ،،
آسان بنگلہ تعلیم	وحید قیصر ندوی	ا رخم	کوہستان، ص ۴، ۲ ،،
،، ،،	،، ،،	م-خ	انجام، ص ۷، ۲۱ ،،
آپ کی غزلیں	مرتب:- ساحل مانک پوری	مخمور سعیدی	تحریک، ص ۳۲، ،،
آسان حیوانات	شمیم الحق	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۴ ،،
آغاز سحر (مجموعہ کلام)	پروفیسر نادم بلخی	خلیل الرحمٰن اعظمی	ہماری زبان، ص ۱۲، ۱۵ جولا

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
اجماع اور باب اجتہاد	کمال فاروقی مترجم: مظہر الدین صدیقی	رئیس احمد جعفری	ثقافت، ص ۷۳ تا ۷۹، جون
اجماع اور باب اجتہاد	کمال فاروقی	—	امروز، ص ۳، ۴ر جون
اجنبی (مجموعہ کلام)	دشوار ناتھ درد	خلیل الرحمٰن اعظمی	ہماری زبان، ص ۱۲، ۱۵ر جون
ادبی جھلکیاں	صالحہ عابد حسین	—	امروز، ص ۲، ۱۳ر جون
"	" "	شفیع عقیل	جنگ، ص ۵، ۱۸ر "
"	" "	ارحم	کوہستان، ص ۴، ۲۰ر "
"	" "	ا۔ ز	حریت، ص ۶، ۲۳ر "
ادبی دنیا کا صلاح الدین نمبر	—	شہریار	ہماری زبان، ص ۱۲، ۸ر جون
ادیب سخن	ابوالحسن رنگ لکھنوی	ش۔ک۔ع	انجام، ص ۷، ۷ر جون
اردو ڈائجسٹ (سالنامہ ۱۹۶۵ء)	—	حمس	ہمدرد صحت، ص ۱۵۸ تا ۱۵۹، جون
اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو	گوپی چند نارنگ	حکم چند نیر	سب رس، ص ۴۴ تا ۴۶، جون
اردو مثنوی کا ارتقا (شمالی ہند میں)	ڈاکٹر سید محمد عقیل	اعجاز حسین	ہماری زبان، ص ۱۲، ۲۲ر "
اردو میں بچوں کی کتابیں	—	ا۔ ز	حریت، ص ۶، ۳۰ر جون
ارنسٹ ہیمنگوے	فلپ ینگ مترجم: محمد سلیم الرحمٰن	ارحم	کوہستان، ص ۴، ۲۰ر جون
ازمنہ بلوچ۔ تاریخ اور روایات	میر خدا بخش بجارانی مری بلوچ	—	امروز، ص ۳، ۴ر جون
اسلام اور فطرت	مولانا محمد جعفر پھلواروی	—	فاران، ص ۴۴ تا ۴۷، جون
اعلام مرفوعہ	—	—	" " ۴۷، "
افکار کا نبض نمبر	مرتبہ: صہبا لکھنوی	شفیع عقیل	جنگ، ص ۵، ۱۸ر "
"	" "	ا۔ ز	حریت، ص ۶، ۲۳ر "
"	" " کشش صدیقی	م۔ غ	انجام، ص ۵، ۷ر "
انتخاب جدید	مرتبین: عزیز احمد، آل سرور سرور	—	" " ۷، ۱۴ر "
انتخاب کامریڈ (انگریزی)	—	ض۔ا۔ب	کتابی دنیا، ص ۱۰ تا ۱۱، جون
باغ و بہار	میر امن	ع۔م	آج کل، ص ۴۷، جون
بال ہما	عبدالحمید عدم	غ۔ح۔ا	سیارہ، ص ۹۸، "
باہو	مترجم: سرور مجاز	—	مشرق، ص ۶، ۳ر "

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
برف کی دیوار (ناول)	مائل ملیح آبادی	صادق مولا	کتاب، ص ۶، جون
برگ نوخیز	عزیز حمتائی	—	فاران، ص ۵۴ تا ۵۹، جون
بڑھاپا اور اس کا سدباب	حکیم محمد اقبال حسین	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۴ جون
بوہرہ قوم کی تاریخ اور عقائد	ایم عباس اورنگ آبادی	ص - ا - ب	کتابی دنیا، ص ۱۲ تا ۱۳، جون
بہار آرزو (مجموعہ کلام)	نسیم چغتائی	ارحم	کوہستان، ص ۴، ۶ر ۶
پاکستانی کلچر	جمیل جالبی	عابد سہیل	کتاب، ص ۵۹ تا ۶۰، ۶
پکار	اسعد گیلانی	—	فاران، ص ۵۱، جون
پکچر (تاجور نمبر)	مرتب: نظر زیدی	ارحم	کوہستان، ص ۴، ۶ر ۶
״ ״	—	شہریار	ہماری زبان، ص ۱۲، ۸ر جون
پیارے رسول کی پیاری باتیں	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف	—	فاران، ص ۴۴، جون
پیغمبر انسانیت	مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی	ع - ق	زندگی، ص ۵۷ تا ۶۱، جون
تذکرہ شیخ رمکار	سید سیاح الدین	د - ح	بینات، ص ۴۶، مئی
״ ״	״ ״	س	برہان، ص ۳۸۴، جون
ترجمان القرآن (جلد اول)	مولانا ابوالکلام آزاد	ع - م	آج کل، ص ۴۶ تا ۴۷، جون
جامعہ کی کہانی	عبدالغفار مدھولی	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ دہلی، ص ۳۰۷ تا ۳۰۸، ۶
جائزہ کا فیض نمبر	وسیم انجم	شفیع عقیل	جنگ، ص ۵، ۱۸ر جون
جرأت کے پیکر	جان ایف کنیڈی		
	مترجم: محمد مسعود	—	امروز، ص ۲، ۱۳ر جون
جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی			
آف پاکستان	—	رئیس احمد جعفری	ثقافت، ص ۹۳ تا ۱۰۴، جون
جمال رسالت	نذیر احمد ناظر	غ - ج - ۱۰	سیارہ، ص ۸۹، جون
جو ہر الحکم حصہ دوم سوم	محمد بدر عالم	س	برہان، ص ۳۸۴، ۶
جواہر علوم قرآنی	طنطاوی جوہری		
	مترجم: عبدالصمد صارم ازہری	—	امروز، ص ۷، ۱۳ر جون
جوناگڑھ	ڈاکٹر محمد اسمٰعیل اے بیگ	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۴ر ۶
چراغ دیر و حرم	ڈاکٹر سید صفدر حسین	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۳۱۰ تا ۳۱۱، جون
چلے دن بہار کے	سید قاسم محمود	محمد خالد اختر	فنون، ص ۹۲ تا ۹۴، مئی جون

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر	وحید احمد مسعود	م۔س	الرحیم/ص ۸۰ تا ۸۸/جون
خاتون پاکستان کا قرآن مجید نمبر	مرتبہ: شفیق بریلوی	ع۔ق	زندگی/ص ۱۰/جون
خالی مکان	محمد علوی	وحید اختر	ہماری زبان/ص ۱۲/یکم جون
خدام الدین ـ حضرت جی نمبر	ایڈیٹر: مناظر حسین نظر	ا۔ز	حریت/ص ۷/۲۲ جون
خلش (مجموعہ کلام)	سیفی پریمی	ثریا محمود	رہنمائے تعلیم/ص ۴۴ تا ۴۵/جون
خیابان (پشاور یونیورسٹی)	—	ض۔ا۔ب	کتابی دنیا/ص ۱۲/جون
دعائیں عالم	محمد خلیل اللہ	ض۔ا۔ب	، ، ، ، ، ،
دس ولی	سید شبیر احمد سعدی	حس	ہمدرد صحت/ص ۱۵۰/جون
دعوت اسلام	سر ٹامس آرنلڈ مترجم: محمد عنایت اللہ	ض۔ا۔ب	کتابی دنیا/ص ۹/جون
راہ کا کانٹا	شانتی رنجن بھٹاچاریہ	خلیل الرحمٰن اعظمی	ہماری زبان/ص ۱۲/۱۵ جون
رسالہ فنون ـ شمارہ ۲۰۱	—	مجید اصغر	مشرق/ص ۷/۳ جون
رقص طاؤس	ڈاکٹر سید صفدر حسین	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ/ص ۹۳ تا ۱۰۲/جون
رموز تجارت	شیخ فضل الرحمٰن	—	امروز/ص ۲/۹ جون
رنگ بہار	قاضی غلام کبریا راحل	غلام رسول طارق	نیرنگ خیال/ص ۵۵ تا ۵۶/جون
روپ رس (مجموعہ کلام)	کرشنا موہن	پریم گوپال متل	تحریک/ص ۲۲/جون
روضات	عبدالحق محدث دہلوی مترجم: ثناء اللہ ندوی	م۔ع	معارف/ص ۴۷۵ تا ۴۷۶/جون
ساز و نغمہ (مجموعہ کلام)	بسمل کپورتھلوی	مخمور سعیدی	تحریک/ص ۳۳ تا ۳۴/جون
سائنس والوں کو دعوت حق	اسداللہ خاں (علیگ)	عبداللہ قدسی	تاج/ص ۵۵/اپریل
سرائیکی لوک گیت	مترجم: ڈاکٹر مہر عبدالحق	ارغم	کوہستان/ص ۳۰ جون
صراحی	مسعود مفتی	محمد خالد اختر	فنون/ص ۹۵/مئی جون
سفر	حبش ایس اے رحمان	—	نوائے وقت/ص ۴/۱۳ جون
سفر مصر و حجاز	مولانا نعمت اللہ رحمانی	ع۔ق	زندگی/ص ۴۰/جون
شہر ادبیں	وفا راشدی	—	فاران/ص ۵۹ تا ۶۰/۰
سودا	شیخ چاند مرحوم	شفیع عقیل	جنگ/ص ۵/۱۰ جون
سیرت النبی	شبلی نعمانی تلخیص از احسان بی اے	—	امروز/ص ۷/۱۳ جون

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
سیرت فریدیہ	سرسید احمد خاں		
	مرتب: محمود احمد برکاتی	س	برہان، ص ۳۸۳ تا ۳۸۴، جون
اِنشائیہ اور انشائیے	وزیر آغا	مرزا ادیب	فنون، ص ۲۹۴، مئی جون
شعلۂ فکر (مجموعۂ کلام)	بہات میرٹھی	ا - ز	حریت، ص ۷، ۳۰ جون
شعلۂ نوا	ملوک چند محروم	ا - ص	سب رس، ص ۴۴ تا ۴۸، جون
صبح نو ـ علی عباس حسینی نمبر	—	ع - م	آج کل، ص ۴۴، جون
ضرب آتشیں	—	—	فاران، ص ۵۱ تا ۵۳، جون
طب یونانی کی سرگزشت	حکیم نیر واسطی	—	امروز، ص ۳، ۶ جون
عرب قبل اسلام	مولوی ذکاء اللہ	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۴ ر 〃
فارقلیط	عبدالعزیز خالد	رئیس احمد جعفری	کتابی دنیا، ص ۱۶، جون
فانی اور ان کی شاعری	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	شفیع عقیل	جنگ، ص ۵، ۱۸ ر 〃
〃 〃	〃 〃	م - خ	انجام، ص ۷، ۲۱ ر 〃
فخر کونین (ایک طویل نظم)	محشر رسول نگری	شاہد عشقی	الشجاع، ص ۵۶، جون
فضائل صحابہ و اہل بیت مع مکتوبات شاہ عبدالعزیز و رفیع الدین دہلوی	—	م - س	الرحیم، ص ۷۶ تا ۷۸، جون
فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ	حضرت شاہ عبدالعزیز		
	مرتب: محمد عبدالحلیم چشتی	س	برہان، ص ۳۸۱ تا ۳۸۴، جون
قدسیہ	ایم - اسلم	حس	ہمدرد صحت، ص ۵۷ تا ۱۵۸، 〃
قرآن حکیم کا عمرانی فلسفہ	—	—	فاران، ص ۵۳ تا ۶۴، جون
قفس رنگ	اکرم افگار	—	نوائے وقت، ص ۳، ۱۳ ر 〃
قومی نظمیں	علی مظہر رضوی	—	امروز، ص ۳، ۶ ر جون
〃 〃	〃 〃	م - خ	انجام، ص ۷، ۷ ر 〃
〃 〃	〃 〃	—	نوائے وقت، ص ۳، ۱۳ ر جون
قیصر و کسریٰ	نسیم حجازی	احمد انس	چراغ راہ، ص ۴۵ تا ۵۵، جنوری
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	م - خ	انجام، ص ۷، ۱۷ ر جون
〃 〃	〃 〃	ا - خم	کوہستان، ص ۴، ۲۷ ر جون
کتنے عجیب حسن کو ترشتے	نجمہ انوار الحق	محمد خالد اختر	فنون، ص ۴۹۴، مئی جون

نام	مصنف	تبصرہ نگار	حوالہ
گیسوئے شب (مجموعہ کلام)	نورس خیالی	محمود سعیدی	تحریک، ص ۴۳، جون
محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی	م۔ خ	انجام، ص ۷، ۲۴/۴
"	" "	شفیع عقیل	جنگ، ص ۳، ۲۴/۴
مخزن انوار توحید	شاہ محمد عبدالغنی نیازی	عبیداللہ قدسی	تاج، ص ۶۵ تا ۶۶، اپریل
مزاحیہ شرح دیوان غالب	غلام احمد فرقت کاکوروی	عبداللطیف اعظمی	جامعہ، ص ۳۱۵ تا ۳۱۶، جون
مسلمان حکومتوں کی رواداری	مولانا احمد ایم اے	—	معارف، ص ۴۷۷ تا ۴۷۸، "
مسلمز، دی فورسٹ سوشیولوجسٹس	ڈاکٹر ایم بشارت علی	ارخم	کوہستان، ص ۳، ۱۳ جون
مطربہ	قتیل شفائی	مرزا ادیب	فنون، ص ۹۰ تا ۹۱، مئی جون
مسلم لاہور	ایڈیٹر: عنایت عارف	ا۔ ز	حریت، ص ۷، ۲۳ جون
معارف الحدیث جلد اول و دوم	—	م۔ س	الرحیم، ص ۴۲ تا ۴۷، "
مغرب کے عظیم فلسفی	عبدالرؤف ملک	غ۔ ح۔ ا	سیارہ، ص ۸۹، جون
"	" "	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۳۱۲ تا ۳۱۳، جون
"	" "	عابدہ سہیل	کتاب، ص ۴۱، جون
لہر لہر ندیا گہری	زبیر رضوی	ضیاء الحسن فاروقی	جامعہ، ص ۳۱۳ تا ۳۱۴، جون
نشاط غالب	وجاہت علی سندیلوی	عبداللطیف اعظمی	" " ۳۱۵، "
نقوش رفتگاں	مرتب: حیات میرٹھی	ا۔ ز	حریت، ص ۷، ۳۰ جون
نکات ادب اور فنون لطیفہ اور جمالیات	محمد مظفر حسین	م۔ ہ	معارف، ص ۴۷۸ تا ۴۷۹، جون
ولیم فاکنر	ولیم وان اکونر مترجم: محمد سلیم الرحمٰن	ارخم	کوہستان، ص ۴، ۲۷ جون
ہفتہ وار سرکار مدراس کا سیرت نمبر	مرتبہ: بیگم خورشید حسن صاحبہ	ع۔ ق	زندگی، ص ۱۶ تا ۲۲، "
ہمارے جانور	رشید احمد طاہر	—	مشرق، ص ۷، ۱۷ جون
ہندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں	ڈاکٹر سید عابد حسین	—	گلشن، ص ۳۰ تا ۳۳، اپریل مئی
" " "	" "	ع۔ م	آج کل، ص ۵۴ تا ۵۶، جون
یادگار جگر	محمد اسلام		فاران، ص ۵۳ تا ۵۴، "
یزید بن معاویہ	ابن تیمیہ مترجم: جمیل احمد	—	فاران، ص ۸۴ تا ۸۹، جون